مکمل ناول

کہا جاتا ہے کہ یہ دنیا ایک امتحان گاہ ہے، جہاں ہر شخص کو کسی نہ کسی صورت آزمایا جاتا ہے۔ انسانوں کے لیے یہ آزمائش کبھی رتبے اور دولت کی ہوس کی شکل میں آتی ہے، تو کبھی حرص اور لالچ کی دیگر صورتوں میں۔ جنات کو طاقت کا لالچ ہوتا ہے، مگر انسان کو پیسے کی ہوس۔ اور یہی وہ نقطہ ہے جہاں انسان اپنی سوچ، اقدار، اور ضمیر کو پیچھے چھوڑ دیتا ہے۔

انسان پیسہ کمانے کے لیے وہ کام بھی کر گزرتا ہے جو کبھی اس نے اپنے تصور میں بھی نہیں سوچا ہوتا۔ اور اگر آسان اور جلدی پیسہ کمانے کا کوئی ذریعہ ہو، تو وہ جوا ہے۔ جوا ایک ایسا نشہ ہے جس کا اثر فوری اور گہرا ہوتا ہے۔ جو ایک بار اس میں مبتلا ہو جائے، وہ شاید ہی واپس پلٹ سکے۔ اس کا اختتام دو ہی صورتوں میں ہوتا ہے: یا تو وہ اپنی ساری دولت گنوا بیٹھتا ہے، یا اپنی زندگی۔

جو لوگ جوا کھیلتے ہیں، ان کے نقصان کا دائرہ صرف ان کی ذات تک محدود نہیں رہتا۔ ان کے مرنے کے بعد ان کے خاندان والے اس عذاب کو سہتے ہیں۔ قرض خواہوں کے دباؤ، گھر کی بربادی، اور سماجی بدنامی کا بوجھ ان کے پیچھے رہ جانے والوں کے حصے میں آتا ہے۔ یہ لوگ

اپنی زندگی کی تنگی سے تنگ آیا قسمت آزمانے کی خواہش میں جوا کھیلتے ہیں، مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ کھیل کبھی بھی کسی کی قسمت نہیں بدلتا، بلکہ اسے مزید بگاڑ دیتا ہے۔

آج کے دور میں جوا صرف تاش کے پتوں یا مرغوں کی لڑائی تک محدود نہیں رہا۔ سٹاک مارکیٹ کے بُل سے لے کر کرپٹو کرنسیز اور بائنینس جیسے پلیٹ فارمز تک، سب اسی اصول پر کام کر رہے ہیں۔ انسان کو لالچ دی جاتی ہے، خواب دکھائے جاتے ہیں کہ وہ ایک دن امیر ہو جائے گا، اور وہ اس خواب کے پیچھے اپنی زندگی برباد کر دیتا ہے۔

معاشرے میں کچھ لوگ غریبوں کو کیڑوں سے زیادہ اہمیت نہیں دیتے۔ ان کے نزدیک یہ لوگ جینے کے حقدار نہیں، اس لیے ان کی زندگیاں ایک کھیل کا حصہ بنا دی جاتی ہیں۔ ایسے کھیل جہاں غریبوں کی قسمت پر شرط لگائی جاتی ہے۔ جو جیت گیا، وہ قسمت کا سکندر۔ اور جو ہار گیا، وہ اپنی زندگی، عزت اور مستقبل سب کھو بیٹھتا ہے۔

یہ حقیقت سمجھنی ضروری ہے کہ جوا یا لالچ کبھی کسی کو کامیابی نہیں دیتا۔ کامیابی صرف محنت اور صبر سے حاصل ہوتی ہے۔ یہ دنیا آزمائش کی جگہ ہے، مگر آزمائش کا مطلب یہ نہیں کہ ہم غلط راستے اپنائیں۔ ہمیں یہ سمجھنا ہو گا کہ ہمارے اعمال صرف ہماری زندگیوں پر نہیں بلکہ ان تمام لوگوں پر اثر ڈالتے ہیں جو ہم سے جڑے ہوئے ہیں۔

ایسا ہی ایک شخص، جس کی زندگی کی ڈور کسی اور کی قسمت سے بندھی تھی، آج اپنی تقدیر کی شکست کے سامنے بے بس کھڑا تھا۔ باسط سرد خانے میں خاموشی سے کھڑا تھا، جہاں ہر چیز پر موت کی سرد مہری چھائی ہوئی تھی۔ وہ ایک لمبا، خوش قامت شخص تھا، جس کی گندمی رنگت اور نارنجی بھوری آنکھیں کسی باز کی تیزی کا گماں دیتی تھیں۔

آنکھوں پر لمبی پلکوں کی جھلک تھی، اور اس کے سیدھے ویوی بال پیشانی کے گرد ایک ہالہ بنائے ہوئے تھے۔ اس کے تراشیدہ جبڑوں اور خوبصورت لبوں کے باوجود، آج اس کا چہرہ دکھ اور بے بسی کی ایک تصویر بنا ہوا تھا۔

سامنے میز پر سفید چادر میں لپٹا اس کا باپ بے جان پڑا تھا۔ وہ مردہ، مگر خاموشی سے اپنی کہانی سنانے کے لیے موجود تھا۔ باسط نے لرزتے ہاتھوں سے اپنی پیشانی پر آئی لٹ کو پیچھے کیا اور اپنی آنکھوں کو سختی سے بند کر لیا، گویا ان بے رحم حقائق کو دیکھنے سے انکار کر رہا ہو۔ پھر اس نے گردن ایک طرف موڑی اور گہری سانس لی، جیسے دل کے بوجھ کو کم کرنے کی ناکام کوشش کر رہا ہو۔

اس کے ساتھ کھڑا پولیس افسر، جو اپنی پیشہ ورانہ سختی کے باوجود افسوس کے جذبات کو چھپا نہ سکا، مدھم آواز میں بولا

"شارک کوئین، ٹرپیل سِکس، اور ٹرائی اینگل ون آئی بُل جیسے آن لائن جوا کھیلنے کے پلیٹ فارمز پر آپ کے والد نے اپنی قسمت آزمانے کی ناکام کوشش کی۔ اپنی جمع پونجی لٹا دینے کے بعد، وہ ان لوگوں کے قرض تلے دب گئے جنہوں نے ان کے لیے یہ جوا ممکن بنایا تھا۔ جب قرض دہندگان نے اپنی رقم وصول کرنے کے لیے دباؤ ڈالا اور جان سے مارنے کی دھمکیاں دیں، تو شاید اس خوف نے انہیں اس حد تک مجبور کر دیا کہ وہ خودکشی کو اپنی بے بسی کا آخری حل سمجھ بیٹھے۔

یہ سب کچھ ان کے تحریر کردہ خط میں درج ہے، جو ان کی آخری گواہی اور ان کی بے بسی کا۔ ثبوت ہے۔ میں وہ خط آپ کو۔ فراہم کر دوں گا تاکہ آپ حقیقت کو سمجھ سکیں"۔

باسط نے گہری خاموشی سے انسپکٹر کی بات سنی، اور جیسے اس بات کو ہضم کرنے میں وقت لے رہا ہو، آہستہ سے اثبات میں سر ہلایا۔ اس کی آنکھوں کے کنارے سرخ ہو رہے تھے، مگر وہ آنسو نکلنے نہیں دے رہا تھا۔ ایک لمحے کے لیے اس نے اپنے بے جان باپ کی طرف دیکھا، جیسے کوئی آخری سوال کرنے جا رہا ہو، مگر پھر زبان بند رکھ کر نظر جھکا لی۔

"میں لاش کو لے جا سکتا ہوں؟" باسط کی آواز مدھم تھی، مگر اس میں ایک عجیب سا وقار اور بے بسی جھلک رہی تھی۔

انسپیکٹر نے اس کے کندھے پر تسلی کا ہاتھ رکھا اور آہستہ سے کہا:

"جی، جنازے کا انتظام کر لیں۔"

باسط نے ایک لمبی سانس لی، گویا اپنے باپ کی بربادی کی تمام داستان کو اپنے دل میں دفن کرنے کی کوشش کر رہا ہو۔ لیکن اس کی آنکھوں میں وہ سوال باقی تھا جس کا جواب شاید اسے کبھی نہ ملے

"آخر ایسا کیوں ہوا؟"

--------

بارش کی گرجتی آواز اور مٹی پر پڑنے والے قطروں کی سرسراہٹ قبرستان کے خاموش ماحول کو بھیانک بنا رہی تھی۔ باسط سر جھکائے اپنے باپ کی قبر کے قریب کھڑا تھا۔ اس کے آس پاس موجود لوگ چھاتے تھامے خاموشی سے دفنانے کے عمل کو دیکھ رہے تھے، مگر باسط کے لیے یہ سب کچھ دھندلا تھا۔ اس کے کانوں میں اذیت کی پرانی آوازیں گونج رہی تھیں، اور ماضی کی ایک بھیانک تصویر اس کی آنکھوں کے سامنے ابھر آئی۔

وہ منظر جیسے ایک جلتا ہوا عکس بن کر اس کی روح پر چھا گیا۔ باسط صرف آٹھ برس کا بچہ تھا۔ دیوار کے پیچھے سہما ہوا کھڑا تھا، اور اپنے والدین کے بیچ ہونے والی خوفناک لڑائی کو بے بسی سے دیکھ رہا تھا۔ اس کا باپ بادشاہ، شراب کے نشے میں دھت، لڑکھڑاتے قدموں کے ساتھ گھر میں داخل ہوا تھا۔ اس کی ماں کی چیخوں نے پورے گھر کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔

"تم جیسا کمینہ، بے غیرت اور لعنتی شخص میں نے اپنی پوری زندگی میں کبھی نہیں دیکھا!" اس کی ماں نے کانپتی آواز میں چیختے ہوئے کہا۔ "بادشاہ! تم صرف نام کے بادشاہ ہو، کام تمہارے ایسے ہیں جن سے انسانیت بھی شرمندہ ہو جائے۔ تم اپنے تین دن کے بچے کو جوا کھیل کر ہار آئے اور اپنے ہی بچے کو اغوا کر کے جیتنے والی پارٹی کو دے دیا! تمہیں ذرا بھی شرم نہیں آتی؟"

بادشاہ نے لڑکھڑاتے ہوئے ایک بے حس مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا، "اسے میرے ساتھ رہ کر کیا کرنا تھا؟ میں نے اسے دے دیا ان لوگوں کو۔ وہ لوگ اس کا خیال رکھ لیں گے۔ میرے پاس نہ تمہیں سنبھالنے کی طاقت ہے نہ بچوں کو۔"

باسط کی ماں کا چہرہ غصے اور بے بسی سے سرخ ہو گیا۔ اس نے آگے بڑھ کر بادشاہ کا گریبان پکڑ لیا۔ "بے غیرت آدمی! تُو ہمیں سنبھال رہا ہے؟ تجھ سے تیرا اپنا آپ نہیں سنبھالا جاتا! تجھے اپنے بچے کا نام بھی یاد نہیں رہتا اور تُو ہمیں پالنے کا دعویٰ کرتا ہے؟ میں دن رات کام کر کے اپنے بچے کا پیٹ پالتی ہوں، اور تُو جوا کھیل کر سب کچھ لٹا دیتا ہے؟"

بادشاہ نے جھٹکے سے خود کو اس کی گرفت سے آزاد کرایا۔ "چپ کر جا! بچے کا کیا ہے؟ تُو ہے، میں ہوں، نئے بچے آ جائیں گے۔"

اس بے حس جواب نے باسط کی ماں کو غضب میں بھر دیا۔ اس نے کانپتے ہاتھوں سے بادشاہ کے چہرے پر زوردار تھپڑ رسید کیا۔ بادشاہ کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ وہ غصے سے پاگل ہو گیا اور زور سے اپنی بیوی کے گال پر تھپڑ مارا۔ وہ زمین پر گری، اور اس کا سر قریب موجود میز کی نوک سے جا ٹکرایا۔

ایک خوفناک آواز گونجی، اور باسط کی ماں کی کنپٹی سے خون بہنے لگا۔ باسط اپنی جگہ سے جیسے پتھر کا ہو گیا۔ پھر اچانک، اپنی ماں کی طرف دوڑ پڑا۔ "امی! امی! اٹھیں، امی!" وہ اپنی ماں کو جھنجھوڑتا رہا، مگر وہ بے حس و حرکت پڑی رہی۔ اس کی ماں کی نیم کھلی آنکھوں میں زندگی کا آخری نور بجھ چکا تھا۔

بادشاہ نے یہ منظر دیکھا، اور جیسے اپنی ہی حرکت سے خوف زدہ ہو گیا۔ اس نے ایک لمحے کے لیے ارد گرد دیکھا، اور پھر لڑکھڑاتے قدموں سے گھر سے بھاگ نکلا۔ وہ اس وقت کا سامنا کرنے کی ہمت نہیں رکھتا تھا۔

باسط زمین پر بیٹھا، اپنی ماں کے خون آلود چہرے کو دیکھ رہا تھا۔ اس کی ننھی عمر اتنے بڑے سانحے کو سمجھنے سے قاصر تھی، مگر اس کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں جکڑ لیا ہو۔ وہ ماں کو آواز دیتا رہا، مگر اس کی ماں ہمیشہ کے لیے خاموش ہو چکی تھی۔

حقیقت کی تلخ یادوں نے باسط کے دل میں وہ زخم چھوڑے تھے جو وقت کے ساتھ مزید گہرے ہو گئے تھے۔ آج، برسوں بعد، اپنے باپ کی قبر کے سامنے کھڑے ہو کر، وہ ایک بار پھر اس لمحے کو جی رہا تھا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بے اختیار گرنے لگے، اور بارش کے، قطروں کے، ساتھ زمین میں جذب ہو گئے۔۔

باسط اپنے کمرے کے خاموش گوشے میں بیٹھا تھا، جہاں ہر چیز اس کی تنہائی کی گواہی دے رہی تھی۔ وہ ایک پرانی، خستہ حال کرسی پر گم صم بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے سامنے ایک چھوٹی سی میز تھی، جس پر ایک فریم رکھا تھا۔ فریم میں موجود تصویر میں باسط اپنی ماں کے ساتھ کھڑا تھا، اس کی ماں کے چہرے پر شفقت بھری مسکراہٹ تھی، اور ننھے باسط کی آنکھوں میں خوشی کی چمک۔ لیکن آج وہ تصویر ماضی کے اس لمحے کی ایک تلخ یاد بن چکی تھی، جو اب کبھی لوٹ کر نہیں آ سکتی تھی۔

باسط کی آنکھیں سرخ تھیں، اور ان میں نمی کی ایک گہری چمک تھی۔ وہ دھیرے سے فریم کی طرف جھکا، اپنی ماں کی تصویر کو گویا دیکھتے ہوئے اس سے بات کرنے لگا۔ اس کی آواز بھاری اور غم سے لرزتی ہوئی تھی

۔"امی ...اس بادشاہ نے آپ کی جان لی تھی۔ آپ کی ہنستی مسکراتی زندگی کو اپنی بے حسی اور ظلم کے بوجھ تلے روند دیا تھا۔ لیکن آج ...آج وہ اپنے انجام کو پہنچ چکا ہے۔ "اس نے ایک لمحے کے لیے گہری سانس لی، گویا اپنے دل کے بوجھ کو ہلکا کرنے کی ناکام کوشش کر رہا ہو۔

۔"اس کے زندہ ہوتے ہوئے بھی میں یتیم تھا، امی۔ "اس کی آواز ٹوٹنے لگی۔ "یتیمی میں نے تب ہی محسوس کر لی تھی جب آپ چلی گئیں، اور وہ ہمیں چھوڑ کر بھاگ گیا۔ ساری زندگی میں نے اس کا چہرہ نہیں دیکھا، اور آج جب دیکھا تو وہ مردہ تھا۔"۔

باسط کے الفاظ گویا ماضی کے ان زخموں کو تازہ کر رہے تھے جو وقت کے ساتھ مندمل ہونے کے بجائے اور گہرے ہو چکے تھے۔ اس نے اپنے آنسوؤں کو روکنے کی ناکام کوشش کی، مگر وہ بہتے چلے گئے، جیسے برسوں کی دبی ہوئی اذیت کا سیلاب۔

اس حادثے کے بعد باسط کی دنیا اندھیرے میں ڈوب گئی تھی۔ اس کی ماں کی موت کے بعد بادشاہ نہ جانے کہاں غائب ہو گیا۔ باسط کو یتیم خانے کے سپرد کر دیا گیا، جہاں نہ کوئی اپنائیت تھی، نہ شفقت۔ وہ برسوں تک اپنے والد کے

بارے میں کوئی خبر نہ سن سکا، اور جب سنا تو صرف یہ کہ بادشاہ کی موت ہو چکی تھی۔

بادشاہ کا شناختی کارڈ ہی وہ واحد ثبوت تھا جس کی بدولت یہ پتہ چلا کہ باسط اس کا بیٹا تھا۔ اس کاغذ کے ٹکڑے نے اس حقیقت کو آشکار کیا جو باسط کے دل میں برسوں سے ایک سوال بن کر چبھ رہی تھی۔ لیکن یہ شناخت بھی باسط کے لیے بے معنی تھی، کیونکہ جس شخص نے اسے یتیمی کا دکھ دیا تھا، وہ اس کی زندگی میں کبھی باپ کا کردار ادا نہ کر سکا۔

باسط نے لرزتے ہاتھوں سے فریم کو اٹھایا، اور اپنی ماں کی تصویر پر انگلیوں سے ہلکا سا لمس کیا۔ ۔"امی، آپ کی یادیں ہی میرا سہارا تھیں، ہیں، اور ہمیشہ رہیں گی۔ وہ شخص جسے میرا باپ کہتے ہیں، میرے لیے ہمیشہ اجنبی رہا۔ آج اس کے مرنے کے بعد بھی میرے دل میں اس کے لیے کوئی افسوس نہیں۔"۔

باسط فریم کو گھورتے ہوئے اپنے خیالات میں ڈوبا ہوا تھا، کہ دروازے پر ایک زور دار دستک ہوئی۔ وہ چونک کر اٹھا، جلدی سے اپنے چہرے سے آنسو صاف کیے، اور دروازے کی طرف بڑھا۔

جیسے ہی دروازہ کھولا، باہر کھڑے چار آدمی سیاہ تھری پیس سوٹ میں ملبوس، آنکھوں میں چمکتی سختی اور لبوں پر زہریلی مسکراہٹ لیے اندر داخل ہو گئے۔ ان کا انداز ایسا تھا جیسے پورے کمرے پر ان کا قبضہ ہو۔

باسط نے بے ساختہ کہا

"ایکسکیوز می !آپ لوگ کون ہیں؟"

پیچھے سے ایک بھاری آواز گونجی

"excused!"

باسط کے سامنے ایک آدمی نمودار ہوا۔ درمیانی عمر کا، قدآور اور شخصیت میں عجیب سا وحشیانہ رعب۔ سیاہ تھری پیس سوٹ، بال نفاست سے جمائے، سگار ہاتھ میں پکڑے۔ وہ سیدھا صوفے پر بیٹھا، جیسے یہ کمرہ اس کی جاگیر ہو۔

۔"میرا نام چنگیز ہے "!اس نے دھیما مگر خطرناک لہجے میں کہا، پھر اپنے آدمیوں کو اشارہ کیا کہ وہ اطراف میں کھڑے ہو جائیں۔

"تمہارے باپ نے مجھ سے قرض لیا تھا۔ بہت بڑی رقم۔"

باسط نے سرد لہجے میں جواب دیا

"تو میرے باپ سے مانگو۔ میرے پاس کیا لینے آئے ہو؟"

چنگیز نے ایک زہریلی مسکراہٹ کے ساتھ سگار کا دھواں باسط کے چہرے پر چھوڑتے ہوئے کہا:

۔"قبر میں کون قرض واپس کرتا ہے، میرے بھائی؟ وہاں تو نیک اعمال بھی ادھار نہیں ملتے، اور یہ تو پھر پیسوں کا معاملہ ہے۔"۔

باسط نے اسے سخت نظروں سے گھورا اور کہا

"میں نے برسوں بعد اس کا مردہ چہرہ دیکھا ہے۔ میرا اس کے معاملات سے کوئی لینا دینا نہیں۔"

چنگیز نے اپنی جگہ سے ہلکے سے جھکتے ہوئے باسط کی طرف دیکھا، اس کی آنکھوں میں سردی اور لہجے میں زہر بھر آیا

۔"جانتا ہوں۔ تمہارے باپ کے بارے میں سب جانتا ہوں۔ کیسے اس نے تمہاری ماں کو مارا، تمہارے بھائی کو جوے میں ہارا، اور تمہاری زندگی کو جہنم بنا دیا۔ لیکن یہ کہانی میرے لیے جذباتی نہیں، بزنس کی بات ہے۔"۔

چنگیز نے سگار کا ایک اور کش لیا، دھواں چھوڑا اور کرسی کی پشت سے ٹیک لگاتے ہوئے بولا

۔"تمہاری زندگی اس کے مرنے کے بعد بھی جہنم ہے، باسط۔ اور اب یہ جہنم کی کھائی اور گہری ہونے والی ہے۔"۔

باسط نے گہری سانس لی اور کہا

"تو تم کیا چاہتے ہو؟"

چنگیز نے اپنی آواز میں ایک وحشیانہ ٹھہراؤ رکھتے ہوئے کہا

"سو ملین ڈالرز۔"

باسط نے چونک کر دہرایا

"کتنے؟"

چنگیز نے سخت لہجے میں کہا

"ایک بار میں بات کہتا ہوں۔ سو ملین ڈالرز۔ نہ ایک کم، نہ ایک زیادہ۔"

باسط نے گہری سانس لے کر کہا

۔"میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ اگر تمہیں پیسے چاہئیں تو میرا قتل کرو، میرے اعضاء بیچو، اور جتنا ملے، لے لو۔"۔

چنگیز نے زہریلی ہنسی کے ساتھ سگار کی راکھ جھاڑی اور کہا

۔"مجھے پتہ تھا کہ تم یہ کہو گے۔ تمہارے اعضاء کا حساب تو میں کر چکا ہوں، لیکن اس سے زیادہ پیسہ تمہیں اور تمہارے بھائی کے اعضاء کو ملا کر آئیں گیں۔"۔

باسط نے چونک کر کہا

"کون بھائی؟ تم کس کی بات کر رہے ہو؟"

چنگیز کی مسکراہٹ اور بھی گہری ہو گئی۔

۔''وہی بھائی جسے تمہارا باپ جوے میں ہار گیا تھا۔ تمہیں لگا، وہ مر چکا ہے؟ نہیں، میرے بھائی۔ وہ زندہ ہے، اور اس کا پتہ صرف میرے پاس ہے۔''۔

باسط نے بے چینی سے کہا

''کہاں ہے وہ؟''

چنگیز نے سرد نظروں سے اسے گھورا اور کہا

۔''اس کے لیے پیسے دو۔ سو ملین ڈالر ، اور تمہیں تمہارے بھائی کا پتہ مل جائے گا۔ لیکن اگر تم نے میرے وقت کا زیاں کیا، تو میں تم دونوں کی لاشیں بیچ کر اپنی رقم وصول کر لوں گا۔''۔

چنگیز کھڑا ہوا، اپنے کوٹ کی جھریاں درست کیں اور کہا

۔''اب چوری کر، ڈکیتی کر، یا اپنی زندگی کو گروی رکھ دے۔ مجھے پیسے چاہیے۔ اور یاد رکھ، اگر اگلی بار آیا تو یہ ملاقات آخری ہو گی۔''۔

جاتے جاتے وہ پلٹا اور باسط کی طرف انگلی اٹھا کر کہا

۔''اور ہاں، پولیس کے چکر میں نہ پڑنا۔ کیونکہ وہی پولیس والا جو تمہارے ساتھ تھا، اس نے مجھے تمہارے بارے میں بتایا ہے۔''۔

یہ کہتے ہوئے وہ سگار کا آخری کش لیتا ہوا دروازے سے نکل گیا، اس کے آدمی خاموشی سے پیچھے پیچھے چل دیے۔ باسط وہیں کرسی پر گر گیا، سر ہاتھوں میں تھام لیا۔ اس کے دماغ میں خوف اور بے بسی کی لہر دوڑ رہی تھی۔

ان نے گردن اٹھائی ہمراہ نظریں میز پر رکھے فریم پر جا ٹکیں۔ وہ اپنی ماں کی مسکراتی ہوئی تصویر کو دیر تک گھورتا رہا۔ دل میں ایک طوفان اٹھ رہا تھا، اور آنکھوں میں بے اختیار آنسو ابلنے کو تھے۔ اگر وہ آج یہاں ہوتیں ...سب کچھ شاید مختلف ہوتا۔

۔"امی "...وہ دھیرے سے بڑبڑایا، لیکن اس کی آواز ٹوٹے ہوئے شیشے کی طرح بکھر گئی۔ اس کی زبان سے نکلنے والے الفاظ اس کے دل کی گہرائیوں سے آئے تھے۔" اگر آپ ہوتیں، تو یہ سب کبھی نہ ہوتا۔ آپ نے ہمیشہ مجھے سہارا دیا، میرے ہر زخم پر مرہم رکھا۔ آج مجھے آپ کی سب سے زیادہ ضرورت ہے۔"۔

باسط کی سانسیں تیز ہو گئیں۔ اس کے ذہن میں ماضی کی یادیں ایک فلم کی طرح چلنے لگیں، جب اس کی ماں نے اپنی زندگی کی آخری سانس تک اسے سنبھالنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن پھر، اس کا باپ ...وہ شخص جس نے ان کی زندگی کو جہنم بنایا، سب کچھ چھین لیا۔

۔"اگر آپ ہوتیں "...اس نے ایک سرد آہ بھری، جیسے الفاظ بھی ناکافی ہوں۔ اس کی آنکھیں بند ہو گئیں، اور ایک قطرہ آنسو کا اس کے گال پر پھسل گیا۔

۔"سب کچھ ٹھیک ہوتا۔ نہ یہ قرض ہوتا، نہ یہ دھمکیاں۔ میرے بھائی کی زندگی داؤ پر نہ ہوتی۔ اور نہ مجھے اس دنیا میں اکیلا کھڑا ہونا پڑتا۔"۔

وہ ایک لمحے کے لیے خاموش رہا، جیسے اپنی روح کی گہرائیوں سے کوئی جواب تلاش کر رہا ہو۔ پھر اچانک اس نے آنکھیں کھولیں اور اپنی مٹھی کو سختی سے بھینچ لیا۔" لیکن آپ نہیں ہیں، اور اب یہ سب میرے سر پر ہے۔ مجھے اکیلے یہ لڑائی لڑنی ہے۔"۔

باسط کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ وہ جانتا تھا کہ اب اسے کچھ کرنا ہوگا۔ لیکن کہاں سے شروع کرے؟ کیا یہ لڑائی وہ جیت سکے گا؟ یہ سوچ اس کے دل کو چیرنے لگی۔

اور ان سوالات کی گونج میں سب سے پہلا سوال اپنی مکمل شدت کے ساتھ ابھر کر اس کے سامنے کھڑا تھا

"اس کا بھائی کہاں ہے؟"

باسط کا دل وحشی گھوڑے کی طرح دھڑکنے لگا۔ اندر ایک طوفان برپا تھا۔ یہ سوال نہ صرف اس کے ذہن کو چیر رہا تھا بلکہ اس کی بے بسی کو بھی عیاں کر رہا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ یہ لڑائی آسان نہیں ہوگی، لیکن اب پیچھے ہٹنا ممکن نہیں تھا۔

"کہاں سے شروع کروں؟"

اس نے خود سے پوچھا، لیکن جواب کہیں نظر نہ آیا۔

"کیا یہ جنگ میں جیت سکوں گا؟"

یہ خیال جیسے ایک زہر تھا جو اس کی رگوں میں دوڑ رہا تھا۔

باسط نے گہری سانس لی، ہاتھوں کی مٹھیاں بھینچ لیں۔

"مجھے اپنے بھائی تک پہنچنا ہوگا ...کسی بھی قیمت پر۔"

یہ عزم اس کے دل میں ابھر آیا، لیکن اس کے ساتھ ہی بے یقینی کا ایک سایہ بھی تھا جو ہر قدم پر اس کے حوصلے کو ڈگمگانے کے لیے تیار تھا۔ اس کا بھائی زندہ ہے بھی یا نہیں اگر ہے تو وہ کہاں پر ہے؟؟

----☆☆ ☆----

۔

چہرے پر زور دار تھپڑ کی آواز گونجی، جیسے کسی نے خاموشی کا پردہ چاک کر دیا ہو۔

ایک لمبی قامت کی لڑکی، جو غیر معمولی حسن کا شاہکار تھی، کانپتی ہوئی ہاتھ گال پر رکھے کھڑی تھی۔ اس کے چہرے پر خوف، بے بسی اور دکھ کی ملی جلی کیفیت چھائی ہوئی تھی۔

وہ لڑکی چھ فٹ کی قامت لیے، جیسے کسی مجسمہ ساز نے دل و جان سے تراشا ہو۔ اس کا سراپا ایسا تھا کہ ہر نگاہ اس کے جمال میں کھو جائے۔ پیشانی دودھ جیسی صاف اور چمکدار، گویا کسی چاندنی رات کی کرنوں نے اسے چھوا ہو۔ بڑی، بادامی آنکھیں، جن میں سنہری اور سبز رنگوں کی جھلک تھی، جیسے کسی گہرے جنگل کے کنارے شام کا منظر ہو۔ ان پلکوں پر شبنم کی طرح نمی تھی، جو ہر جنبش کے ساتھ سحر طاری کر رہی تھیں۔ نازک اور مخروطی ناک، ہونٹ گلابی اور اس قدر نرم گویا کسی تازہ کلی کو مہربانی سے کھول دیا گیا ہو۔ رخسار ہلکے گلابی، جیسے چیری کے پھولوں کی نزاکت ہو، اور جلد دودھ جیسی صاف، جیسے

مخمل پر روشنی کی کرن ناچ رہی ہو۔ بال گھنے اور رات کی تاریکی کی مانند سیاہ، جو کندھوں پر بے ترتیب انداز میں بکھرے ہوئے تھے۔

کمرے میں سناٹا چھا گیا۔

سب کے درمیان وہ لڑکی، جو بے حد معصوم اور نازک لگ رہی تھی، یکدم اپنے آنسو ضبط کرتے ہوئے کانپتی آواز میں بولی،

۔"میں ...میں نے کیا کیا ہے؟ کیوں مجھے ہمیشہ یوں سزا دی جاتی ہے؟ بابا، میں صرف پڑھنا چاہتی ہوں !میرے خوابوں کو مت روندیں"!۔

کمرے میں موجود شخص، جو شاید اس کا والد تھا، غصے سے دہاڑا،

۔"بس !بہت ہوا۔ لڑکیوں کا کام یہ نہیں کہ وہ خواب دیکھیں !گھر کی چار دیواری ہی ان کی دنیا ہے۔"۔

یہ جملے سن کر لڑکی کی آنکھوں میں نمی کے دریا ٹوٹ پڑے۔ وہ یکدم پیچھے ہٹتے ہوئے گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھ گئی۔

اس کے آنسو، چہرے کی معصومیت کو اور نمایاں کر رہے تھے۔ وہ تھر تھر کانپ رہی تھی اور اپنی نظریں جھکا کر گویا اپنی بے بسی کا اظہار کر رہی تھی۔

اچانک، ایک آواز گونجی،

''کٹ!۔''

سارا ماحول یکدم بدل گیا۔ وہ غصے سے دہاڑنے والا شخص قہقہہ لگانے لگا، اور باقی لوگ تالیاں بجانے لگے۔ وہ لڑکی ہنستے ہوئے اٹھی، اپنی آنکھیں صاف کرتے ہوئے اس طرف دیکھا جہاں ڈائریکٹر بیٹھا ہوا تھا۔

کچھ دیر بعد وہ اسٹیج سے اتری اور ڈائریکٹر کے سامنے کھڑی ہو گئی۔ اُس کا انداز پراعتماد مگر مغربی طرز کا تھا، جیسے وہ اس ماحول میں نئی ہو'' کیا مجھے یہ رول مل جائے گا؟''۔ اُس نے دھیرے سے پوچھا، مگر اس کی آواز میں ایک پوشیدہ بے چینی تھی۔

ڈائریکٹر نے اسے سر سے پاؤں تک دیکھا اور مسکراتے ہوئے بولا،'' کہف، تمہاری خوبصورتی منفرد ہے، فکر مت کرو، اس فلم میں تمہیں ضرور موقع ملے گا۔''۔

کہف کے ہونٹوں پر ایک ہلکی مسکان آئی، مگر اس کے لہجے میں ایک چھپی ہوئی تلخی تھی۔ ۔

“Thank GOD

، آپ باقی ڈائریکٹرز کی طرح تو نہیں نکلے۔”۔

ڈائریکٹر نے ایک لمحے کے لیے اپنی نظریں جھکائیں، مگر پھر ایک عیّارانہ مسکراہٹ کے ساتھ بولا،" لیکن کچھ پانے کے لیے کچھ کھونا بھی پڑتا ہے، کیا تم اس اصول کو سمجھتی ہو؟"

کہف کے چہرے کے تاثرات یکایک بدل گئے۔ اُس کی آنکھوں میں حیرت اور غصے کا امتزاج تھا، مگر اس نے اپنے جذبات کو قابو میں رکھا۔ وہ چند لمحوں تک خاموشی سے کھڑی رہی، جیسے اپنے اندر کسی طوفان کو روک رہی ہو، ۔

چند لمحوں بعد، ہال میں ایک چیخ گونجی۔ جب لوگ اندر پہنچے تو منظر حیران کن تھا۔ اسٹوڈیو میں ہر چیز بکھری ہوئی تھی۔ ڈائریکٹر زمین پر بےسدھ پڑا تھا، اس

کے چہرے پر نیل پڑے ہوئے تھے، اور بجلی کی تاروں نے اسے جکڑا ہوا تھا۔ اس کا چہرہ ایک طرف سے سوجا ہوا تھا، اور آنکھوں میں بےبسی کی جھلک تھی۔

کہف اسٹوڈیو کے دروازے سے باہر نکل رہی تھی، اس کی سانسیں تیز تھیں، مگر اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک تھی، گویا اس نے اپنے حق کے لیے جنگ لڑی ہو۔ یہ وہ کہف تھی، جو بچپن میں امریکہ سے ڈنکی مار کر پاکستان آئی تھی، ایک انوکھے سفر کی کہانی کے ساتھ، جو ابھی بیان ہونا باقی ہے۔

وہ غصے سے بھری ہوئی قدم بڑھا رہی تھی، جیسے زمین پر ہر ضرب سے اپنے غصے کی شدت نکالنا چاہتی ہو۔ اس کے لمبے لانگ کوٹ کی دھاریں تیز ہوا کے ساتھ جھول رہی تھیں، اور سیاہ شرٹ اور جینز کا امتزاج اس کے شخصیت کے غیض و غضب کو مزید نمایاں کر رہا تھا۔ گلے میں لپٹا ہوا سیاہ مفلر اس کے چہرے کے سخت تاثرات کے نیچے حرکت کر رہا تھا، اور شانوں پر بکھرے کھلے بال یوں لگ رہے تھے جیسے کسی جنگجو کا پرچم ہو۔

فٹ پاتھ، جو سردی کے باعث نم آلود تھا، اس کے اونچی ایڑی والے جوتوں کی ٹھک ٹھک سے گونج اٹھا۔ ہر قدم کے ساتھ کنکریاں اور گرے ہوئے سوکھے

پتّے ادھر ادھر ہو رہے تھے، اور اس کی چال میں بےرحمی اور جلد بازی کی آمیزش تھی۔ اطراف کی روشنیوں کا ہلکا ہلکا انعکاس اس کے چہرے کے جذبات کو مزید گہرا کر رہا تھا۔

اچانک، اس کا موبائل فون بج اٹھا۔ اُس نے جھٹکے سے پرس سے فون نکالا اور ایک نظر اسکرین پر ڈال کر کال ریسیو کی۔" ہاں، اینتھنی، بولو۔ "اس کے لہجے میں بے صبری کی جھلک تھی، اور وہ یکدم چلتے چلتے رکی، گویا کسی بم کی خبر ملی ہو۔

"کیا"

اُس نے بھینچے ہوئے جبڑوں کے ساتھ کہا، اور آنکھوں میں شعلے بھڑک اٹھے۔

"This Nasreen... I swear, I'm gonna give her

جوتوں کی ویکسین

Just wait and watch!"

اس کی سانسیں تیز ہو گئیں، اور اس نے ایک لمحے کے لیے آسمان کی طرف دیکھا، جیسے خود کو سنبھالنے کی کوشش کر رہی ہو، مگر پھر فوراً تیزی سے قدم بڑھانے لگی۔ فٹ پاتھ پر اس کے جوتے کی آواز اور بھی بلند ہو گئی، جیسے اس کی غضب ناکی کی ترجمان ہو۔

راستے میں ایک لمحے کے لیے وہ جھکی اور زمین پر گری ہوئی بوتل کو لات مار کر کنارے کر دیا، پھر دوبارہ سیدھی ہو کر اپنی چال میں تیزی لائی۔ "Bloody rascal! I'll teach her what it means to mess with me," اس نے آہستہ سے خود سے کہا، اور گلی کے دوسرے کنارے پر نگاہ ڈالتی ہوئی اپنے قدموں کی رفتار مزید بڑھا دی۔

----☆☆ ☆---

چولہے کے قریب، کیچن کاؤنٹر پر ایک درمیانی عمر کی عورت بڑی مہارت سے سبزی کاٹ رہی تھی۔ چائے کی بھاپ کچن میں ہلکی خوشبو بکھیر رہی تھی، جب اچانک دروازے کی گھنٹی بجی۔ عورت نے چولہے کی آنچ بند کی، برتن پر ڈھکن رکھا اور دروازے کی طرف بڑھیں۔

دروازہ کھولتے ہی ان کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔" ارے کہف ! بچی، کیسی ہو؟"۔

کہف نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا،" اوو یس، آنٹی،

I'm fine. آپ کیسی ہیں؟"

عورت نے خوشدلی سے کہا،" اللہ کا شکر، میں ٹھیک ہوں۔ نسرین آتی ہی ہوگی، میری بات ہوئی تھی اس سے۔"۔

کہف نے نرمی سے کندھے اچکائے، "Oh, okay. I was just wondering if she's home yet."

عورت نے گرمجوشی سے کہا،" ارے، اندر تو آؤ، باہر کیوں کھڑی ہو؟"۔

کہف نے اندر قدم رکھتے ہوئے کہا،

"Thank you,

آنٹی۔ بس تھوڑی دیر کے لیے رکوں گی۔"

عورت نے مسکرا کر کہا،" میں کھانا بنا رہی ہوں، تم اوپر نسرین کے کمرے میں بیٹھ جاؤ۔ تمہارے لیے لاتی ہوں کھانا"۔

کہف نے رک کر کہا، "Actually,

آنٹی، تھوڑی سی چائے مل سکتی ہے؟

I'm so exhausted."

عورت فوراً بولیں،" ہاں ہاں، ایک منٹ رکو۔ "وہ کچن میں گئیں اور چند لمحوں بعد ایک ٹرے لے کر واپس آئیں، جس میں چائے کا کپ اور ہلکے پھلکے سنیکس تھے۔

"یہ لو، اوپر بیٹھ کر آرام سے کھاؤ۔ جیسے ہی نسرین آتی ہے، میں اسے تمہارے پاس بھیجتی ہوں۔"

کہف نے چائے کی خوشبو سونگھتے ہوئے کہا، "Oh my God

,آنٹی، یہ تو بہت زبردست لگ رہی ہے۔

Thank you so much."

زینے چڑھتے ہوئے کہف نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ عورت اب بھی مسکراتی ہوئی اسے دیکھ رہی تھیں، ان کی نظروں میں اپنائیت کی جھلک نمایاں تھی۔

----☆☆ ☆----

بیڈ پر بیٹھے، کہف چائے کی چسکیاں لیتے ہوئے بسکٹ کھا رہی تھی۔ چہرے پر تھکن کے آثار اور آنکھوں میں بیزاری صاف جھلک رہی تھی۔ وہ جھنجھلا کر بولی،

“Honestly,

چاہیے مجھے پیسے اور دیتے یہ لوگ مجھے ڈپریشن ہیں۔”! ۔

چائے ختم کرتے ہوئے اس کی نظر سامنے والے ریک پر پڑی، جہاں کتابوں کی قطار سجی ہوئی تھی۔ عام طور پر کہف ناولز پڑھنے میں دلچسپی نہیں رکھتی تھی، لیکن آج اس کے دل میں اچانک کچھ مختلف کرنے کا خیال آیا۔

“Let’s see,

کچھ پڑھ کر دیکھتے ہیں۔”

وہ اٹھ کر ریک کے قریب گئی اور ایک کتاب کو اٹھایا۔ کتاب کا کور مکمل طور پر کالا تھا، جس پر ایک خوفناک کھوپڑی، ایک انسانی کنکال، اور ایک خون میں بھیگا ہوا گلاب بنا ہوا تھا۔ کور کو غور سے دیکھ کر وہ حیرت سے بولی،

“Hmm... Skull, body, bones, and rose. Oh wow! It looks like some creepy horror novel or something!”

کتاب لے کر وہ واپس بیڈ پر بیٹھ گئی اور اسے کھول کر پڑھنے لگی۔ جوں جوں وہ صفحات پلٹتی گئی، اس کی نظریں دائیں سے بائیں دوڑنے لگیں۔ اچانک اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ وہ گھبرا کر بولی،

“یا اللہ”!

اس نے جھٹ سے کتاب بند کی، آنکھیں زور سے میچ کر خود کو سنبھالنے کی کوشش کی اور سر اٹھا کر سامنے دیکھا۔ ایک لمحے کے لیے ایسا لگا جیسے اسے سانس لینے میں مشکل ہو رہی ہو۔ اس کے گلے کی گلٹی ابھری اور پھر معدوم ہو گئی۔

"یہ کیا عجیب و غلیظ قسم کے ناول لکھتے ہیں !توبہ استغفار، یا اللہ معاف کر۔"

اس نے جھٹ سے کتاب ریک پر رکھ دی اور چہرے پر کراہت کے آثار لیے بیٹھ گئی۔ نیچے سے اچانک نسرین کی آواز آئی،

"کہف !نیچے آؤ۔"

کہف نے ایک لمحے کے لیے خاموشی اختیار کی، پھر اس کے ہونٹوں پر ایک شیطانی مسکراہٹ کھیل گئی۔ وہ دوبارہ کتاب کی طرف متوجہ ہوئی، اسے الٹ پلٹ کر دیکھتے ہوئے بولی،

"It's time for a fiery revenge...!"

اس نے کتاب زور سے بند کی اپنے ہمراہ لی اور اٹھ کر زینے کی طرف چل دی، چہرے پر ایک پراسرار مسکراہٹ لیے، جیسے کوئی بڑا فیصلہ کر چکی ہو۔

----☆☆ ☆----

کہف نسرین کے سامنے کھڑی تھی، چہرے پر غضب کی ہوائیں تھیں۔

نسرین، جو خوش مزاجی سے اس کے قریب آ رہی تھی، یکدم رک گئی جب کہف

نے ہاتھ اٹھا کر اسے روک دیا۔ کہف کی نظریں ایسی تیز تھیں جیسے کسی نے خنجر کا وار کیا ہو۔ نسرین کے دل میں ہلچل مچ گئی، اور وہ اندر ہی اندر بولی

۔"یا اللہ ! کہیں اسے پتہ تو نہیں چل گیا کہ جس رول کا میں نے وعدہ کیا تھا کہ ڈائریکٹر سے کہہ کر اس کے لیے فائنل کروا دوں گی، وہ تو میں نے زینیا کو دلوا دیا ہے؟"۔

کہف نے ایک گہری سانس لی اور تلخ لہجے میں کہا،" اکثر وہی لوگ ڈستے ہیں جن کو آپ اپنا سمجھتے ہیں۔"۔

پھر اس نے اپنے ہاتھ میں موجود کتاب نسرین کے سامنے لہرائی

"Stop pretending

,نسرین ! یہ کیا ہے؟

Care to explain?"

نسرین کے چہرے پر حیرانی تھی۔ وہ ہڑبڑا کر بولی،" کہف، یار، یہ"...۔

پیچھے سے نسرین کی امی کی آواز آئی،" کیا ہوا، بیٹا؟ یہ کتاب کیا ہے؟"۔

کہف، جو نسرین سے لمبی تھی، نے کتاب کو اوپر اٹھا لیا تاکہ نسرین اسے چھین نہ سکے۔ نسرین نے کتاب پکڑنے کے لیے ہاتھ اوپر کیے، لیکن ناکام رہی۔

کہف نے تیکھے لہجے میں کہا،

۔"آنٹی، یہ ناول ہے۔

آپ کو بتایا نہیں؟

It's a very interesting one."

نسرین کی امی نے حیرت سے کہا،" ہاں، نسرین نے بتایا تھا یہ کوئی ڈراؤنا ناول ہے۔"۔

کہف کی آنکھوں میں مصنوعی دکھ چھلکنے لگا۔ وہ بولی،" آپ نے ریڈ کیا ہے، آنٹی؟"۔

نسرین کی امی نے سر نفی میں ہلایا، تو کہف نے فوراً کتاب ان کے ہاتھ میں تھما دی۔

"پڑھ لیجیے، آنٹی۔ اور پھر خود جانیے کہ نسرین کیا شوق پال رہی ہے۔"

نسرین کی سانسیں رکنے لگیں۔ اس کی آنکھیں بند ہو گئیں جیسے کسی بڑے طوفان کا انتظار کر رہی ہو۔ نسرین کی امی نے چند جملے پڑھتے ہی کتاب بند کی اور ایک زوردار تھپ کی آواز گونجی۔ کتاب سیدھی نسرین کے سر پر پڑی۔

۔"یہ کیا بکواس ہے، نسرین؟ "وہ چلائیں۔

نسرین چہرے پر پشیمانی لیے کچھ کہنے کی کوشش کر رہی تھی، لیکن کہف، جو مگر مچھ کے آنسو بہا رہی تھی، ایک طرف دیکھ کر ہلکی سی مسکراہٹ دبا گئی۔ دل میں بولی،" آج تو کمال کر دیا، کہف۔ واہ !تم واقعی ایکٹینگ کی کوئین ہو۔"۔

کہف نے آنکھوں میں دکھ بھر کر کہا،

۔" آنٹی

I am sorry but I can’t handle this anymore

۔ کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ نسرین ایسی کتابیں پڑھتی ہوگی۔"۔

اس نے اپنا بیگ کندھے پر ڈالا، اور آنکھوں سے بہتے آنسو کے قطرے ہتھیلی سے صاف کیے۔ دروازے تک پہنچ کر وہ رکی، اپنی انگلیوں پر آنسوؤں کو اڑاتے ہوئے بولی،

"Goodbye, نسرین۔ اللہ آپ کو ہدایت دے۔"

اور سیدھے قدم بڑھا کر چل دی۔ پیچھے سے نسرین کی امی کی آواز گونجی،

"نسرین، تیرا دماغ خراب ہے؟ ایسی کتابیں پڑھتی ہو تم ؟"۔

کہف نے ہلکی ہنسی دبائی اور دل میں سوچا،

"Well, نسرین، foxes always know how to survive in the wild. لیکن تمہیں تو پتہ ہی ہوگا، foxes after all... recognize their own kind, don't they?"

----☆☆ ☆---

-

دن کا وقت تھا، اور شہر کی گہما گہمی عروج پر تھی۔ باہر سڑک پر گاڑیاں ایک ترتیب میں رواں دواں تھیں، جبکہ فٹ پاتھ پر لوگ اپنے اپنے معمولات میں مصروف نظر آ رہے تھے۔ سامنے شیشے کی دیوار کے پیچھے، کہف کی فلاور شاپ ایک دلکش منظر پیش کر رہی تھی، جہاں تازہ پھولوں کی خوشبو اور رنگوں نے گویا ماحول کو ایک نرم سی خوشبو سے بھر دیا تھا۔

کہف شاپ میں داخل ہوئی، ایک ہلکی سی سانس بھری، اور اِدھر اُدھر نظر ڈال کر اپنی دکان کو ترتیب دینے میں مشغول ہو گئی۔ وہ سیاہ رنگ کی مکمل بازو والی شرٹ اور اس کے نیچے سیاہ کیپری میں ملبوس تھی، جبکہ اس کے اوپر ایک ہلکے گلابی رنگ کا ایپرن بندھا ہوا تھا۔ اس کے بال رف بن میں بندھے ہوئے تھے، مگر چند لٹیں ضدی ہو کر اس کے چہرے پر آ گری تھیں، جو اس کی مصروفیت اور بےپروائی کو مزید نمایاں کر رہی تھیں۔

ارد گرد تازہ پھولوں کے گلدستے ترتیب سے رکھے ہوئے تھے—سرخ گلاب، سفید کنول، اور پیلے سورج مکھی، جو دکان کو گویا ایک جیتی جاگتی جنت بنا رہے تھے۔ فضا میں ہلکی سی عطر آگیں خوشبو رچی ہوئی تھی، جو گاہکوں کو پل بھر میں اپنی جانب کھینچ لیتی تھی۔

دروازے کے ساتھ لگے گھنٹی کا شور بلند ہوا، اور کہف نے ایک مسکراتی نظر دروازے کی طرف ڈالی۔ ایک گاہک اندر داخل ہوا، جس کے ساتھ نرم رویہ اپناتے ہوئے کہف نے نہایت خوش اخلاقی سے پھولوں کا گلدستہ دیا۔ پیسے وصول کیے، اور شکریہ ادا کرتے ہوئے گاہک کو رخصت کیا۔

چند لمحے ہی گزرے تھے کہ دروازہ دوبارہ کھلا، اور اس بار باسط اندر آیا۔ اس کے ہاتھوں میں کھانے کا ایک شاپر تھا، جو اس نے لاپروائی سے ٹیبل پر رکھ دیا۔ وہ تھکے ہوئے قدموں سے برابر والی کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس کا چہرہ سپاٹ اور تھکن زدہ تھا، جیسے کئی راتوں سے سکون کی نیند نہ سو پایا ہو۔ وہ سیاہ پولو شرٹ کے ساتھ جینز اور پشاوری کھیڑی پہنے ہوئے تھا، اور اس کا حلیہ بتا رہا تھا کہ وہ کسی گہری سوچ یا پریشانی میں مبتلا ہے۔

کہف، جو کاؤنٹر کے پیچھے مصروف تھی، ایک لمحے کے لیے رک گئی۔ اس کی نظریں باسط کے چہرے پر گئیں، جہاں تھکن اور بے چینی صاف جھلک رہی تھی۔ "باسط، یہ کیا حالت بنا رکھی ہے تم نے؟"۔

اس نے انگلیاں میز پر رکھ کر جھک کر پوچھا۔" پچھلے پانچ دنوں سے نہ تم آئے، نہ کال اٹھائی، نہ کوئی خبر۔

What's wrong with you?"

باسط نے ایک لمحے کے لیے سر اٹھایا، مگر کچھ بولے بغیر نظریں جھکا لیں۔ کہف کاؤنٹر سے نکل کر اس کے قریب آئی اور اس کے سامنے والی کرسی کھینچ کر بیٹھ گئی۔ اس کے چہرے پر فکر کی گہری لکیریں تھیں، اور آنکھوں میں ایک عجیب سی بے چینی تھی۔

باسط"Look at me,

Tell me what happened,"

اس نے سختی سے کہا۔

باسط نے گہری سانس لی، جیسے الفاظ جمع کر رہا ہو۔ پھر سر اٹھایا اور سیدھا کہف کی آنکھوں میں دیکھا۔" کہیں باہر چلتے ہیں، مجھے تم سے، بات کرنی ہے"۔

کہف نے ایک لمحے کے لیے باسط کو حیرت سے دیکھا، پھر اپنی کرسی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس نے ایپرن اتارا اور ٹیبل پر رکھ دیا۔" ٹھیک ہے، چلو۔

You're scaring me,

باسط۔"۔

اس کے چہرے پر سنجیدگی اور گھبراہٹ کا امتزاج تھا، اور وہ جلدی سے دروازے کی طرف بڑھ گئی۔ باسط خاموشی سے اٹھا اور اس کے پیچھے چل دیا، جیسے اس کی خاموشی خود ایک کہانی سنا رہی ہو۔

----☆☆ ☆----

پہاڑوں کی اوٹ میں چھپی ہوئی یہ جگہ مارگلہ ہلز کے پیچھے واقع تھی، جہاں قدرت کے رنگ اپنے پورے جوبن پر تھے۔ اطراف میں گھنے درختوں کی قطاریں، سبزہ زاروں کی مہک، اور پہاڑی ندی کا خاموش بہاؤ فضا میں سکون بکھیر رہا تھا۔ ندی کا پانی نیلگوں اور شفاف تھا، جس پر چند سفید راج ہنس تیر رہے تھے، جیسے یہ منظر مکمل کرنے کے لیے قدرت نے خاص طور پر انہیں بھیجا ہو۔ فضا میں بُلبلوں اور چڑیوں کی مترنم آوازیں سنائی دے رہی تھیں، جو ماحول کی خاموشی کو موسیقیت عطا کر رہی تھیں۔

کہف اور باسط نرم گھاس پر بیٹھے تھے۔ کہف نے گہری سانس لے کر ارد گرد کی خوبصورتی کو محسوس کیا، اور آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے بولی،

"You know, اسلام آباد is just so beautiful... I mean, it's so peaceful, so perfect."

اس کے لہجے میں وہی غیر ملکی رنگ تھا جو اس کی شخصیت کا حصہ تھا، گویا اردو اس کے لیے ایک اجنبی زمین ہو، جس پر وہ قدم جمانے کی کوشش کر رہی ہو۔ یہ لہجہ اس کے ماضی کی کہانی کا گواہ تھا، جب وہ امریکہ میں پلی بڑھی تھی، اور اردو سیکھنے کا موقع اسے صرف پاکستان آنے کے بعد ملا تھا۔

باسط خاموشی سے کھانے کے پیکٹ کھول رہا تھا، مگر اس کے چہرے پر کوئی خاص تاثر نہیں تھا۔ اس کی نظریں جھکی ہوئی تھیں، اور اس کی حرکات میں ایک عجیب سی بے چینی تھی۔ کہف، جو اس کی خاموشی کو محسوس کر رہی تھی، نے ایک لمحے کے لیے اسے غور سے دیکھا۔ پھر گویا کسی ان کہی بات کو چھونے کی کوشش کرتے ہوئے بولی،" باسط، تم ٹھیک تو ہو؟ پانچ دنوں سے تم غائب ہو، نہ کوئی کال، نہ کوئی خبر۔

What's going on?"

باسط نے ایک لمحے کے لیے سر اٹھایا، جیسے کچھ کہنا چاہتا ہو، مگر پھر چپ ہو گیا۔ آخرکار، اُس نے گہری سانس لی اور بولا،" کہف، تم میری بہن ہو تم سے ہر

بات شئیر کرتا ہوں میں۔۔۔ کیا تمہیں یاد ہے جب میں بارہ سال کا تھا اور تم پہلی بار اُس یتیم خانے میں آئیں تھیں؟"۔

کہف نے پلکیں جھپک کر ماضی کی دھند میں جھانکا، اور باسط کی بات کا انتظار کرنے لگی۔

۔"شروع شروع میں تم کسی سے بات نہیں کرتی تھیں۔ سب یہی سمجھتے تھے کہ تم گونگی ہو۔ مگر میں نے تمہیں پہچان لیا تھا کہ تم یہاں کی نہیں ہو۔ پھر ایک دن، تم نے مجھ سے پہلی بار انگریزی میں بات کی۔ تم نے بتایا تھا کہ تمہارے والدین نے طلاق لے کر اپنی اپنی زندگیوں میں مگن ہو گئے اور تمہیں بھول گئے۔ "۔

باسط کی آواز میں ماضی کی تلخی جھلک رہی تھی۔" پھر تم امریکہ سے غیر قانونی طریقے سے پاکستان آئیں، محض اس لیے کہ ان سب سے دور رہ سکو جو تمہیں تکلیف دیتے تھے۔"۔

کہف خاموشی سے سنتی رہی، اس کے چہرے پر ہلکی سی افسردگی تیرنے لگی تھی۔ باسط نے اپنی بات جاری رکھی۔" پہلے دن سے ہم نے ایک دوسرے کا سہارا بننے کا فیصلہ کیا۔ میں نے تمہیں سمجھا، اور تم نے مجھے۔ ہم دونوں نے اس یتیم

خانے کی سختیوں کا سامنا کیا، اور پھر وہاں سے نکل کر پڑھائی اور جاب کا سفر شروع کیا۔ مگر وہ سب تمہیں یاد تو ہو گا؟"۔

کہف نے گہری سانس لی اور ایک لمحے کے لیے ارد گرد کے مناظر کو دیکھا۔

“Yes, I remember,

باسط۔

مگر یہ سب تم ابھی کیوں یاد دلانے لگے؟ کیا ہوا ہے؟"۔

باسط نے نظریں جھکا لیں، اور ایک لمحے کی خاموشی کے بعد بولا،" کہف، میرے والد ...انہوں نے پانچ دن پہلے خودکشی کر لی۔"۔

کہف ایک دم چونک گئی۔" کیا؟ "اس کی آنکھوں میں حیرت کے ساتھ افسوس بھی تھا۔" باسط، تم نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا؟"۔

باسط نے اپنی آواز کو بمشکل قابو میں رکھتے ہوئے کہا،" کیونکہ یہ سب اتنا آسان نہیں تھا، کہف۔ وہ بیس سال بعد میری زندگی میں واپس آئے، اور پھر میری دنیا برباد کر دی۔"۔

کہف نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔“What do you mean?”

باسط نے سر جھکایا اور بولا،'' میرے والد پر سو ملین ڈالرز کا قرضہ تھا، اور اس قرض کی تلافی کے لیے ایک آدمی، چنگیز، نے دھمکی دی ہے کہ اگر میں نے قرض ادا نہ کیا تو وہ میرا اور میرے ...میرے بھائی کا قتل کر کے ہمارے اعضا بیچ دے گا۔''۔

کہف، جو اس بات کو سن کر حیرت اور غصے کی ملی جلی کیفیت میں تھی، فوراً بولی،

“Wait...

تمہارا بھائی؟ باسط، یہ کیا کہہ رہے ہو؟''۔

باسط نے اثبات میں سر ہلایا۔'' ہاں، میرا بھائی۔ وہ زندہ ہے، اور چنگیز جانتا ہے کہ وہ کہاں ہے۔''۔

کہف نے بےیقینی سے کہا،'' ہو سکتا ہے وہ جھوٹ بول رہا ہو۔''۔

باسط نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا،'' نہیں، کہف۔ اگر وہ جھوٹ بول رہا ہوتا تو میں سمجھ جاتا۔''۔

کہف نے باسط کے کندھے پر ہاتھ رکھا، اور اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولی،'' باسط، ہم اس کا کوئی نہ کوئی حل نکالیں گے۔ مگر مجھے ہر تفصیل بتاؤ۔

We need to figure this out.”

باسط نے بوجھل لہجے میں اسے اپنی کہانی سنائی، ہر تفصیل کے ساتھ۔ کہف نے یہ سب سنا تو ایک لمحے کے لیے خاموش رہی، پھر ہلکا سا طنزیہ مسکرائی اور بولی،

“اب کیا، ورلڈ بینک لوٹنے کا پلان ہے یا آئی ایم ایف سے قرضہ لینے کا؟”

باسط نے اس کی طرف دیکھا، اس کے چہرے پر بےبسی کا سایہ تھا۔ وہ آہستہ سے بولا،

۔“کہف، مذاق مت کرو۔ مجھے واقعی کچھ سمجھ نہیں آ رہا۔ اگر یہ صرف میری بات ہوتی تو شاید میں کسی نہ کسی طرح کچھ کر لیتا، لیکن یہاں مسئلہ میرے بھائی کا ہے۔ اور ڈیڈ لائن سر پر ہے۔”۔

کہف نے گہری سانس لیتے ہوئے کہا،

“باسط، I get it... but honestly,

پیسے تو مجھے بھی بہت پسند ہیں۔ اور مجھ پر بھی قرضہ ہے۔ یہاں تو حال یہ ہے کہ پورا ملک پڑھا لکھا، مگر بے روزگار پڑا ہوا ہے۔ کامیاب کون ہیں؟ وہ تھکے

ہوئے ٹک ٹاکرز اور ڈیلی ولاگرز، جنہیں خود بھی نہیں پتہ کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔"۔

اس نے تلخی سے ہنستے ہوئے مزید کہا،

"And look at me!

نہ کوئی ڈھنگ کی جاب مل رہی ہے، نہ کوئی موقع۔ اگر کہیں جاب مل بھی جائے تو کیا فائدہ؟ میری ساری محنت اور acting skills ضائع ہو رہی ہیں۔

اور اوپر سے وہ نسرین...

اُس نے جو دھوکہ دیا ہے، وہ بھولنے والا نہیں۔"۔

باسط نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ کہف نے چہرہ موڑتے ہوئے کہا،

۔"مجھے سبز باغ دکھاتی رہی کہ مجھے کام دلائے گی، اور کیا کیا؟ میری دشمن زینیا کو وہ رول دے دیا جو میرا حق تھا۔

Seriously, sometimes I feel this whole system is designed to crush people like us!"

کہف نے ایک لمحے کو رکی، اپنی مٹھی بھینچی اور باسط کی طرف جھک کر کہا،

“But listen, we’ll figure something out.

ہمیں یہ دیکھنا ہوگا کہ تمہارا بھائی ہو گا کہاں؟ اور وہ چنگیز ...وہ جھوٹ بھی بول سکتا ہے، تمہیں الجھانے کے لیے۔”۔

باسط نے گہری سانس لی، آنکھوں میں تھکاوٹ اور شکست کی جھلک تھی۔

۔“کہف، یہ سب اتنا آسان نہیں ہے جتنا تم کہہ رہی ہو۔ میں نے اپنی پوری زندگی اپنے بھائی کے بغیر گزاری، اور اب جب میں جانتا ہوں کہ وہ زندہ ہے، میں کسی بھی قیمت پر اسے چھوڑ نہیں سکتا۔ چاہے اس کے لیے مجھے خود کو ختم ہی کیوں نہ کرنا پڑے۔”۔

کہف نے اس کی بات سنی تو لمحہ بھر کے لیے اس کے چہرے کو بغور دیکھا۔

۔“باسط

I understand what you’re feeling.

مگر ہمیں جذبات سے زیادہ عقل سے کام لینا ہوگا۔

ابھی کے لیے، let’s focus on finding a way out of this mess.”

باسط نے سر اثبات میں ہلایا، مگر اس کی آنکھوں کی نمی نے بتا دیا کہ وہ اندر سے کتنی گھٹن اور بے بسی کا شکار ہے۔

----☆☆ ☆----

گہرا سمندر ہر طرف اپنی پراسرار گہرائیوں میں چھپا ہوا تھا۔ لہریں اپنے غرور میں بلند ہو کر جہاز کے وجود سے ٹکرا رہی تھیں، گویا زمین کے سینے میں زلزلہ بپا ہو۔ آسمان پر گرد و غبار کی دبیز تہہ چھائی ہوئی تھی، جیسے کسی پوشیدہ طوفان کی آمد کا اعلان ہو رہا ہو۔ سرد ہوا کے جھونکے سمندر کی ٹھاٹھیں مارتے پانی پر آوازوں کا سرگم بکھیر رہے تھے۔

ایک بڑا سمندری جہاز، جس کی دھندلی، فولادی ساخت اس شوریدہ ماحول میں کسی دیو ہیکل مخلوق کی مانند نظر آ رہی تھی، سمندر کے سینے پر اپنے سائے چھوڑ رہا تھا۔ جہاز کی ریلنگ کے قریب ایک مرد کھڑا تھا۔ اس کا لمبا قد اور تیز نقوش

ہوا کے تھپیڑوں کے سامنے بے حس و حرکت تھے۔ اس نے کانوں سے موبائل لگا رکھا تھا، اور اس کی گہری آنکھیں کسی نادیدہ ہدف پر مرکوز تھیں۔

۔"ہر ملک سے سو کے قریب ریپسٹ اور نشے کے عادی لوگوں کو جمع کر لیا گیا ہے۔ "وہ آواز میں سفاکیت سموئے بولا۔" اب انہیں لیبارٹری کی طرف لے جایا جا رہا ہے۔ گیم کی لانچنگ جلد کر دی جائے گی۔"۔

اس کے لہجے میں ایک عجیب خنکی تھی، جیسے الفاظ نہیں، کوئی زہریلا سانپ رینگ رہا ہو۔

جہاز کے اندرونی حصے میں منظر اس سے بھی زیادہ خوفناک تھا۔ ایک کھنڈر نما کشادہ ہال، جس کی دیواریں زنگ آلود لوہے سے لپٹی ہوئی تھیں، اس میں سیکڑوں لوگ قید تھے۔ وہ ہجوم انسانی نہیں بلکہ جانوروں کے کسی بے قابو ریوڑ کا منظر پیش کر رہا تھا۔ ان کے چہروں پر کرب، بدن پر گرد، اور نظروں میں بے بسی تھی۔ شور، کراہیں، اور دم گھٹتی ہوئی آوازیں ماحول کو مزید بھیانک بنا رہی تھیں۔

ایک نحیف و نزار شخص ہجوم سے اٹھا۔ اس کی آنکھوں میں وحشت تھی، اور آواز خوف میں ڈوبی ہوئی۔ وہ چیخا،

۔""ہمیں کہاں لے جا رہے ہو؟ ہمیں یہاں سے نکالو""!۔

یہ آواز انگریزی میں تھی لیکن اس کی کپکپاہٹ نے ہر زبان میں اپنا مطلب واضح کر دیا۔

اطراف میں سیاہ وردی پہنے مسلح گارڈز کھڑے تھے۔ ان کے چہرے ماسک میں چھپے ہوئے تھے، اور آنکھوں کی جگہ خالی تاریکی تھی۔ ان کی بندوقیں ان بے بس قیدیوں پر تنی ہوئی تھیں، گویا کسی اشارے کی منتظر ہوں۔

اچانک امریکی شخص، جس کا وجود ایک پراسرار ہیبت لیے ہوئے تھا، ہال میں داخل ہوا۔ اس کے جوتوں کی دھمک خاموش ہجوم میں وحشت کی لہر دوڑا رہی تھی۔ اس کی سرد، بے رحم آنکھیں ہجوم کا جائزہ لے رہی تھیں۔

۔""تم یہاں سے جانا چاہتے ہو؟ ""اس کی آواز کسی بے رحم جلاد کی مانند تھی، جو شکار سے پہلے اپنی طاقت کا احساس دلائے۔

ایک اشارے پر دو گارڈ آگے بڑھے۔ ان کے قدم نظم و ضبط کے عین مطابق تھے، اور ان کے ہاتھ کسی آہنی مشین کی طرح حرکت کر رہے تھے۔ وہ چیختے شخص کے قریب پہنچے، اسے دونوں بازوؤں سے جکڑا، اور کھینچتے ہوئے امریکی شخص کے قریب لے جانے لگے۔

وہ شخص تڑپ رہا تھا، اپنے آپ کو چھڑانے کی کوشش میں ایڑی چوٹی کا زور لگا رہا تھا، لیکن گارڈز کی گرفت آہنی زنجیر کی مانند تھی۔ اس کے ہاتھ پیر ہوا میں بے بسی سے جھول رہے تھے، اور وہ غصے اور خوف کے ملے جلے تاثرات کے ساتھ چیخ رہا تھا،'' چھوڑو مجھے !میں نے کچھ نہیں کیا''!۔

اس لمحے جہاز کے لوہے کے فرش پر اس کے گھسٹنے کی آواز، سمندر کی گرج اور ہوا کے شور میں ایک ایسی خوفناک موسیقی پیدا کر رہی تھی جو سننے والوں کے دل دہلا دے۔ امریکی شخص کی آنکھوں میں سرد سفاکی تھی، اور اس کے لبوں پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ، گویا وہ کسی کھیل کا آغاز ہوتے دیکھ رہا ہو۔

----☆☆ ☆----

سمندر کی شوریدہ لہریں بے قراری سے کنارے پر سر پٹک رہی تھیں، جیسے زمین سے اپنا کوئی گمشدہ رشتہ جوڑنے کی ناکام کوشش کر رہی ہوں۔ کھلے آسمان کے نیچے دن کی روشنی ہونے کے باوجود بادلوں نے ہر سو اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ ہوا میں نمی اور خطرے کا احساس محسوس ہو رہا تھا، اور سمندر کے پانی کی لرزش ماحول کی بے یقینی کو بڑھا رہی تھی۔

اس کشادہ میدان میں، دو کرسیوں اور ایک بھاری لکڑی کی ٹیبل کے سوا کچھ نہ تھا۔ ٹیبل پر دو جدید ریوالورز اور ان کے درمیان دو چمکتی ہوئی گولیاں بے حس و حرکت پڑی تھیں، جیسے کسی آنے والے خوفناک کھیل کے آغاز کی منتظر ہوں۔

امریکی شخص ایک کرسی پر بے فکر انداز میں بیٹھا تھا، اس کے سنہرے بال ہوا سے ہل رہے تھے اور اس کی نیلی آنکھیں سردی سے خالی تھیں۔ گارڈز نے اس کے سامنے اثیر شخص کو لا کر بٹھایا، جو پسینے میں شرابور اور خوف سے کانپ رہا تھا۔ وہ امریکی شخص ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ بولا

"یہاں تم آئے ہماری مرضی سے ہو جاؤ گے بھی ہماری مرضی سے۔"

اس نے ریوالور اٹھایا، مہارت سے گولی چیمبر میں ڈال کر اسے گھمایا اور پھر انگریزی میں کہا

"One loaded, four chambers bare, aimed at the skull—empty stare."

اثیر شخص نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیری اور لرزتے ہوئے پوچھا،" یہ کیا کھیل ہے؟"۔

امریکی نے ہنستے ہوئے کہا،'' یہ لک کا کھیل ہے۔ اس ریوالور میں ایک گولی ہے اور چار چیمبر خالی۔ ہم دونوں اپنی اپنی کھوپڑی پر ریوالور رکھیں گے اور گولی چلائیں گے۔ جس کی قسمت چل گئی وہ جیت گیا، اور جس کی قسمت جم گئی، وہ ختم۔''۔

اثیر کا رنگ فق ہو گیا۔ اس کی سانسیں بے ترتیب ہونے لگیں۔ لیکن امریکی پرسکون اور بے خوف نظر آ رہا تھا۔ اس نے ریوالور اٹھایا اور اثیر کو حکم دیا کہ وہ بھی یہی کرے۔ اثیر کے ہاتھ کانپ رہے تھے، لیکن گارڈ کے دھمکی آمیز انداز کو دیکھتے ہوئے اس نے بھی مجبوراً ریوالور اٹھا لی ۔

گارڈ نے اپنی بندوق فضا میں بلند کی اور ماحول مزید سنگین ہو گیا۔ امریکی نے گہری نظریں اثیر پر ڈالیں اور سنجیدگی سے کہا

۔''جیسے ہی گارڈ گولی چلائے گا، ہم دونوں اپنی گولی چلائیں گے۔ تم جیت گئے تو تمہیں جانے دیا جائے گا۔''۔

اثیر کے ہاتھ لرز رہے تھے، آنکھوں میں خوف اور دل میں دعا تھی۔ دونوں نے ریوالور کے بیرل اپنے منہ میں ڈالے اور آنکھیں بند کر لیں۔ گارڈ نے اپنی

بندوق کی نال فضا میں سیدھی کی اور ٹریگر دبایا۔ گولی کی آواز گونجی اور عین اسی لمحے دونوں نے اپنی اپنی ریوالورز کی گولیاں چلا دیں۔

ایک لمحے کے لیے وقت جیسے تھم گیا۔ اثیر کی آنکھیں دہشت سے کھل گئیں، لیکن پھر اس کے سر کے عقب سے خون اور گوشت کے ٹکڑے نکل کر کرسی اور زمین پر جا گرے۔ وہ پیچھے کی طرف گر گیا، اور کرسی بھی اس کے ساتھ نیچے جا پڑی۔

امریکی شخص نے ریوالور کو آرام سے میز پر رکھا اور گہری سانس لی۔ اس کی پیشانی پر کوئی شکن نہیں تھی، جیسے اس منظر نے اس پر کوئی اثر نہ کیا ہو۔ چند لمحوں بعد گارڈز آگے بڑھے، اثیر کی بے جان لاش کو گھسیٹا اور سمندر کے قریب لے گئے۔

سمندر کی تھرتھراتی لہریں خون آلود لاش کو نگلنے کے لیے تیار تھیں۔ گارڈز نے لاش کو پانی میں پھینکا، اور وہ ایک لمحے میں گہرائی میں غائب ہو گئی۔ بادلوں نے آسمان پر مکمل قبضہ کر لیا اور ہر طرف اندھیرا چھا گیا۔ ہوا میں صرف سمندر کی گرج اور گولی کی گونج باقی رہ گئی تھی۔

----☆☆ ☆----

اندھیری رات کا سناٹا چاند کی نیم مدھم روشنی سے ٹوٹ رہا تھا۔ فضا گہری سیاہ تھی اور مکمل چاند اپنی خاموش چمک کے ساتھ آسمان پر جلوہ افروز تھا، جیسے کسی خاموش گواہ کی طرح اس منظر کو دیکھ رہا ہو۔ ایک بلند عمارت کی چھت پر ایک سایہ حرکت میں تھا، سرعت اور پھرتی سے جیسے ہوا کے ساتھ دوڑ رہا ہو۔ اس کے کندھے پر ایک بیگ بندھا ہوا تھا، جو اس کی حرکت کے ساتھ ہلکورے لے رہا تھا۔ پیچھے آسمان کے کینوس پر چمکتے پورے چاند کے عین سامنے، ہندوستان کا جھنڈا ہوا میں لہرا رہا تھا، فخر اور تکبر کا استعارہ۔

یہ ممبئی کی ایک رات تھی، ایک شہر جو چمکتی روشنیوں کے نیچے اپنے گندے راز چھپائے ہوئے تھا۔ وہ نوجوان جس کا چہرہ نقاب سے ڈھکا ہوا تھا، محض سبز چمکتی آنکھیں اس کے رازدار چہرے کی کہانی سنا رہی تھیں، چاندنی رات میں عمارتوں کی چھتوں پر جیسے بلی کی سی پھرتی سے دوڑ رہا تھا۔ ہر چھلانگ میں مہارت، ہر حرکت میں اعتماد، جیسے وہ نہایت تجربہ کار ہو۔

عمارت کے آخری کنارے پر پہنچ کر، اس نے نیچے جھانکا۔ نیچے ایک سڑک پر گاڑیاں بے پرواہ اپنی دھن میں رواں تھیں۔ لیکن اس کے عقب میں پولیس کی

گاڑیاں اور سپاہی قریب آچکے تھے۔ ایک لمحے کو وہ رکا، اور پیچھے مڑ کر دیکھنے لگا۔ پولیس اہلکاروں کے چہروں پر فتح کی جھلک تھی، اور ان کی بندوقیں اس پر تاک لیں گئیں۔

۔"ختم ہوچکا کھیل، چھوڑ دے بیگ "!کسی پولیس افسر نے للکارا۔

نوجوان کی سبز آنکھوں میں ہلکی سی مسکراہٹ ابھری، جیسے وہ ان کی دھمکی سے لطف اندوز ہورہا ہو۔ نقاب کے پیچھے اس کے ہونٹوں کی جنبش واضح نہ تھی، لیکن اس کی آنکھوں کی شرارت نے سب کچھ عیاں کر دیا۔ وہ چپ چاپ ایک چھوٹا سا شیشے کا کنستر نکال کر پھینکتا ہے۔ پل بھر میں آنسو گیس کا دھواں ہر طرف پھیل گیا۔ پولیس اہلکار کھانسنے لگے، آنکھیں مسلتے ہوئے پیچھے ہٹنے لگے۔

اسی لمحے، وہ چور سلامی دیتا ہوا چھت کے کنارے سے کود گیا۔ تیزی سے نیچے آتے ہوئے، اس نے ایک لوہے کے بیرونی ڈھانچے کو مضبوطی سے پکڑ لیا۔
لوہے کے اس تختے پر ہندوستان کا جھنڈا اوندھا پڑا تھا، اور نیچے" بینک آف ممبئی " کے الفاظ درج تھے۔

پھر وہ تنگ اور بدبو دار گلیوں میں جا پہنچا، جہاں کوڑے کے ڈھیر اور غلاظت کی بو ہوا میں تیر رہی تھی۔ ہر طرف کچرے کا انبار، اور گندے پانی کی نالیاں بہہ

رہی تھیں۔ گلی میں سور بے خبر سوئے ہوئے تھے، جنہیں پھلانگتے ہوئے وہ اپنی رفتار برقرار رکھے ہوئے تھا۔ پیچھے سے پولیس کے قدموں کی چاپ نزدیک آرہی تھی۔

ایک قدیم مندر کے دروازے میں داخل ہو کر، اس نے دیکھا کہ زمین پر چوہے ہی چوہے تھے، جیسے اس جگہ کا اصل مالک وہی ہوں۔ ایک چوہا اس کے جوتے تلے آ کر کچلا گیا، لیکن اس کی رفتار میں کوئی کمی نہ آئی۔ وہ گنیش مندر کی چھت تک جا پہنچا اور چھلانگ لگا کر سامنے ایک اور عمارت کی بالکونی تک پہنچنے کی کوشش کی، جس کے نیچے ایک گندا نالا بہہ رہا تھا، کوڑے اور غلاظت سے بھرا ہوا۔

پولیس اب اس کے تعاقب میں تھی۔ سامنے سے سپاہی نمودار ہوئے، پیچھے بھی نفری آچکی تھی۔ نوجوان نے لمحے بھر کو دائیں بائیں دیکھا، اور اپنی بائیں بھنویں کو اٹھا کر جیسے اپنی چالاکی کا اعلان کیا۔

ایک سپاہی چیخا۔"اوئے، بیگ ادھر دے دے، زیادہ فلمی ہیرو مت بن! سمجھے کیا؟ ونا ایسا ٹھوکیں گے کہ ہسپتال بھی پہنچنے کا موقع نہیں ملے گا"!۔

چور نے ایک طنزیہ قہقہہ لگایا۔" لکشمی کو ٹھکرانا گناہ ہے، اور یہ لکشمی تو میں نے بہت محبت سے چوری کی ہے۔ ایسے نہیں دوں گا"!۔

پولیس اہلکار اس پر جھپٹے، لیکن وہ پیچھے مڑا اور کھلی دیوار کی طرف ایک کلابازی کھا کر چڑھ گیا۔ پیچھے آنے والے سپاہی آپس میں ٹکرا کر نیچے گر گئے۔

اب وہ ایک تنگ گلی میں آ چکا تھا، اور اندھیرے میں غائب ہو گیا، ممبئی کے بے ترتیب اور پراسرار ماحول میں۔

----☆☆ ☆----

وہ ویرانے میں بیٹھے تھے، جہاں آس پاس انسان تو کیا کسی جانور کا نشان بھی نہ تھا۔ ان کے عقب میں کچرے کا وسیع میدان پھیلا ہوا تھا، جس میں جگہ جگہ دھواں اٹھ رہا تھا۔ میدان کے اوپر بجلی کی بے ترتیب تاریں تھیں، جن پر بے حس و حرکت کوے بیٹھے ہوئے تھے، جیسے موت کے کسی منظر کا حصہ ہوں۔ وہ ایک چوڑے، مٹیالے پتھر پر بیٹھا تھا، جس پر وقت کی دھول جمی ہوئی تھی۔

اس کے سامنے ایک دبلا پتلا نوجوان کھڑا تھا، بمشکل بیس یا اکیس سال کا۔ اس کی رنگت گندمی اور آنکھیں چھوٹی تھیں، جن میں نہ چمک تھی نہ کوئی خاص تاثر۔ اس کے دانت بدصورت اور پیلے تھے، اور بے ترتیب بالوں سے ظاہر تھا کہ صفائی سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ اس کے کپڑوں سے عجیب سی بدبو اٹھ رہی تھی، جیسے مٹی، پسینے اور کچرے کی مہک اس کے جسم کا حصہ بن چکی ہو۔

نوجوان نے جھنجھلاہٹ بھری آواز میں کہا،'' میں تیرا کب سے انتظار کر رہا تھا ! تُو آیا ہی نہیں۔ مجھے لگا تُو بیگ لے کر بھاگ گیا ہوگا.''!۔

اس کی بات کا جواب دینے سے پہلے، چور نے اسے بغور دیکھا۔ وہ چور ایک عجیب کشش رکھنے والا شخص تھا۔ اس کی آنکھیں خاص طور پر نمایاں تھیں؛ دائیں آنکھ گہرے نیلے رنگ کی، جیسے سمندر کی گہرائی، اور بائیں آنکھ ہیرے کی مانند نیلا رنگ لیے ہوئی تھی، جو ایک نایاب بیماری "Heterochromia Iridum"

کی علامت تھی۔ یہ بیماری ان افراد میں پائی جاتی ہے جن کی دونوں آنکھوں کے رنگ مختلف ہوتے ہیں۔

اس کا چہرہ جوانی کے حسن کی ایک مثال تھا، لیکن اس پر ہلکی ہلکی جھائیاں اور دانوں کے دھندلے نشانات موجود تھے، جو اس کی جلد کی نزاکت اور حقیقت پسندی کو ظاہر کرتے تھے۔ اس کی رنگت صاف اور گوری تھی، گالوں پر ہلکی سی سرخی جیسے کسی نے ہلکے سے غروب آفتاب کے رنگ اس پر بکھیر دیے ہوں۔ پتلی اور کھڑی ناک، گلابی اور متناسب ہونٹ، اندر دھنسے گال، اور ٹھوڑی پر ایک گہری لکیر، اس کے چہرے کی ساخت کو منفرد اور پُرکشش بنا رہے تھے۔

اس کے دانت سیدھے اور صاف تھے، اور اس کی ہلکی ہلکی داڑھی اس کے چہرے پر ایک وقار اور جاذبیت کا اضافہ کر رہی تھی۔ وہ کوئی عام شخص نہیں لگتا تھا، اس کی موجودگی میں ایک ایسا جادو تھا جو دیکھنے والے کو مجبور کر دیتا تھا کہ اسے دوبارہ دیکھا جائے۔

یاقوت نے تیکھے لہجے میں پوچھا،

"تجھے ایسا کیوں لگا؟"

وشنو نے ہچکچاتے ہوئے جواب دیا،

"وہ ...تو مسلمان ہے نا، اس لیے مجھے لگا دھوکا دے گا۔"

یاقوت کے چہرے پر غصے کی ایک گہری لکیر ابھری۔ اس نے گردن ایک طرف کو جھٹکی اور طنز بھری مسکراہٹ کے ساتھ کہا،

"پچھلے چھ مہینے سے دونوں مل کر چوریاں کر رہے ہیں، کبھی تجھے میں نے دھوکا دیا؟"

وشنو نے شرمندہ ہوتے ہوئے کہا،

۔"ارے ...وہ دراصل، پہلے چوری میں کرتا تھا، بیگ میرے پاس ہوتا تھا۔ اس بار تیرے پاس تھا، تو بس اسی لیے۔"۔

یاقوت نے طنز بھرے لہجے میں سر ہلاتے ہوئے کہا،

۔" "چچ چچ، واہ بھائی !اب تو اپنے یاقوت بھائی کو بھی دھوکہ باز کہے گا؟ دیکھ وشنو، دبئ میں تجھ جیسے' مسواک 'کی جسامت والے بندوں کو اصلحہ بیچنے والے شیخوں کو ساتھ دیتے ہیں کہ بندوق چلانے سے پہلے تیرے جیسے پر آزما سکیں کہ گولی سیدھی چلتی ہے یا نہیں"!۔

وشنو ہونق سا منہ بنائے کھڑا رہا۔

یاقوت نے ایک لمبی سانس لی اور پھر بولا،

۔"ایک تو تجھ جیسے پینسلین کے جسم والے چھاچھَندر کو میں نے اپنے ساتھ رکھا ہے اور تو مجھے ہی کہہ رہا ہے کہ میں دھوکا دوں گا کیوں کہ میں مسلمان ہوں؟"۔

وشنو مزید ہچکچاتے ہوئے پیچھے ہٹنے لگا، تو یاقوت نے نیچے رکھے نوٹوں کی گڈی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا،

۔"پیسے اٹھا !اور اب تو میرے ساتھ چل، تیرے دانت صاف کرواتا ہوں، تجھے دیکھ کر تو کل ایک بندر مندر کی چھت سے نیچے گر گیا تھا۔ کیکڑے کے کندھوں والے، کاغذی بادام کے چھلکے"!۔

وشنو نے آگے بڑھنے کی کوشش کی، تو یاقوت نے اسے پیچھے سے اس کی تشریف پر لات ماری۔ وہ اوندھے منہ گرنے ہی والا تھا کہ یاقوت نے اس کی قمیص پکڑ لی، ورنہ وہ کیچڑ میں جا گرتا۔

----☆☆ ☆----

ممبئی کی گنجان اور پرہجوم شاہراہ پر دوڑتی ہوئی بائیک پر دونوں سوار تھے۔ وشنو اب کی بار غیر معمولی طور پر صاف ستھرا اور مہذب لگ رہا تھا۔ ان دونوں نے سن گلاسز پہن رکھے تھے۔ یاقوت کے گھنگریالے بال ہوا کے جھونکوں میں ہل رہے تھے، اور اس کی نیلی قمیض جس کے بٹن کھلے تھے ہوا میں لہرا رہی تھی، جبکہ اندر کی سفید ٹی شرٹ کے نرم کپڑے میں ہوا ارتعاش پیدا کر رہی تھی۔

ہوا کی شدت سے یاقوت کی آواز گونجتے ہوئے کٹ رہی تھی، اور وشنو کو سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔ مگر وشنو نے ہر سوال پر ایسے ہی" ہاں، ہاں، صحیح ہے "کہہ کر سر ہلا دیا جیسے وہ سب کچھ سن اور سمجھ رہا ہو۔

جب یاقوت نے بائیک کو ایک نسبتاً پرسکون اور صاف جگہ موڑا تو منظر دلکش تھا۔ وہاں وہ ایک یتیم خانے پہنچے۔

بائیک روکتے ہی یاقوت بولا،" اب بابو لگ رہا ہے نا تو؟ جانو، یہ ہے یاقوت کا کمال۔"

وشنو نے اپنی پشت پر لدے بیگ کو اتار کر بائیک پر رکھا۔

یاقوت نے بیگ سے کچھ نوٹ نکالتے ہوئے کہا،'' دو نمبر کا کام تو کیا ہے، مگر ہم چور ہی اپنے مہان بھارت کا اتہاس بدلیں گے ...ان اناتھ بچوں کے بھویشے کو چمکا کر۔''۔

یہ کہتے ہوئے وہ پیسے لے کر یتیم خانے کی عمارت کی طرف بڑھ گیا۔

اندر اناتھ آشرم کے انچارج نے یاقوت کے شانے پر شفقت سے ہاتھ رکھا اور کہا،'' دھنے وات ہو بے بیٹا۔ تم جیسے لوگ آج کل کہاں ملتے ہیں؟''۔

یاقوت مسکرا دیا۔ وہ جانتا تھا کہ یہ شخص بھی اسے ہندو سمجھتا ہے۔

اس مسکراہٹ کے پیچھے ایک تلخ سچائی چھپی ہوئی تھی۔ یاقوت کو معلوم تھا کہ اگر ان انتہا پسند ہندوؤں کو یہ پتہ چل جائے کہ اس کا نام یاقوت ہے، تو اس کی زندگی اجیرن کر دی جائے گی۔ یہی وجہ تھی کہ وہ ایک فرضی ہندو شناخت کے ساتھ زندگی گزار رہا تھا۔

لیکن یہ جھوٹ محض ایک شناختی کارڈ نہیں، بلکہ اس کی حفاظت کا ذریعہ تھا۔ یاقوت خود نہیں جانتا تھا کہ وہ کیا ہے یا کون ہے۔ وہ بس اسی جھوٹی پہچان کے ساتھ جی رہا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ حقیقت اس سماج کے لیے ناقابل قبول ہے۔

وہ دونوں ایک جگہ بیٹھے تھے، سامنے روڈ پر گاڑیاں رواں دواں تھیں، شور اور ہارن کی آوازیں ماحول کو اور زیادہ گہما گہمی کا رنگ دے رہی تھیں۔

فٹ پاتھ کے کنارے پر چھوٹے چھوٹے اسٹالز لگے تھے، جہاں لوگ سموسے، چاٹ، اور پانی پوری لینے کے لیے کھڑے تھے۔

وہ دونوں ایک چھوٹے ٹیبل پر بیٹھے تھے، آمنے سامنے۔

وشنو بے صبری سے سموسہ اور چاٹ کھا رہا تھا، جیسے صدیوں سے بھوکا ہو۔

یاقوت کا دھیان ارد گرد کے لوگوں پر تھا، ہر حرکت کو بغور دیکھ رہا تھا۔

وشنو نے بمشکل نوالہ نگلا اور بولا،'' سن بھائی، جاتے وقت بادام، کاجو بھی لے لینا ...اگلی بار چوری کے پلین بنانا تھوڑا آسان ہوگا، دماغ تیز رہے گا نا''!۔

یاقوت نے اسے گھورتے ہوئے کہا،'' دنیا کے دھوکے کھا، بچے ... تیرا دماغ خود ہی تیز ہوجائے گا''!۔

وشنو نے یاقوت کی بات پر پہلے حیرت سے اسے دیکھا، پھر بے نیازی سے دوبارہ اپنے سموسے پر جھک گیا۔ وہ اپنے حصے کا سب کچھ صاف کر چکا تھا، لیکن اب اس کی نظریں یاقوت کی پلیٹ پر جم گئیں۔

یاقوت تھوڑا الگ مزاج کا تھا، شرمیلا سا۔ اسے باہر کھانے کا خاص تجربہ نہیں تھا اور اگر کھاتا بھی، تو سب کے سامنے شرما جاتا۔ آج بھی اس کا دل نہیں کر رہا تھا، لیکن وشنو کی نظریں پلیٹ پر یوں گڑھی تھیں جیسے یہ اس کی آخری امید ہو۔

یاقوت نے جھنجھلا کر کہا،'' کیا گھور رہا ہے پانوتی ؟ اپنا کھا گیا ہے، اب یہ بھی چاہیے ؟''۔

وشنو نے ایک ادا سے کندھے اچکائے، مسکین سا منہ بنایا اور تھوڑا پیچھے ہو کر بیٹھ گیا۔

۔''بھوک لگی ہے، یار ''!اس نے مصنوعی معصومیت سے کہا۔

یاقوت نے تنگ آ کر پلیٹ کی طرف ہاتھ بڑھایا اور کھانے کی کوشش کی۔ ابھی پہلا نوالہ لیا ہی تھا کہ اس کے سامنے اسٹال والے نے عجیب حرکت کی۔ وہ اپنی کمر کے نیچے خارش کرنے لگا، پھر وہی ہاتھ سموسے کی کڑاہی میں ڈال کر آٹے کی گولیاں بنا کر تلنے لگا۔

یاقوت کے چہرے کا رنگ اڑ گیا۔ جیسے ہی اس کی نظر اپنی پلیٹ میں گئی، تو اس نے دیکھا کہ ایک سموسے کے اندر آلو کے ساتھ ایک بال چپکا ہوا تھا۔

یہ منظر ایسا تھا کہ یاقوت کا دل الٹنے کو ہوا۔ اس نے دائیں بائیں دیکھا، جیسے کوئی راستہ ڈھونڈ رہا ہو۔ پھر جلدی سے پلیٹ وشنو کی طرف بڑھاتے ہوئے بولا، "یہ لے، کھا لے۔ ناراض مت ہو، تیرے لیے رکھا تھا"!۔

وشنو کی آنکھیں خوشی سے چمک اٹھیں،" واہ بھائی، دل سے دیا ہے نا؟"۔

۔"ہاں، ہاں، دل سے دیا ہے۔ "یاقوت نے بے چارگی سے کہا اور نظریں چرا کر سامنے دیکھنے لگا۔

وشنو نے پلیٹ پکڑی اور مزے سے کھانے لگا، جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔ جبکہ یاقوت کے دل میں صرف یہی چل رہا تھا،" یہ پتھر کا بنا ہوا ہے یا لوہے کا؟"۔

شام کا دھندلکا چھا رہا تھا۔ بائیک آہستہ رفتار سے گلیوں میں چل رہی تھی، اس کا انجن دھیمی گڑگڑاہٹ میں گم تھا۔ وشنو، جو پیچھے بیٹھا تھا، یاقوت سے بولا،

"ویسے ان کو پیسہ دے دینا چاہیے تھا، ؟"

یاقوت نے سامنے نظریں جمائے رکھیں اور ہلکا سا مسکرایا۔ پھر، طنزیہ لہجے میں بولا،

"کون سا پیسہ، سالے؟ وہ کھجلی والے سموسے کا ؟"

وشنو نے حیرت سے پوچھا،

"کھجلی والا؟ کیا مطلب؟"

یاقوت نے بائیک کی رفتار ذرا بڑھائی، لیکن نظریں سامنے رکھتے ہوئے سنجیدگی سے کہا،

۔"ابے، جو سموسہ تُو مزے لے کے کھا رہا تھا،سالا بڈھا پہلے اپنی کمر کے نیچے کھجلی کر رہا تھا اور پھر اسی ہاتھ سے سموسے بنا رہا تھا۔"۔

وشنو نے قہقہہ لگایا اور بے پروائی سے بولا،

۔"، ہم بھارت کے لوگ ہیں۔ صاف ستھرا کھائیں تب بیمار پڑ جاتے ہیں، گندا کھائیں تو سب ہضم"!۔

یاقوت نے ہلکا سا سر ہلایا اور بائیک سیدھی رکھتے ہوئے بولا،

"ہاں، تُو تو واقعی کچھ بھی کھا سکتا ہے۔"

کچھ لمحے خاموشی رہی، پھر وشنو نے چپ نہ رہتے ہوئے کہا،

"پر بھائی، تُو نے اُس لونڈے کو زبردست گھمایا، جو گاہکوں سے پیسے جمع کر رہا تھا۔"

یاقوت کے لبوں پر ایک معنی خیز مسکراہٹ آئی۔ اس نے کندھے جھٹکتے ہوئے کہا،

۔"دیکھ، وہ سالا ہم سے پیسے مانگ رہا تھا، اور میں نے اُلٹا اسی پر چال چل دی۔ اسے کہہ دیا کہ تُو گاہکوں سے ڈبل پیسے لے رہا ہے، آدھے مالک کے حوالے کر رہا ہے اور باقی اپنی جیب میں ڈال رہا ہے۔ اوپر سے ہم پر ڈال رہا ہے کہ ہم نے بل نہیں دیا۔ میں نے تو صرف اتنا کہا کہ یہ بات مالک کو بتانی پڑے گی۔

بس، سن کر اس کے ہوش اڑ گئے !اپنی جیب کی واردات خود پکڑی گئی سمجھ رہا تھا۔وہ"۔

وشنو نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں، پھر قہقہہ لگا کر بولا

"واہ بھائی، تُو تو دماغ کا بادشاہ ہے"!

یاقوت نے فخر سے گردن ہلائی

"ارے بھائی، دنیا میں چلنا ہے تو دماغ ایسے ہی چلانا پڑے گا۔"

----☆☆ ☆----

کہف کمرے میں دائیں سے بائیں بے مقصد ٹہل رہی تھی۔ اس کے قدموں کی ہلکی آواز، صوفے پر بیٹھے باسط کے کانوں میں کسی پرانی، بے ربط دھن کی مانند گونج رہی تھی۔ باسط نے لیپ ٹاپ کھول رکھا تھا، لیکن اس کی توجہ اسکرین سے زیادہ کہف کی بے چینی پر تھی۔ وہ ٹانگیں سیدھی کیے، سینے پر بازو لپیٹے، ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اسے دیکھ رہا تھا۔

"Listen"، آئی کانٹ فوکس آن مائی کیرئیر، کیونکہ میرے کیرئیر کو بھی تو کبھی مجھ پر فوکس کرنا چاہیے، رائٹ؟ "کہف نے اچانک رک کر کہا، جیسے کوئی بڑی فلسفیانہ بات کی ہو۔

باسط نے ایک بھنویں اٹھا کر اسے دیکھا۔" یہ کیسی لاجک ہے؟ کیرئیر کو تمہارے اوپر فوکس کرنا ہے؟"۔

کہف نے نظرانداز کرتے ہوئے چلنا دوبارہ شروع کر دیا۔" یا تم یہ کرو، فیملی ولاگر بن جاؤ۔ وائف، سسٹر کو دکھاؤ اور ویوز لو۔ ایزی منی۔"۔

باسط ہنس پڑا۔" چنگیز کہے گا،' سو ملین دے'۔ میں اسے کہوں گا،' میرے اعضا لے لے۔ 'یہ بے غیرتی کرنے سے تو مر جانا بہتر ہے۔"۔

کہف نے آنکھیں گھما کر کہا،

۔"تو پھر ٹھیک ہے، ایک کام کرو۔کسی کلیش میں سٹک امیر بندہ ڈھونڈو، اس کی ہیلپ کرو اُسے بولو یا تو ہیلپ کے بدلے سو ملین ڈالرز دے، یا پھر اُسے اپنی سی وی دو۔ پھر اُسے کہو وہ تھری کمپنیز کو دے۔ پھر اُن تھری کمپنیز سے کہو کہ مزید تھری کمپنیز کو دے۔ سی؟ ایسے کرتے کرتے تم ورلڈ بینک تک پہنچ جاؤ

گے۔ کیونکہ پاکستان کے بینک میں تو زیادہ سے زیادہ ففٹی تھاؤزنڈ ہی کماؤ گے۔"۔

باسط نے گہری سانس لی اور ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ کہا،" یہ وہ جوانی ہے جس کے خواب ہم نے بچپن میں دیکھے تھے، کیا؟"۔

کہف ٹہلتے ٹہلتے رک گئی اور صوفے کے اوپر باسط کے سامنے آلتی پالتی مار کر بیٹھ گئی۔"Well

، مائی لائف از آلریڈی آ میس۔ مجھے تو بچپن میں ہی الہام ہوگیا تھا کہ مائی لائف ایسی ہی ہوگی۔"۔

باسط نے سر ہلایا۔" لک میری بہن لک۔"۔

کہف نے گہری سانس لی" کاش کارونا کے دنوں میں ٹک ٹاک ہی بنا لیتی۔ ایٹ لیسٹ، آج ان نو ٹیلنٹ لوگوں کی جگہ میں ٹک ٹاک کی کوئین ہوتی۔"۔

باسط نے سنجیدگی سے کہا،" ٹک ٹاک کی کوئین بننے کے بجائے کسی دل والے کی کوئین بنو۔ کسی سے محبت کرو، کہانی بناؤ، اور لائف کو کچھ مینینگ دو۔"۔

کہف نے خالی نظروں سے اسے دیکھا، پھر سر جھٹک کر کہا،'' محبت؟ پلیز باسط، ڈیٹس سو مین اسٹریم۔ لو از اوورریٹڈ۔ آئی ول اسٹک ٹو مائی سارکزم

، تھینک یو۔''۔

باسط نے مسکراتے ہوئے کہا،'' سرکار، تم سارکزم سے اپنا کیرئیر بنا لو۔ شاید یہی تمہاری کالنگ ہو۔''۔

کہف نے ہنستے ہوئے کہا،'' مبی یو آر رائٹ۔ لیکن فی الحال، میں

سارکزم سے تمہیں

Annoy

کرنے پر فوکس کر رہی ہوں۔''۔

باسط نے لیپ ٹاپ کی اسکرین بند کی، جو ان دونوں کے درمیان ایک غیر مرئی دیوار بنی ہوئی تھی۔ اس نے لیپ ٹاپ کو آہستہ سے ٹیبل پر رکھا اور ایک گہری سانس لیتے ہوئے کہف کی طرف دیکھا۔ اس کی نظروں میں فکر کی جھلک تھی، جیسے وہ اپنی بہن کے لیے کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہو۔

۔'' کہف، میں چاہتا ہوں تم سیٹ ہو جاؤ۔ تمہیں کوئی ایسا شخص ملے جو تم سے محبت کرے، تمہاری ہر خواہش پوری کرے۔ شاید تمہاری قسمت میں ایکٹر بننا نہ لکھا ہو، لیکن ہو سکتا ہے شادی کے بعد تمہاری زندگی بدل جائے۔''۔

کہف نے جھٹ سے کہا،''Oh really?

سو یو ایکسپیکٹ کہ آئی شڈ گیو اپ آن مائی ڈریمز؟ لیو مائی امبیشنز؟ اینڈ جسٹ سیٹل فار سم لو اینڈ میرج؟اگر ایسا ہے تو آؤ کر لیتے ہیں شادی اگر تمہیں اتنی پرابلم ہے تو''۔

باسط چونکا،'' استغفراللہ !بہن ہو تم میری۔''۔

کہف نے سر جھٹکا'' سگی تھوڑی ہوں۔''۔

باسط نے مسکراتے ہوئے جواب دیا،'' سگوں سے بڑھ کر ہو۔ رشتے خون سے نہیں احساسات سے بنتے ہیں، کہف۔''۔

کہف نے گہرا سانس لیا اور پلکیں جھپکائے بغیر باسط کی طرف دیکھا۔'' لو فار واٹ؟ آئی مین، اگر مجھے لو کا آغاز کرنا ہے تو آئی شڈ سٹارٹ ود مائی سیلف۔

سیلف لو !اینڈ یو نو واٹ سیلف لو از؟ اِٹس آل آباؤٹ مائی وِشز، مائی سکسیس، اینڈ میکنگ مانی۔ مجھے محبت کی چمک نہیں، پیسوں کی روشنی پسند ہے۔"۔

باسط نے اس کی بات سن کر ہنستے ہوئے کہا،" تو پھر اگر میں مر جاؤں گا تو تم کیا کرو گی؟"۔

کہف نے جھٹ سے اس کے سر پر چپت لگائی۔

"Oh shut up!

بکواس بند کرو !یو آر ناٹ گوئنگ اینی وئیر۔ تمھیں مرنے تو میں نہیں دوں گی۔"۔

کمرے میں چند لمحے خاموشی چھائی رہی، پھر کہف کے ذہن میں اچانک ایک خیال آیا۔ وہ آہستہ سے بولی،"Heist" ۔"

باسط چونکا،" کیا؟"۔

کہف نے ہونٹوں پر شریر مسکراہٹ سجائے کہا،"Think about it

!وائے ناٹ گیٹ آ ٹیم آف اسمارٹ پیپل، پلین آ ہائیسٹ، اینڈ روب اے پاکستان بینک؟ اینڈ بائے دی وے، یو نو پاکستان کے بینکس میں کتنے

Abandoned

اکاؤنٹس ہیں؟ بلینز آف روپیز جسٹ سیٹنگ دیر! یہ بینکس لان اور پارٹیز انہی پیسوں سے کرتے ہیں۔ آئی مین، وائے ناٹ گیٹ سم آف دیٹ؟"۔

باسط نے کچھ دیر سوچا اور آہستہ سے بولا،" سوچا جا سکتا ہے۔ لیکن ایسی ٹیم کہاں سے ملے گی؟"۔

کہف کی آنکھوں میں شیطانی چمک آ گئی۔ وہ آہستہ سے بولی،

"Don't worry

، ٹیم بھی مل جائے گی۔ آئی کان فیگر اٹ آؤٹ۔ بس تھوڑا ویٹ کرو۔"

۔

----☆☆ ☆----

ممبئی کی ایک ویران چھپر بستی تھی۔ گلیاں گند و غبار سے بھری ہوئی تھیں، کوڑے کے ڈھیر اور نالے بہہ رہے تھے، اور ہر طرف غربت کی بو محسوس ہوتی تھی۔ یہ علاقہ شہر کے چمکتے دمکتے حصے سے کوسوں دور لگتا تھا۔ ایسے میں پانچ متمول افراد، تھری پیس سوٹ پہنے، وہاں سے گزر رہے تھے۔ ان کے چلنے کے

انداز اور لباس سے واضح تھا کہ وہ یہاں کے ماحول سے نہیں، کسی اور ہی دنیا سے تعلق رکھتے ہیں۔

وہ ایک بوسیدہ، پرانے دروازے کے سامنے رکے۔ دروازے پر گرد جم چکی تھی، اور اوپر بجلی کی تاریں لٹک رہی تھیں۔ ان میں سے ایک نے زور زور سے دروازہ بجانا شروع کیا۔

اندر، یاقوت بینچ پر اوندھے منہ لیٹا ہوا تھا۔ اس کا چہرہ سکون سے دمک رہا تھا، جیسے باہر کے شور کا اس پر کوئی اثر نہ ہو۔ اس کی پشت پر ایک روبوٹک مساجر نرمی سے کام کر رہا تھا۔ کمرے کے اندر کا منظر باہر کی بدحالی کے بالکل برعکس تھا۔

دائیں طرف ایک صاف شفاف انڈور پول تھا، جس کا پانی روشنی میں چمک رہا تھا۔ قریب ہی ایک چھوٹا مگر دلکش باغ تھا، جہاں کے پودے تازگی اور خوبصورتی کا مظہر تھے۔ دیواروں پر آرٹ کے نمونے آویزاں تھے، اور ماحول میں خوشبو پھیلی ہوئی تھی۔ یہ کسی جنت کا منظر پیش کر رہا تھا۔

دروازے پر مسلسل ہونے والی دستک سے یاقوت نے آنکھیں کھولیں۔ وہ تھوڑا سا سر اٹھا کر بیزاری سے بولا، ''ابے کون زور زور سے بھونک رہا ہے؟''۔

پول میں پانی سے لطف اندوز ہو رہا وشنو ہنستے ہوئے بولا،" بھائی، دروازے پر کوئی ہے، بھونک کوئی نہیں رہا"۔

یاقوت نے مساجر کو بند کرتے ہوئے کہا،" اس کے، باپ کا دروازہ ہے، جو زور زور سے بجا رہا ہے سالا جا ،جا کر دیکھ کون ہے ۔ میں نے پچھلی بار دیکھا تھا۔"۔

وشنو ہنستے ہوئے پول سے باہر نکلا اور چینجنگ روم کی طرف بڑھا۔ چند لمحوں بعد، وہ پھٹے پرانے کپڑوں میں باہر آیا، جن پر غربت کی جھلک نمایاں تھی۔

یاقوت نے اسے دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا،" واہ، خوب !یہی وہ پردہ ہے جو سب کو دکھانا ہے۔ کوئی یہ نہ جانے کہ اندر جنت بسی ہے۔ باہر کا حال دیکھ کر ہر کوئی یہی سمجھے کہ ہم بھی اسی بدحالی کا حصہ ہیں۔"۔

وشنو نے اپنے کپڑوں کو دیکھتے ہوئے سر ہلایا

۔" ارے بھائی، یہ دیوار ہی اپنا اصلی دھندا ہے !باہر والے سمجھیں گے ہم بھی ان کے جیسا پھٹیچر ہیں، پر اندر کی بات کوئی نہیں جان پائے گا۔ باہر بس نرک کی دنیا دکھاتے ہیں، اور اندر اپنی سورگ کے مزے لوٹتے ہیں۔" ۔

دروازہ ایک بار پھر زور زور سے بجنے لگا۔

یاقوت نے تیوری چڑھا کر کرختگی سے کہا،"ابے ہاں، زیادہ بھاشن نہ دے، جا دیکھ کون کتوں کی طرح دروازہ پیٹ رہا ہے"!۔

وشنو ہلکے سے مسکرایا اور بولتے ہوئے وہاں سے نکل گیا،" ہاں ، دیکھتا ہوں"۔

یاقوت نے وشنو کو جاتے دیکھا اور دل میں مسکراتے ہوئے بولا،" ارے کچھ رشتے عشق-محبت سے بھی اوپر ہوتے ہیں، جیسے اپنی یہ یاری ہے"!۔

یاقوت کرسی پر نیم دراز تھا، اور اس کے سامنے ٹیبل پر رکھا اورنج جوس کا گلاس آدھا خالی تھا۔ کانوں میں ہیڈ فون لگائے، وہ کسی دھیمے گانے میں محو تھا۔ اچانک اس کے چہرے پر مکھی بھنبھنائی، تو وہ چونک کر اٹھ بیٹھا۔ ہلکی ناگواری سے مکھی کو اڑایا، اور گرد و پیش پر نظر دوڑائی۔

۔"یہ وشنو کہاں مر گیا؟ "اس نے زیرلب بڑبڑایا اور ہیڈ فون اتار کر ایک طرف رکھ دیا۔

یاقوت نے اٹھا اور سنبھل کر قدم آگے بڑھایا۔ جیسے ہی اس کی نظر سوئمنگ پول کے ساکت پانی پر پڑی، ایک انجانا سا خوف اس کے رگ و پے میں اترنے لگا۔

پانی کا ٹھہرا ہوا منظر ...ایک گہرا سکوت ...جیسے کوئی غیر مرئی طاقت اسے اپنی طرف کھینچ رہی ہو۔

اس کا سر ہلکا سا چکرایا، سانس جیسے پل بھر کو اٹک گئی۔ مگر وہ زبردستی خود کو سنبھالتا آگے بڑھنے لگا، جیسے اپنے ہی خوف کو روندنے کی ضد میں ہو۔

یاقوت نے کمرے میں قدم رکھا تو سامنے اے ون انداز کا کشادہ، پرآسائش کمرہ تھا۔ دیواروں پر قیمتی پینٹنگز، چمکتے فرش، اور اعلیٰ معیار کا فرنیچر۔ ہر چیز اپنی جگہ مکمل اور بےعیب دکھائی دے رہی تھی۔ وہ ایک دروازے کے قریب پہنچا، جس کی چمکتی ہوئی کنڈیاں اور نقش و نگار کسی خزانے کے رازدار معلوم ہوتے تھے۔

دروازہ دھیرے سے کھولا تو ہلکی سی چرچراہٹ ہوا میں بکھری۔ اس نے اندر قدم رکھے ۔ نیم تاریکی کے سائے ارد گرد لپٹے ہوئے تھے، جہاں پرانے، بدبو دار اور بوسیدہ لباس بے ترتیبی سے جھول رہے تھے، جیسے کسی بھولی ہوئی دنیا کے

نشان۔۔ وہ کپڑوں کی الماری کے اندر تھا جو ان کی غریب دنیا اور امیر دنیا کے درمیان دیوار کا کام سر انجام، دیتی تھی

--

یاقوت نے چالاکی سے دروازے کے سامنے الماری کی لکڑی کا حصہ جُوڑ کر راستہ چھپا دیا۔

، اس کے آگے ایک پینٹنگ اور بے ترتیب کپڑے رکھ دیے۔ باہر نکلتے ہوئے، پیچھے وہی بوسیدہ، بڑی، اور خستہ لکڑی کی الماری رہ گئ، جس کی حالت راز چھپانے کے لیے کافی تھی۔

وہ، اب ایک خستہ حال کمرے میں موجود تھا۔ دیواریں نمی زدہ، چھت سے جگہ جگہ چونا جھڑ رہا تھا، اور فرش پر دھول کی تہہ جمع تھی۔ فضا میں گھٹن اور بوسیدگی کا احساس غالب تھا۔

یاقوت قدم بڑھاتا ہوا ایک بوسیدہ دروازہ کھول کر کچن کی طرف گیا۔ کچن کے پار ایک چھوٹا کمرہ تھا، جہاں دھندلی روشنی لرز رہی تھی۔

۔"وشنو؟ "اس نے آواز دی۔ لیکن جیسے ہی اس کی نظریں آگے کی طرف پڑیں، اس کے قدم تھم گئے۔ وشنو زمین پر بیٹھا ہوا تھا، اور اس کی کنپٹی پر ایک ریوالور کا رخ تھا۔ اردگرد تین غنڈے کھڑے تھے، اور ان کا سردار، جو صوفے پر براجمان تھا، وشنو کو گھور رہا تھا۔

سردار کا چہرہ ایسا تھا جیسے کسی بھینسے کی کھال پر انسانی خصوصیات نقش کر دی گئی ہوں۔ موٹی ناک، گول کالا چہرہ، جس پر گہرے گڑھے اور کیل کے نشان نمایاں تھے۔ اس کی آنکھیں پھٹی ہوئی اور لال تھیں، جیسے خون سے دھلی ہوں، اور ان کے گرد عجیب سی سیاہی جھانک رہی تھی۔

یاقوت نے دل میں خود کو سنبھالا، لیکن اس عجیب الخلقت چہرے کو دیکھ کر ہنسی روکنا دشوار تھا۔ اس کے ذہن میں جیسے کسی گائے کی آواز گونجی،" ماؤں ماؤں۔"۔

۔"یہ بھینسا کون ہے؟ "اس نے دل میں خود سے کہا، اور

لب بھینچ کر اپنی ہنسی دبانے کی کوشش کی۔

وہ آدمی یاقوت کے دلی خیالات سے انجان

اس کو بغور دیکھنے میں مشکور تھا اس کی آنکھیں ایک عجیب سا تکبر اور ہٹ دھرمی لیے چمک رہی تھیں۔ وہ نیچے بیٹھے وشنو کو دیکھ کر طنزیہ انداز میں بولا، ‘‘ہاں بے !یہ دو رنگی آنکھوں والا چکنا کون ہے؟’’۔

وشنو کے چہرے پر خوف کے آثار گہرے ہوگئے، زبان کپکپائی اور ہکلاتے ہوئے بولا، ‘‘ گج ...گج’’...۔

وہ آدمی جھنجھلا کر آگے بڑھا، بندوق کی نال وشنو کے ماتھے سے ٹکا دی۔‘‘ ابے جلدی بول !ابھی تیری کھوپڑی بھی اڑانی ہے ؟’’۔

وشنو کا منہ خشک ہو چکا تھا، وہ کچھ بولنے ہی والا تھا کہ یاقوت نے ایک قدم آگے بڑھتے ہوئے کہا،‘‘ میرا نام جے ہے۔ وشنو کا دوست ہوں۔’’

آدمی ہنکار بھرتے ہوئے پیچھے ہٹا اور سرد نگاہوں سے یاقوت کو پرکھتے ہوئے بولا، ‘‘ گجنی نام ہے آپُن کا، گجنی !دماغ کا فیوز اُڑا تو سیدھا شارٹ سرکٹ، سمجھا کیا؟’’

یاقوت کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ کھیل گئی۔‘‘ فلم والا گجنی؟’’۔

وہ آدمی اپنی بندوق کی نال سے کنپٹی کھجاتے ہوئے غرایا،'' نہیں بے، حقیقت والا گجنی''!۔

یہ سنتے ہی یاقوت نے وشنو کی طرف پلٹ کر اسے گھور کر دیکھا،'' ابے پانوتی ! اب کیا کانڈ کیا ہے تونے ؟'' ۔

گجنی نے وشنو کو دیکھتے ہوئے تلخی سے کہا

۔''دو سال پہلے اِس چمگادڑ نے آپُن کے ساتھ جوا کھیلا تھا، جب ہار گیا، تو پیسوں کے بجائے دہلی سے ایسا کھسکا جیسے بجلی کا کھمبہ دیکھ کر کتیا بھاگے۔ دو سال سے آپُن اِس کو کھنگال رہا تھا، اور آج ممبئی میں پکڑا ہے سالے کو''!۔

یاقوت کی آنکھوں میں اشتعال بھڑکنے لگا۔ وشنو کو دیکھیے تو دانت پیس کر بولا، ''ابے سالے پانوتی!۔ تجھ پر جب بھی ذرا سا پیار آتا ہے، تو کوئی نہ کوئی کانڈ ضرور کر دیتا ہے۔ اب سیدھے سیدھے بتا، کتنے کا قرضہ ہے؟''۔

وشنو نے شرمندہ نظروں سے زمین کی طرف دیکھا اور کچھ کہنے کی کوشش کی، لیکن گجنی نے پہلے ہی قہقہہ لگا کر کہا،'' پچاس کروڑ، اونلی''!۔

یہ سن کر یاقوت ایک لمحے کو ساکت ہو گیا۔ اسے لگا شاید اس کے کانوں نے غلط سنا ہے۔" کتنے ؟"

گجنی نے اس کی الجھن کا مذاق اڑاتے ہوئے بندوق کی نال اپنے سر سے ہٹائی اور طنزیہ لہجے میں بولا،" ڈر مت، پچاس کروڑ بولے ۔"۔

یاقوت نے ناک چڑھائی اور غصے سے وشنو پر تھوکتے ہوئے" تھو "!کی آواز نکالی، جیسے اپنی نفرت کو لفظوں سے زیادہ عمل میں ظاہر کرنا چاہتا ہو۔

یاقوت نے ایک لمحے کو وشنو کی طرف دیکھا، پھر گجنی کی جانب پلٹتے ہوئے طنزیہ لہجے میں کہا،" لے جاؤ سالے کو !لے جا کر اس کے گردے، دل، پھیپھڑے بیچ دو۔ اگر پیسے نکلے تو نکلے، ورنہ سمجھ لو ختم ہے یہ سالا"!۔

گجنی اپنی جگہ سے کھڑا ہوا اور اپنے آدمیوں کو اشارہ کیا۔ وہ وشنو کو اٹھانے لگے تو بیچارہ وشنو کانپنے لگا۔" بھائی، بھائی !پلیز، بچا لے "!اس کی آواز کپکپا رہی تھی، اور آنکھیں آنسوؤں سے لبریز تھیں۔

یاقوت، جو کچھ لمحے پہلے حد سے زیادہ بے خوف نظر آ رہا تھا، اچانک چونکا اور جلدی سے بولا،" ارے گجنی بھائی، میں تو مذاق کر رہا تھا۔ آپ سیریس کیوں لے رہے ہیں؟"۔

گجنی اپنی جگہ رُکا، چہرے پر حیرت اور جھنجھلاہٹ کا ملا جلا تاثر لیے بولا،'' کیوں بے؟ یہ کوئی اسٹینڈ اپ کامیڈی چل رہی ہے یا میں تجھ سی

Democracy

کی بات کر رہا ہوں جو تو مذاق کرے گا؟

یاقوت نے تھوڑا جھجکتے ہوئے کہا،'' گجنی بھائی، اس نلے بیوڑت کے پیسے آپ کو کون دے گا؟ یہ تو شراب پی پی کر اندر سے پورا سڑ چکا ہے۔ ختم ہے، بھائی، ختم !آپ بس تھوڑا وقت دے دیں، میں وعدہ کرتا ہوں، پچاس کروڑ آپ کے قدموں میں لا کر رکھ دوں گا۔''۔

گجنی نے یاقوت کو سر سے پاؤں تک یوں گھورا جیسے اس کی بات کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش کر رہا ہو۔ پھر ایک گہری سانس لے کر بولا،'' چل، تُو بھی کیا یاد کرے گا۔ انڈیا پہلے ہی خوبصورت لوگوں کی کمی سے جوجھ رہا ہے، تجھے ایک موقع دیتا ہوں۔ صرف انڈیا کے واسطے کہ تُو جیسے چکنے لوگ ختم نہ ہوں۔ ایک مہینہ دیا تجھے، پورے پچاس کروڑ لے آ۔ ورنہ وشنو اوپر پہنچے گا، اور تُو میرے ساتھ! پسند آگیا ہے تو آپُن کو'' ۔

یاقوت نے کچھ دیر کے لیے خوف اور حیرت کے درمیان لٹکنے کے بعد سر جھٹک کر کہا،'' پہلے تو جے کے پیچھے صرف لڑکیاں دیوانی تھیں۔ اب آدمی بھی؟''۔

گجنی اپنے ہی رعب دار انداز میں بولا،'' ابے سالے، غلط مت سمجھ !اپنا بندہ بناؤں گا تجھے۔ میری ٹیم میں کام کرے گا، سمجھا؟''۔

یاقوت نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا،'' اوہ، اچھا''...۔

گجنی نے اپنے آدمیوں کو اشارہ کیا۔ انہوں نے وشنو کو نیچے چھوڑ دیا۔ وشنو زمین پر گرتے ہی لمبی گہری سانس لے کر اپنے بچ جانے کا یقین کرنے لگا، جبکہ گجنی اپنے بندوں کے ساتھ دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

وشنو نے بمشکل اپنے کپکپاتے وجود کو سنبھالا اور لرزتی ہوئی آواز میں بولا،'' ، دیکھ کر آتا ہوں کہ گئے ہیں یا نہیں''...۔

یہ کہہ کر اس نے دروازے کے قریب جا کر آہستہ سے باہر جھانکنے کی کوشش کی۔ ابھی اس کا آدھا سر ہی باہر نکلا تھا کہ پیچھے سے یاقوت نے پوری قوت سے اس کی تشریف پر لات رسید کی اور دھاڑا،'' جا، جا کر دیکھ کر آ بیوڑا سالا''۔

--☆☆ ☆----

--

یاقوت زمین پر اکڑوں بیٹھا تھا، اس کی انگلیاں کنپٹی کے پاس الجھی ہوئی تھیں، اور چہرے پر گہری فکر کی لکیریں تیر رہی تھیں۔ سامنے وشنو بے چینی سے چھت پر ٹہل رہا تھا، کبھی اپنے ناخن چباتا، کبھی آسمان کی طرف دیکھتا، جیسے کوئی معجزہ منتظر ہو۔

یاقوت نے ایک گہری سانس لے کر وشنو کو گھورا اور غصے سے بولا،'' ابے، تیرے کو کیا لگ رہا تھا جوا کھیلتے وقت؟ کہ تُو بابو راؤ ہے؟ ہاں، مست مائل نکالے گا اور پیسے دے کر کہے گا،' پیسہ تو ہاتھ کی مائل ہے !'دماغ خراب ہے کیا تیرا؟''۔

وشنو تھوڑا جھینپ گیا، پھر معصومیت سے بولا،'' بھائی، اس گیم میں تیرا بھائی ہیرو تھا۔ یہ زیرو کیسے بن گیا، سمجھ ہی نہیں آیا۔ مجھے لگا تھا، میں جیت جاؤں گا۔ مگر ...شاید بھاگیا میں کچھ اور ہی لکھا تھا۔''۔

یاقوت طنزیہ ہنسی ہنس کر بولا،'' بچپن میں فلمیں دیکھتا تھا، ہر فلم میں لوگ پیسے کے پیچھے مرتے دکھائی دیتے تھے۔ سوچتا تھا، ایسا کیوں کرتے ہیں؟ بڑے ہو کر سمجھ آیا، فلم والوں کو پہلے ہی پتہ تھا کہ اگر پیسے کے پیچھے نہیں مریں گے تو سالا پیسے کے بغیر مر جائیں گے''!۔

وشنو دھیرے دھیرے چلتا ہوا یاقوت کے قریب آیا اور اس کے پاس زمین پر بیٹھ کر چوکٹ ماری، ۔''تو نے کچھ سوچا کیا؟''۔

یاقوت نے ایک جھنجھلاہٹ بھری نظر وشنو پر ڈالی اور جل کر بولا،'' ہاں بے، سوچا ہے۔ تیرے پھیپھڑے نکال کر بیچ دیتا ہوں۔ پھر یاد آیا، ان کو تو سیگریٹ پی پی کر تُو نے پہلے ہی فارغ کر دیا ہے۔ ان کالے، سڑے پتھروں کے کون پیسے دے گا؟ پھر سوچا، تجھے گروی رکھوا دیتا ہوں۔ لیکن اگلے ہی لمحے دھیان آیا، تجھے کون گروی لے گا؟ تُو تو ایسا ہے کہ باہر نکلے تو سالا آسمان سے پرندے بھی نیچے گر جائیں، پانوتی کہیں کا''!۔

وشنو کی آنکھوں میں حیرت اور شرمندگی کا ملا جلا تاثر تھا۔'' تو پھر کیا کریں گے بھائی بہت ڈر لگتا رہا ہے؟''۔

یاقوت نے کچھ لمحے خاموشی سے زمین کو گھورا، پھر جیسے اچانک خیال آیا ہو، بولا،'' کچھ سوچا ہے میں نے۔ چوری کریں گے، لیکن یہ چوری کچھ الگ ہوگی۔ اس چوری کا مقصد ہوگا، اسے پھنسانا''!۔

وشنو حیرت سے اچھل پڑا،'' کیا مطلب؟''۔

یاقوت نے ایک دھیمی ہنسی کے ساتھ اسے دیکھا اور بولا،'' ابے تیرے کو کیا لگتا ہے؟ وہ چھوڑ دے گا تیرا پیچھا؟ تُو اگر اسے سو کروڑ بھی دے دے نا، تب بھی وہ نہیں چھوڑے گا۔ جتنا تُو نے اس کو بھگا بھگا کر ذلیل کیا ہے، وہ جب تک تیری پسلیاں نہیں توڑ دے گا، سکون سے نہیں بیٹھے گا۔ اس لیے ہمیں کچھ ایسا کرنا ہوگا کہ وہ خود پیچھے ہٹ جائے۔ ورنہ وہ بھینس کے منہ والا سالا دیو دوبارہ آ کر دروازے پر اپنا متھا مارے گا''!۔

وشنو یاقوت کی باتیں سمجھنے کی ناکام کوشش کر رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں الجھن اور ہونٹوں پر زبردستی کی مسکراہٹ تھی۔ سر اثبات میں ہلا رہا تھا، جیسے واقعی کچھ سمجھ آ گیا ہو، لیکن حقیقت میں اس کا چہرہ صاف بتا رہا تھا کہ دماغ کہیں اور بھٹک رہا ہے۔

----☆☆ ☆----

باسط ٹیکسی میں فرنٹ سیٹ پر بے نیازی سے بیٹھا تھا، جیسے کسی انجانی سوچ میں گم ہو۔ ڈرائیور، جو عمر کے اس حصے میں تھا جہاں بال سفید اور نظریات کڑوے ہو جاتے ہیں، اپنی گاڑی چلاتے ہوئے فلسفہ جھاڑنے میں مشغول تھا۔ عصر کا وقت تھا، سورج دھندلا کر مغرب کی طرف جھک رہا تھا، اور گاڑی جناح سپر کی جانب بڑھ رہی تھی۔

ڈرائیور نے ایک نظر باسط پر ڈال کر کہا،'' بھائی جان، ہمارا تو سمجھو یہ بزنس بالکل آزادانہ ہے۔ نہ کسی کی سننی پڑتی ہے، نہ کسی کی ماننی۔ جب دل کرے، کام کرو، جب دل کرے، آرام۔ آپ لوگ تو بیچارے دوسروں کے اشاروں پر چلنے والے لوگ ہیں۔ مشکل ہوتی ہو گی، ہے نا؟''۔

باسط نے سرسری انداز میں ایک دبا دبا تبسم کیا، جیسے ڈرائیور کی بات کو سن کر بھی ان سنی کر رہا ہو، اور ہلکی سی آواز میں بس اتنا کہا،'' جی، ایسا ہی ہے۔''۔

ڈرائیور اپنی دانش پر مطمئن ہوا اور اپنی بات کو جیتا ہوا محسوس کیا، مگر باسط نے بے نیاز نظروں سے باہر جھانکتے ہوئے کہا،'' دائیں طرف لے لیں۔''۔

ڈرائیور نے فوراً اس کے حکم کی تعمیل کی اور گاڑی کو دائیں موڑ دیا۔ وہ اپنی باتوں کے تسلسل میں کھویا ہوا تھا کہ باسط نے

کہف کے فلور شاپ کے سامنے گاڑی رکوانے کے لیے کہا،'' یہیں روک دیں۔''۔

ڈرائیور نے بریک لگائی اور گاڑی روک دی۔ باسط خاموشی سے گاڑی سے اترا، جیب سے پرس نکالا، اور ڈرائیور کو پیسے دیتے ہوئے بولا،'' رکھ لیجیے باقی۔''۔

کچھ لمحے پہلے جو ڈرائیور اپنی آزادی اور خودمختاری کے قصیدے پڑھ رہا تھا، وہ اس وقت حیرت میں باسط کو دیکھ رہا تھا۔ باسط نے بغیر کسی لفظی جواب کے اپنے عمل سے اسے آئینہ دکھا دیا تھا۔ وہ جو دوسروں کے اشارے پر چلنے والوں کو کمتر سمجھ رہا تھا، خود باسط کے ایک اشارے پر گاڑی موڑنے اور رکنے پر مجبور ہوا تھا۔

ڈرائیور نے شرمندگی سے مسکراتے ہوئے نوٹ تھام لیے، اور باسط کہف کی فلوور شاپ کی طرف بڑھ گیا۔

---☆ ☆☆----

-

کہف اپنی دکان سمیٹ رہی تھی۔ شیشے کی صاف شفاف الماریاں خالی ہو چکی تھیں، اور گتے کے ڈبوں میں سامان ترتیب سے رکھا جا رہا تھا۔ دروازے کے ساتھ جڑی گھنٹی کی مدھم سی آواز نے سکون کو توڑا۔

کہف نے بنا دیکھے ہی آواز دی،" وی آر آؤٹ آف سٹاک، سوری"!۔

وہ اپنے کام میں مگن رہی، نہ یہ جاننے کی کوشش کی کہ کون آیا ہے۔

۔"میں ہوں، "باسط کی خوبصورت آواز دروازے سے اندر آتی سنائی دی۔

کہف نے فوراً سر اٹھایا اور حیرت سے بولی،" اوہ، اِٹس یو"!۔

پھر جلدی سے پاس پڑے ڈبے کو بند کرتے ہوئے کہا،" آئی واز سرچنگ فار تھیوز آن ڈارک ویب سنس مارننگ"!۔

باسط کے ماتھے پر شکن پڑ گئی۔ وہ الجھے لہجے میں بولا،" کیا کہا تم نے؟"۔

کہف نے ہاتھ جھاڑتے ہوئے اور بے پروائی سے مسکراتے ہوئے کہا،'' ییس، میں سیریس ہوں!۔ ڈارک ویب پر آج کل سب کچھ آویلیبل ہے۔ صرف ہیومن آرگنز ہی نہیں، بلکہ تھیوز بھی''!۔

باسط نے بے یقینی سے اس کی طرف دیکھا اور کہا،'' یہ کیا نئ مصیبت ہے؟''۔

کہف نے کندھے اچکاتے ہوئے کہا،'' ریلیکس !گھر چل کے بات کرتے ہیں۔ لیٹ می فِنِش دِس ورک فرسٹ''!۔

وہ ڈبے بند کرتے ہوئے سر جھکائے کام مکمل کرنے میں جت گئ، اور باسط ایک گہری سانس لیتے ہوئے دیوار سے ٹیک لگا کر اسے دیکھنے لگا۔

----☆☆ ☆----

وہ دونوں گھر کے دروازے پر پہنچے۔ اندر قدم رکھتے ہی منظر نے دونوں کو چونکا دیا۔ کمرے کے بیچوں بیچ، فیضان، درمیانے قد کے گول مٹول آدمی، اپنی جگہ پر اکڑ کر کھڑا تھا۔ اس کی موجودگی، جیسے ایک غیر متوقع حملہ، فضا کو بوجھل کر گئ تھی۔

باسط نے اس پر ایک غضب ناک نظر ڈالی اور سخت لہجے میں کہا،" ادھر کیا کام ہے تمہارا؟ بغیر اجازت گھر کے اندر کیسے آئے؟"۔

فیضان جو پہلے ہی باسط کے لہجے سے بوکھلا چکا تھا، کچھ کہنے کی ہمت نہ کر پایا۔ باسط غصے میں دو قدم آگے بڑھا، اس کے چہرے پر سختی اور محافظانہ تاثر واضح تھا۔

کہف نے جلدی سے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر دباؤ دیا اور کہا،" کالم ڈاؤن"!۔

فیضان، جو پہلے ہی خوفزدہ نظر آ رہا تھا، گلا کھنکھارتے ہوئے کرسی پر بیٹھ گیا اور اپنی دل کی دھڑکن کو قابو میں لانے کی کوشش کرنے لگا۔ اس نے خود کو سنبھالا اور ایک خود ساختہ فخریہ انداز میں باسط کی طرف دیکھا۔

کہف نے نرمی سے بات شروع کی،" فیضان انکل، یو نو آئی۔۔۔"۔

لیکن اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی فیضان نے ہاتھ اٹھا کر اسے روکتے ہوئے کہا،" بس بس، زیادہ باتوں کی ضرورت نہیں ہے !سامان اٹھاؤ اور فوراً یہاں سے نکلو"!۔

کہف نے گہری سانس لی اور مضبوط لہجے میں بولی،'' آئی ول پے یو کرایہ، بس تھوڑا ٹائم دو۔''۔

فیضان نے طنزیہ ہنستے ہوئے کہا،'' کب؟ دجال کی آمد سے پہلے یا قیامت سے دو دن پہلے؟''۔

کہف نے اپنی آنکھیں بند کیں، اس پھیکی جگت کو ہضم کرنے کی کوشش کی۔ پھر بمشکل خود کو سنبھالتے ہوئے بولی،'' آئی ایم ٹرائنگ''!۔

اس سے پہلے کہ مزید کوئی بات ہوتی، باسط نے آگے بڑھ کر کمرے پر اپنا قبضہ واضح کر دیا۔ اس نے سخت لہجے میں پوچھا،'' کتنا کرایہ ہے؟''۔

فیضان، جو تھوڑا محتاط ہو چکا تھا، بولا،'' ایک لاکھ، پچھلے چار مہینے کا''!۔

باسط نے اپنی کوٹ کی اندرونی جیب سے چیک بک نکالی، جیسے وہ بِلینئر ہو۔ ایک مکمل اعتماد کے ساتھ چیک پر سائن کیا اور فیضان کی طرف بڑھا دیا۔

فیضان نے چیک کو دیکھا، پھر ہنکار بھرتے ہوئے بولا،" چیک کا شکریہ، لیکن یہ گھر پھر بھی خالی کرو۔ میں نے یہ کسی اور کو کرائے پر دینے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ یہ میڈم تو وقت پر کرایہ دینے کی عادی نہیں ہیں۔"۔

باسط کی نظریں ایک بار پھر انگاروں کی طرح فیضان پر جم گئیں۔ اس نے قدم آگے بڑھایا، اپنی آواز کو اور گہرا کرتے ہوئے کہا،" فلوقت، گھر سے چلتے بنو۔ کہف گھر چھوڑ دے گی ، مگر ہمیں کچھ دن دو۔"۔

کہف نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا، لیکن باسط نے اپنی انگلی اٹھا کر اسے چپ رہنے کا اشارہ کیا۔ اس کی سخت نظریں اور اس کے انداز نے کہف کو خاموش کروا دیا۔

فیضان، جو اب مکمل طور پر دب چکا تھا، جھجھکتے ہوئے بولا،" دو دن بس"!۔

باسط نے ہاتھ کے اشارے سے اسے جانے کا حکم دیا اور کہا،

"اوکے".

فیضان، جیسے اپنی جان بچانے کے لیے نکل رہا ہو، دروازے کی طرف لپکا اور باہر نکلتے ہی تیز قدموں سے غائب ہو گیا۔ باسط نے ایک گہری سانس لی اور پھر کہف کی طرف پلٹ کر دیکھنے لگا، جیسے اسے کچھ کہنا ہو، مگر خاموشی نے ان کے درمیان مزید سنجیدگی پیدا کر دی۔

مگر یہ خاموشی زیادہ دیر برقرار نہ رہ سکی۔ کہف نے اپنا سر اٹھایا، اس کے چہرے پر تھکن اور بے بسی نمایاں تھی۔ دھیرے سے بولی،

"اب کہاں جاؤں گی؟ آئی ایم سو لوسٹ

اس کے لہجے میں بے بسی اور آنکھوں میں الجھن نمایاں تھی۔

باسط نے گہری سانس لی اور سکون سے بولا،" تم میرے گھر رہ لینا۔ اور میں کہیں اور ایڈجسٹ ہو جاؤں گا۔ اٹس ناٹ آ بِگ ڈیل۔ اوکے، کالم ڈاؤن۔ "۔

اس کی آواز میں نرمی تھی، مگر اس کے الفاظ نے کہف کے چہرے پر سوال چھوڑ دیے۔

کہف نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا،" ریئلی؟ یو وِل لیو یور ہوم فار می؟"۔

اس کی آواز کانپ رہی تھی، جیسے خود کو الزام دے رہی ہو۔

باسط نے اس کی طرف قدم بڑھایا، اس کی آنکھوں میں سنجیدگی اور محبت کا امتزاج تھا۔" یار کہف، تم صرف دوست نہیں ہو، تم میرے لیے فیملی ہو۔ اور فیملی کے لیے اتنا تو بنتا ہے۔ اوکے؟ ٹرسٹ می، آل وِل بی فائن۔"۔

کہف نے ایک لمحے کے لیے گہری سانس لی اور صوفے پر دھنس گئی۔ اس نے مایوسی سے سر ہلایا اور بولی،" یہی وجہ ہے کہ مجھے مڈل کلاس ہونے سے نفرت ہے۔ لائف از ہارڈ فار آس ، اٹ از ہیل۔"۔

اس نے اپنا سر ہاتھوں کے پیالے میں گرایا، جیسے خود کو حالات کے حوالے کر دیا ہو۔

باسط نے اسے ایک نظر دیکھا اور پھر خاموشی سے کچن کی طرف بڑھ گیا۔ چلتے ہوئے بولا،" چائے بناتا ہوں تمہارے لیے۔ ڈونٹ وری، سب سیٹ ہو جائے گا۔"۔

کہف نے تھکی ہوئی نظروں سے اسے جاتے ہوئے دیکھا، پھر سر جھکا لیا۔ باسط کے الفاظ نے اس کی بے بسی کو کچھ پل کے لیے دھندلا دیا، مگر اس کے دل میں اب بھی حالات کی تلخی باقی تھی۔

----☆☆ ☆----

کہف اب باسط گھر میں منتقل ہو چکی تھی۔ دوسری طرف باسط نے اپنے لیے اپنے گھر کے برابر ایک چھوٹا سا مکان کرائے پر لے لیا تھا۔

چاندنی رات کا سکوت تھا، اور کہف بالکونی میں زمین پر بچھی کارپٹ پر بیٹھی ہوئی تھی۔ دائیں طرف میز پر ایک واس میں ہرا بھرا پودا رکھا تھا، جبکہ ریلنگ سے بیلیں جھول رہی تھیں۔ دو رویہ شاہراہ پر گاڑیوں کی روشنیوں کا سلسلہ رواں تھا، جس کے عقب میں تاریکی میں چھپے پہاڑوں کے سائے اور دور کہیں فیصل مسجد کی ہلکی سی جھلک نظر آ رہی تھی۔

کہف لیپ ٹاپ کی سکرین پر جھکی کام میں مصروف تھی جب باسط قریب آیا۔ آج باسط کچھ مختلف لگ رہا تھا۔ اس کے بال عموماً قدرے لمبے ہوتے تھے، مگر آج فوجی انداز کی کٹنگ کروائی ہوئی تھی، اور داڑھی کو بھی تراش دیا تھا۔ وہ بے حد جاذبِ نظر لگ رہا تھا، جیسے کسی فلم کا ہیرو ہو۔

باسط اس کے پاس بیٹھتے ہوئے بولا،"آخر ہمیں وقت مل ہی گیا، اب بتاؤ، یہ کیا خرافات ہیں جو تمہارے دماغ میں چل رہی ہیں؟"۔

اس نے ہاتھ میں پکڑے چائے کے دو مگ

میز پر رکھ دیے، ایک کہف کے قریب اور دوسرا اپنے سامنے۔

کہف نے لیپ ٹاپ کی سکرین بند کی اور اس کی طرف متوجہ ہوئی۔" میں یہ کہہ رہی تھی "...اس نے توقف کرتے ہوئے باسط کو دیکھا، پھر سنجیدگی سے گویا ہوئی۔ "Do you know what's trending these days on the black web? Human organ trafficking, underground deals, and even...

چور۔ ، Yes, professional thieves with their portfolios uploaded."

باسط نے حیرانی سے کہا،" چوروں کے پورٹ فولیو؟ کیا واقعی؟"۔

کہف نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ سر ہلایا،

۔"آئی مین، آئی نو اٹ ساونڈز کریزی، بٹ آئی وز ٹاکنگ ٹو دیس گائے آن بلیک ویب ...ہی سیڈ سم وائلڈ شٹ، یو نو؟"۔

باسط نے حیرانی سے اس کی طرف دیکھا،'' وائلڈ؟ کیا مطلب؟''۔

کہف نے ہنستے ہوئے اپنے ہاتھ ہوا میں لہرائے،'' لائک ...ہی سیڈ کہ تم نے امریکہ سے پاکستان ڈنکی مار کر آ کر پہلی بے وقوفی کی، اور اب تم یہاں کا بینک لوٹنے کی دوسری بے قوفی کرنے جا رہی ہو۔''۔

باسط نے کافی کی چسکی لیتے ہوئے سر اثبات میں ہلایا،'' بالکل صحیح کہا اُس نے۔''۔

کہف نے مزید کہا

‘‘''Yeah, but then he goes...،

‘ اگر لوٹنا ہی ہے تو کویت کے بینک لوٹو۔ ’

Like, seriously? He legit said

کہ کویت کے چھوٹے سے چھوٹے بینک کو بھی لوٹ لو تو سو ملین ڈالرز تو آرام سے بن جائیں گے۔''۔

باسط سوچتے ہوئے بولا،'' اچھا، تو مان لیا کہ میں اپنے بھائی کو واپس لانے کے لیے پیسے جمع کر لوں گا، مگر تم ان پیسوں کا کیا کرو گی؟''۔

کہف نے ذرا توقف کے بعد کہا،

آئی مین '' ایک جزیرے پر گھر

پراپرٹی، پلازے، اور ایک اپنا پروڈکشن ہاؤس۔ بیسیکلی

,ایک ایسا فیوچر جس میں سب کچھ ہو۔

خیر، یہ چھوڑو۔

مجھے تو یہ بتاؤ، کویت جائیں گے کیسے؟ کیونکہ پاکستانیوں پر وہاں بین لگا ہوا ہے۔''۔

باسط نے سوالیہ نظروں سے کہا،'' تو پھر تمہارے خیال میں کیا کریں؟ فیک سٹیزن شپ یا ڈنکی ماریں؟''۔

کہف نے اپنی نظریں سکرین پر جمائے ہوئے ہلکی سی ہنسی کے ساتھ کہا،'' ڈنکی مارنے کا تو ویسے بھی مجھے تجربہ ہے، اور ایک بندہ بھی جانتی ہوں۔ وہ بندہ سب کچھ فکس کر دے گا۔''۔

باسط نے چائے کا مگ میز پر رکھتے ہوئے کہا،

۔"چوری تو کر لیں گے، مگر سوچو، اس وقت پاکستانیوں پر ویسے ہی پابندیاں لگی ہوئی ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہماری حرکت کے بعد پاکستانیوں کا ویزا ہمیشہ کے لیے معطل کر دیا جائے۔ پھر ہم کیا کریں گے؟"۔

کہف نے بے پروائی سے شانے اُچکائے،

"Who cares?

پکڑے جائیں گے تو ہی مسئلہ ہو گا نا۔

ویسے بھی...

امریکی پاسپورٹ بنوالیں گے ہم۔

اور ویسے بھی

I'm American by blood.،

تمہارا مسئلہ ہے، نہ میرا" ۔

باسط نے ہنستے ہوئے کہا،" اچھا، تو یہ بتاؤ، آگے کیا پلان ہے؟"۔

کہف نے رازدارانہ انداز میں کہا، “I’ve already contacted a Kuwaiti hacker

۔ وہ بڑا نامی گرامی ہے، بہت بڑے بینک ہیک کر چکا ہے۔ میں نے اسے کہا کہ ہمیں بھی مل کر ایک ہائیسٹ کرنی ہے۔”۔

باسط نے حیرت سے کہا،“ تو پھر؟ ..”۔

کہف نے پرجوش انداز میں کہا، “He agreed!

اینڈ وہ تو ویسے بھی ایک بڑی ہائیسٹ پلان کر رہا ہے۔ بس اسے ایک talented team

چاہیے تھی۔ جو کہ ہم ہیں۔”۔

باسط نے کچھ لمحے خاموش رہ کر کہا،“ ہمم، ٹھیک ہے۔ تو پھر ڈن کرو۔”۔

کہف نے لیپ ٹاپ کی سکرین دوبارہ کھولی اور بولی،“ اوکے، لیکن ...جانے کا راستہ بھی تو ڈھونڈنا ہے۔”۔

باسط نے چائے کا مگ اٹھاتے ہوئے کہا،“ دیکھتے ہیں۔”۔

کہف نے سکرین پر نظریں جمائے کہا،'' چائے ٹھنڈی ہو گئی ہے۔ گرم کر کے لاؤ، اور ساتھ کوکیز اور کیک بھی لے آنا۔ ایسے مزہ نہیں آتا۔''۔

باسط مسکراتے ہوئے بولا،'' آپ کا حکم سر۔ آنکھوں پر، میم۔''۔

پھر وہ مگ لیے اندر کی طرف چل دیا۔

----☆☆☆----

یہ مقام اُس زمین کا تھا جسے فلسطین کہنا چاہیے تھا، مگر ظالموں نے اپنی غاصبانہ چالاکیوں سے اُسے اسرائیل کا نام دے ڈالا، گویا تاریخ کو بھی اپنی جھوٹی مہر لگا کر دفن کرنے کا ارادہ رکھتے ہوں۔

Telaviv

کے ایک مہنگے اور روشن ہوٹل کی خاموش لابی میں، ایک لڑکی اپنی پر اعتماد چال کے ساتھ داخل ہوئی۔ اُس نے سیاہ ریشمی گاؤن پہن رکھا تھا، جو پشت سے مکمل طور پر بے پردہ تھا، اور صرف باریک ڈوریاں اُس کے شانے سنبھالے ہوئے تھیں۔ گاؤن اُس کے وجود پر اس طرح سجا ہوا تھا جیسے کسی ماہر مصور نے اُس

کے جسم کو کینوس سمجھ کر تخلیق کیا ہو۔ اُس کے لمبے، چمکتے ہوئے بال، جو سیدھے ہونے کے ساتھ ہلکے گھنگریالے تھے، اُس کے شانے اور کمر کو چھو رہے تھے۔ اُس کے ہاتھ میں ایک نفیس کلچ تھا، اور اُس کی چال میں ایک غیر معمولی کشش تھی، جیسے اُس کا ہر قدم کسی انجانی کہانی کو جنم دے رہا ہو۔

اُس کی ادائیں اتنی پُراسرار تھیں کہ ارد گرد کی ہر چیز اُس کے وجود کے سامنے ماند پڑ گئی۔ وہ لفٹ کے قریب آ کر رکی، اور جیسے ہی لفٹ کے دروازے کا بٹن دبایا، اُس کے برابر ایک مرد آ کھڑا ہوا۔ اُس نے نفاست سے سلایا ہوا تھری پیس سوٹ پہن رکھا تھا، اور اُس کی شخصیت کی تراش خراش ایک خاص دلکشی رکھتی تھی۔ اُس کی آنکھوں میں عیاری کی جھلک تھی، اور اُس کی نظروں نے لمحہ بھر کے لیے لڑکی کے سراپے کو جیسے اپنی قید میں لے لیا۔

ایک لمحے کی خاموشی کے بعد، اُس نے دھیمی، مگر گہری آواز میں کہا

“You are hot.”

لڑکی جو اپنی سوچوں میں گم تھی، آہستہ سے اُس کی جانب مڑی۔ اُس کی سنہری آنکھوں میں ایک پراسرار چمک تھی، جیسے کسی گہری گتھی کا جواب وہ خود ہی ہو۔

اُس نے ایک ابرو کو ہلکا سا بلند کیا اور بے نیازی سے جواب دیا

“I know. Hell is hot, and I am a living hell. I am not just hot—I burn and scar.”

مرد کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ ابھری، گویا اُس کے لفظوں نے اُس کے اندر ایک جلتی ہوئی آگ کو مزید بھڑکا دیا ہو۔ اُس نے قدم آگے بڑھاتے ہوئے قدرے قریب ہو کر کہا

“Your beauty and grace are intoxicating. Makes me want to lose myself in you, pin you against the wall, and make you mine.”

لڑکا اُسے عیارانہ نظروں سے دیکھتے ہوئے مزید بولا

“So, tell me—my place or yours?”

لڑکی کے ہونٹوں پر ایک مدھم مگر پرجاذب مسکراہٹ ابھری، جیسے اُس کی باتوں کو سن کر اُس کے اندر ایک راز مزید گہرا ہو گیا ہو۔ وہ پُراعتماد لہجے میں، نرم مگر کاٹ دار انداز میں بولی

“You are fast, but I prefer the elevator. I have a thought that needs completion.”

لفٹ کا دروازہ کھلا، اور وہ قدم بڑھا کر اندر داخل ہو گئی۔ اُس کی شخصیت کی پراسراریت نے مرد کو پل بھر کے لیے خاموش کر دیا، جیسے اُس کے جانے کے بعد بھی کوئی گہری خوشبو یا کوئی ادھورا سوال فضا میں معلق ہو۔

....

ہوا میں سکوت تھا، مگر لفٹ کے اندر ایک عجیب سی کشیدگی محسوس ہو رہی تھی۔ وہ دونوں ایلیویٹر میں کھڑے تھے، اور لڑکی کی پشت اُس آدمی کی طرف تھی۔ اُس کا سراپا اب بھی ایک معمہ تھا، دھندلا، مگر اتنا دلکش کہ کوئی بھی اُس کی طرف کھنچ جائے۔ اُس کے گہرے سیاہ گاؤن کی ڈوریاں اُس کے شانے پر ہلکی سی لرزش کے ساتھ جھول رہی تھیں۔

لڑکے نے اپنی نظروں میں عیاری لیے، دھیرے سے اپنا کوٹ اتارا اور نیچے گرایا۔ اُس کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی، گویا وہ اپنے ارادے کو حتمی

مان چکا ہو۔ جیسے ہی لفٹ ایک جھٹکے کے ساتھ رکی، دروازے کی گھنٹی کی آواز گونجی، اور لڑکی نے آہستگی سے اپنا رخ موڑ کر اُس کی طرف دیکھا۔

اُس نے بے نیاز مگر قاتلانہ سکون کے ساتھ اُس کی ٹائی کو پکڑا، ایک مضبوط گرفت کے ساتھ اُسے اپنی طرف کھینچا، اور اُس کے کان کے قریب جھک کر دھیمی، مگر کٹے ہوئے لہجے میں بولی،

“I told you.”

پھر وہ ایک قدم پیچھے ہٹی، لفٹ کے دروازے سے باہر نکلی، اور اُس کی گرفت سے ٹائی کو اپنی انگلیوں میں لپیٹ کر جھٹکے سے چھوڑا۔ دروازہ یکدم بند ہوا، اور لڑکے کی ٹائی لفٹ کے دروازے میں پھنس گئی۔

لفٹ ایک جھٹکے کے ساتھ اوپر کو جانے لگی، مگر چند لمحوں بعد ایک خوفناک آواز گونجی—کسی چیز کے کھنچے جانے اور دب جانے کی کڑچ کڑچ، ہڈیوں کے چٹخنے کی آواز، اور پھر یکدم خون لفٹ کے دروازے کے نیچے سے بہہ کر لابی کے فرش پر آ گیا۔ لفٹ سے مسلسل خون بہ رہا تھا، جیسے کسی پرندے کی گردن کو تیز دھار سے کاٹ دیا گیا ہو۔

لڑکی وہیں کھڑی رہی، اُس کی سنہری آنکھوں میں سکون کی چمک تھی، جیسے یہ سب معمول کی بات ہو۔ اُس کے ہونٹوں پر ہلکی سی پراسرار مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔ وہ اپنے بالوں کو ایک جھٹکے سے پیچھے کرتی ہے، اور جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو، ایک شان بےنیازی کے ساتھ اپنی چال میں آگے بڑھنے لگتی ہے۔

اُس کے قدموں کی آہنگ میں نہ کوئی گھبراہٹ تھی، نہ کوئی جلد بازی۔ وہ لابی کے بیچوں بیچ چل رہی تھی، جیسے خون کا یہ سمندر اور مرنے والے کی چیخیں اُس کے لیے کوئی اہمیت نہ رکھتی ہوں۔ وہ جانتی تھی کہ کیا ہوا، اور کیا ہونے والا تھا، مگر اُس کی ادا میں ایسی بےخبری تھی جیسے دنیا اُس کے ارد گرد گھومتی ہو۔

“For granted,”

وہ اپنے آپ میں گویا ہنستے ہوئے سرگوشی کرتی ہے، اور پھر ایک آخری بار مڑ کر لفٹ کی طرف دیکھتی ہے، جہاں خون کی دھاریں اب بھی فرش کو سرخ کر رہی تھیں۔

اُس کی چال، اُس کی مسکراہٹ، اور اُس کی خاموشی میں ایسی پراسراریت تھی کہ ہر نظر اُس پر جمی ہوئی تھی، مگر وہ اُسے محسوس کیے بغیر آگے بڑھ رہی تھی۔ جیسے یہ سب کچھ اُس کے لیے ایک معمولی بات ہو۔



نیم روشن کمرے میں گھمبیر خاموشی کا راج تھا۔ ایک مرد کرسی سے بندھا ہوا تھا، رسیوں نے اُس کے ہاتھوں اور پیروں کو بے حرکت کر رکھا تھا۔ کمرے کے گرد کھڑے لوگ، سرخ شرٹس پر سیاہ کوٹ پہنے ہوئے، اپنے چہرے سیاہ ماسک سے چھپائے کھڑے تھے۔ اُن کے ماسک کی پیشانی پر ایک آنکھ کا نشان تھا، اور اُس کے عقب میں نیلے رنگ کی وہیل کی شبیہ جھلملا رہی تھی۔ کمرے میں ایک پراسرار خاموشی گونج رہی تھی، جو ہر گزرنے والے لمحے کے ساتھ مزید گہری ہو رہی تھی۔

دروازہ یکدم چرچراہٹ کے ساتھ کھلا، اور ایک سراپے کا ہیولیٰ روشنی کے ہالے کے ساتھ نمودار ہوا۔ دروازے کے عقب سے چمکتی روشنی اُس کے گرد نور کی مانند پھیل رہی تھی، مگر وہ روشنی جتنی خیرہ کنِ تھی، اُتنا ہی اُس کے وجود کو

پوشیدہ کیے ہوئے تھی۔ اُس نے ایک ہاتھ بے نیازی سے دروازے کی چوکھٹ پر رکھا ہوا تھا، اور اُس کی ایک ٹانگ دوسری ٹانگ پر کراس کیے، اُس کا انداز خود اعتمادی اور قاتلانہ کشش کا امتزاج پیش کر رہا تھا۔

چند لمحے یونہی کھڑے رہنے کے بعد، وہ آہستگی سے سیدھی ہوئی اور اپنی مخصوص ادا کے ساتھ، نرمی سے قدم اُٹھاتے، ہلکے سے کمر کو جھٹکتے، کمرے کے اندر آئی۔ اُس کے قدموں کی آواز جیسے کسی انجانے خطرے کا اعلان کر رہی تھی۔ دروازہ پیچھے کھڑا ایک آدمی دھیرے سے بند کر چکا تھا، اور کمرہ دوبارہ نیم روشن ہو گیا۔

لڑکی ٹیبل کے قریب پہنچی اور جھک کر اُس پر اپنے دونوں ہاتھ رکھ دیے۔ اُس کی سنہری آنکھیں جھلملا رہی تھیں، اور اُن کی چمک نے اوپر لٹکتے بلب کی روشنی کو مدھم کر دیا تھا۔ اُس کے ہونٹ، جو خونی سرخ رنگ سے رنگے ہوئے تھے، عجیب سی کشش رکھتے تھے۔ اُس کا سراپا ابھی بھی دھندلا تھا، جیسے وہ کوئی خواب ہو جسے مکمل دیکھنے کے لیے آنکھیں بند کرنا ضروری ہو۔

اُس نے اپنے ناخنوں کو آہستگی سے تیز انداز میں اُس لڑکے کے چہرے پر پھیرا، جو کرسی سے بندھا ہوا تھا۔ وہ قدرے خوبصورت اور جاذب نظر تھا، مگر اُس کے چہرے پر غصے کی شدت جھلک رہی تھی۔ لڑکی نے اُس کے ہونٹوں کے قریب اپنی انگلی گھمائی اور مدھم مسکراہٹ کے ساتھ بولی،

"Pakistani men are actually handsome and hot, no doubt."

پھر اُس نے اپنی انگلی اُس کے لبوں کے گرد پھیرتے ہوئے سرگوشی کی،

"So, tell me, Mr. Handsome ISI agent—were you behind me?"

لڑکے نے غضب ناک نظروں سے اُسے دیکھا اور سخت لہجے میں بولا،

"میں سب جان گیا ہوں۔"

لڑکی، جو کافی دیر سے شاندار انگریزی لہجے میں بات کر رہی تھی، اب کی بار اُس نے جان بوجھ کر کیوٹ انداز میں، کچے اردو لہجے میں کہا،

"Aww، جان گئے سب؟ That's not fair."

اُس کے لہجے میں معصومیت اور طنز کا عجیب امتزاج تھا۔ کمرے میں موجود لوگ خاموشی سے کھڑے تھے، جیسے وہ سب بھی اُس لڑکی کے اگلے قدم کے منتظر ہوں۔ لیکن لڑکی کے چہرے پر سکون اور اُس کی چال میں اعتماد واضح تھا، جیسے وہ جانتی ہو کہ کھیل کس کے ہاتھ میں ہے۔۔

لڑکی جس کے چہرے پر ابھی بھی ہلکی سی مسکراہٹ تھی، پیچھے کی جانب چلنے لگی۔ اس کی ہیلز کی ٹک ٹک کمرے کی خاموشی میں گونج رہی تھی، جیسے یہ آواز کسی وحشی گانے کا آغاز ہو۔ اس کے قدموں کی رعکس، دیواروں پر عجیب و غریب سایہ ڈال رہی تھی اور ہر قدم کے ساتھ اُس کا اعتماد بڑھتا محسوس ہو رہا تھا۔

وہ چند قدم چلنے کے بعد رکی اور پلٹ کر کرسی پر بندھے ایجنٹ کو دیکھتے ہوئے بولی

چلو اب تم سب جان ہی گئے ہو، تو یہ بھی جان لو کہ ہماری بلیو وہیل سوسائٹی کا اصل مقصد کیا'

ہے۔غریب لوگوں"۔

اُس نے اپنی آنکھیں نیم بند کیں، اور انگلی کو نفی میں ہلایا جیسے کسی ناسمجھ بچے کو غلطی پر ٹوک رہی ہو۔

اوہ، سوری میرا مطلب ہے غریب کیڑے مکوڑوں کو جمع کریں گے، اُن پر پیسے لگائیں گے، اور اُن سے موت کا کھیل کھیلیں گے۔"۔

اُس کے لہجے میں بے نیازی اور سکون تھا، مگر اُس کے الفاظ کسی خنجر کی طرح وار کر رہے تھے۔

"ہماری سوسائٹی کے لوگ ان پر جوا کھیلیں گے، اور جو جیت گیا، وہ بادشاہ ہوگا۔ جتنے کم لوگ اتنا آسان راج۔ سمجھ رہے ہو؟"۔

یہ کہتے ہوئے وہ ایڑی پر گھومی اور دوبارہ اُس ایجنٹ کے قریب آ گئی۔ اُس کے لبوں پر شرارتی مسکراہٹ تھی اور اُس کے انداز میں عجیب سی بے پرواہی جھلک رہی تھی۔

“But darling, you already know all of this. That means only one thing-you have to die.”

اُس نے بچے جیسی معصومیت سے اُس کی ٹھوڑی پر انگلی رکھی، جیسے وہ اُس کے لیے ہمدردی جتانے کی کوشش کر رہی ہو۔

جیسے ہی وہ لڑکے کے قریب ہوئی ایجنٹ کے غصے نے جوش مارا اُس نے یکدم اس کے چہرے پر تھوک دیا۔ لمحے بھر کے لیے لڑکی شاک میں رہ گئی۔ اُس کی آنکھیں حیرت سے کھل گئیں، اور ہاتھ ہوا میں رک گیا۔ وہ چند لمحے یوں ہی کھڑی رہی جیسے وقت تھم گیا ہو۔

پھر وہ آہستگی سے اپنے چہرے سے تھوک صاف کرنے لگی۔ اُس کی انگلیاں بے حد سکون سے چل رہی تھیں، مگر اُس کے سنہری آنکھوں میں چمکتی چنگاریاں کسی طوفان کا پتہ دے رہی تھیں۔ اُس نے اپنے ہونٹوں کو تر کیا اور سرد نگاہوں سے ایجنٹ کو گھورتے ہوئے بولی

“Eww, that’s so lame and cringe.”

پھر اُس نے اُس تھوک کو ایجنٹ کے کپڑوں سے صاف کیا اور ہلکی سی ہنسی کے ساتھ بولی

“Do you even know how much effort it takes to keep this face perfectچار

نومولود بچوں کو مار کر اُن کے

Collagenکو

flawless skinچہرے پر انسرٹ کیا تاکہ یہ

برقرار رہے۔ اور تم نے میرے چہرے پر تھوک دیا؟

Now, if I get even one blemish because of you, that’s unforgivable.”

اُس نے اپنے ہاتھ کمر پر رکھے اور شرارت سے جھکتے ہوئے بولی

“You know what? I’ve changed my mind. I won’t just kill you-I’ll make you suffer first. A girl’s beauty is everything, darling, and you dared to ruin it. چچ چچ.”

وہ سیدھی ہوئی ایڑیوں پر گھوم کر وہ سیدھی کھڑی ہوئی

“Oh, by the way, I have a meeting to attend. Masks on, you know-animal faces and all that jazz. But before that, I’ll make sure you won’t leave this room alive. Have fun while it lasts, handsome.”

اُس کے سامنے کھڑی پراسرار لڑکی نے اپنی سنہری آنکھوں سے اُسے ایسے گھورا جیسے وہ محض ایک شکار ہو، ایک بے جان کھلونا جسے توڑنا اُس کے لیے محض تفریح ہو۔

وہ دھیرے دھیرے اُس کی جانب بڑھی۔ اُس کے قدموں کی ہیل کی ٹک ٹک کسی الٹی گنتی کی طرح گونج رہی تھی۔ اُس کے ہاتھ کے لمبے تراشیدہ ناخن نیم روشنی میں خوفناک حد تک چمک رہے تھے۔ لڑکی نے جھک کر اُس ایجنٹ کے چہرے کو تھوڑی سے اُوپر کیا، اور مسکراہٹ کے ساتھ بولی،

“You know, darling, they say eyes are the windows to the soul. Let’s see how true that is.”

پھر اچانک، اُس کے ہاتھ تیزی سے حرکت میں آئے، اور اُس کے ناخن ایجنٹ کی آنکھوں میں پیوست ہو گئے۔ ایک خونخوار چیخ نے کمرے کی دیواروں کو ہلا

دیا۔ خون کی روانی اُس کی آنکھوں سے ایسے بہہ رہی تھی جیسے کسی ندی کا پانی۔

کرسی پر بندھا ایجنٹ شدید تکلیف میں تڑپ رہا تھا، اُس کی ٹانگیں فرش پر زور سے پٹخ رہی تھیں، اور اُس کا جسم جھٹکے کھا رہا تھا۔

لڑکی پیچھے ہٹی، اپنے خون آلود ناخنوں کو دیکھتے ہوئے، اور مسکراہٹ کے ساتھ بولی،

"Hmm, I think I prefer you like this—silent and powerless."

پھر اُس نے خون صاف کرنے کے لیے ایجنٹ کے ہی کپڑے استعمال کیے، اور بے نیازی سے بولی،

"Don't worry, no one will ever know what happened to you. Isn't that poetic? A hero whose death will remain unsung."

ایجنٹ کی سانسیں اب دھیمی ہو رہی تھیں۔ اُس کا جسم نیم مردہ حالت میں کرسی سے لٹکا ہوا تھا، لیکن اُس کے ذہن میں اپنے ملک کا پرچم لہرا رہا تھا۔ اُس کے دماغ میں اُس کے بچوں کے چہرے گھوم رہے تھے، اُس کی ماں جو اُس کا انتظار

کر رہی تھی، اُس کی بیوی جو اُسے دوبارہ گلے لگانے کی منتظر تھی۔ اُس کی بہن جو اُس کے آنے کی دعائیں کر رہی تھی۔

اُس کے دل میں بس ایک ہی خیال آیا،

۔"کاش میرے وطن کو میرے اس آخری لمحے کا پتہ چل پاتا۔ کاش میرے لوگ جان پاتے کہ میں نے اپنی جان صرف اپنے ملک کے لیے نہیں، بلکہ پوری دنیا کے لیے دی ہے۔"۔

اُس کی آنکھوں سے خون کے ساتھ آنسو بھی بہنے لگے، اور اُس کی سانس دھیرے دھیرے ختم ہونے لگی۔ لڑکی نے اُس کی آخری سانس کو ایسے دیکھا جیسے یہ محض ایک اور دن ہو۔ اُس نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ دروازے کی طرف قدم بڑھایا، اور جاتے ہوئے بولی،

“Goodbye, hero. Your sacrifice will never be remembered.”

کمرے میں اندھیرا چھا گیا، اور خاموشی موت کے بعد کی دہشت کو مزید گہرا کر گئی۔ اُس ایجنٹ کی لاش وہیں بندھی ہوئی رہ گئی، اور اُس کے خاندان کو کبھی

معلوم نہیں ہوگا کہ اُن کا بیٹا، بھائی، شوہر، اور باپ کیسے ایک نامعلوم دشمن کی وحشت کا شکار ہو گیا۔

دروازے کی دہلیز پر قدم رکھتی وہ لمحہ بھر کو رکی

نہ جانے کون سی یاد نے اُسے پکارا تھا

شاید کوئی خنجر ابھی باقی تھا جسے وہ دل میں اتارنا چاہتی تھی۔

وہ پلٹی۔۔۔

کمر کا خم ایک وحشی بلی کی سی روانی سے جنبش کھاتا

گردن کے زاویے میں وہ تکبر تھا جو موت کے فیصلے صادر کرتا ہے۔

چال میں ایسا غرور جیسے تخت سے اتری ہوئی کوئی ظالم ملکہ ہو——

ناز سے گرتی ایڑیوں کی ٹھک ٹھک،

فضا میں زہر گھولتی ہوئی

اور قدموں میں دوزخ سمیٹے

وہ اُس ایجنٹ کی بے جان لاش کی جانب بڑھی۔

ہر قدم جیسے کسی شکار کے سینے پر رکھا جارہا ہو

ہر جنبش جیسے کوئی زہریلی ساپنی اپنی زلفوں کو لہرا کر

دنیا کو موت کا پیغام دے رہی ہو۔

اس کی آنکھوں میں وہ چمک تھی

جو جلتے ہوئے شہر سے روشنی چرا کر لاتی ہے...

اور ہونٹوں پر وہ ہنسی——

جو صرف اُن لبوں پر آتی ہے

جو انسانوں کی چیخوں کو موسیقی سمجھتے ہیں۔

کرسی پر بے بس ایجنٹ کا جسم خون میں لت پت تھا، اور اُس کی آنکھوں کی جگہ خالی سیاہ ساکٹس کمرے کی سرد فضا کو مزید خونی کر رہی تھیں۔

اب کی بار

وہ لڑکی جس کے سراپے میں وحشت اور وقار کا امتزاج تھا، سامنے کھڑی تھی۔

مگر کچھ دیر بعد ہی

اُس کے ہاتھ میں ایجنٹ کی دونوں آنکھیں تھیں جنہیں وہ اپنی تراشیدہ انگلیوں سے نسوں کی ڈوریاں پکڑ کر ایسے گول گول گھما رہی تھی جیسے کوئی بے جان کھلونا ہو۔

وہ اپنے سرخ ہونٹوں پر ایک شیطانی مسکراہٹ سجائے، دھیرے دھیرے اُس کی لاش کے قریب جھکی۔ اُس کے ناک کے قریب پہنچ کر گہرے سانس لیے، جیسے کسی خوشبو کو محسوس کر رہی ہو۔ پھر اُس نے ایجنٹ کے گال سے بہتے خون کو اپنی انگلی سے ہلکے لمس سے لیا اور اُسے اپنے لبوں پر لگا کر بولی

“That’s perfect. You died just how I like—helpless and forgotten.”

اُس کی آنکھوں میں شیطانی چمک تھی، اور اُس کے چہرے پر سکون ایسا جیسے اُس نے کوئی کارنامہ سرانجام دیا ہو۔ وہ سیدھی ہوئی، اور پیچھے کھڑے سیاہ نقاب پوش افراد کی طرف مڑتے ہوئے عبرانی میں بے نیازی سے بولی

“اس کی لاش کو ٹھکانے لگا دو ۔”

پھر وہ جھکی، ایک غیر مرئی سکون کے ساتھ اُس کے چہرے پر نظریں جمائے۔ اُس نے اُس کی نکلی ہوئی آنکھوں کی ڈوریوں کو ۔ ایک ماہر جلاد کی طرح، آپس میں گوندھا اور پھر اس ایجنٹ کی جھکی گردن کے پیچھے سے گھما کر سامنے لٹکا دیا۔ اب وہ آنکھیں، خون کی لالی میں ڈوبی ہوئی، دائیں اور بائیں ترازو کے پلڑوں کی مانند جھول رہی تھیں۔ یہ منظر نہ صرف اذیت کا استعارہ تھا بلکہ اُس کے سنگدل کھیل کا ایک اور باب بھی۔

لحظہ بھر میں اُس نے اپنے سیاہ ہیل والے جوتوں کی ٹک ٹک کے ساتھ چلنا شروع کیا۔ اُس کے قدموں کی آواز ایسے گونج رہی تھی جیسے موت خود اُس کی ہمراہی ہو۔ اُس کا وجود غضبناک قاتل کا تھا، لیکن اُس کی حرکات میں ایک عجیب سی شان اور بے فکری تھی۔ وہ اپنی کمر کو ہلکے سے جھٹک کر آگے بڑھ رہی تھی، جیسے یہ سب کچھ محض ایک عام دن کا حصہ ہو۔

جب وہ ادا سے آگے بڑھ رہی تھی، پیچھے کی منظر کشی خونریز وحشت میں ڈھلی ہوئی تھی۔ ایجنٹ کا بے جان وجود کرسی سے بندھا، خاموشی کے گہرے سمندر میں غرق ہو چکا تھا۔ اُس کی کھوپڑی کے اندر پیوست نوک دار سرائیہ اُس کے جبڑے کو چیرتا ہوا ٹھوڑی کے نیچے سے باہر نکل رہا تھا۔

سرائیہ کی دھات، نیم روشنی میں خون کی لالی سے چمک رہی تھی، جبکہ ایجنٹ کا کھلا ہوا منہ کسی اذیت ناک چیخ کا گواہ معلوم ہو رہا تھا۔ اُس کے جسم سے بہتا خون فرش پر پھیل چکا تھا، اور اُس

ایجنٹ کی آنکھوں کی خالی ساکٹس، اُس کی بے جان کھوپڑی کے ساتھ ایسے لگ رہی تھیں جیسے موت نے اُس کے جسم کے ہر راز کو نگل لیا ہو۔ پیچھے کھڑے لوگ اُس لاش کو دیکھ کر بھی بے حس کھڑے رہے، جیسے وہ یہ سب کچھ دیکھنے کے عادی ہوں۔

لڑکی دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے، اپنے بالوں کو ایک طرف جھٹک کر بے نیازی سے بولی

"Don't forget to clean up. I don't like messes in my workspace."

پھر اُس نے دروازہ کھولا، اور روشنی کا ہلکا سا جھماکا ہوا۔ اُس کا سراپا اندھیرے اور روشنی کے ملاپ میں غائب ہو گیا، اور وہ کمر ہلاتے، سکون کے ساتھ ایسے نکل گئی جیسے یہاں کچھ ہوا ہی نہ ہو۔ اُس کے قدموں کی آواز اُس کے وجود کے ساتھ ساتھ ختم ہو گئی، لیکن کمرے میں موت کی

خاموشی ہمیشہ کے لیے باقی رہ گئی۔۔۔۔

----☆☆☆----

صبح کے نرم مگر دھوپ سے مزیّن وقت میں وہ پراسرار لڑکی .بیلکنی کی ریلنگ پر جھکی کھڑی تھی۔ ، کھلے بال سمندری ہوا میں ہلکے سے لہرا رہے تھے۔ریشمی دھاگوں جیسے بالوں کی چمک سورج کی روشنی میں مزید نمایاں ہو رہی تھی۔ اُس نے ایک ڈھیلی سی ٹی شرٹ اور ڈینیم کی مختصر جینس پہنی ہوئی تھی، جو اُس کے بے فکری کے مزاج کو ظاہر کر رہی تھی۔ سامنے نیلگوں سمندر کی بے کراں لہریں تھیں، میدان میں چند لوگ ٹینس کھیل رہے تھے، اور شاہراہ پر گاڑیوں کی روانی ہموار موسیقی کا سا تاثر دے رہی تھی۔

یہ تل ابیب تھا، جہاں ہر لمحہ مصروفیت کی گواہی دیتا تھا۔

اُس لڑکی کا سراپا کسی بھی کہانی سے زیادہ پراسرار تھا، جیسے کل رات کی ہولناکی اُس کی زندگی میں کچھ بھی نہ ہو۔

اُس کے لبوں پر کوئی مدھر گیت ہلکے سے منمناتے تھے، جب اُس کا موبائل اچانک بجا۔ اُس نے ایک بے پروا انداز میں موبائل اٹھایا، کان سے لگایا اور انگریزی میں اپنے مخصوص انداز سے بولی

“Yep, there was an agent behind me yesterday. He knew too much—about our plan, our game, and our ultimate goal of reducing the world’s population to a controllable number. But don’t worry, darling, I’ve taken care of him.”

پھر وہ ہلکا سا ہنسی اور اپنی بات جاری رکھی

“So, when is the game launching? And make sure to bribe all the YouTubers and family vloggers to hype it up. Spread the word far and wide. The world needs to see this as just another harmless distraction.”

اُس کے لبوں پر ایک شیطانی مسکراہٹ ابھری اور اُس کی انگلیاں موبائل کے کنارے پر چلنے لگیں۔

"Collect all those poor, helpless, pathetic insects from every corner of the world. Bring those burdens of the earth into the game and wipe them out. They're nothing but a liability."

اُس کے چہرے پر ایک قہر بھری مسکراہٹ پھیل گئی۔ اُس نے موبائل بند کر کے بے فکری سے ٹیبل پر رکھا، اور ریلنگ کے قریب ہو کر گہرے سمندر کو دیکھنے لگی، جیسے اُس کی روح کے اندر بھی کوئی ایسا ہی لامتناہی خلا موجود ہو۔

وہاں کی فضا، اُس کے وجود کی مانند، پراسرار اور خطرناک تھی، جیسے کوئی طوفان آنے والا ہو لیکن ابھی خاموشی اپنی گہرائی میں سب کچھ چھپائے ہوئے تھی۔

----☆☆☆----

کمرے میں گھی کے دیوں کی دھیمی لو جھلمل کر رہی تھی، ہر طرف اگربتیوں کا دھواں پھیلا ہوا تھا، اور گھنٹی کی آواز وقفے وقفے سے گونج رہی تھی۔ ایک کونہ دیوی دیوتاؤں کی مورتوں سے سجا تھا، جن کے سامنے ہلکی روشنی میں وشنو ، جو چمکتے ہوئے تھال میں ناریل، گلاب کی پتیاں اور تلسی دلے بیٹھا تھا، آنکھیں بند کیے دل ہی دل میں منتر پڑھ رہا تھا۔

۔"ارے بنوارے، ارے گوپالا، سن تو لے ایک بار، تیری جے ہو نندلالا! آج تیرا بالک بڑے کام کاج پر نکل رہا ہے۔ ارے مدھو سودن، کچھ کر لیو، تیرے نام کا پرساد ہی سمجھ، پرساد! بس کام ہو جائے تو تیرے چرنوں میں مالا چڑھاؤں گا، بھگوان! ارے کیشَو، ارے کنہیا، تیری چھوٹی بڑی سبھی مورتیاں رکھوا دوں گا، پر آج کی رات تو ہمارا کام سدھار دے، ایک دم بڑھیا قسم کی کرپا کر دے، ارے نند کی آنکھ کے تارا، تو سب جانتا ہے، اے ماکھن چور آج ہم چوروں پر بھی اپنی کرپا کردے۔"۔

وہ آنکھیں بند کر کے ایک لمحے کو سنجیدہ ہوا، پھر جیسے ہی باہر سے کسی کے قدموں کی آہٹ سنائی دی، فوراً مورت کے سامنے پڑا گھنٹہ اٹھا کر زور زور سے بجانے لگا، جیسے کوئی بڑا دھارمک پُن کرم میں لگا ہوا ہو۔

اسی اثنا میں دروازہ دھڑام سے کھلا اور یاقوت اندر داخل ہوا۔ اگربتیوں اور گھی کے دیوں سے اٹھنے والے گھنے دھوئیں نے اس کا استقبال ایسے کیا جیسے کوئی پرانا قرض چکانے آیا ہو۔ وہ بری طرح کھانسنے لگا، آنکھیں سرخ ہو گئیں اور ہاتھ منہ پر رکھ کر بے بسی سے دیوار سے ٹیک لگا لی۔

۔"ابے سالے !یہ کیا کمرے کو شمشان گھاٹ بنا رکھا ہے؟ تُو پوجا کر رہا ہے یا پچھلے جنم کے سب ہی پاپ جلا کے مکتی حاصل کر رہا ہے؟ مجھے تو لگ رہا ہے بس ابھی تُو خود کو بھی اگنی میں سمرپت کرنے والا ہے۔" ۔

وشنو، جو ابھی تک آنکھیں بند کیے ماکھن چور کے چرنوں میں اپنی عقیدت نچھاور کر رہا تھا، ایک پل کے لیے رکا، پھر آنکھیں کھول کر نہایت سنجیدگی سے بولا،

۔"چوری کرنے جا رہے ہیں نا، اس لیے آرتی اتار رہا ہوں۔ بھگوان راستے آسان کرے گا۔ ارے بھائی، یہ ماکھن چور تھے، اور چور ہی دوسرے چور کی ساہائیتا کر سکتا ہے۔ جے ہو کنہیا لال کی"!۔

یہ کہہ کر اس نے پھر سے گھنٹی بجانی شروع کر دی اور لمبی تان کر پرارتھنا کے الفاظ گنگنانے لگا، جیسے اس کے کرشن بھگوان واقعی ابھی ابھی درشن دینے والے ہوں۔

یاقوت، جو اب تک اپنی سانس بحال کرنے کی کوشش میں مصروف تھا، ناک سکیڑ کر بولا،

۔"ابے آرتی اتار رہا ہے یا ہون کنڈ میں سمادھی ڈال رہا ہے؟ اتنا دھواں بھر دیا ہے کمرے میں کہ لگ رہا ہے جیسے پچھلے جنم کے سب ہی پاپ یہیں بھسم کر رہا ہو۔ قسم سے، مورتیاں بھی ابھی کھانسنا شروع کر دیں گی"!۔

اس کی نظر ایک طرف رکھی ہوئی دُرگا ماں کی مورت پر پڑی، جہاں وہ اپنے شیر پر بیٹھی نظر آ رہی تھیں۔ وہ فوراً انگلی اٹھا کر بولا،

۔"دیکھ !قسم سے، ایسا لگ رہا ہے شیر کے پھیپھڑے دھوئیں سے بھر گئے ہیں ! ابھی دو گھڑی اور یہی حال رہا تو یہ ڈاکٹر کے پاس جانے کے لیے کہے گا۔ ابے کملیئے، بند کر یہ دھونی ورت"!۔

وشنو کچھ دیر کے لیے رکا، پھر بادلِ نخواستہ اٹھا اور ساتھ رکھے ایکزاسٹ فین کا بٹن دبا دیا۔ جیسے ہی پنکھا گھومنے لگا، دھواں آہستہ آہستہ چھٹنے لگا۔ یاقوت نے گہرا سانس لیا اور ہاتھ جوڑ کر طنزیہ انداز میں آسمان کی طرف دیکھا،

۔" شکر ہے اللہ" ! ۔

----☆☆☆---_____ ____

-

یاقوت آئینے کے سامنے کھڑا تھا، چمچماتی لیدر کی جیکٹ، میچنگ پینٹ، اور نفیس شوز پہنے، جیسے کسی فلم کا ہیرو بننے چلا ہو۔ اس کی انگلیوں میں ایک جوڑی لینس تھے، جنہیں وہ احتیاط سے آنکھوں میں فٹ کر رہا تھا۔ روشنی میں اس کے چہرے پر ایک خاص سنجیدگی تھی، جیسے یہ صرف کوئی عام تیاری نہ ہو بلکہ ایک مکمل روپ بدلنے کی رسم ہو۔

عین اسی لمحے وشنو اندر داخل ہوا۔ اس کا حلیہ تقریباً یاقوت جیسا ہی تھا——وہی لیدر کی جیکٹ، وہی اسٹائل، بس چہرے پر وہی روایتی شرارتی مسکراہٹ جو کسی بھی لمحے کوئی بے تکی بات کرنے والی تھی۔

وشنو نے چند قدم قریب آ کر یاقوت کو مشکوک نظروں سے دیکھا، پھر تیوری چڑھا کر بولا،

"ابے سالے !تو یہ لنگس

(Lungs)

کیوں لگاتا ہے؟ ۔" ۔

یاقوت، جو ایک آنکھ کھول کر لینس سیٹ کر رہا تھا، لمحے بھر کو ساکت ہوا۔ پھر حیرت سے وشنو کی طرف دیکھا، اور آئینے میں اس کا عکس بھی نظر آیا——وہی مشکوک نگاہیں، وہی بچکانہ تجسس۔

چند ثانیے کی خاموشی کے بعد یاقوت نے تھکی ہوئی سانس لی، جیسے کسی نکمے بچے کی کاپی چیک کر رہا ہو، اور سپاٹ لہجے میں بولا،

"لنگس نہیں، لینس ہوتا ہے۔"

وشنو نے گردن ہلائی اور اتنے یقین سے کہا جیسے واقعی وہی صحیح ہو،

"ہاں ہاں،

وہی lencx!"

یاقوت نے جھنجھلا کر آنکھیں میچ لیں، جیسے دماغ کے کسی تار کو خود ہی دوبارہ جوڑنے کی کوشش کر رہا ہو۔ مگر وشنو کہاں باز آنے والا تھا، اگلا سوال جیب میں تیار تھا،

"خیر تو بتا لینکس کیوں لگاتا ہے؟"

یاقوت نے گہری نظر وشنو پر ڈالی اور بے زاری سے بولا،

"تجھے بتا کر تُو کیا کرے گا؟ جا، اپنا کام کر۔"

یہ کہہ کر اس نے دوسرا لینس بھی لگا لیا، اور جیسے ہی پیچھے ہٹا، اس کی آنکھوں کا رنگ بدل چکا تھا۔ پچھلی چوری پر جو سبز، رنگ کے لینس تھے اب کی بار ، وہ سیاہ گہرائی میں ڈوبے لینس تھے، جیسے روشنی نے اپنا راستہ ہی کھو دیا ہو۔

یاقوت نے ایک لمحے کے لیے خود کو آئینے میں دیکھا، اور دل میں ایک سوچ ابھری،

۔"یہ نادان کیا جانے کہ میں یہ لینس کیوں پہنتا ہوں؟ میری آنکھیں محض آنکھیں نہیں، ایک راز ہیں—ایک نیلگوں گہرائی لیے، جیسے سمندر کی بے کراں وسعت، اور دوسری، ہیرے کی مانند برقی چمک لیے، جو اندھیرے میں بھی اپنا وجود منوا لے۔ اگر پولیس نے ایک بار میری اصل آنکھیں دیکھ لیں، تو یہ چہرہ ان کے حافظے میں یوں نقش ہو جائے گا جیسے پتھر پر کھدی لکیر، اور تب ہم دونوں کا پکڑا جانا محض وقت کی بات رہ جائے گا۔ اور پھر، کسی کو اپنی کمزوری دکھانے کا مطلب خود کو بے نقاب کرنا ہوتا ہے—دنیا کمزوریوں پر وار کرتی ہے، انہیں معاف نہیں کرتی۔ اگر اس ڈھکن کی جگہ کوئی عقل مند ہوتا، تو وہ

فوراً بھانپ لیتا کہ میں یہ لینس کیوں لگاتا ہوں، مگر یہ ...یہ تو فہم و ادراک سے یکسر محروم ہے۔"۔

ـ)۔ یاقوت کی اصل زبان اردو تھی، بلکہ اگر یوں کہا جائے کہ وہ اردو میں ہی سوچتا، بولتا اور سمجھتا تھا، تو بے جا نہ ہوگا۔ دبئی میں قیام کے دوران بھی اس کی گفتار عربی اور اردو کے گرد ہی گھومتی رہی۔ مگر جب وہاں سے ازبکستان پہنچا، اور ازبکستان سے ایک داؤ کھیل کر ہندوستان آن نکلا، تو حالات کے ساتھ خود کو ڈھالنا ضروری تھا۔ یہاں کے رنگ میں رنگنے کے لیے اس نے مقامی لب و لہجے کو اپنانا شروع کیا اور وقت کے ساتھ ساتھ ٹپوری ہندی میں روانی پیدا کر لی تاکہ کسی کو اس کی اصلیت پر شبہ نہ ہو اور پہچانے جانے کا خطرہ کم سے کم ہو جائے۔

ہندوستان میں اس کا پہلا پڑاؤ ایک یتیم خانہ تھا، جہاں اس نے ایک نئے ملک کی شناخت میں خود کو ضم کرنا سیکھا۔ وہیں رہتے ہوئے اسے قانونی طور پر ہندوستانی شہریت مل گئی، اور یوں ایک نیا نام، ایک نئی پہچان اور ایک نئی زبان اس کے وجود کا حصہ بن گئی۔ اب وہ نہ صرف ایک ہندوستانی تھا بلکہ اپنی چالاکی اور حاضر

دماغی سے اپنی شناخت کو یوں نبھا رہا تھا کہ کوئی اس کے ماضی پر انگلی نہ اٹھا سکے۔)۔

یہ سوچ آتے ہی اس نے ایک جھٹکے سے خود کو حقیقت میں واپس کھینچا، اور گردن جھٹک کر سنجیدگی سے وشنو کی طرف دیکھا،

"خیر، بکواس بند کر، ابھی تو اپنا کام کر ...نکلنا ہے چوری پر"!

یہ کہتے ہی اس نے جیب میں ہاتھ ڈالا، دروازے کی طرف بڑھا، اور وشنو نے ایک فلمی مسکراہٹ کے ساتھ اس کے پیچھے قدم بڑھا دیے، جیسے چوری کم، اور کوئی ایڈونچر زیادہ ہونے والا ہو۔

----☆☆☆----

میوزیم کے باہر رات کی تاریکی میں دو سائے دبے پاؤں کھڑے تھے۔ اندر برصغیر کی قدیم اشیاء محفوظ تھیں—کچھ وہ، جو انگریز اپنے ساتھ نہ لے جا سکے، اور کچھ وہ، جو مغلوں کے زوال کے بعد بچ رہیں۔

یاقوت ایک ٹیب ہاتھ میں لیے مصروف تھا، اس کی انگلیاں برق رفتاری سے اسکرین پر چل رہی تھیں، جیسے کوئی پیچیدہ گُتھی سلجھا رہا ہو۔ وشنو نے گردن

تان کر اس کی طرف جھانکا اور بھنویں سکیڑتے ہوئے بولا،" ابے کیا کر رہا ہے، یاقوت؟"۔

یاقوت کی نظریں اسکرین سے نہ ہٹیں، بس ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا، "کیمرے ہیک کر رہا ہوں۔ جو بھی اندر نصب ہیں، سب جام ہو جائیں گے۔ اور جو سیکیورٹی والا کمرے میں بیٹھا ہے، اسے یہی لگے گا کہ سب نارمل ہے۔ اس دوران ہم آرام سے ہاتھ صاف کر لیں گے۔"۔

وشنو ہنس دیا،" ابے جب وڈیو رکے گی، تو جو بندہ بیٹھا ہے، وہ دیکھے گا نا کہ کچھ گڑبڑ ہے؟"۔

یاقوت کی انگلیاں بدستور تیزی سے متحرک تھیں، اس نے ہنکارا بھرا اور ہنستے ہوئے بولا،" تجھے لگتا ہے کوئی اندر جاگ رہا ہوگا؟ سالا مرے ہوئے سانڈ کی طرح منہ کھول کر خراٹے مار رہا ہوگا، فکر مت کر۔"۔

اور حقیقت بھی کچھ ایسی ہی تھی—سیکیورٹی روم میں ایک ادھیڑ عمر گارڈ کرسی پر دھنسا پڑا تھا، اس کا سر ایک طرف ڈھلک چکا تھا، اور منہ سے باقاعدہ سیٹی نما

خراٹے نکل رہے تھے۔ اس کے سامنے بڑی اسکرین پر میوزیم کا منظر ساکت تھا، نیم تاریکی میں ڈوبے ہوئے راہداریوں میں کوئی حرکت نظر نہ آ رہی تھی۔

یاقوت نے ایک آخری پچ دیا اور ٹیب بند کرتے ہوئے چمکتی آنکھوں سے وشنو کو دیکھا،

۔"بس، کھیل شروع ہونے والا ہے ...اور ہمارے پاس صرف پچاس منٹ ہیں۔ اتنی دیر تک ہی یہ سسٹم کیمروں کو جام رکھے گا، اس کے بعد سب کچھ دوبارہ بحال ہو جائے گا۔ جو کچھ کرنا ہے، ہمیں انہی پچاس منٹوں میں کرنا ہوگا——بغیر کسی غلطی کے"!۔

----☆☆☆----

میوزیم کے اندر گہرا سکوت طاری تھا، جیسے وقت تھم گیا ہو۔ نہ کسی کے قدموں کی چاپ، نہ کوئی سرسراہٹ——بس چھت کی گول محراب سے چاندنی کی ایک پتلی لکیر فرش پر پڑ رہی تھی، روشنی کا بس یہی ایک ہلکا سا منبع تھا۔ اچانک، تاریکی میں ایک رسی دھیرے سے نیچے اتری، سائے کی طرح ایک ہیولا تیزی سے

لٹک کر نیچے آیا—یاقوت۔ وہ بلی کی سی چالاکی سے زمین پر اُترا، کسی آہٹ کے بغیر۔

دوسری طرف وشنو بھی پیچھے آیا، مگر اس کے انداز میں وہی پرانی بداحتیاطی تھی۔ اس نے پاؤں زمین پر جماتے ہی جسم کا توازن کھو دیا اور ہلکورے کھاتا ہوا ایک بھاری کانسی کے مجسمے سے ٹکرانے کو تھا کہ آخری لمحے پر خود کو سنبھال لیا۔ اگر وہ گر جاتا تو میوزیم میں زلزلہ آ جاتا۔

یاقوت نے بے اختیار آنکھیں بند کیں، جیسے کسی بہت بڑی مصیبت سے بال بال بچ گیا ہو۔ پھر دانت پیستے ہوئے سرگوشی میں بولا،'' ابے سالے !تیرے باپ کی جاگیر ہے جو تُو یہاں کرتب دکھانے آیا ہے؟''۔

وشنو جلدی سے سیدھا ہوا، شرمندگی کو جھٹکتے ہوئے سر ہلایا،'' کچھ ہوا کیا؟ چل اب کام پر لگ۔''۔

یاقوت نے ہاتھ اٹھا کر اسے ایک چپیڑ جڑنے کا اشارہ کیا، مگر وقت ضائع کرنے کا موقع نہیں تھا۔ دونوں کے چہرے سیاہ ماسک میں چھپے تھے، صرف آنکھیں چمک رہی تھیں—چوکنی، مستعد، شکار کی تلاش میں۔

اب کہ وہ لوگ مہارت سے پرانے وقتوں کے سونے کے زیورات چرا رہے تھے۔ کوئی خطرہ نہ تھا، کوئی رکاوٹ نہیں، کیونکہ یاقوت نے الرام کو پہلے ہی جام کر دیا تھا۔ ہر قدم حساب سے اٹھایا جا رہا تھا، ہر حرکت نپی تلی تھی۔

ٹیب پر وقت دیکھتے ہوئے یاقوت نے سرگوشی کی،'' بیس منٹ گزر چکے ہیں، تیس منٹ باقی ہیں۔''۔

وشنو نے سر ہلایا۔ دونوں نے جلدی سے سونے کے زیورات بیگ میں بھرے اور چلتے سامنے کانچ کے ایک شوکیس کے پاس گئے؛ ۔ شوکیس کے اندر ایک نایاب ہیرا جگمگا رہا تھا—خالص نیلا، چمکدار، جیسے کسی نے روشنی کو قید کر دیا ہو۔

وہ لمحے بھر کے لیے رکا، پھر وشنو کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور دھیرے سے بولا، ''یہ وہ چیز ہے جو گنجی کی چٹنی بنا سکتی ہے۔''۔

وشنو کی نظریں سوالیہ ہوئیں،'' کیسے؟''۔

یاقوت نے نگاہیں شوکیس پر جمائے، مدھم آواز میں سمجھایا،'' اس ہیرے کے اندر ایک ٹریکر ہے۔ ہم ابھی اس ٹریکر کو بند کر دیں گے، یعنی یہ ہیرا فی الحال

'غائب 'ہو جائے گا۔ جب ہم گجنی کے گھر یہ بیگ لے کر جائیں گے، تب ٹریکر دوبارہ آن کر دیں گے۔ پھر کیا ہوگا؟ پولیس سیدھا وہاں پہنچے گی، گجنی گرفتار ہوگا، ہم آزاد !اور اس کے بعد سیدھا ممبئی چھوڑ کر گوا کی راہ لیں گے۔"

وشنو کے ہونٹوں پر ایک چالاک مسکراہٹ ابھری،" باس !یہ تو ٹاپ کا پلان نکلا"!۔

یاقوت کی آنکھوں میں شاطرانہ چمک تھی،" ابے چپ کر اور کام پر لگ۔ کھیل ختم ہونے میں تیس منٹ بچے ہیں"!۔

اب کی بار وہ دونوں سائے کی مانند دبے قدم چلتے ہوئے اس شیشے کے شوکیس کے قریب پہنچے جہاں وہ نایاب ہیرا اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ جگمگا رہا تھا۔ روشنی کی کرنیں اس کی سطح پر ٹوٹ کر بکھرتیں، جیسے پانی میں کنکر گرنے سے لہریں پیدا ہوتی ہیں۔

شوکیس کے اردگرد ایک سرخ دائرہ بنا تھا، جس کے اندر داخل ہونا خطرے سے خالی نہ تھا۔ وشنو نے بے فکری سے قدم بڑھایا ہی تھا کہ یاقوت نے ایک جھٹکے سے اس کی جیکٹ پکڑ کر پیچھے کھینچ لیا۔

۔"ابے او گدھے !تیرے دماغ میں بھوسا بھرا ہے؟ یہ لیزر کٹس ہیں !اگر تو اندر گیا تو یہ تجھے قیمے کی طرح کاٹ ڈالیں گی "!یاقوت نے دانت پیستے ہوئے سرگوشی کی۔

وشنو نے بڑی معصومیت سے پلکیں جھپکائیں،

"کیا سین ہے یار...چیزوں کی تو ویلیو آسمان پر،اور بندے کی جان؟ جیسے کوئی جھونپڑی کا ٹوٹا پھوٹا سامان ہو!"

،

یاقوت کی نظریں شوکیس پر جمی رہیں، اس کے لبوں پر ہلکی تلخی ابھری،" اگر انسان قیمتی ہوتے، تو کیا ہم آج یہاں یہ کام کر رہے ہوتے؟"۔

یاقوت کے پاس اس تلخ حقیقت کا کوئی جواب نہ تھا۔

یاقوت نے جیب سے ایک اسپرے نکالا اور شوکیس کے اطراف میں چھڑک دیا۔ لمحے بھر میں، سرخ رنگ کی الجھی ہوئی زِگ زَیگ لیزر لائٹیں واضح ہو گئیں—— ایسا جال، جو ایک معمولی لمس سے ہی خطرے کے الارم بجا دیتا۔

وشنو نے بے تابی سے پوچھا،'' اب کیا کریں؟''۔

یاقوت نے ٹیب نکالا اور وقت پر نظر ڈالی—بیس منٹ باقی تھے۔ اس نے ایک گہری سانس لی، کچھ سوچتے ہوئے جب نظریں جھکائیں تو وشنو پھر بول پڑا،'' ، اب کیا کریں؟''۔

یاقوت نے آنکھیں میچیں، پھر جھنجھلا کر سرگوشی میں بولا،'' ایک کام کر، سالے ! تو ہرتک روشن بن جا، پاؤڈر مل کر ایک جگہ کھڑا ہو جا، اور گاڑی چلا کر اندر سے ہیرا نکال لے''!۔

وشنو ہونق سا کھڑا ہوگیا، سمجھ نہ آیا کہ یہ طنز تھا یا حل۔

یاقوت نے اسے گھورا،'' چپ کر !مجھے سوچنے دے''!۔

پھر وہ محتاط قدموں سے ایک طرف ہٹ گیا، نظریں گھما کر جائزہ لیا۔'' یہ لیزر ضرور کسی بٹن سے کنڑول ہو رہے ہیں ...کہیں نہ کہیں ان کو بند کرنے کا کوئی ذریعہ ہوگا''!۔

اس نے دوبارہ ٹیب نکالا اور سیکیورٹی روم کے کمپیوٹر سے رابطہ کیا۔ دو منٹ میں وہ پاس کوڈ کے سسٹم تک جا پہنچا۔ مگر اگلا مرحلہ مشکل تھا۔

پاسورڈ 14 :حروف پر مشتمل

یاقوت کی انگلیاں معلق رہ گئیں۔ ماتھے پر شکنیں گہری ہوئیں۔'' یہ پاسورڈ کیا ہو سکتا ہے...؟''۔

دل میں بولا،'' جس نے یہ پاسورڈ لگایا ہے، وہ اگنی پت موی کا فین ہے ...اور کیٹرینا کیف کا بھی''!۔

یاقوت نے چوری سے پہلے ہی اس جگہ کی مکمل تفصیلات نکال لی تھیں، ہر سیکیورٹی پروٹوکول، ہر)کمزور پہلو اس کے ذہن میں ثبت تھا۔ حتیٰ کہ اسے یہ بھی معلوم تھا کہ اس ہیرے کے سیکیورٹی لیزرز کا پاس ورڈ کس سیاسی شخصیت نے مقرر کیا ہے—اور اس کی دلچسپی کن چیزوں میں ہے۔ یہی وجہ تھی کہ وہ ہر مرحلہ اتنی مہارت سے عبور کر رہا تھا۔(۔

اچانک، جیسے بجلی چمکی—

"چکنی چمبیلی"!

آنکھوں میں شیطانی چمک ابھری، وہ جلدی سے ٹائپ کرنے لگا

C-H-I-K-N-I-C-H-A-M-B-E-L-I

وشنو نے عجیب سا منہ بنایا،" چکنی چمبیلی؟ ، تُو سچ میں باؤلا ہوگیا ہے؟"۔

یاقوت نے اسے گھورا اور ہونٹ بھینچ کر' اوکے' کا بٹن دبا دیا۔ لمحہ بھر کے لیے جیسے وقت تھم گیا۔

اگر پاسورڈ غلط ہوتا، تو فوراً الارم بج اٹھتا، سائرن گونجنے لگتے، اور ان کی تمام ہیکنگ دھری کی دھری رہ جاتی۔ پسینے کی ایک بوند یاقوت کی پیشانی پر نمودار ہوئی۔ وشنو بھی سانس روکے کھڑا تھا۔

مگر...۔

لیزر روشنی لمحے بھر میں مدھم ہوتے ہی غائب ہوگئی۔

یاقوت کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ ابھری،" کھیل ختم، اب مال ہاتھ میں"!۔

وہ آگے بڑھا، دستانے چڑھائے اور احتیاط سے شوکیس کھولا۔ جیسے ہی اس نے وہ چمکتا ہوا ہیرا اٹھایا، ایک پل کے لیے اس کے ہاتھ میں روشنی لرزی، جیسے ہیرا خود بھی ان کے ارادوں سے واقف ہو۔

یاقوت نے بیگ میں ہیرا ڈالا پھر دونوں، نے اپنے اپنے بیگ پکڑ کر پیٹھ پر لادے

مگر اگلے ہی لمحے...

"ووووووووووں !وُووووووووون"!

سائرن کی گونجدار آواز نے سناٹے کو چیر کر رکھ دیا۔

یاقوت اور وشنو کے چہرے یکدم زرد پڑ گئے۔

پچاس منٹ پورے ہو چکے تھے—سسٹم دوبارہ بحال ہو چکا تھا۔ الارم گونج رہے تھے۔ کیمرے متحرک ہو چکے تھے۔ اور کہیں نہ کہیں ...سیکیورٹی گارڈز اب جاگ چکے ہوں گے۔

یاقوت نے وشنو کی طرف تیزی سے دیکھا،" ابے بھاگ"!!!۔

----☆☆☆----

ہوا میں سائرن کی گونج تھی، جیسے رات کا سکون چیرتی کوئی چنگھاڑ ہو۔ پیچھے پولیس کی گاڑیاں اپنی سرخ و نیلی روشنیوں کے ساتھ بھاگ رہی تھیں، اور آگے، تاریک سڑک پر، ایک بائیک پر دو سائے—یاقوت اور وشنو۔

یاقوت نے بائیک کی ہینڈل کو مضبوطی سے تھاما، اس کی انگلیاں بریک پر جم چکی تھیں۔ وہ ہر موڑ، ہر جھٹکے کا اندازہ رکھے ہوئے تھا۔ رفتار اتنی تیز تھی کہ ہوا کا دباؤ ہیلمٹ کے شیشے سے ٹکرا کر سنسناتی آوازیں پیدا کر رہا تھا۔ وشنو پیچھے بیٹھا اپنی سانسیں قابو میں رکھنے کی ناکام کوشش کر رہا تھا، مگر یاقوت کے انداز میں کمال کا سکون تھا، جیسے یہ تعاقب اس کے لیے معمولی بات ہو۔

اچانک، سامنے کی موڑ سے ایک بھاری بھرکم ٹرک نمودار ہوا۔ یاقوت کی آنکھیں لمحے بھر کو پھیلیں مگر ہاتھ میں لرزش تک نہ آئی۔ وہ بجلی کی تیزی سے نیچے جھکا، ایک جاندار جھٹکے سے بائیک کو ترچھا کیا اور زمین سے اتنی قریب لے آیا کہ جوتے کی رگڑ سے سڑک پر چنگاریاں اڑنے لگیں۔ پھر ایک جھٹکے میں، مہارت سے بائیک کو گول گھماتے ہوئے ٹرک کے نیچے سے پار لے گیا۔ وشنو

کی چیخ اس کے ہیلمٹ میں دب گئی، مگر یاقوت کے ہونٹوں پر ایک بے خوف مسکراہٹ کھیل گئی۔

ٹرک تو گزر گیا، مگر پیچھے سے پولیس کی گاڑیاں پوری شدت سے انہیں گھیر چکی تھیں۔ آگے بھی ناکہ بندی تھی، پیچھے بھی بندوقیں تان لی گئی تھیں۔ یہ لمحہ تھا—یا تو گرفتاری، یا کچھ ایسا جو یاقوت کے نام کو ہمیشہ کے لیے یادگار بنا دیتا۔ وہ اپنی گرفت مضبوط کرتے ہوئے بائیک کی رفتار تھوڑی سی کم کر چکا تھا، مگر اس کی نظریں اب بھی موقع کی تلاش میں تھیں۔

وشنو کی دھڑکن بے ترتیب تھی، وہ بمشکل بولا،" اب بھاگ کیسے گے؟"۔

یاقوت کے لبوں پر سرسری سا تبسم ابھرا، جیسے یہ سوال بےکار ہو۔ اس کی آنکھوں میں چمک تھی، وہی چمک جو ایک ماہر شکاری کے شکار پر پڑنے سے پہلے آتی ہے۔

"ابھی دکھاتا ہوں، تیرے بھائی کا کھیل"!

اگلی صف سے ایک پولیس اہلکار بلند آواز میں بولا

۔"""ابے او سالو! جھولا چپ چاپ ادھر پھینک دو، اور سدّھے قانون کے حوالے ہو جاؤ ...نہیں تو یہی لٹا دیں گے سمجھا کیا؟"۔

یاقوت جو بائیک پر جھکا ہوا اوسکیلیٹر دبا رہا تھا، یکدم ساکت ہو گیا۔ وشنو کے چہرے پر حیرت پھیل گئی۔ یہ رک کیوں گیا؟ اس کے لبوں سے سوال پھسلنے ہی والا تھا کہ یاقوت نے آہستگی سے پیچھے بیٹھے وشنو کو ایک بیگ تھما دیا اور مدھم مگر پُر اعتمادی لہجے میں بولا

"جب میں کہوں، بیگ ان کی طرف اچھال دینا۔۔۔"

وشنو نے اسے چونک کر دیکھا، جیسے اندازہ لگا رہا ہو کہ اب یہ کیا نیا کھیل کھیلنے والا ہے۔

اس سے پہلے کہ وشنو مزید سوال کرتا، یاقوت نے ایک اور بیگ اٹھایا اور اب کہ بار اس کا رخ عقب میں موجود پولیس کی طرف تھا۔

"اب"!

یاقوت کے ایک اشارے پر وشنو نے اگلی صف میں کھڑے پولیس والوں کی طرف بیگ اچھالا جبکہ خود یاقوت نے پیچھے والے اہلکاروں کی سمت بیگ پھینک دیا۔

پولیس کی صفوں میں اچانک ہلچل مچ گئی۔ کچھ سپاہیوں نے فوراً گن لوڈ کر لیں، انہیں شبہ تھا کہ بیگ میں کوئی خطرناک چیز ہو سکتی ہے۔ کچھ اہلکار جھجھکتے ہوئے آگے بڑھے، ان میں سے ایک نے احتیاط سے زِپ کھولی۔۔۔

بیگ کے اندر چمکتا ہوا سونا بھرا تھا۔ پولیس اہلکاروں کے چہروں پر ایک لمحے کو مسکراہٹ پھیل گئی۔ ان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ وہ دھوکہ کھا رہے ہیں۔

اسی لمحے یاقوت نے بائیک کے ہینڈل پر گرفت مضبوط کی اور وشنو کو بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

پولیس والے تمسخرانہ لہجے میں بولے

"ابے او، کیا جہیز بانٹنے آیا تھا بے؟ سونا تھما دیا تو کیا لگا، بچ کے نکل جائے گا؟
"

یہ کہہ کر وہ تیزی سے آگے بڑھے کہ اچانک—

یاقوت کی انگلی بٹن پر دب چکی تھی، اور جیسے ہی بیگ کے اندر نصب ڈیوائس نے کام دکھایا، ایک زوردار جھماکے کے ساتھ ہر طرف سیاہ، سفید اور سرخ دھواں پھیل گیا۔

دھند کی دبیز چادر نے سب کچھ لپیٹ میں لے لیا۔ پولیس والے بدحواس ہو گئے، کچھ اندھا دھند فائرنگ کرنے لگے تو کچھ کھانس کر زمین پر گر پڑے۔

یاقوت کے ہونٹوں پر ایک طنزیہ مسکراہٹ ابھری۔

"بھاڑ میں جاؤ سالو، تمہارا بھائی آج بھی جیت گیا"!

یہ کہتے ہی بائیک کی زوردار گڑگڑاہٹ سنائی دی اور اس دھوئیں کی اوٹ میں یاقوت اور وشنو ہوا سے باتیں کرتے نکل چکے تھے۔ پولیس والے جیسے جیسے

دھند صاف ہونے کا انتظار کر رہے تھے، اتنی دیر میں وہ دونوں اندھیرے کا حصہ بن چکے تھے—کہیں دور، جہاں قانون کی پہنچ نہیں تھی۔

----☆☆☆----

ٹنل کے اندر ہوا بند تھی، چاروں طرف ویرانی اور درختوں کی سرسراہٹ تھی، جیسے رات کی گواہی دے رہے ہوں۔ دونوں ایک دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے، تھکن ان کے وجود سے جھلک رہی تھی، مگر آنکھوں میں چمک باقی تھی۔ درمیان میں دو بیگ رکھے تھے، جن میں ان کی رات کی کمائی چھپی تھی۔

وشنو نے لمبی سانس بھری اور ماتھے سے پسینہ پونچھا۔" ابے سالے، مجھے تو لگا گئے تھے پکڑے، سارا مال بھی گیا اور ہم بھی گئے"!۔

یاقوت ہلکا سا ہنسا، چہرے پر وہی بے فکری بھری مسکراہٹ۔" ابے تیری غلط فہمی ہے بے، میں نے پہلے ہی نقلی سونا ڈال کے رکھا تھا، سمجھا؟ ٹینشن مت لے، سب سیٹ تھا پہلے سے"!۔

وشنو حیرانگی سے بولا،'' اور وہ ہیرے کا ٹریکر؟ کہیں پولیس ہمارے پیچھے تو نہیں آ رہی؟''۔

یاقوت نے اپنے ہاتھ کی گرد جھاڑتے ہوئے کہا،'' ابے او، میں نے پہلے ہی ہیک کر کے ٹریکر کی لوکیشن خراب کر دی ہے، اب پولیس والے گول گول چکر کاٹیں گے، سمجھا؟ جب کل گجنی کے گھر پہنچیں گے نا، تب ٹریکر کی لوکیشن درست کریں گے، اور پولیس اس کے پیچھے پڑ جائے گی، اور پھر بس ... کھیل ختم''!۔

وشنو نے ایک پل کو سوچا، پھر سنجیدگی سے پوچھا،'' سچ میں لگتا ہے تجھے کہ سب ویسا ہی ہوگا؟''۔

یاقوت نے ایک گہری سانس لی اور اس کی طرف دیکھا،'' ہوگا ...مگر سن، آگے سے کوئی ایسا کام مت کریو، سمجھا؟ تو دوست نہیں، بھائی ہے میرا۔ مجھے تیری عادت ہے بے، جو بھی جھوکم لیا، تیرے لیے ہی لیا۔ ایک بار گجنی فنس گیا، بس کل ہم گوا نکل جائیں گے، نیا کھیل، نیا میدان''!۔

وشنو نے نم آنکھوں سے یاقوت کو دیکھا، پھر ہلکے سے مسکرا کر اس کے کندھے پر ہاتھ مارا۔" ابے سالے، تھینک یو"!...۔

یاقوت نے ہنستے ہوئے سر جھٹکا،" تھینک یو کی کیا بات ہے، بھائی ہے تو میرا"!۔

----☆☆☆----

صبح کی روشنی میں وہ دونوں ایک وسیع و عریض حویلی کے قریب پہنچے، جو ممبئی کے نواح میں، کسی سنسان مگر شاندار مقام پر واقع تھی۔ بلند و بالا آہنی دروازے کے عقب میں، مسلح پہرے دار خاموشی سے اپنے فرائض سرانجام دے رہے تھے۔

یاقوت نے گرد و نواح پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالی اور دھیرے سے مسکرا کر بولا، "ایک دن تیرا بھائی بھی ایسی ہی ایک جاگیر کا مالک ہوگا، جہاں اس کے اپنے گھوڑے دوڑیں گے، جہاں اس کی اپنی بادشاہت ہوگی۔"۔

وشنو نے محض ایک لمحہ اس خواب کی چمک میں گم رہنے کے بعد سرد آہ بھری، "بس آج پران بچ جائے، یہی بھگوان کا ہم پر احسان ہے۔"۔

یاقوت نے اثبات میں سر ہلا دیا، اس کے دونوں ہاتھوں میں دو بھاری بیگ تھے، جن میں سونا اور ہیرا تھا،

۔)، ہیرے کے ٹریکر کی ہیکنگ کا سلسلہ ختم ہوا—جو کل تک غلط راہ دکھا رہا تھا، آج سیدھا اصل مقام کی نشاندہی کرے گا۔

یاقوت نے ہیرے کو بیگ کے ایسے محفوظ گوشے میں چھپایا جہاں گجنی کی نگاہ نہ پہنچ سکے، مگر قانون کی پہنچ ضرور پہنچے گی۔

یہ بساط بڑی سوچ سمجھ کر بچھائی گئی تھی۔ جب تک گجنی یہ سمجھے کہ وہ جیت چکا ہے، تب تک وہ خود گرفت میں آ چکا ہوگا۔(۔

وشنو نے اندیشوں میں گھری آواز میں استفسار کیا،" پولیس آتی تو ہوگی؟"۔

یاقوت نے نگاہیں آگے مرکوز رکھتے ہوئے پرسکون انداز میں کہا،" میں نے پبلک ایریا سے فون کر دیا تھا، وہ کسی بھی وقت پہنچنے والی ہوگی۔"۔

وہ سیدھا اندر کی طرف بڑھے جہاں ایک آدمی انہیں گجنی کے پاس لے جانے کے لیے پہلے ہی متعین تھا۔

گجنی کے سوئمنگ ایریا میں موت کی بو بسی ہوئی تھی۔

سامنے، ایک کشادہ صوفے پر وہ بیٹھا تھا، اس کی آنکھوں میں وحشی چمک تھی۔ زمین پر خون کے تر سے نشان ابھی تازہ تھے، اور دو لاشوں کو گھسیٹ کر کسی تاریک گوشے میں لے جایا جا رہا تھا۔ قریب ہی صفائی کا عملہ خاموشی سے اپنا کام کر رہا تھا، جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔

یاقوت اور وشنو نے ایک دوسرے کی طرف نظر دوڑائی، جیسے دونوں کی روحوں میں ایک ہی جھرجھری دوڑ گئی ہو، مگر زبردستی مسکراتے ہوئے وہ گجنی کے قریب جا کھڑے ہوئے۔

یاقوت نے بیگ آگے رکھ دیا اور دھیرے سے بولا،" بھائی، نقدی تو نہیں لا سکے، مگر اتنا سونا ہے کہ آپ کا پورا حساب ہو جائے گا۔"

گجنی نے لبوں پر ایک خباثت بھری مسکراہٹ سجائی، پھر گہری آنکھوں سے انہیں پرکھتے ہوئے بولا، " سالے دو رنگی آنکھوں والے چِکنے ...اس لیے مجھے پسند آیا تھا تو۔ زبان کا پکا نکلا ۔"

پھر ایک اشارہ کیا، اور اس کا ایک آدمی آگے بڑھا، جس نے سونے کا۔ ایک ہار نکال کر انگلی کے پوروں سے رگڑی۔ لمحہ بھر کے اندر، اس نے سر ہلا کر تصدیق کر دی کہ دھات خالص تھی۔

گجنی نے سانپ جیسی سرسراہٹ میں کہا،'' سالو تم دونوں نے سونا چرایا تھا؟''۔

یاقوت کی مسکراہٹ میں لمحاتی جمود آیا، مگر وہ جانتا تھا کہ یہ راز زیادہ دیر تک چھپنے والا نہیں تھا۔ نیوز چینلز پر خبر گونج چکی تھی، اور گجنی کوئی عام آدمی نہیں تھا کہ حالات کی نزاکتوں سے لاعلم رہتا۔

پھر وہ لمحہ آیا جو شکاری کے دام میں پھنسی ہوئی مچھلی کی مانند تھا۔

گجنی نے سنجیدہ لہجے میں کہا،'' اب میرے لیے کام کرے گا،تو لونڈے۔ تیری چالاکی مجھے پسند آئی ہے۔ اگر انکار کیا، تو اسی خزانے سمیت تجھے پولیس کے حوالے کر دوں گا۔''۔

یاقوت کی آنکھوں میں پل بھر کو اضطراب لہرایا، مگر وشنو نے، گویا بے ساختہ، عجیب مسکراہٹ کے ساتھ کہا،'' وہ تو پہلے ہی کر چکے ہیں''...۔

فضا جیسے تھم گئی۔

یاقوت کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں، وشنو خود بھی اپنے الفاظ پر اٹک سا گیا۔

یہ احساس کہ جال ان کے گرد کسا جا چکا تھا، ایک لرزہ خیز حقیقت بن کر ان پر آشکار ہو رہا تھا۔

یاقوت نے لب بھینچ لیے، جبکہ وشنو نے اپنے الفاظ پر غور کیا تو اس کی سانس جیسے اٹکنے لگی۔ گجنی کی نگاہوں میں ایک گہری سرخی ابھری۔

اب یہ بس دیکھنا تھا کہ کون پہلے حرکت کرتا ہے—شکاری یا شکار۔

----☆☆☆----

روشنی دھندلی تھی، ہوا بوجھل، اور کمرا—بے رونق، خستہ حال۔

دائیں جانب گول کھڑکی سے پڑتی سورج کی زرد روشنی فرش پر دھبوں کی صورت بکھری ہوئی تھی، باقی جگہ تاریکی اور بوسیدگی کا امتزاج پیش کر رہی تھی۔ دیواروں پر نمی کے داغ اور چھت سے جھڑتے پلستر کی بُو عجیب وحشت پیدا کر رہی تھی۔

دروازہ دھڑام سے بند ہوا، اور یاقوت وشنو پر وحشیانہ نگاہ ڈالے، ایک پل کے لیے بالکل ساکت کھڑا رہا۔ وشنو نے جیسے ہی اس کا چہرہ دیکھا، فوراً نظریں چرانے لگا۔ مگر یہ خاموشی زیادہ دیر قائم نہیں رہی—اچانک یاقوت تڑخ کر بولا، ۔"ابے بتا، کیا خارش ہو رہی تھی تیرے کو؟ ہنستی بستی ایٹومیٹک کشتی میں اپنا چپو گھمانے کی کیا سوجھی تھی، حرامخور؟ گجنی کو پھنسانے آئے تھے، خود پھنس گئے، کمبخت"!۔

وشنو نے گڑبڑاتے ہوئے کہا،" ارے یار، بس ایک دم سے منہ سے نکل گیا"!...۔

یاقوت نے بجلی کی تیزی سے ہاتھ بڑھا کر وشنو کے ہونٹ کھینچ دیے، جیسے کوئی بطخ کی چونچ بنا رہا ہو۔

۔"ابے ان کالے کولوں کو بند رکھنے کا ارادہ ہے یا نہیں؟ کس نے کہا تھا زبان چلانے کو؟ گدھے کی دم !سالے، تو تو ایسا پانوتی ہے کہ سونا بھی ہاتھ لگائے تو کیچڑ بن جائے !میں تیرے کو بچانے آیا تھا، خود ہی دھر لیا گیا"!۔

یہ کہہ کر جھٹکے سے وشنو کے ہونٹ چھوڑے، وہ بے چارہ تکلیف سے ہونٹ سہلانے لگا۔

مگر یاقوت کو چین کہاں تھا؟ وہ ایک جھرجھری لے کر بڑبڑایا،'' اب پتہ نہیں وہ جلاد بھینسا ہمارے ساتھ کیا کرنے والا ہے !اس کی وہ خون سے سرخ آنکھیں دیکھی تھیں؟ پہلے ہی سانس رک گیا تھا، اور اوپر سے وہ دو لاشیں جو گھسیٹ کر لے جا رہے تھے''...۔

وشنو نے کھسیانے لہجے میں کہا،'' پولیس آ گئی تو وہ ہمیں ان کے حوالے کر دے گا، وہاں سے تو کسی نہ کسی طرح نکل جائیں گے ...مگر ایک چور دوسرے چور کے چنگل سے نہیں نکل سکتا، کیونکہ پہلا چور دوسرے چور کی ساری چالاکیاں جانتا ہے''!۔

وشنو نے ایک لمحہ سوچا، پھر بھنویں اچکا کر بولا، '' تو نے ولے کے کیمرے ہیک کر دیے تھے نا؟ تو بس وقتی ریکارڈنگ ہوئی ہوگی، وہ بھی ڈلیٹ ہو گئی ہوگی ! اگر پولیس آئی تو ہم قیدی ہی لگیں گے، ہے نا؟''۔

یاقوت وشنو کی باتیں سن کر گہری سوچ میں پڑ گیا، ہونٹوں پر انگلی پھیری، اور پھر اچانک چہرے پر ایک عجیب شرارتی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"دس منٹ میں پولیس آ جائے گی"...

پھر اس نے چمک دار آنکھوں سے وشنو کی طرف دیکھا اور مکاری سے مسکراتے ہوئے ہاتھ آپس میں ملا، "میرے اس خرافاتی دماغ میں ایک زبردست کھچڑی پک رہی ہے، بس تڑکا لگانے کی دیر ہے"!۔

----☆☆☆----

کمرے کے باہر پہرہ دیتا بندہ یکدم چونک اٹھا۔ اندر سے دھکم پیل، سخت گالیوں اور لڑائی کی بھنبھناہٹ ابھری، جیسے دو وحشی جانور پنجہ آزمائی کر رہے ہوں۔

ایک لمحے کے توقف کے بعد، اندر کی خاموشی نے اسے اور بے چین کر دیا۔ پہلے جو شور ہنگامہ برپا تھا، اب وہاں موت جیسی خاموشی تھی—بوجھل اور عجیب۔

اس نے دروازہ دھکیلا اور اندر قدم رکھا۔

کمرے میں کچھ بھی نہ تھا۔ نہ قیدی، نہ کوئی افراتفری، نہ ہی کوئی دست و گریبان منظر۔

یکایک، بجلی کی تیزی سے دو ڈنڈے عقب سے آئے اور اس کی پشت پر پوری شدت سے آن داغے۔ ایک زوردار جھٹکے سے وہ زمین بوس ہوا، آنکھوں کے آگے تارے ناچنے لگے، اور دماغ میں اندھیرا چھا گیا۔

یاقوت ایک طرف کھڑا، تیکھے انداز میں مسکراتا بولا،" مرد ہتھیار نہیں ڈالتے ...وہ یا تو لڑتے ہیں، یا مرتے ہیں۔"۔

چند لمحوں بعد، وہ دونوں کمرے سے باہر آ چکے تھے، ہوا میں آزادی کی مہک تھی، مگر خطرہ اب بھی سر پر منڈلا رہا تھا۔

یاقوت نے ایک نظر دروازے پر ڈالی، پھر استہزائیہ مسکراہٹ کے ساتھ کہا، "یہ کم بخت بعد میں ہمارا شکریہ ادا کرے گا ...کم از کم زندہ تو رہے گا۔ جب پولیس پہنچے گی، باقی سب کا رام رام ستے ہو چکا ہو گا، اور یہ واحد ہوگا جو سانس لے رہا ہوگا۔"۔

جیت کی چال چلی جا چکی تھی ...اب بس تاش کے آخری پتّے گرنے کی دیر تھی۔

----☆☆☆----

گجنی کے آدمی ہانپتے کانپتے ہوئے اس کے سامنے پہنچے، ان کی سانسیں پھولی ہوئی تھیں، چہروں پر گھبراہٹ کی سیاہ لکیریں واضح تھیں۔ ایک نے بے ترتیبی میں الفاظ جوڑے،" بھائی ...پولیس ...پولیس پہنچ گئی ہے"!۔

گجنی کی آنکھوں میں خون اتر آیا، مٹھیاں بھینچ کر غرّایا،" یہ سونا میں ان کتّوں کے حوالے نہیں کرنے والا ...ایک کام کرو، سب کو مار دو ... گولیاں چلاؤ"!۔

اس کی آواز میں وہ درندگی تھی جو سب کچھ روند کر آگے بڑھنے والوں میں ہوتی ہے۔ دولت کا نشہ، لالچ کا زہر، اور خود کو ناقابلِ شکست سمجھنے کی حماقت—یہ سب گجنی کی رگوں میں سرایت کر چکے تھے۔

اچانک گولیوں کی گرج فضا میں گونجی۔ دھماکوں کی آوازوں میں موت رقص کر رہی تھی، دیواریں لرز رہی تھیں، اور راہداریوں میں چیخیں گونج رہی تھیں۔

اندر راہداری میں یاقوت کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی، جیسے وہ کسی دلچسپ کھیل کے اختتام کا نظارہ کر رہا ہو۔ اس نے سر جھکا کر اپنی کلائی کی گھڑی پر نگاہ ڈالی اور ہنکارا بھرا،" لگتا ہے پولیس پہنچ گئی ہے"!۔

ابھی اس کے الفاظ مکمل بھی نہ ہوئے تھے کہ پیچھے ایک مدھم سا کھٹکا ہوا۔ وہ چونک کر پلٹا۔

وشنو دونوں ہاتھوں سے ایک موٹی لوہے کی سلاخ تھامے کھڑا تھا۔ اس کی گرفت سخت تھی، انگلیاں سرخ ہو رہی تھیں، اور چہرے پر کچھ ایسا تھا جس نے لمحے بھر کو یاقوت کی آنکھوں میں چمک پیدا کر دی۔

۔"ابے، یہ کیا ڈرامہ ہے؟ "یاقوت نے اس کی آنکھوں میں جھانکا، لبوں پر ہلکی سی استہزائیہ مسکراہٹ تھی، لیکن نظروں میں چوکسی تھی۔

وشنو نے جلدی سے زبان پھیری،" اگر کوئی آیا تو اس کے کام آئے گا، بس اسی لیے"!...۔

یاقوت نے ہنکارا بھرا"اچھا چل سامان سمیٹے اب، آئیں ہیں تو کچھ نہ کچھ چرا کر ہی جائیں گے"۔

پھر اس نے اپنی قمیص کے اندر ہاتھ ڈالا اور ایک چھوٹی سی ڈبیا نکالی۔ جیسے ہی اس نے اسے کھولا، وہ پلک جھپکتے میں ایک بڑے تھیلے میں بدل گئی۔ وشنو کا منہ حیرت سے کھل گیا، لیکن یاقوت کے چہرے پر بس ایک شیطانی مسکراہٹ تھی۔

باہر کا منظر ہولناک تھا۔ گجنی کے آدمی پولیس کے ساتھ خونریز لڑائی میں الجھے ہوئے تھے۔ بارود کی بو ہر طرف پھیلی تھی، لاشیں زمین پر بکھری تھیں، زخمی تڑپ رہے تھے، کچھ بھاگنے کی کوشش میں تھے، کچھ آخری سانسیں لے رہے تھے۔

پھر ایک گولی سنسناتی ہوئی فضا میں تیرتی آئی، جیسے کسی نے قسمت کی ڈور کو جھٹکا دیا ہو۔ وہ سیدھا جا کر گجنی کے ماتھے کے بیچ میں پیوست ہوئی۔

گجنی کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں، جیسے اسے آخری لمحے میں زندگی کی حقیقت سمجھ آئی ہو۔ اس کا جسم ایک جھٹکے سے پیچھے گیا، ٹانگیں کانپیں، اور پھر وہ دھڑام سے زمین پر جا گرا۔

خون آہستہ آہستہ اس کے اردگرد پھیلنے لگا۔

یہ منظر دیکھ کر گجنی کے آدمیوں کی ریڑھ کی ہڈیاں سن ہو گئیں۔ کچھ تو فوراً ہتھیار پھینک کر جان بچانے کے لیے بھاگے، کچھ نے خوف سے پولیس کے سامنے ہاتھ اٹھا دیے۔ ان کے پاس اب دوسرا راستہ تھا ہی نہیں۔

پولیس کے کیپٹن نے اپنے اردگرد کا جائزہ لیا، گہری سانس لی، اور بارود کی بو سونگھتے ہوئے حکم دیا،'' اوپر جاؤ، دیکھو اندر کون ہے''!

اوپر، گجنی کے ذاتی کمرے میں، یاقوت نے لاکر کا دروازہ کھول دیا تھا۔ اندر دولت کے انبار لگے تھے۔ نوٹوں کی گڈیاں، سونے کے ڈلے، ... ہر چیز چمک رہی تھی۔

یاقوت نے ایک گڈی اٹھا کر انگلیوں میں نچائی اور طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ سرگوشی کی،'' پیسہ ہی پیسہ''!...۔

وشنو، جو کچھ دیر پہلے جھجک رہا تھا، اب دیوانگی میں ہر قیمتی چیز اپنے تھیلے میں ٹھونس رہا تھا۔ اس کی سانسیں تیز ہو رہی تھیں، آنکھوں میں لالچ کی چمک تھی۔ پولیس کے قدموں کی آواز سیڑھیوں پر گونجی۔

وہ لوگ اوپر آ رہے تھے۔

یہ لمحہ فیصلہ کن تھا۔

پولیس کی بوٹوں کی دھمک راہداری میں سنائی دینے لگی۔ دروازے کے قریب آ کر وہ چند لمحے کے لیے رکے، پھر جھجکتے ہوئے دروازہ دھکیلا۔

اندر داخل ہوتے ہی ان کے قدم رک گئے۔

کمرہ جیسے کسی طوفان کے بعد کی حالت میں تھا۔ ہر طرف بکھری ہوئی چیزیں، ۔

مگر وہاں کوئی نہیں تھا۔

پولیس اہلکار ایک لمحے کے لیے گنگ کھڑے رہے، جیسے انہیں اپنی آنکھوں پر یقین نہ آیا ہو۔

یہ کیسے ممکن تھا؟

کمرہ خود بول رہا تھا کہ یہاں کسی نے خزانہ لوٹنے کی کوشش کی، لیکن سوال یہ تھا کہ وہ گئے کہاں؟

بس اتنا جان لو بڑے کھلاڑی ہمیشہ ایک چال آگے ہوتے ہیں۔

----☆☆☆----

وہ دونوں دیوار کی آڑ میں دبے پاؤں حویلی کے پچھلے حصے کی طرف سرک رہے تھے۔ ہر قدم ناپا تلا، ہر سانس دبائی ہوئی۔ گولیاں اب تھم چکی تھیں، بس کہیں کہیں سے کسی زخمی کے کراہنے کی مدھم آواز آ رہی تھی۔

اچانک یاقوت کی نظر گجنی پر جا پڑی——وہی، وہ لال آنکھوں والا بھینسا، جو چند گھنٹے پہلے تک موت بانٹنے کے ارادے رکھتا تھا، اب خود خون میں لت پت پڑا تھا، بے جان، بے حیثیت۔

یاقوت کی آنکھوں میں ایک پل کو وحشت جھلکی، پھر وہ کینہ توز مسکراہٹ کے ساتھ ہنکارا،" لے دیکھ بے وشنو ...برائی کا انجام !جو میرے ساتھ چالاکیاں کرے، اس کی کہانی بس اتنی ہی لمبی ہوتی ہے۔ سالا لالچ کر رہا تھا ...اور لالچ میں لعنت مل گئی !اتنا سونا کمانے نکلا تھا، خود ہی سو گیا ...بھینسا"!۔

وشنو نے بے چینی سے ادھر اُدھر دیکھا، جیسے کسی بھی لمحے کوئی نکل کر گردن دبوچ لے گا۔ ۔"ابے یار چُپ کر، نکل یہاں سے "!اس نے یاقوت کا بازو کھینچا۔

وہ دونوں دیوار کے ساتھ لگے سرکنے لگے، ہر حرکت پر نظر جمائے، ہر سانس ماپ کر لیتے ہوئے۔ جیسے ہی دروازے کی اوٹ میں پہنچے، وہاں چار گاڑیاں قطار میں کھڑی تھیں۔ سڑک سنسان تھی، گرد اڑ رہی تھی، اور ہوا میں ابھی بھی بارود کی بو باقی تھی۔

یاقوت نے ایک تیز نظر گاڑیوں پر دوڑائی، پھر زیرِ لب مسکرا کر بولا،'' آج تو اپنی چاندی ہی چاندی ہے، بے''!۔

وشنو نے جلدی سے ایک گاڑی کا دروازہ کھولا۔ جیسے ہی اندر جھانکا، یاقوت نے بمشکل اپنی ہنسی دبائی—چابی پہلے سے لگی ہوئی تھی۔

۔''ابے دیکھ ...تقدیر کیسے ساتھ دے رہی ہے ''!وہ شرارت سے بڑبڑایا، پھر وشنو کو گھورتے ہوئے بولا،'' بیٹھ سالے، پھول چڑھانے نہیں آئے، نکل یہاں سے''!۔

وشنو ہڑبڑا کر اندر گھسا، یاقوت نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی، اور اگلے ہی لمحے گاڑی دھواں چھوڑتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔

پیچھے بس دھول تھی، شور مچاتے سائرن، اور گجنی کا خون میں لت پت لاشہ—جس کے لالچ نے اسے زمین چاٹنے پر مجبور کر دیا تھا۔

----☆☆☆----

اندھیرے میں بینک کی بلڈنگ، کی چمکتی کھڑکیاں اب ان کے پیچھے رہ گئی تھیں، اور وہ دونوں محتاط قدموں سے چلتے ہوئے باہر کی طرف بڑھ رہے تھے۔ یاقوت کے چہرے پر وہی پرانی بے نیازی تھی، جیسے کوئی خاص فرق ہی نہ پڑا ہو۔ مگر اس کی آنکھوں میں وہ خطرناک چمک تھی، جو ہمیشہ کسی بڑے طوفان کی خبر دیتی تھی۔

۔"گوا جانا پڑے گا، بے۔ "یاقوت نے دھیرے سے کہا، مگر اس کی آواز میں فیصلہ کن سختی تھی۔ ۔"یہ مت سوچ کہ گجنی مر گیا تو کہانی ختم ہوگئی۔ گجنی کی لاش زمین چاٹ رہی ہے، مگر جو اس کے اوپر بیٹھے ہیں، وہ ہمیں ایسے ہی بخش دیں گے؟ ظاہر ہے نہیں، سالے"!۔

وشنو نے ہانپتے ہوئے کہا،" اور جو ادھر گھر ہے وہ"——۔

۔"سالے، میں نے پہلے ہی سب سیٹ کر لیا ہے۔ "یاقوت نے ٹھنڈی سانس لی، جیسے سب پہلے سے سوچا سمجھا ہو۔

۔'' گھر کا سامان بیچ دیا، پیسے بینک میں ڈال دیے۔ جہاں تک گھر کی بات ہے، تو میرا حساب ہے، اب تک وہ بھی راکھ بن چکا ہوگا۔ وہ لوگ کچھ چھوڑتے نہیں، ہے۔''۔

وشنو کی سانسیں بھاری ہونے لگیں۔'' اور وہاں جا کے؟''۔

''گوا میں چھپیں گے کچھ دن، جب معاملہ ٹھنڈا ہوا، ڈنکی ماریں گے اور کویت نکل لیں گے ''! یاقوت نے سنجیدگی سے کہا، جیسے سب طے شدہ ہو۔

وشنو رک گیا،'' کویت؟ ''اس کے ماتھے پر شکنیں تھیں، جیسے یاقوت نے اس سے جان دینے کو کہہ دیا ہو۔

یاقوت نے ایک ابرو اٹھائی،'' ابے مسئلہ کویت سے ہے یا ڈنکی سے؟''۔

وشنو نے بےساختہ جواب دیا،'' ڈنکی سے''!۔

یاقوت کے ہونٹوں پر ہنسی آئی، مگر آنکھیں خطرے کی بو سونگھ چکی تھیں۔'' تو پھر تیرے پاس اور کوئی حل ہے''!۔

وشنو نے ہونٹ بھینچے، خاموش رہا۔ کوئی حل تھا ہی نہیں۔

یاقوت نے سانس لی، ابھی وہ کچھ کہنے ہی لگا تھا کہ اس کی نظر سامنے پڑی اور اچانک اس کا دل ایک دھڑکن مس کر گیا۔

۔"بھاگ "!اس نے وشنو کے کندھے پر زوردار دھکا دیا۔

وشنو نے پلٹ کر دیکھا، تو سامنے چار سائے حرکت میں تھے—گجنی کے آدمی ! وہ جو سمجھ رہے تھے کہ کہانی ختم ہوگئی ہے، اب معلوم ہوا کہ گجنی کے اوپر جو لوگ تھے، وہ اب بھی حساب چکتا کرنے کے موڈ میں تھے۔

وشنو نے گالی دے کر اپنا قدم اٹھایا، مگر اس سے پہلے ہی یاقوت گاڑی کی طرف لپکا۔

۔"چل، سالے "!وہ غرایا۔

وشنو دروازہ کھول کر اندر گھسا، یاقوت نے جھٹکے سے گاڑی اسٹارٹ کی، اور اگلے ہی لمحے پہیے زور سے چرچرا کر گھومے۔ گاڑی دھوئیں کے بادل چھوڑتی سڑک پر آئی، اور پیچھے گجنی کے آدمی!...۔

فاصلہ سکڑ رہا تھا، اور رات کے اندھیرے میں سڑک پر روشنیوں کے عکس خوفناک لگ رہے تھے۔ ایک بار پھر، موت قریب تھی، ۔

----☆☆☆----

ہائی وے پر گاڑی بجلی کی رفتار سے بھاگ رہی تھی۔ اطراف میں سنّاٹا تھا، نہ کوئی گاڑی، نہ کوئی راہگیر، بس سناٹے کی اپنی وحشت تھی جو راستے پر رینگ رہی تھی۔ مگر پیچھے وہ وحشت سناٹے سے بھی خطرناک تھی—گجنی کے بوس کے آدمی !وہی جنہیں کوئی چکما نہیں دے سکتا تھا، جن کے لیے پیسہ اور انتقام برابر کی چیزیں تھیں۔

یاقوت کا ہاتھ اسٹیئرنگ پر سختی سے جما ہوا تھا، اس کی آنکھیں سائیڈ مرر میں پیچھے آتی گاڑیوں پر جمی تھیں۔ بندوقوں کے سائے، سرخ لائٹس کی جھما جھم، اور انجنوں کی گڑگڑاہٹ سب کچھ خوف کو تیز کر رہے تھے، مگر یاقوت کے ہونٹوں پر ایک طنزیہ ہنسی تھی۔

۔"، ابھی آنا تھا ان سالوں کو "!اس نے دانت پیسے۔

وشنو کے ماتھے پر پسینہ تھا۔ وہ اس تعاقب کے ہر امکان سے واقف تھا۔ ان سے بھاگنا آسان نہیں تھا۔

اچانک گاڑی ایک جمپ پر آئی—یاقوت کے ہاتھوں نے اسٹیئرنگ کو سنبھالنے کی کوشش کی، مگر گاڑی لمحہ بھر کے لیے ہوا میں معلق ہوئی، جیسے کسی نے وقت کو روک دیا ہو۔ وشنو کا سانس رک گیا، دل ایک لمحے کو سینے میں کانپ گیا، مگر گاڑی اگلے ہی پل دھڑام سے زمین پر آ گئی۔ ایک جھٹکا لگا، مگر سب ٹھیک تھا—ابھی کے لیے!۔

مگر پیچھے گولیاں چل رہی تھیں، آوازیں چیختی ہوئی کانوں میں گونج رہی تھیں۔ یاقوت نے جھٹ سے ڈیش بورڈ کھولا، اندر بندوق پڑی تھی۔ ۔ ۔" اب کیا کرنے والا ہے؟ "وشنو کی آنکھیں پھیل گئیں جب اس نے یاقوت کو ڈرائیونگ سیٹ چھوڑ کر پیچھے جاتے دیکھا۔

۔"گاڑی سنبھال، بے "!یاقوت غرایا اور وشنو کو گھسیٹ کر ڈرائیونگ سیٹ پر دھکیل دیا۔ خود پیچھے گیا، ڈگی کھولی، اور۔ بندوق کو لوڈ کیا۔

پیچھے سے گنجی کے آدمیوں نے گاڑی سے جھک کر گولیاں برسانا شروع کیں۔ چنگاریاں اڑیں، ایک گولی گاڑی کے بونٹ سے ٹکرائی، مگر یاقوت کے چہرے پر وہی جنونی مسکراہٹ تھی۔

۔"سلام یاقوت کی طرف سے"! وہ غرایا، بندوق سیدھی کی، اور ایک گاڑی کے اگلے ٹائر پر نشانہ لے کر گولی داغ دی۔

ٹائر چیتھڑے کی طرح پھٹا، گاڑی بے قابو ہو کر ہوا میں اٹھی، گھومی، اور پیچھے آتی ان ہی آدمیوں کی ایک گاڑی سے ٹکرا گئی۔ ایک زوردار دھماکہ ہوا، آگ بھڑک اٹھی، مگر چند آدمی وقت پر باہر نکل آئے۔ دھواں اور چیخیں رات کے سناٹے میں تحلیل ہو گئیں۔

یاقوت مسکرایا۔" اب، کھیل برابری کا ہے"!۔

اب پیچھے تین گاڑیاں رہ گئی تھیں۔ وہ پھر سے ٹائروں کو نشانہ بنانے ہی والا تھا کہ اچانک۔۔۔

ایک زوردار جھٹکا لگا!۔

گاڑی جھٹکے سے اچھلی، اور اس سے پہلے کہ یاقوت کو کچھ سمجھ آتا، اگلے ہی لمحے اس کا ہاتھ پھسلا، توازن بگڑا، اور وہ پوری قوت سے دروازے سے باہر جا گرا!۔

یاقوت کے گرنے کا منظر جیسے وقت کو ایک لمحے کے لیے روک چکا تھا، مگر اگلے ہی پل جب وہ نیچے جانے لگا، اس کے ہاتھ کسی سہارے کی تلاش میں خود

بخود بڑھے۔ گاڑی کے پچھلے حصے پر دائیں جانب لگا کنڈا اس کے ہاتھ میں آیا، ..

۔

گاڑی بجلی کی طرح دوڑ رہی تھی، یاقوت ہوا میں معلق تھا، جیسے کسی فلم کا اسٹنٹ ہو، مگر یہاں زندگی اور موت کا کھیل حقیقت تھا۔ ہوا کے تیز تھپیڑوں نے اس کے بال بکھیر دیے، اس کے گالوں کی کھال تھرتھرا رہی تھی، اور سانس جیسے سینے میں کہیں پھنس کر رہ گیا ہو۔

۔"ابے گدھے، گاڑی روک "!یاقوت گرجا، مگر ہوا اس کی آواز کو نگل رہی تھی۔

اندر سے وشنو کی بند آواز ابھری، جیسے اس نے بمشکل چلا کر کہا ہو،" گاڑی روکی تو مرنے کے چانس زیادہ ہیں، کوشش کر اندر آنے کی"!۔

دفعتاً، یاقوت نے بندوق پھرتی سے پینٹ کی جیب میں اڑسی، انگلیاں کنڈے پر جمائیں، دانت سختی سے بھینچے، اور خود کو جھٹکے سے اوپر کھینچنے کی سعی کی، مگر تیز رفتاری نے ہر حرکت کو ناممکن سا بنا دیا۔ پیچھے گجنی کے آدمیوں کی گولیاں دہکتے انگاروں کی طرح سنسناتی ہوئی گزر رہی تھیں، رات کی تاریکی میں چنگاریوں کا رقص ہو رہا تھا، اور یاقوت کی سانس جیسے حلق میں اٹک گئی تھی۔

اور پھر وہ ہوا جو نہیں ہونا چاہیے تھا۔

ایک گولی سنسناتی ہوئی آئی، یاقوت کی طرف لپکی، آنکھیں خوف اور حیرت میں پھیل گئیں—

مگر شکر تھا کہ گولی محض شرٹ کے دامن کو سرسری سا چیرتی، کپڑے کے ریشے ادھیڑتی گزر گئی اور دھماکے سے عقبی ڈھانچے پر جا لگی، دھاتی سطح پر ایک لمحے کو چنگاری سی لپکی، مگر یاقوت کے جسم تک پہنچنے سے قبل ہی موت کا وار زائل ہو چکا تھا۔

یاقوت نے گہری سانس لی، وقت نہیں تھا، اگر وہ ایک لمحہ اور ضائع کرتا تو شاید اگلی گولی سیدھی جسم میں پیوست ہو جاتی۔ اس نے پوری قوت سے خود کو اوپر کھینچا، گھٹنوں کے بل ڈگی میں داخل ہوا، ہاتھوں کی گرفت مضبوط کی، اور پھر جیسے ہی اندر آیا، بندوق نکال لی۔

وشنو نے ایک پل کے لیے آئینے میں دیکھا اور سکون کا سانس لیا،" ابے تو بچ گیا."!۔

یاقوت کے لبوں پر وہی جنونی مسکراہٹ تھی،'' اب بچیں گے نہیں یہ سالے''!۔

اس نے بندوق کو سنبھالا، ڈگی کا دروازہ آدھا کھول کر جسم کو باہر نکالا، اور سامنے تین گاڑیاں جو وحشیانہ انداز میں پیچھے آ رہی تھیں، ان کے ٹائرز کو نشانے پر لے لیا۔

۔'' لو سالو، اب دیکھو میرا جادو ''!وہ غرایا، اور ایک کے بعد ایک گولی چلائی۔

پہلی گولی—ایک گاڑی کے اگلے ٹائر میں گھسی، گاڑی ایک جھٹکے سے دائیں جانب جھکی، ڈرائیور نے سنبھالنے کی کوشش کی، مگر گاڑی بے قابو ہو کر ہائی وے کی ریلنگ سے جا ٹکرائی۔

دوسری گولی—دوسری گاڑی کے عقبی ٹائر کو چیرا، دھواں نکلا، ربڑ گھسنے کی خوفناک آواز گونجی، اور گاڑی ہلتے ہلتے ایک جھٹکے سے رک گئی۔

تیسری گولی—تیسری گاڑی کے سامنے کے بونٹ میں گھسی، انجن کے قریب جا کر چنگاریاں بھڑکیں، اور لمحے بھر میں شعلے بھڑک اٹھے۔

سڑک پر ٹائروں کی چیخوں، دھماکوں اور چیختے چلاتے گنجی کے آدمیوں کی آوازیں گونجنے لگیں۔ ایک گاڑی سڑک پر لڑھکتی ہوئی روڈ کی ریلینگ سے جا ٹکرائی، دوسری دھواں چھوڑتے ہوئے رک گئی، اور تیسری کے شعلے اندھیرے کو چیر رہے تھے۔

یاقوت نے ایک آخری نظر پیچھے ڈالی، ہنسا، اور ڈگی کا دروازہ دھڑ سے بند کر دیا۔

۔"کھیل ختم، "! وہ وشنو کی طرف مڑتے ہوئے بولا۔

وشنو نے گاڑی کی رفتار بڑھائی، اور وہ اندھیرے میں غائب ہو گئے، پیچھے صرف بربادی، درماندہ چہرے، اور جلتی ہوئی گاڑیاں رہ گئیں۔

----✯✯✯----

سمندر کی نم آلود ہوا ریت کے ذرّات میں گھل رہی تھی، شام کا سنہری رنگ پانی کی سطح پر لرز رہا تھا۔ گوا کی ساحلی فضا میں ایک عجیب سا خمار تھا، جیسے ہر شے مدہوش ہو، موجیں بھی اور لوگ بھی۔

یاقوت سن گلاسز آنکھوں پر جمائے، نیلی قمیص کے بٹن کھولے، بے فکری سے ریت میں دھنسے لکڑی کے چیئر پر نیم دراز تھا۔ سمندری بائیکس کی گڑگڑاہٹ اور دور کہیں قہقہوں کی بازگشت اس کے کانوں میں جیسے پس منظر کی مدھم دھن بن گئی تھی۔ وشنو برابر میں بیٹھا تھا، اپنے ہاتھ میں ایک کین کو گھماتے ہوئے، جیسے کسی خیال میں گم ہو۔

یہاں تک آنا آسان نہ تھا۔ راستے کی سختیاں، گاڑی کو جنگل میں چھوڑ کر پیدل سفر، پھر لفٹ لیتے ہوئے آخرکار گوا پہنچنا، سب کچھ ایک سراب سا لگ رہا تھا۔ مگر حقیقت یہی تھی۔ انہوں نے کرائے پر ایک چھوٹا سا مگر مہنگا گھر لے لیا تھا۔ گوا کے نرخ بلند تھے، مگر ان کی جیب میں جو کچھ تھا، اس کے ساتھ وہ یہ سب برداشت کر سکتے تھے ۔

منظر پلٹا، جیسے وقت نے ایک جھٹکے میں منظرنامہ بدل دیا ہو۔

اب کی بار بلندی سے نیچے جھانکتے ہوئے، درختوں کی قطاروں میں گھری ایک سنسان پگڈنڈی نظر آئی۔ وہاں ہوا میں خنکی تھی، پتوں میں سرسراہٹ تھی، جیسے کوئی سرگوشی کر رہا ہو۔

اس سنسان راہ پر دو سائے بڑھ رہے تھے۔ باسط اور کہف، ہم قدم مگر خاموش۔ باسط نے سیاہ شرٹ کے نیچے گہری رنگت کی پینٹ پہنی تھی، جبکہ کہف کا لباس ذرا منفرد تھا—چٹیا میں بندھے بال، کچھ بکھری لٹیں چہرے سے الجھتی ہوئی، اور ٹی شرٹ کے نیچے ایک روایتی پٹیالہ شلوار، جیسے جدید اور قدیم کا امتزاج ہو۔

کہف کی پشت پر ایک بیگ تھا، جو شاید ان کے سفر کی تھکن کا گواہ تھا۔ وہ دونوں خاموشی سے چل رہے تھے، جیسے کسی پوشیدہ مقصد کی تلاش میں ہوں، جیسے کسی انجان سمت کی جانب بڑھ رہے ہوں۔ ہوا کی سرگوشیاں اور درختوں کی لرزش ان کے ارد گرد ایک کہانی بُن رہی تھی، ایک ایسی کہانی جو شاید ابھی کہی جانی تھی۔

باسط نے ایک گہری سانس لی، جیسے سوچوں کا بوجھ سینے سے اتارنا چاہ رہا ہو۔ پھر سر جھٹک کر بولا،'' ہم مڈل کلاس لوگ ہر جگہ پھنستے ہیں، کہیں کا نہیں چھوڑا ہمیں۔''

کہف نے ایک نظر اس پر ڈالی، جیسے اس کی بات میں چھپی سچائی کو پہلے ہی مان چکا ہو، اور پھر ہولے سے اثبات میں سر ہلا دیا۔

باسط نے چلتے چلتے بات جاری رکھی" دیکھ، بھکاری کو معلوم ہے کہ اسے بس ہاتھ پھیلانے ہیں، رو دھو کر ترس جگانا ہے، اور دن کا ہزاروں، لاکھوں میں کمانا ہے—نہ کوئی محنت، نہ کوئی ٹیکس، نہ کوئی حساب کتاب۔ امیر آدمی؟ وہ بھی سکون میں ہے، بزنس کرے، ٹیکس بچائے، اگر کبھی پکڑا بھی جائے تو معاملہ رفع دفع، کچھ دے دلا کر جان چھڑا لے گا۔ مگر اصل پسنے والا کون ہے؟ مڈل کلاس!

یہی وہ طبقہ ہے جو صبح سے شام تک ہلکان ہوتا ہے، تنخواہ سے پہلے بجٹ بناتا ہے، آخر میں سب کچھ دے کر بھی خالی ہاتھ رہ جاتا ہے۔ نہ سہولتیں ملتی ہیں، نہ حقوق، بس ہر طرف سے نچوڑا جاتا ہے۔ بھیک بھی یہ دیتا ہے، ٹیکس بھی یہ دیتا ہے، سسٹم بھی اسی کے کندھوں پر کھڑا ہے، اور سب سے زیادہ ذلیل بھی یہی ہوتا ہے۔

تم نے کبھی نوٹ کیا؟ بھکاری امیر علاقوں میں نہیں ہوتے، کیوں؟ کیونکہ امیر لوگ بھیک دیتے ہی نہیں !انہیں کسی کی پروا نہیں، کسی کے آنسو نہیں دکھائی دیتے۔ لیکن مڈل کلاس؟ یہ خود تکلیف میں ہوتے ہوئے بھی کسی کو خالی ہاتھ لوٹانے کا حوصلہ نہیں رکھتا۔ بھکاری جانتے ہیں کہ اگر کہیں ہمدردی ملے گی تو

انہی گلیوں میں، جہاں لوگوں نے خود بھی مہینے کے آخر میں فالتو پیسہ گن کر رکھا ہوتا ہے۔

یہ پورا ملک مڈل کلاس کے کندھوں پر چل رہا ہے، لیکن اسی کے لیے کوئی سہارا نہیں۔ اوپر والا سکون میں، نیچے والا بے فکر، اور بیچ میں پسنے والا ہمیشہ بیچارہ"!۔

کہف بولی "You are right! And on top of that, those daily vloggers and TikTokers who are making money overnight, yet they don't even bother to pay taxes. The real fault isn't theirs, it's our government's.

انہیں چاہیے کہ جو لوگ لاکھوں کماتے ہیں، ان سے بھی اتنا ہی حساب لیا جائے جتنا عام شہریوں

سے لیا جاتا ہے

But no, instead of holding them accountable, the ۔ system burdens only those who earn honestly, while

the rest continue to enjoy without any consequences.”

باسط نے ایک آہ بھری" میں اس زندگی سے عاجز آچکا ہوں، کہف۔ کاش میرا بھائی نہ ہوتا تو میں چنگیز سے کہتا کہ مجھے مار دے

کہف نے ایک گہرا سانس لیا، جیسے اس کی بےوقوفی پر ضبط کر رہی ہو۔

"Basit, don’t be a fool. If you die, I will pull you out of your grave and kill you again myself.

ایک تو ہمارا بھائی خود تو نہ جانے کن مزوں میں ہو گا، اور اس کی وجہ سے یہ مصیبت ہمارے لیے اور اوپر سے، آئی سویئر، میں تو بالکل جیلس ہو رہی ہوں اسے”!۔

باسط کے لبوں پر ایک کھوکھلی ہنسی ابھری، مگر آنکھوں میں کرب کا سیاہ سایہ لرز رہا تھا۔" مجھے ایک بار ہمارا بھائی مل جائے، میں اسے سب کچھ بتاؤں گا۔ مگر یہ

مصیبت اس کی وجہ سے نہیں، میرے باپ کی وجہ سے ہے۔ میں جب اپنے کل کے بارے میں سوچتا ہوں، دل چاہتا ہے کہ میں پیدا ہی نہ ہوتا۔"۔

کہف نے اسے دیکھا، جیسے اس کی باتیں اس کے نزدیک بے معنی ہوں۔

"Basit, if a storm shatters a window, you don't set fire to the whole house. Just like that, اگر زندگی میں کوئی زخم ملے تو تم اپنے وجود کو فنا کرنے کا جواز نہیں گھڑ سکتے۔ تمہارے غم تمہاری قبر نہیں بننے چاہئیں۔ تم جیسے لوگ اپنے ہی اندھیرے میں قید ہو جاتے ہیں، اور جب روشنی کا دروازہ کھلتا ہے تو آنکھیں بند کر لیتے ہیں۔پاسٹ کو بھُلا کر فیوچر کو اچھا بننے کے بارے میں سوچو"۔ باسط کے لبوں پر ہلکی مسکراہٹ ابھری، نگاہوں میں ایک فخریہ چمک در آئی۔ وہ کہف کو یوں دیکھ رہا تھا جیسے اپنی برتری ثابت کر چکا ہو۔

کہف نے بے ساختہ اس کا ہاتھ تھام لیا، ایک مضبوط گرفت، جیسے کوئی بکھرتے لمحے کو تھام لینا چاہے۔ باسط نے پل بھر کو اس لمس کو محسوس کیا، پھر سر جھکائے آگے بڑھنے لگا، اور وہ دونوں خاموشی سے راہ گزر کے ہم سفر ہو گئے۔

----☆☆☆

رات کی سیاہی ہر طرف اپنا سایہ پھیلائے ہوئے تھی۔ ہوا میں گھلتی بوسیدگی اور گلی سڑی لکڑی کی مہک نے ماحول کو مزید بوجھل کر دیا تھا۔ پیسہ کمانے کے لیے ان کے پاس کوئی اور راستہ نہ بچا تھا۔ ڈارک ویب کے ذریعے ان کی ایک ایسے شخص سے بات ہو چکی تھی جو کویت میں ہائیسٹ کی پلاننگ کر رہا تھا۔ اب انہیں جلد از جلد وہاں پہنچنا تھا، اور راستہ ڈنکی تھا—ایک ایسا راستہ جہاں زندگی اور موت کے درمیان کوئی سرحد نہیں ہوتی، بس ایک دھندلی لکیر ہوتی ہے جو اکثر لوگوں کے نصیب میں عبور کرنا نہیں لکھا ہوتا۔

کہف نے اپنے رابطوں کے ذریعے سب کچھ سنبھال لیا تھا، اور اب وہ دونوں اسلام آباد سے کوسوں دور ایک نامعلوم مقام پر تھے۔ وہ جگہ ایک خستہ حال پناہ گاہ تھی، جہاں ڈنکی کے ذریعے نکلنے والے تمام لوگ اکٹھے ہو رہے تھے۔ ان کے چاروں طرف سرسبز جنگل تھا، اور بیچ میں ایک تنہا، بوسیدہ مکان کھڑا تھا—دیواریں کالی پڑ چکی تھیں، سیمنٹ جگہ جگہ سے جھڑ گیا تھا، چھت میں دراڑیں تھیں، جیسے یہ عمارت وقت کے تھپیڑوں کی مار سہتے سہتے دم توڑنے کے قریب ہو۔

کہف اور باسط نے دروازہ دھکیلا۔ پرانی لکڑی چرچرا کر احتجاج کرنے لگی، اور ایک عجیب سی سنسناہٹ اندر کے اندھیرے میں گھل گئی۔ جیسے ہی وہ داخل ہوئے، ایک کرسی پر بیٹھے ایجنٹ نے ان کی طرف نظریں اٹھائیں۔

"پیسے نکالو۔" اس کی آواز سپاٹ اور سفاک تھی۔

باسط اور کہف نے سامنے کا منظر دیکھا، اور ان کے قدم جیسے زمین میں دھنس گئے۔ وہاں صرف مرد یا نوجوان نہیں تھے، چھوٹے بچے، عورتیں، سبھی موجود تھے—کچھ مٹی سے اٹے، کچھ بھوک سے نڈھال، کچھ کے چہروں پر زخم، کچھ کی آنکھوں میں ایسی اداسی جو برسوں کے انتظار سے بھی ختم نہ ہو۔ بچے اپنی ماؤں سے لپٹے ہوئے تھے، کچھ کی نظریں خالی تھیں، جیسے احساس بھی مر چکا ہو۔

کہف کے چہرے پر ایک سایہ سا لہرا گیا۔ وہ یہاں اپنی مجبوری کا رونا روتے آئے تھے، مگر یہاں تو ہر کوئی اپنی بقا کے لیے لڑ رہا تھا۔ باسط نے لب بھینچ لیے، پھر پیٹھ پر لدے بیگ میں ہاتھ ڈال کر پیسے نکالنے لگا۔

عین اسی لمحے کہف کے فون پر ایک پیغام آیا۔ اسکرین پر نظر پڑتے ہی اس کا خون جیسے رگوں میں جم گیا۔ ایک جھٹکے سے اس نے باسط کا ہاتھ روکا۔

"Wait a minute."

باسط نے الجھی نظروں سے اسے دیکھا، مگر کہف کے تاثرات میں ایک عجیب سی سختی تھی۔ اس نے آگے بڑھ کر باسط کے ہاتھ سے پیسے لے لیے اور تیزی سے باہر نکلنے لگی۔

وہ دونوں اب گھنے جنگل کے بیچ کھڑے تھے، چاروں طرف وحشی درختوں کی دیوار اور سرسراتی خاموشی۔ نگاہیں آمنے سامنے تھیں، لب خاموش، مگر ہوا میں کوئی ان کہی گفتگو بکھری ہوئی تھی۔

"Basit, police is about to raid this place."

باسط ایک دم چونکا،" کیا؟"۔

"Yes,

جس شخص نے ہمارا انتظام کیا تھا، اس کا میسج آیا ہے۔ ہمیں فوراً یہاں سے نکلنا ہو گا۔"۔

باسط کی نظریں اندر بیٹھے ان بے بس چہروں پر پڑیں، اس نے دانت بھینچ لیے۔
"اور وہ لوگ؟ ہم انہیں چھوڑ کر جا رہے ہیں؟"۔

"Don't be foolish, Basit!

آنے دو پولیس کو، کم از کم یہ بچے تو بچ جائیں گے۔"۔

کہف کی آواز میں ایک انجانی تلخی تھی، ایک ایسا کرب جو شاید ماضی کی کسی تکلیف سے جنم لے چکا تھا۔" تمہیں نہیں معلوم، جب میں نے پہلی بار ڈنکی ماری تھی، میرے ساتھ جانے کتنے بچے مارے گئے تھے! مجھے ابھی بھی ان کے چہرے یاد ہیں—مگر اس بار، اگر پولیس انہیں لے جائے، تو شاید کسی کو موقع مل جائے جینے کا۔"۔

باسط نے ایک پل کو خاموشی سے اس کی آنکھوں میں دیکھا، پھر گہری سانس لے کر تیزی سے اس کے ساتھ چل پڑا۔ پیچھے وہ مکان، وہ بے بسی، وہ بے چینی اور وہ صدیوں کی خاموشی میں دبی آہیں رہ گئیں۔ جنگل کے سائے لمبے ہوتے گئے، اور ان کے پیچھے صرف ایک سنسناہٹ رہ گئی—ایک ایسی سنسناہٹ جو وقت کے ساتھ بھی شاید مدھم نہ ہو سکے۔

----☆☆☆

کمرے میں مدھم روشنی تھی، کھڑکی کے پار گہرا اندھیرا پھیلا تھا، جیسے رات کی آغوش میں کوئی راز چھپا ہو۔ باسط صوفے پر نیم دراز بیٹھا تھا، اس کی آنکھوں میں دن بھر کی تھکن جھلک رہی تھی، جبکہ کہف اس کے برابر بیٹھی موبائل اسکرین پر نظریں جمائے ہوئے تھی۔

اچانک، اس نے موبائل باسط کے سامنے کر دیا، بغیر کچھ کہے، جیسے خاموشی میں کوئی راز چھپا ہو۔ باسط نے ایک نظر کہف پر ڈالی، پھر موبائل کی اسکرین پر، جہاں ایک امریکی گیمر کی ویڈیو چل رہی تھی۔ اسکرین پر وہ شخص انتہائی پُرجوش انداز میں بات کر رہا تھا، اس کی آواز میں ایک عجیب سی کشش تھی، جو کسی کو بھی اپنی گرفت میں لے لے۔

"Watch this,"کہف کی آواز میں ایک خاص سنجیدگی تھی۔

باسط نے ایک ہلکی سی آہ بھری، جیسے پہلے ہی سمجھ گیا ہو کہ یہ کسی فضول بات کا شاخسانہ ہوگا۔" واقعی، کہف؟ تمہیں لگتا ہے کہ کوئی گیم کھیلنے کے پیسے دے گا؟"

کہف نے فوراً جواب دیا، “Look at the comments, Basit. People are actually getting paid! It’s trending everywhere.”

باسط نے طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ سر جھٹکا، ‘‘ان کے اپنے لوگ ہوں گے، جو سب کچھ طے شدہ طریقے سے کر رہے ہیں۔ تمہیں نہیں لگتا کہ یہ سب ایک دھوکہ ہو سکتا ہے؟’’۔

کہف نے کندھے اچکائے، مگر اس کی آنکھوں میں ایک جھلک تھی، جیسے اس کے دماغ میں کوئی خیال جگہ بنا رہا ہو۔

وشنو موبائل لیے پلے اسٹور پر تھا۔ روشنی کی ہلکی سنہری لکیر اس کے چہرے پر پڑ رہی تھی، جبکہ یاقوت، جو اس کے برابر صوفے پر بیٹھا تھا، حیرت سے اسے دیکھ رہا تھا۔

۔‘‘سالے، اتنے پیسوں کا کیا کرے گا؟ لکڑیوں کی جگہ نوٹوں سے چِتا جلائے گا؟ ’’یاقوت نے تمسخرانہ انداز میں کہا۔

وشنو نے کوئی جواب نہ دیا۔

اس کی نظریں اسکرین پر تھیں، جہاں

“Blue Whale”

گیم ڈاؤن لوڈ ہو رہی تھی۔ جیسے ہی انسٹالیشن مکمل ہوئی، ایک گہرے نیلے سمندر کا منظر ابھرا، جس کے بیچوں بیچ ایک دیو ہیکل وہیل کی دھندلی شبیہہ نظر آ رہی تھی۔ اسکرین پر الفاظ نمودار ہوئے:

Welcome, Seeker, to the Enigma of the Deep...

Before you dive into the abyss, where shadows whisper and secrets swirl, you must first bind yourself to the ancient pact. The Blue Whale awaits, but it demands a token of your truth.

Step forward and inscribe your essence upon the void. Let the blank columns bear witness to your existence:

- **Name**: The echo by which you are known in the mortal realm.

- **Date of Birth:** The celestial alignment that marked your arrival.

- **Every Detail:** The threads that weave the tapestry of your being.

Speak them clearly, for the depths do not forgive half-truths. The contract is eternal, the path irreversible. Do you dare to proceed?

The Abyss Awaits

وشنو نے یاقوت کو موبائل پکڑایا،'' پتہ نہیں کیا انگریزی ہے، پڑھ کر دیکھ۔''۔

یاقوت نے موبائل لیا، بھنویں سکیڑ کر اسکرین کو غور سے دیکھا، پھر آہستہ آہستہ تفصیلات بھرنے لگا۔

کہف نے بھی گیم لوڈ ہوتے ہی اپنی تفصیلات درج کرنا شروع کر دی تھیں۔ اس کے انگلیاں اسکرین پر چل رہی تھیں، جیسے کسی ان دیکھی طاقت کے زیرِ اثر ہوں۔

اب کی بار سکرین پر ابھرا

Enter your bank account details.

Before you proceed, be certain you are ready.

The danger is near, and there is no turning back.

باسط نے بغور اسکرین کی طرف دیکھا، ماتھے پر بل پڑ گئے۔" تمہیں لگتا ہے یہ سب محفوظ ہے؟ یہ لوگ تمہاری معلومات چرا سکتے ہیں۔"۔

کہف نے کندھے اچکائے، "There is nothing in my account anyway, Basit. I withdrew everything two days ago."

دوسری جانب، ہندوستان میں، یاقوت نے وہی تفصیلات درج کیں، مگر اس نے ایسا بینک اکاؤنٹ ڈالا جس میں بمشکل پانچ ہزار روپے تھے۔

جیسے ہی دونوں نے اپنی تفصیلات مکمل کیں، اسکرین پر اچانک ایک اور پیغام ابھرا۔

“LUCK IS YOUR GAMBLE, LIFE IS THE STAKE, FOR THE DARING FEW, RISKS THEY TAKE. A DEADLY GAME, NO TURNING BACK, FURY AND FATE ARE ON RECKLESS TRACK...”

باسط نے گہری نظر کہف پر ڈالی، جیسے اس کی آنکھوں میں کوئی انتباہ ہو۔“ ویسے تو تم ان یوٹیوبرز کی کسی بات پر یقین نہیں کرتیں، مگر اب تمہیں پورا یقین ہے کہ یہ گیم ٹھیک ہے؟”۔

کہف نے اثبات میں سر ہلایا، “This game is all over social media, Basit. Every big YouTuber, even family vloggers, are promoting it. There has to be something real about it.”

باسط نے ناپسندیدگی سے سر جھٹکا،“ مجھے تو ان سب پر بھروسا نہیں۔”۔

کہف ہلکا سا ہنسی، “Oh, come on, Basit. What do you think will happen? It’s just a game. It’s not like we’re actually going inside it.”

جیسے ہی کہف نے اسکرین پر ٹیپ کیا، ایک اور پیغام نمودار ہوا۔ سمندری بلیو وہیل، سفید الفاظ کے ساتھ، اسکرین کے پس منظر پر ابھری، جیسے کوئی پراسرار سایہ گہری رات کی خاموشی میں سرگوشیاں کر رہا ہو۔

پھر، بلیو وہیل نے اپنی دم ہلائی، اور اسکرین پر ایک ایسا تاثر ابھرا جیسے شیشہ ٹوٹ گیا ہو۔ پانی کے بلبلے ابھرے، اور ان کے درمیان سے الفاظ نمودار ہوئے

The Path is Divided into Three...

Before you take the first step, you must bind yourself to the rules of the game. Speak your agreement, and the gates will open. But heed this warning: once you consent, there is :**no turning back.**

By uttering 'I agree,' you surrender to the unknown, accepting all that lies ahead—every shadow, every whisper, every consequence. The game does not forgive hesitation, nor does it welcome the faint of heart.

Do you dare to proceed? Or will you retreat into the safety of the ordinary?

Choose wisely, for the game has already begun...

یاقوت نے ایک لمحے کے لیے موبائل کو دیکھا، پھر ایک بے صبری کے ساتھ اسکرین پر ایگری کا بٹن دبا دیا۔ کون وقت ضائع کرتا؟ لمبی چوڑی پالیسی پڑھنے کا وقت کس کے پاس تھا؟ ایک معمولی گیم کے لیے اتنا سوچنا کیا ضروری تھا؟

کہف نے بھی بنا کسی ہچکچاہٹ کے قبول کر لیا۔ اور جیسے ہی اس نے اسکرین کو چھوا، اگلا مرحلہ نمودار ہوا—یہاں کھیل واقعی شروع ہو چکا تھا۔

The game is divided into three parts, each more treacherous than the last. But with every step, the rewards grow greater, tempting you to dive deeper into the abyss.

The Silver Part (Riddle).1

Crack the enigma, and **$100,000** will be yours. But beware, for the answer lies hidden in the darkest corners of your mind.

The Golden Part (Task).2

Prove your worth through a trial of courage and cunning. Succeed, and **$500,000** will glimmer in your hands. But fail, and the shadows will claim you.

The Diamond Part (Game) .3

Reach the final stage, and an equal fortune awaits. But here, the stakes are highest, and the game plays for keeps.

The choice is yours, Player. Will you chase the glittering prize, or will the depths consume you?

یہ کھیل تمہاری ہوس کو اُبھارے گا، تمہیں چمکتے ہوئے انعامات کا لالچ دے گا۔

پہلے مرحلے پر$100,000

دوسرے پر

$500,000

اور اگر تم آخری مرحلے تک پہنچ گئے تو ایک اور خزانہ تمہارا منتظر ہوگا۔

لیکن یاد رکھو، یہ صرف ایک جال ہے۔ جیسے مچھلی کو چمکتی ہوئی چیز کا لالچ دے کر پھانسا جاتا ہے، ویسے ہی تمہیں رقم کی چمک دکھا کر اس کھیل میں پھنسا لیا گیا

ہے۔ انسان کی ہوس، اس کی کمزوری، اور پیسے کے پیچھے بھاگنے کی تلخ حقیقت——
یہ سب تمہارے سامنے ہے۔

کیا تم اس جال میں پھنسو گے؟ یا اس کھیل کے پیچھے چھپی ہوئی حقیقت کو پہچان
لو گے؟ فیصلہ تمہارا ہے...

کہف کا دل جیسے ایک لمحے کو رک گیا۔ پھر تیز دھڑکنے لگا۔

“Oh my God, Basit! Do you hear this? This is it! This is what we need! Allah has listened to us! Your loan will be paid, Basit! Just download it! Please!”

باسط نے نفی میں سر ہلایا، نظریں گہری اور سخت ہو چکی تھیں۔'' یہ سب بکواس
ہے، کہف۔ تمہیں نہیں لگتا کہ یہ جال ہو سکتا ہے؟''۔

مگر کہف پر اب ایک عجیب سی بے خودی طاری ہو چکی تھی۔ اس نے ایک لمحہ
ضائع کیے بغیر باسط کا موبائل پکڑا اور گیم ڈاؤنلوڈ کرنا شروع کر دی۔

''کہف،''

باسط نے روکنے کی کوشش کی، مگر کہف کے ہاتھ تیز تھے، اس کے جذبے زیادہ مضبوط تھے۔

"Don't be stupid just trust me!"

جیسے ہی باسط کا موبائل اسکرین پر وہی بلیو وہیل کا عکس ابھرا، جیسے کوئی سمندر کے گہرے پانیوں میں زندہ ہو رہا ہو، باسط کے اندر کسی نامعلوم خطرے کی گھنٹی بجی۔

دوسری جانب، یاقوت کا دل بھی لالچ کی آگ میں جلنے لگا تھا۔ اس نے وشنو کی طرف دیکھا، اور پھر بنا کسی سوچ کے گیم ڈاؤنلوڈ کر لی۔

۔"ابے یہ پیسہ ...یہ واقعی میں سچ ہو سکتا ہے؟ "اس کے لب کپکپا رہے تھے۔

وشنو نے کوئی جواب نہ دیا، بس اپنی اسکرین پر نظریں گاڑ دیں۔

انہیں معلوم نہ تھا کہ جو دروازہ انہوں نے کھولا تھا، وہ صرف کھیل کا دروازہ نہیں تھا—یہ کسی اور ہی دنیا کی سیڑھی تھی، ایک اندھی کھائی، جس کا کوئی اختتام نہ تھا۔

کہف کے چہرے پر ایک ہیجان تھا، یاقوت کے اندر جوش تھا، اور باسط کے اندر ایک بے نام سی بے چینی سرایت کر رہی تھی۔

وہ نہیں جانتے تھے کہ وہ ایک ایسے کھیل میں قدم رکھ چکے ہیں جہاں صرف ایک اصول تھا "No turning back."—

----☆☆☆--

--

اچانک، نیلگوں پانیوں میں بلیو وہیل کی سیاہ پرچھائیں ابھری، ایک لمحے کو وہ ساکت رہی، پھر یکدم دائیں طرف غوطہ لگا گئی، پانی میں ایک پراسرار بلبلا اٹھا، جیسے کسی نے آخری سانس لی ہو۔

کہف کی نظریں سکرین پر جم گئیں۔ ڈیش بورڈ پر اب اس کی اپنی شناخت نمودار ہو رہی تھی۔

"PLAYER #5001: KAHAF."

اس نے تیزی سے باسط کی طرف دیکھا، جو اسکرین پر نظریں جمائے بیٹھا تھا۔

"PLAYER #5002: BASIT."

ان کے نام ...ان کے وجود ...سب کچھ اس کھیل میں قید ہو چکا تھا۔

سکرین کے دائیں جانب ایک خالی باکس تھا جو آہستہ آہستہ بھرنے لگا۔ ہر گزرتے لمحے کے ساتھ، نئے کھلاڑی شامل ہو رہے تھے۔ نمبرز بڑھ رہے تھے ... ہزاروں ...لاکھوں ...یہاں تک کہ جیسے ہی گنتی رکی، نیچے ایک لرزہ خیز حقیقت لکھی تھی:

"1,000,000 PLAYERS CONNECTED."

پوری دنیا سے ایک ملین افراد اس کھیل کا حصہ بن چکے تھے۔

اچانک، اسکرین پر سرخ روشنی چمکی، جیسے کوئی الارم بج اٹھا ہو۔ الفاظ خون کی مانند ابھرنے لگے، جیسے کوئی پراسرار سایہ سرگوشی کر رہا ہو:

”Attention, Players... The Game Begins Now.”

You have been chosen. There is no turning back. The game is no longer downloadable, and no one from the outside can access it now. You are already inside, and there is no escape. Once you step in, the doors close behind you.

This is your reality, your challenge, and your journey. The game has claimed you, and it will not let go.

Prepare yourself, for the first trial awaits: The Silver Part – RIDDLE.

The choice is no longer yours to make. You are here, and the game has begun.

Will you rise to the challenge, or will the shadows consume you?

Prepare yourself for the first challenge: The Silver Part – RIDDLE.

Unlock its secrets, and a reward awaits. But remember, the game has only just begun. Stay sharp, stay focused, and above all... stay alive.

Are you ready to play?

کہف کے اندر ایک بے نام خوف سرایت کرنے لگا۔ اس کے ہاتھ پسینے سے بھیگنے لگے۔

“The first riddle will appear on your screen.”

“You must give the correct answer.”

“Otherwise, you will be executed.”

یہ آخری جملہ تھا جو سکرین پر آیا ...جیسے کسی نے اس کے سینے پر برف رکھ دی ہو۔

کہف کا دل زور سے دھڑکا۔ اس نے باسط کی طرف دیکھا، مگر باسط کی آنکھیں سکرین پر جمی تھیں، جیسے وہ کسی انجانے سحر میں قید ہو۔

یکدم جیسے کسی نامعلوم خلا سے ایک گونج اُبھری—گہری، مہیب، اور سرسراتی ہوئی—وہیل مچھلی کی خوفناک صدا، جو نہ کسی سمندر کی موج میں تھی، نہ کسی پانی کی تہہ میں، بلکہ سیدھا موبائل اسکرین سے ابھر رہی تھی۔

یہ محض آواز نہ تھی، بلکہ ایک لرزہ خیز وائبریشن تھی جو ہر کھلاڑی کے ہاتھ میں پکڑے موبائل کو زلزلے کی مانند ہلا رہی تھی۔ کہف کے انگلیاں کانپ گئیں، باسط نے بے ساختہ سکرین پر نظریں گاڑ دیں۔ یاقوت نے تیزی سے موبائل مضبوطی سے پکڑا، جیسے کوئی اسے ہاتھ سے جھٹک کر لے جانے والا ہو۔

اسکرین اچانک سیاہ پڑی، اور پھر، سرخ الفاظ، خون کی بوندوں کی مانند اس کے وسط میں نمودار ہونے لگے:

“BE READY. IF YOU DON’T RESPOND IN 5 SECONDS, YOU WILL BE EXECUTED.”

الفاظ جیسے دھڑکتے ہوئے دل کی طرح لرز رہے تھے، ہر پل کے ساتھ گہرے اور سیاہ ہوتے جا رہے تھے۔

“THE RIDDLE WILL BE SHARED IN SECONDS.”

کہف کے حلق میں کانٹے اُگ آئے۔ دل کی دھڑکن بےترتیب ہونے لگی، جیسے کسی نے اندر خلا پیدا کر دیا ہو۔

کچھ تو ناگوار ہونے والا تھا، یا شاید ہو چکا تھا، جو اُس کی سمجھ سے پرے تھا۔ اُس کا دل اُسے اچھے اشارے نہیں دے رہا تھا۔ ایک عجیب سی بے چینی، ایک پراسرار خوف، اُس کے دل و دماغ میں سر اٹھا رہا تھا۔ خیالات کے طوفان نے اُسے گھیر لیا تھا، اور ہر سوچ ایک نئی الجھن کا دروازہ کھول رہی تھی۔ کیا یہ محض وہم تھا، یا کوئی اندرونی آواز جو اُسے خبردار کر رہی تھی؟ اُسے کچھ سمجھ

نہیں آ رہا تھا، مگر ایک بات واضح تھی—کچھ تو تھا، جو اُس کی پہنچ سے پرے تھا۔ مگر وہ نہ جانتی تھی

پانچ سیکنڈز ...وقت ریت کی مانند پھسل رہا تھا ...اور موت قریب آ رہی تھی۔

اسکرین پر لفظ ابھرے، تاریکی کے سینے میں سلگتی سرخ لکیروں کی مانند، جیسے کسی نے دہکتے انگاروں سے نقش کیے ہوں—۔

"I am not alive, yet I grow. I don't have lungs, yet I need air. I don't have a mouth, yet I can drown you. What am I?"

پانچ سیکنڈ کا ٹائمر...

دیوار پر لگے کلاک کی سوئیاں جیسے رک گئیں۔ وقت کا بہاؤ تھم گیا، مگر موبائل اسکرین پر گزرتے سیکنڈز کی ہر ٹک ایک خنجر کی مانند دل میں ترازو ہوتی گئی۔

کہف نے باسط کی طرف دیکھا، آنکھوں میں الجھن، چہرے پر حیرت، جیسے کسی مہیب گڑھے کے دہانے پر کھڑی ہو۔ دوسری جانب وشنو نے یاقوت کی طرف رخ پھیرا، اس کی نظروں میں ایک بے نام خوف لرز رہا تھا۔

"پانچ"...

امریکہ کے ایک چھوٹے مگر سجے ہوئے کمرے میں پندرہ سالہ بچہ موبائل اسکرین پر جھکا ہوا تھا۔ اس کے ہونٹوں پر دھیمی مسکراہٹ تھی، جیسے یہ سب محض ایک کھیل ہو۔

"چار"...

اس نے جواب دینے کے لیے انگلیاں اسکرین پر پھیرنی شروع کیں۔

"تین"...

کہف کی سانس بےترتیب ہوئی۔ وہ الفاظ کو جوڑنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"دو"...

بچہ ٹائپ کر چکا تھا

Water.

"ایک"...

کہف کے لب ہلے

— "Fire!"

باسط نے ایک لمحے کے توقف کے بعد اسی جواب کو انٹر کر دیا۔

اور...

ٹائمر بجتے ہی اسکرین پر ایک ہولناک نوٹس ابھرا—

"FIRE IS THE CORRECT ANSWER."

مگر اسی کے ساتھ اگلے الفاظ نے پورے ماحول میں برف کی سی ٹھنڈک بھر دی—

"3000 PLAYERS EXECUTED."

یکدم اسکرین پر ناموں کی قطاریں نمودار ہوئیں——ختم ہونے والوں کی فہرست، ہر نام کے ساتھ ایک سیاہ کراس، جیسے کوئی کفن لپیٹ کر رکھ رہا ہو۔

امریکی بچہ، جو اب تک اپنی فتح پر مطمئن تھا، اس کے موبائل کی اسکرین یکدم چمکی، اور اس پر ایک گول دائرہ ابھرا——سرخ، سفید، ہلتا، گھومتا ...جیسے کسی قدیم جادوئی طلسم کا حصہ ہو۔

"You will put a bare wire in your mouth."

یہ آواز نہیں تھی، یہ کسی گہری کھائی سے آنے والی سرگوشی تھی——مانوس مگر اجنبی، پرسکون مگر قاتل۔

بچہ جیسے کسی خمار میں ڈوب چکا تھا۔ اس کی آنکھوں میں سیاہی اترنے لگی، شعور گھلنے لگا۔ وہ کسی روبوٹ کی مانند بے حس و حرکت اٹھا، جیسے اس کے اعضا اس کے قابو میں نہ ہوں۔

کانپتے قدموں سے وہ کمرے کے کونے میں پڑے سوئچ بورڈ تک پہنچا۔ ہاتھ بڑھایا، ایک ننگی تار کو پکڑا، اس کا دوسرا سرا پلگ میں لگایا۔

پھر...

وہ جیسے کسی غیر مرئی طاقت کے زیرِ اثر جھکنے لگا ...تار کے برہنہ سرے کو لبوں سے چھوا ...اور پھر پورے منہ میں رکھ لیا۔

اچانک، ایک جھٹکا—شدید، وحشی، ہڈیوں میں دراڑیں ڈال دینے والا جھٹکا۔

اس کا جسم یکدم کانپنے لگا، جیسے زلزلے کی زد میں ہو۔ اس کی آنکھیں باہر کو ابھر آئیں، زبان سوج کر منہ سے باہر جھلکنے لگی، انگلیاں مڑ کر بدن سے لگنے لگیں۔

پھر، اگلے ہی لمحے، کنپٹی کے اندر سے ایک بھیانک دھماکہ ہوا۔

دائیں آنکھ پھٹ گئی۔

خون کی ایک سرخ دھار اس کی پلکوں سے بہنے لگی، جیسے آنسو بن کر گر رہی ہو۔ ناک کے نتھنوں سے گہرا سیاہ مائع بہنے لگا، کانوں سے دھواں اٹھا، اس کے

جسم کی لرزش ایک آخری دھچکے کے ساتھ ختم ہوئی، اور وہ فرش پر اوندھے منہ گر گگیا

کمرے میں بس خاموشی تھی——وحشت ناک، مردہ خاموشی۔

اور موبائل؟

بلیو وہیل کی گیم اس میں خود بہ خود حذف ہو رہی تھی۔

مگر جیسے ہی وہ ڈیلیٹ ہوئی، موبائل کی اسکرین پر نیلی روشنی کی ایک چمک ابھری، اور موبائل خودبخود آگ پکڑنے لگا۔

دھواں، شعلے، اور راکھ ...اور اس کھیل کے تین ہزار شکاری مٹی میں مل چکے تھے۔۔۔۔

یاقوت نے گہری سانس کھینچی، جیسے کوئی زہر کا گھونٹ حلق سے اتار رہا ہو۔

۔۔"اللہ کا۔ شکر ہے ورنہ میری تو سانس پھنسی ہوئی تھی پتہ نہیں کیوں گیم ہی تو ہے یہ "...اس کے لبوں سے بمشکل نکلا۔

وشنو نے بھی تائید کی، مگر اس کے الفاظ کے پیچھے کوئی انجانا خوف سرسراتا محسوس ہوا۔

’’شکر ہے بھگوان کا کہ تیرا جواب ٹھیک تھا۔‘‘

یاقوت کے ہونٹوں پر ایک ہلکی سی طنزیہ لکیر کھنچی۔

۔’’کون سے والے؟ ‘‘اس نے آنکھیں سکیڑیں۔

پھر، جیسے اپنی الجھن کو جھٹکتے ہوئے، بولا،

’’عجیب گیم تھی، پتہ نہیں کیا کھیل تھا یہ، فضول کا‘‘!...

لیکن جیسے ہی اس کے الفاظ ختم ہوئے——۔

باہر سے ایک دل دہلا دینے والا شور اٹھا۔ کوئی چلایا، کوئی دہاڑا، جیسے کسی نے زمین پر لرزتی موت کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہو۔

یاقوت اور وشنو کے قدم خودبخود دروازے کی طرف بڑھے، جیسے کسی غیر مرئی طاقت نے انہیں کھینچ لیا ہو۔

باہر کا منظر ...خون میں بھیگا ہوا تھا۔

سڑک کے بیچوں بیچ، ایک آدمی اوندھے منہ پڑا تھا۔ اس کا جسم بے جان، اکڑا ہوا، جیسے کوئی تاریک طاقت اسے جکڑ چکی ہو۔ سر کے نیچے خون کی چادر پھیلی ہوئی تھی، جو آہستہ آہستہ تاریکی میں ضم ہو رہی تھی۔

اور اس کے قریب ...ایک موبائل فون پڑا تھا۔ اس کی اسکرین سیاہ ہو چکی تھی، جیسے کھیل نے اپنا آخری راز بھی خود کے ساتھ دفن کر لیا ہو۔

یاقوت نے ایک پل کے لیے سانس روکی، پھر فوراً وشنو کی طرف گھوما۔ اس کی آنکھوں میں ایک بے یقینی کی لہر تھی، جیسے حقیقت کو قبول کرنے سے انکار کر رہا ہو۔

۔"یہ ...یہ تو وہی ہے جس نے تجھے اس گیم کے بارے میں بتایا تھا"!۔

وشنو کے حلق میں کچھ پھنسا، اس کے گلے کی گلٹی نمایاں ہوئی، جیسے کسی نادیدہ ہاتھ نے اسے جکڑ لیا ہو۔

وہ بُت بنا کھڑا تھا، اس کی آنکھیں خالی، سوچوں کی گہرائی میں گرتی جا رہی تھیں۔

----⭐⭐⭐

اگلی صبح کا وقت تھا...۔

کہف اور باسط ٹی وی لاؤنج میں موجود تھے، جہاں سامنے چلتی اسکرین پر ایک ہولناک خبر نشر ہو رہی تھی۔ نیوز چینل کی مخصوص سرخ ہیڈلائن نے کمرے میں ایک سنسنی خیز خاموشی بکھیر دی تھی۔ اینکر کا سنجیدہ اور گہرے لہجے میں بولنا مزید اضطراب پیدا کر رہا تھا۔

۔'' ناظرین، ایک لرزہ خیز اور ناقابلِ یقین خبر سناتے چلیں۔ گزشتہ شب، عین ایک مخصوص وقت پر، دنیا کے مختلف ممالک میں تین ہزار افراد نے اجتماعی طور پر اپنی زندگی کا خاتمہ کر لیا۔ اس اندوہناک واقعے نے عالمی سطح پر خوف و ہراس پھیلا دیا ہے، اور ہر طرف ایک ہی سوال گردش کر رہا ہے—آیا یہ کوئی غیر معمولی اتفاق ہے، یا اس کے پیچھے کوئی گہری سازش کارفرما ہے؟''۔

نیوز اسکرین پر دنیا کے مختلف ممالک کے نقشے نمودار ہو رہے تھے، جہاں ہلاکتوں کی تعداد نمایاں کی جا رہی تھی۔ اینکر کی آواز پس منظر میں گونج رہی تھی

"اطلاعات کے مطابق، پاکستان میں بیس، بھارت میں پچاس، اور بنگلہ دیش میں ستر افراد کی پراسرار اموات رپورٹ ہو چکی ہیں، جبکہ سب سے زیادہ ہلاکتیں امریکہ میں ہوئیں، جہاں پانچ سو افراد نے خودکشی کی۔ ماہرین حیران ہیں کہ آخر کس محرک نے مختلف براعظموں میں موجود ان افراد کو ایک ہی وقت میں زندگی ختم کرنے پر مجبور کر دیا؟"۔

کہف کا رنگ زرد پڑ چکا تھا۔ وہ ہولے سے سانس لیتے ہوئے اسکرین پر نظریں جمائے بیٹھی رہی، جبکہ باسط گہری سوچ میں ڈوب گیا۔ پھر اچانک، جیسے کسی خیال نے اس کے ذہن میں سر اٹھایا ہو، وہ دھیرے سے بولا

"ایسا کیوں لگ رہا ہے کہ اس سب کے پیچھے وہی گیم ہے؟ جس ٹائم زون میں اس کے رزلٹ اناؤنس ہوئے تھے، اسی لمحے اتنی بڑی تعداد میں خودکشیاں ہوئیں"...۔

کہف نے اس کی طرف دیکھا، آنکھیں گھمائیں اور طنزیہ لہجے میں بولی

"Oh please, Basit!"

مگر باسط نے نفی میں سر ہلایا۔ اس کے چہرے پر ایک عجیب سی سنجیدگی چھا چکی تھی۔

دفعتاً موبائل کی اسکرین ایک جھماکے سے روشن ہوئی، اور اگلے ہی لمحے بلیو وہیل کی بھیانک، گونجتی ہوئی آواز پورے کمرے میں سرسرانے لگی۔

موبائل مسلسل وائبریٹ کر رہا تھا، جیسے کوئی نادیدہ قوت اسے جھنجھوڑ رہی ہو۔ کہف اور باسط نے چونک کر اسکرین کی طرف دیکھا۔ ان کے چہروں پر سنجیدگی اور حیرت کا عجیب سا امتزاج تھا۔

[Notification: Blue Whale Game]

"Warriors, buckle up! The next riddle is on its way. If you fail to answer in time, you will be executed. Also... make sure you get it right!"

ایک پل کے لیے کمرے کی فضا منجمد ہوگئی۔ باسط نے گہری سانس لی، جبکہ کہف کی انگلیاں بےاختیار موبائل کے کنارے پر کس گئیں۔ اس کا دل جیسے پسلیوں میں دھڑکنے کے بجائے ہتھوڑے برسانے لگا تھا۔

دوسری جانب، یاقوت اور وشنو نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ یاقوت نے تھکی ہوئی، خمار آلود آواز میں بڑبڑایا

"ابے، یہ کیا گیم ہے؟ سونے بھی نہیں دیتی"!

لیکن دوسری جگہ، لاہور کے ایک گھر میں، ایک نوجوان بےسُدھ پڑا تھا۔ اس کے اطراف خاموشی کا راج تھا، مگر موبائل کی اسکرین بار بار چمک رہی تھی، جیسے کوئی سائے میں چھپی طاقت اسے جھنجھوڑ رہی ہو۔

[Notification: Blue Whale Game]

"Wake up. The game waits for no one."

ٹیبل پر رکھا موبائل مسلسل وائبریٹ ہو رہا تھا۔ اس کی مخصوص گونج سنسناتے ہوئے کمرے میں پھیل رہی تھی، جیسے کسی نادیدہ درندے کی دھیمی دھاڑ ہو، جو اپنے شکار کے جاگنے کا انتظار کر رہا ہو۔ مگر بستر پر پڑی وہ بےسُدھ شبیہ، جیسے کسی اور ہی دنیا میں گم تھی ...ایک ایسی دنیا جہاں خواب اور حقیقت کے درمیان حدیں مٹ چکی تھیں۔

کہف اور باسط نے بے چینی سے اپنی آئی ڈیز کھولیں۔ اسکرین پر پہلی جھلک ہی لرزا دینے کے لیے کافی تھیں

GAME STATUS UPDATE :

Total Warriors in the List: 997,000

Players Executed: 3,000

Players Active: 990,000

Players Inactive: 7,000

Execution Probability: 100%

کہف نے ایک لمبی سانس کھینچی، لیکن جیسے ہی

Inactive Players

کی تعداد بدلی، اس کے ہاتھ لرز گئے۔

Players Inactive = 6,500

یہ کیا ہو رہا تھا؟ پانچ سو پلئیرز نے گیم جوائن کر لی تھی؟

یکدم دائیں جانب ایک نیا نوٹیفکیشن آیا

TIME OVER: 6500 PLAYERS EXECUTED & 990500 PLAYERS LOCKED

باسط کا چہرہ سفید پڑ گیا۔ کہف نے بے یقینی سے سکرین پر نظریں گاڑ دیں۔

لاہور –

نیم روشن کمرہ۔ ٹیبل پر رکھے موبائل کی اسکرین چمکی۔ اچانک، موبائل سے ایک سب لِمنل(Subliminal)

ساؤنڈ نکلی، ایک ایسی غیر محسوس مگر مہلک آواز، جو انسانی ذہن کو جکڑ لے۔

Muhammad Shayan – Player No. 990000

EXECUTED.

YOU WILL SHOOT YOURSELF.

محمد شایان کی آنکھیں کھلیں۔ لیکن وہ ہوش میں نہیں تھا۔ وہ ہپنوٹائز ہو چکا تھا۔ جیسے کوئی نادیدہ طاقت اس کے جسم کو چلا رہی ہو۔ اس کی حرکات میں ایک کٹھ پتلی جیسا انداز تھا۔

وہ بے حس و حرکت اٹھا، الماری کی طرف بڑھا، دراز کھولی، اور پستول نکالی۔

کلک!۔

سرد دھات اس کے لبوں سے ٹکرائی۔

بنگ!۔

ایک دھماکے کی آواز گونجی۔ دیوار پر خون کا چھینٹا پھیل گیا، اس کا جسم زمین پر دھڑام سے گرا۔ موبائل کی اسکرین پر آخری منظر نظر آیا

GAME DELETED.

لندن، یو کے – ایک ڈسکو کلب

کان پھاڑ دینے والی موسیقی، رنگین روشنیوں میں ناچتے ہوئے لوگ، اور درمیان میں ایک سرخ لباس میں لپٹی لڑکی۔

وہ مستی میں جھوم رہی تھی، لیکن کسی نے قریب آ کر بجلی کی سی تیزی سے اس کی کنپٹی پر چاقو مار کل

کوئی چیخ نہ نکلی، کوئی حرکت نہ ہوئی۔

بس ایک لمحہ، ایک وار، اور وہ زمین پر گر چکی تھی۔

چند لمحوں بعد جب لوگوں کو ہوش آیا تو ہجوم میں ایک دہشت کی لہر دوڑ گئی۔

“SOMEONE KILLED HER!”

یہ صرف شروعات تھی۔ دو دن میں ۹۵۰۰ پلئیرز اس کھیل کی بھینٹ چڑھ چکے تھے۔

اور ابھی اور پلئیرز نے اس کھیل کے بھینٹ چڑھنا تھا

یہ کھیل ابھی بھی کسی کی اسکرین پر زندہ تھا۔

یہ کھیل ابھی بھی کسی اور کی موت لکھ رہا تھا۔

یکدم سکرین پر تحریر ابھری

DEAR WARRIORS, LUCK IS YOUR GAMBLE.

AND LUCK IS WITH YOU... WITH YOUR LUCK, BE A WARRIOR.

بلیو وہیل کا نشان اسکرین پر بائیں سے دائیں سرکنے لگا، جیسے اندھیری رات میں کوئی سایا حرکت کر رہا ہو۔

پھر اگلی تحریر نمودار ہوئی

"RIDDLE WILL BE SHARED WITH YOU SHORTLY. BE ACTIVE."

یاقوت نے وشنو کی طرف دیکھا، اس کی آنکھوں میں خوف کی پرچھائیاں لرز رہی تھیں۔ وشنو نے گہری سانس لی، جیسے کسی نادیدہ خوف کو خود پر حاوی ہونے سے روک رہا ہو۔

۔"یہ گیم ...یہ سب کی جان لے رہی ہے۔ "یاقوت کے لبوں سے نکلا، مگر اس کی آواز جیسے خود ہی ٹوٹ کر بکھر گئی۔

"صحیح جواب دینا ہوگا۔ نو ہزار پانچ سو لوگ ...ختم کر دیے گئے"...

وشنو نے نظریں جھکا کر سر ہلایا۔

"مجھے بھی لگتا ہے کہ یہ سب اسی کھیل کا حصہ ہے"...

—

کہف کی آنکھوں میں پانی تھا، اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے، اس نے ایک نظر باسط پر ڈالی اور پھر ٹوٹے لہجے میں کہا

"You know what... I am with you. I also think that this game is behind all these deaths..."

اس کے آنسو گالوں پر پھسلے۔ وہ مزید کچھ کہنے لگی مگر آواز ٹوٹ گئی۔ پھر اس نے سر جھکا لیا، جیسے اپنے ہی بوجھ تلے دب گئی ہو۔

"Basit, I am sorry... please forgive me."

باسط کا دل ایک پل کے لیے تھم سا گیا۔ وہ چند لمحے کہف کو دیکھتا رہا، پھر جیسے کوئی گھنا سایہ اس کے دل پر گرا، وہ آگے بڑھا اور کہف کو گلے لگا لیا۔

۔" چھوڑو سب، رو مت کہف ...ضروری نہیں کہ ایسا ہو ...اگر ایسا ہے تو بھی ہم کچھ نہ کچھ کر لیں گے۔ پلیز، خود کو ملامت مت کرو۔"۔

کہف نے بھیگتی پلکوں سے سر اٹھایا، اس کی آواز لرز رہی تھی۔

"I should have listened to you... it's all my mistake... please forgive me."

باسط نے اس کے سر کے پچھلے حصے پر ہاتھ رکھا، نرمی سے اس کے بالوں میں انگلیاں پھیریں اور گہری سانس لے کر بولا

"کچھ نہیں ہوگا ...ہم ہر مشکل سے نکل آئیں گے"...

THE FINAL CODE – 30 MINUTES TO DECIPHER

یکدم اسکرین پر سرخ الفاظ چمک اٹھے، جیسے کسی نے موت کا پروانہ لکھ دیا ہو۔

YOU HAVE 30 MINUTES.

DECODE OR BE READY FOR EXECUTION

یہ الفاظ جلتے ہوئے انگاروں کی طرح اسکرین پر دوڑنے لگے، جیسے کسی نے الٹی گنتی شروع کر دی ہو۔

کہف کی آنکھوں میں خوف چھا گیا، اس کا دل کسی ان دیکھے دباؤ سے دبنے لگا۔دوسری جانب بھارت میں یاقوت کے ہاتھ برف جیسے سرد ہو گئے، اور وشنو کی سانس حلق میں اٹک گئی۔

۔""ہمیں یہ حل کرنا ہوگا ...کسی بھی قیمت پر "! باسط نے سخت لہجے میں کہا، مگر اس کی آواز میں ایک انجانی گھبراہٹ شامل تھی۔

سکرین پر ہیروگلیفک علامات مزید واضح ہوئیں، جیسے کسی قدیم قبر کے در و دیوار پر کندہ کی گئی ہوں۔

آخر وہ سمبل ہیں کیا؟

پہلی لائن:

1. Eye of Horus (Udjat Eye) -

2. Water ("n") -

3. Bread Loaf ("t") -

4. Det (Land) -

5. Folded Cloth ("s") -

6. Bread Loaf ("t") -

7. Water ("n") -

8. Mouth ("r") -

- Stool ("p").9

- Bread Loaf ("t") .10

- Basket ("k") .11

- Door Bolt ("s") .12

دوسری لائن:

- Folded Cloth ("s") .13

- Bread Loaf ("t") .14

- Mouth ("r") .15

- Eye of Horus (Udjat Eye) .16

- Bread Loaf ("t") .17

- Owl ("m") .18

- Bread Loaf ("t") .19

- Horned Viper ("f") .20

- Hill Slope .21

- Mouth ("r") .22

تیسری لائن:

23. - Reed Shelter (M)
24. - Water ("n")
25. - Eye of Horus (Udjat Eye)
26. - Sun ("ra" or "re")
27. - Mouth ("r")
28. - Walking Legs (Movement/Action)
29. - Horned Viper ("f")
30. - Ankh (Life Symbol)

چوتھی لائن:

31. - Water ("n")
32. - Owl ("m")
33. - Eye of Horus (Udjat Eye)
34. - Basket ("k")
35. - Det (Land)

- Bread Loaf ("t") .36

- Mouth ("r") .37

- Vulture ("a") .38

- Jar Stand ("g") .39

پانچویں لائن:

- Twisted Flax ("h") .40

- Mouth ("r") .41

- Stool ("p") .42

- Horned Viper ("f") .43

- Eye of Horus (Udjat Eye) .44

- Folded Cloth ("s") .45

- Arm ("a" or "i") .46

- Door Bolt ("s") .47

چھٹی لائن:

48. Horned Viper ("f") -

49. Door Bolt ("s") -

50. Water ("n") -

51. Bread Loaf ("t") -

52. Twisted Flax ("h") -

53. Vulture ("a") -

54. Stool ("p") -

55. Arm ("a" or "i") -

کہف کانپ سی گئیں اس کی آنکھیں باسط کی جانب اٹھیں جو اب پوری توجہ سے سکرین کو دیکھ رہا تھا۔

دوسری جانب انڈیا میں۔۔

۔"یہ رڈل نہیں ہے"...یاقوت نے کپکپاتی آواز میں کہا،" یہ ایک قدیم پیغام ہے ...اور اگر ہم نے اسے وقت پر نہ کھولا"...۔

وشنو نے بے یقینی سے اسکرین پر نظریں گاڑ دیں،'' تو یہ گیم ہمیں نہیں چھوڑے گی۔''۔

سکرین پر ٹائمر چمکنے لگا، 30 منٹ کی الٹی گنتی شروع ہو چکی تھی۔

29:59...

29:58...

29:57...

وقت کم تھا، اور موت ان کے سروں پر کھڑی تھی۔ اب بس ایک ہی راستہ تھا
– DECODE OR BE READY FOR EXECUTION.

وقت کم تھا، سانسیں رکی ہوئی تھیں، اور پردۂ سکرین پر موت رقص کر رہی تھی۔

کہف نے باسط کو دیکھا، باسط نے کہف کو —آنکھوں میں پھیلتی دہشت کی سرخی کسی خاموش چیخ کی مانند تھی

۔"یہ ...یہ کیا ہے باسط؟ "کہف کی آواز لرز گئی۔

باسط کے ماتھے پر پسینے کے قطرے نمودار ہوئے، انگلیاں کانپنے لگیں۔ دس منٹ گزر چکے تھے۔ بیس باقی تھے۔

باسط نے گہری سانس لی، دماغ جیسے ماؤف ہونے لگا تھا۔ وقت کے کٹھرے میں وہ خود کو بےبس محسوس کر رہا تھا۔

کہف نے لرزتے ہاتھوں سے سکرین شاٹ لینے کی کوشش کی، مگر...۔

"ناکام"!

اس کا دل جیسے ایک لمحے کے لیے دھڑکنا بھول گیا۔

"باسط ...یہ ...یہ سکرین شاٹ نہیں ہو رہا"!

باسط نے لپک کر لیپ ٹاپ نکالا، انگلیاں تیزی سے کی بورڈ پر دوڑنے لگیں مگر...۔

"سسٹم فریزڈ"!

۔"یہ ...یہ کیا ہو رہا ہے؟ "باسط کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

کہف کی گلٹی ابھر کر معدوم ہو چکی تھی، آنکھوں میں موت کی سرد مہری لرز رہی تھی۔

دوسری جانب، ہندوستان میں یاقوت ہاتھوں میں سر دیے سوچنے لگا۔

"میں ...میں دبئ کے ایک ایکسپو میں گیا تھا، وہاں میں نے یہ زبان دیکھی تھی"...

حافظے کے کسی کونے سے کوئی پرانا منظر ابھرنے لگا۔

پاکستان میں، باسط نے پلکیں جھپکائیں۔

"امی ...امی ان زبانوں کا مطالعہ کیا کرتی تھیں"!

ذہن بجلی کی طرح چمکا۔

– Eye of Horus

"اس کا مطلب ہو سکتا ہے"...

“A single eye watches...”

سرکل پر نظر پڑی—۔

– Sun

“Bathed in the light of the great sun...”یاقوت نے کانپتے لبوں سے کہا۔

وشنو نے چہرے پر عجیب سی الجھن لیے اسے دیکھا، جیسے کوئی ناممکن معمہ آنکھوں کے سامنے کھڑا ہو۔

باسط کی نظریں

Ankh –پر گئیں—

“خدا”... The whispers of kings, the will of gods ...

وقت کی ریت مٹھی سے پھسل رہی تھی۔

کہف نے تڑپ کر باسط کی کلائی پکڑی، ”باسط !لکھو پلیز“!۔

یاقوت نے کانپتے ہاتھوں سے باکس میں ٹائپ کرنا شروع کیا

“Single eye watches...”

پاکستان میں باسط نے انگلیاں کی بورڈ پر رکھیں، دل کی دھڑکنیں کسی بے رحم گھڑی کی ٹک ٹک میں تبدیل ہو چکی تھیں۔

“Whisper of kings...”

وقت ختم ہو رہا تھا...

10...

9...

8...

کہف نے بھی کانپتی انگلیوں سے لکھنا شروع کیا۔

5...

4...

3...

2...

1...

"Times Up!"

سکرین لرزی، دل تھم گئے۔

باسط کی سکرین پر ابھرا—

"You are correct, warrior."

اور پھر دائیں جانب—

"400,000 players executed..."

کہف کی آنکھوں میں خوف اُمڈ آیا۔

The remaining players... luck is on your side... for now. Let's see how long it lasts!

باسط نے دماغ کو مجتمع کیا، انگلیاں سختی سے کی بورڈ پر جمائیں، سانسیں بے ترتیب ہو چکی تھیں۔

"You broke the code. Congratulations."

"Now, here is the riddle related to this code:"

.

"I stand upon the golden sands, my form unbroken through time.

My body is carved in the shape of the divine order.

A single eye watches from above, bathed in the light of the great sun.

The whispers of kings and the will of gods bend to my sight.

What I decree shall be, and what I seek shall be found.

Tell me my name, or be lost in the abyss of forgotten souls."

TELL ME WHO AM I

سکرین پر صرف ایک سوال ابھرا تھا...

لیکن اس سوال کا غلط جواب صرف موت تھا۔

یکدم پانچ سیکنڈ کا ٹائمر ابھرا۔

پانچ۔

چار۔

تین۔

دو۔

ترکی میں ایک نوجوان کچن میں کھانا پکا رہا تھا۔ چولہے پر ہلکی آنچ میں لوبیا ابل رہے تھے، بھاپ دھیرے دھیرے اٹھ رہی تھی۔ اس کی نظریں موبائل کی سکرین پر جم گئیں جہاں ترکش زبان میں الفاظ تیزی سے ابھر رہے تھے۔

ایک۔

سکرین اچانک بند ہو گئی۔

نوجوان کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں، دماغ تیزی سے کام کرنے لگا۔ اسے یاد آیا!Illuminati—

یہی جواب تھا !اس کے ہاتھ کانپتے ہوئے موبائل کی سکرین پر لپکے، انگلیاں تیزی سے ٹائپ کرنے لگیں۔

مگر۔۔۔ بوکس بند ہو گیا۔

یکدم سکرین پر سرخ الفاظ ابھرے

TIMES UP.

YOU ARE LATE.

THE BOX CLOSED BEFORE YOUR ANSWER.

YOU HAD YOUR CHANCE—YOU WASTED IT.

NOW, YOU FACE EXECUTION.

NO SECOND CHANCES. NO MERCY.

PREPARE FOR ELIMINATION.

یکایک، موبائل کی سکرین پر ایک ہپنٹک سرکل ابھرا۔ نوجوان نے بے ساختہ اس پر نظریں جما دیں۔ دائرہ آہستہ آہستہ گھومنے لگا، اس کی گہرائی میں موجود نقوش جیسے دھندلے سایے کی طرح ہلنے لگے۔

پیچھے کسی گہرے اور مدھم سبمنل گانے کی بازگشت گونجی۔ آواز میں ایسی مقناطیسیت تھی کہ وہ خود کو روک نہ سکا۔ دماغ سن ہونے لگا، خیالات بکھرنے لگے، جیسے کسی نے اس کے شعور پر قبضہ جما لیا ہو۔

یہ محض کوئی موسیقی نہ تھی۔ یہ الفاظ تھے۔ منتر تھے۔ جناتی سرگوشیاں تھیں۔

کابالا جادو کے گہرے، پیچیدہ منتر، جو اس کے لاشعور میں سرایت کرنے لگے۔

نوجوان کے جسم میں جھرجھری دوڑ گئی۔ وہ ساکت ہوگیا۔ اس کی آنکھیں خالی ہو گئیں، جیسے کسی اور قوت نے اس کا اختیار سنبھال لیا ہو۔ اس کے قدم بے اختیار چولہے کی طرف اٹھے۔

ابلے ہوئے پانی کا دیگچہ، جس میں لوبیا تیر رہے تھے، تیزی سے کھول رہا تھا۔ نوجوان نے ایک جھٹکے سے دیگچہ اٹھایا، اور...۔

اپنے اوپر الٹ دیا۔

کھولتا ہوا پانی اس کی کھال پر گرا۔ گوشت جلنے کی آواز، تیز بھاپ، مگر...۔

وہ چیخا نہیں۔

دوسرے ہی لمحے، اس کا ہاتھ میز پر پڑی چھری کی طرف بڑھا۔

چھری کو مضبوطی سے تھاما، ایک لمحے کو رکا۔ پھر...۔

اپنی کنپٹی پر پوری قوت سے مار دی۔

ایک گھٹی ہوئی آواز نکلی، جسم لرز کر زمین پر گرا۔ خون کا تالاب فرش پر پھیلنے لگا۔ آنکھیں کھلی رہ گئیں، ہونٹوں پر بے حس سکوت تھا۔

سکرین پر اگلے ہی لمحے الفاظ ابھرے

"100000 players executed."

کہف نے گہری سانس لی، باسط نے بھی۔۔۔ جیسے موت کے سائے کو قریب سے گزر کر دیکھا ہو۔

سکرین پر نمودار ہونے والے الفاظ خون کی سیاہی میں لکھے محسوس ہو رہے تھے —ایک پل کو ایسا لگا جیسے جسم کی تمام حرارت نچڑ گئی ہو۔

یاقوت نے وشنو کو دیکھا، وشنو نے یاقوت کو۔

دونوں کے چہروں پر پریشانی، آنکھوں میں خوف، اور پیشانی پر پسینے کے قطرے۔۔۔

پھر اچانک سکرین پر الفاظ ابھرے—۔

509,500 players executed

490,500 warriors remaining

باسط نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیری۔ کہف کی آنکھیں اسکرین پر جمی ہوئی تھیں — جیسے ابھی بھی دماغ ان الفاظ کو قبول کرنے سے انکاری تھا۔

پھر ایک اور پیغام ابھرا—

Congratulations, warriors.

You have survived the Silver Trials— but the battle is far from over.

Only two riddles stand between you and the gateway to the Golden Part.

Prepare your minds. Sharpen your instincts.

Tomorrow, the true test begins.

Will you conquer the unknown... or be consumed by it?

See you at the next riddle.

باسط نے بے یقینی سے سکرین کو گھورا۔۔۔ جیسے موت کا کھیل ابھی ختم نہیں ہوا تھا۔

پھر آخری الفاظ نمودار ہوئے —الفاظ جو کسی دھمکی سے کم نہ تھے، الفاظ جو خون کی مہک میں لپٹے ہوئے تھے۔

Do not seek help. Do not run.

No police. No third party.

The Blue Whale sees all.

The sniper's eye never blinks.

The One Eye watches— all

Disobedience has only one reward: execution.

کہف کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ دوڑ گئی۔

یاقوت نے گھبرا کر وشنو کو دیکھا۔

باسط کی انگلیاں بے اختیار کانپنے لگیں۔

یہ صرف ایک گیم نہیں تھی —یہ کوئی سایہ تھا، کوئی پوشیدہ طاقت، جو ہر حرکت پر نظر رکھے ہوئے تھی۔

اور وہ سب۔۔۔ ایک ایسے کھیل کا حصہ بن چکے تھے جہاں غلطی کا مطلب موت تھا۔

----☆☆☆----

یاقوت نے گہری سانس لی اور وشنو کو دیکھا۔

وشنو کے چہرے پر وحشت برس رہی تھی، وہ کانپتے ہوئے بولا،‘‘ اگر ایسا ہے نا ...تو میں پولیس کے پاس جا رہا ہوں، بس بہت ہو گیا’’!

یاقوت نے اسے خونخوار نظروں سے گھورا،‘‘ ابے دماغ خراب ہوا ہے تیرا؟ اکلوتا بھیجا ہے وہ بھی گھاس چرنے بھیج دیا؟ سنا نہیں گیم میں کیا بولا ہے؟ اگر پولیس کو گھسیٹا نا، جو تھوڑی بہت زندگی بچنے والی ہے، وہ بھی نہیں بچے گی۔ یہ لوگ ایک سیکنڈ نہیں لگائیں گے، دھواں کر دیں گے تجھے’’!۔

وشنو کا رنگ فق ہوگیا، آنکھیں بھر آئیں،‘‘ تو پھر کیا کریں؟ سسک سسک کے جیتے رہیں؟ ڈر ڈر کے ہر پل مریں؟’’۔

یاقوت تلخی سے ہنسا،‘‘ اوہ بھائی، پہلے کون سا کھل کے جی رہے تھے؟ پہلے بھی تو یوں ہی ڈر ڈر کے سانسیں لے رہے تھے، اب بس موت تھوڑی نزدیک آ گئی ہے، بس اتنا فرق ہے’’!۔

کہف نے سر ہاتھوں میں گرایا ہوا تھا، اس کے وجود سے سسکیاں دب دب کر نکل رہی تھیں۔ آنکھیں آنسوؤں سے بھری ہوئی تھیں، مگر وہ رو نہیں رہی تھی —— وہ بس ایک بے آواز، گہری تکلیف میں تھی۔

باسط نے اسے دیکھا، دل جیسے کسی نے مٹھی میں جکڑ لیا ہو۔ اس نے نرمی سے کہف کو اپنی طرف کیا، اور جب اس کی آنکھوں میں جھانکا، تو وہاں بس سرخی تھی — بے بسی کی، خوف کی، اذیت کی۔

باسط نے آہستہ سے کہا،" کہف، رو مت ...تم رونے والوں میں سے نہیں ہو، تم وہ ہو جو دوسروں کو رلاتی ہو، جو مضبوط رہتی ہو۔ تم نے زندگی میں اتنی مشکلات دیکھی ہیں، یہ بھی دیکھ لو۔ ہم مل کر اس مصیبت سے نکل جائیں گے۔"۔

کہف نے سر اٹھایا، ہونٹ لرزے، آنکھوں میں بےیقینی تھی۔ "But because of me, you are trapped in all this too... It's all my fault, Basit."

باسط نے ہلکا سا مسکرا کر اس کا شانہ تھپتھپایا، جیسے دل کا بوجھ بانٹنے کی کوشش کر رہا ہو۔" کہف، اگر میں خود اس گیم میں نہ آنا چاہتا تو تم لاکھ کوشش کر لیتیں، میں تمہیں میری آئی ڈی بنانے ہی نہ دیتا۔ میرا بھی دل تھا اس گیم کو

کھیلنے کا، پیسے کمانے کا، تاکہ چنگیز کو دے سکوں۔ تو جو کچھ ہو رہا ہے، اس کا الزام صرف اپنے سر مت لو، ہم دونوں اس کے ذمہ دار ہیں۔"۔

کہف کی آنکھیں بھیگیں، مگر اس کے لبوں پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ ابھری — کمزور سی، مگر حقیقی۔ "You're saying this just to make me feel better, aren't you?"

باسط نے ایک لمحے کو نظریں چرائیں، پھر دھیرے سے بولا،" کبھی کبھی سچ بھی سنوار کر کہنا پڑتا ہے، تاکہ دل سنبھل جائے۔"۔

کہف نے لمبی سانس لی، گہری سوچ میں ڈوبی۔ "We can't even inform the police... If we do, they'll kill us."

باسط نے نظریں سخت کیں، جیسے خود کو یقین دلا رہا ہو۔" ہماری انٹیلیجنس ایجنسیاں کچھ نہ کچھ کر لیں گی۔ فکر مت کرو، تب تک ہمیں یہ گیم کھیلنی ہو گی ... اور جیتنی بھی ہو گی۔"۔

کہف نے آہستہ سے سر اثبات میں ہلا دیا۔ اندر کہیں ہمت کا ایک ننھا سا دیا ٹمٹما رہا تھا، مگر خطرہ اب بھی سر پر تلوار کی طرح لٹک رہا تھا۔

----☆☆☆

یہ ایک وسیع و عریض کمرہ تھا، جس کی دیواروں پر سرمئی سائے لرز رہے تھے۔ سامنے دیوار پر ایک بڑی ایل ای ڈی اسکرین نصب تھی، جس پر نیلے رنگ کی ایک پراسرار وہیل کی تصویر روشن تھی —ایک علامت، جو اب تباہی کی پہچان بن چکی تھی۔

لمبی میز کے گرد کئی لوگ بیٹھے تھے، ان کے چہروں پر تناؤ اور فکر کی گہری لکیریں واضح تھیں۔ میز کے بالکل سامنے، سربراہی کرسی پر بیٹھا شخص اپنی انگلیوں کو میز پر بجاتے ہوئے تلخ لہجے میں بولا، ۔"یہ گیم دنیا بھر میں تباہی مچا رہی ہے، اور ابھی تک اسے روکا نہیں جا سکا؟ ہم کیا کر رہے ہیں؟ کب تک بے قصور لوگوں کو مرتے دیکھیں گے؟"۔

ایک دوسرے شخص نے فائل کھولتے ہوئے جواب دیا،" سر، ہمیں اس گیم کے تخلیق کاروں کے بارے میں مکمل آگاہی ہے۔ ان کی طاقت، ان کے وسائل، ان کے نیٹ ورک سے ہم واقف ہیں۔ مگر مسئلہ صرف یہ نہیں کہ گیم کے پیچھے کون ہے —مسئلہ یہ ہے کہ یہ گیم کیسے کام کرتی ہے۔ اس کی پروگرامنگ اتنی پیچیدہ اور منفرد ہے کہ اسے ڈی کوڈ کرنا آسان نہیں۔ ہمارے ماہرین، کوڈ

بریکنگ ٹیمز اور سائبر ایجنٹس اس پر مسلسل کام کر رہے ہیں۔ جلد ہی ہم کوئی کامیابی حاصل کریں گے۔"۔

سربراہ نے کرسی کی پشت سے ٹیک ہٹائی، اس کی نظروں میں اضطراب تھا۔
"جب تک تم کوئی اچھی خبر لا کر دو گے، تب تک مزید جانیں جا چکی ہوں گی۔ مجھے نتیجہ چاہیے، تاویلیں نہیں! فوری طور پر ان کھلاڑیوں کی آئی ڈیز نکالو، ان کے گھروں تک پہنچو، انہیں تحفظ فراہم کرو۔ اگر ضرورت پڑے تو یہ معاملہ میڈیا پر لاؤ، مگر اس کھیل کو بند کرنے کا کوئی حل نکالو"!۔

اسی لمحے ایک سینئر افسر نے مداخلت کی، اس کی آواز میں گہری سنجیدگی تھی، "سر، اگر ہم نے یہ خبر عام کر دی، تو ایک ہی لمحے میں سب کچھ ختم ہو جائے گا۔ ان لوگوں کے پاس ایسا نظام ہے کہ اگر یہ محسوس کریں کہ ان پر ہاتھ ڈالا جا رہا ہے، تو ایک ہی وقت میں تمام کھلاڑیوں کو مار دیا جائے گا۔ ہمیں جذبات سے نہیں، عقل سے کام لینا ہوگا۔"۔

کمرے میں لمحہ بھر کے لیے خاموشی چھا گئی۔ پھر وہی افسر سنجیدگی سے آگے بولا، "ہم پوری کوشش کر رہے ہیں کہ کھلاڑیوں کی آئی ڈیز کو ڈی کوڈ کر

سکیں، مگر مسئلہ یہ ہے کہ یہ گیم ایک غیر روایتی پروگرامنگ لینگوتج میں لکھی گئی ہے۔ اس میں داخل ہونا تقریباً ناممکن ہے۔ یہ سسٹم اتنا جدید اور پیچیدہ ہے کہ اسے بائی پاس کرنا سائبر دنیا کے سب سے بڑے چیلنجز میں سے ایک ہے۔"۔

سربراہ نے گہری سانس لی، نظریں ایل ای ڈی اسکرین پر مرکوز کر دیں، جہاں نیلی وہیل اب بھی اپنی پراسرار موجودگی کے ساتھ چمک رہی تھی۔

۔""ہمیں جلد کچھ کرنا ہوگا۔ ورنہ یہ کھیل صرف ایک گیم نہیں رہے گا —بلکہ ایک ایسی حقیقت بن جائے گا، جو دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لے گی۔"۔



یکدم موبائل کی لرزش نے رات کے سناٹے کو توڑ دیا۔

یہ آدھی رات کا وقت تھا، خاموشی گہری تھی، مگر اس نوٹیفکیشن کی روشنی اندھیرے میں کسی بدشگونی کی طرح چمکی۔

کہف ہڑبڑا کر بستر سے اٹھی۔

دل کی دھڑکن بے ترتیب ہوئی، سانسیں بھاری ہونے لگیں۔

موبائل کی اسکرین پر نیلے رنگ کا چمکتا ہوا نشان تھا—

Blue Whale Notification

Rise, seeker.

The hour fades—

Shadows don't wait.

دو سطروں کے یہ مبہم الفاظ کسی منحوس سرگوشی کی طرح اس کی سماعت میں سرسرائے۔

اس کے ہاتھ لرزنے لگے۔ خوف نے انگلیوں میں سنسناہٹ بھر دی۔

یکدم دروازہ زور سے بجا—۔

کہف کا دل جیسے حلق میں آ گیا۔

باہر سے ایک آواز ابھری، سرگوشی سے زیادہ، دھڑکن سے قریب—۔

"کہف، یہ میں ہوں، باسط۔"

اس نے جھرجھری لے کر گہری سانس لی اور آہستہ آہستہ قدم بڑھاتے ہوئے دروازہ کھولا۔

باسط اندر آتے ہی دھیمی آواز میں بولا،" گیم کا نوٹیفکیشن آیا ہے؟"۔

کہف نے اثبات میں سر ہلایا۔

۔"جیسے ہی نوٹیفکیشن آیا، میں نے سوچا فوراً تمہارے اپارٹمنٹ آ جاؤں۔ پتہ نہیں تم جاگ رہی ہوگی یا نہیں۔۔۔"باسط کی آواز میں عجیب سا تناؤ تھا۔

اب وہ دونوں صوفے پر بیٹھ چکے تھے۔

کہف نے ہاتھ کانپتے ہوئے موبائل کی اسکرین پر انگلی پھیری—

Synchronizing warriors...

Establishing global link...

اسکرین پر ایک سنگین پیغام ابھرا، جیسے کسی مہلک فیصلے کی مہر ثبت کر دی گئی ہو۔

509,500 players executed

490,500 warriors remaining

400,500 warriors active

90,000 players inactive

Execution percentage :70%

یکدم، جیسے کسی نظر نہ آنے والے ہاتھ نے وقت کی رگیں دبا دی ہوں، نمبر جھپک کر بدلے.—۔

490,500 warriors active

0 players inactive

Times up.

No player is executed.

Nice work.

کہف اور باسط نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

خوف کی برفیلے لمس میں ڈوبی خاموشی ان کے درمیان چھا گئی۔

یہ کیا تھا؟

یہ کھیل تھا؟

یا کسی ان دیکھی آنکھ کی مہر شدہ تقدیر؟

یکدم اسکرین پر چمکدار الفاظ ابھرے——

Gear up, warriors...

A new riddle awaits you in solitude.

وشنو نے چونک کر موبائل کی طرف دیکھا، جبکہ یاقوت نے بمشکل آنکھیں کھولیں۔ اس کے بکھرے بال اور نیم خوابیدہ آنکھوں میں رات کی تھکن واضح تھی۔

وہ خمار آلود لہجے میں بڑبڑایا، تھکن سے چور لیکن آنکھوں میں ایک اجنبی سی چمک لیے۔

"سالا !اب کیا اس گیم کے لیے نیند کا بھی بلی دان دینا پڑے گا ؟"

یکدم سکرین پر ایک آڈیو پلیئر ابھرا—۔

"Decode this audio and solve the puzzle... You have only thirty seconds... Otherwise, you will be executed."

باسط نے تیزی سے آڈیو چلائی —مگر یہ کیا؟

محض ایک میوزک، کوئی وکلز نہیں، کوئی لفظ نہیں، بس بے ہنگم آوازیں۔

کہف الجھن میں بولی،" اس میں کیا پزل ہے؟"۔

باسط کا ذہن بھٹکنے لگا، گھڑی کی سوئیاں سرکتی جا رہی تھیں، ہر گزرتا لمحہ موت کی سرگوشی تھا۔

اب کی بار اسکرین پر

“Download”

کا آپشن آیا—

باسط کی آنکھوں میں ایک چمک ابھری۔

اس نے جھٹ سے آڈیو ڈاؤن لوڈ کی اور فوراً

InShot Video Editor میں ڈالا

، پھر آڈیو کو Reverse

کر دیا۔

اور جیسے ہی آڈیو ریورس ہوا، دبے دبے، کٹے پھٹے الفاظ ابھرنے لگے—

آوازیں الجھی ہوئی، کہیں ٹوٹی ہوئی، مگر ایک سرگوشی تھی، پراسرار، دھندلی، مگر واضح...

“The eye never blinks...”

“If time slips past...”

باسط نے فوراً کاغذ نکالا اور لکھنے لگا——

دوسری طرف یاقوت، جس کا دل پسلیوں سے ٹکرا رہا تھا، غور سے سنتا رہا، لکھتا رہا۔

مگر اس کا ایک مسئلہ تھا——وہ جلد بازی کر گیا۔

اسے چاہیے تھا کہ پہلے موبائل پر لکھتا، پھر وشنو کو بھی بھیجتا——

مگر افسوس، وشنو تو اَن پڑھ تھا...وہ کہاں لکھ پاتا؟

5...

یاقوت کی انگلیاں کانپنے لگیں، اس کا حلق خشک ہو چکا تھا۔

4...

وشنو خوف سے پتھر ہو گیا۔

3...

یاقوت نے وشنو کا موبائل جھپٹ کر ایک لائن لکھی۔

2...

پاکستان میں، کہف پہلے ہی جواب ٹائپ کر چکی تھی، باسط نے فوراً کاپی پیسٹ کر کے انسر بوکس میں ڈال دیا۔

1...

یاقوت نے آخری الفاظ لکھے —مگر کیا وہ وقت پر پہنچ پایا؟

"Times Up..."

سانسیں تھم گئیں۔

مگر اگلے ہی لمحے سکرین پر ایک نیا پیغام ابھرا—

"Answer is Correct!"

پھر آہستہ آہستہ مکمل رِڈل سکرین پر ظاہر ہوا

"The eye never blinks, the seal is frail,

Through echoes and whispers, follow the trail.

A door stands waiting, unseen yet near,

Step through the silence, or vanish in fear.

If time slips past and shadows grow tall,

The unseen hand will make the call."

وہ بے خبر تھے کہ یہ معمّا درحقیقت ان ہی کے لیے تھا، ایک سربستہ راز جو ان کے مقدّر کی پرتیں کھول رہا تھا۔

یہ ایک اشارت تھی، ایک پیش گوئی —ان کی قسمت کے اوراق پر لکھی گئی تحریر، جو وقت کے ساتھ عیاں ہونے والی تھی۔

اگلا مرحلہ، ایک نیا امتحان...۔

اگلی بازی، ایک مہلک خطرہ...۔

یہ سبلیمینل کیسے کام کر رہا تھا؟

یہی تو اس گیم کا سب سے خوفناک پہلو تھا۔

جب کوئی عام انسان آڈیو سنتا، تو وہ محض ایک بے ترتیب موسیقی محسوس کرتا، مگر اس کے اندر ایک خفیہ پیغام دفن تھا—۔

Reverse Audio Technology

کے ذریعے جب یہ آڈیو الٹی چلائی گئی، تب جا کر اصل الفاظ ظاہر ہوئے۔

یہ ایک ایسی ساؤنڈ فریکوئنسی پر بنی تھی جو دماغ کے لاشعور پر اثر ڈالتی ہے، سننے والا سمجھے بغیر بھی ایک ان دیکھی گرفت میں جکڑنے لگتا ہے۔

یہی سبلیمینل میسیجنگ تھی —ایک خطرناک کھیل، جو لاشعور کو قید میں لے لیتا تھا۔

یکدم اسکرین پر دھندلی سی نیلی روشنی لرزی، جیسے کوئی منحوس پیغام ارسال ہونے کو ہو۔

“400500. Players. Executed.

90000. Total warriors. Remaining.”

کہف کا دل ایک لمحے کو تھم سا گیا۔ اس کی آنکھیں اسکرین پر جمی رہیں، جیسے یہ الفاظ فقط دھوکہ ہوں، جیسے یہ سب محض کوئی سراب ہو۔ مگر نہیں ...یہ حقیقت تھی۔

۔"اتنے لوگ "...وہ ساکت رہ گئی۔

ابھی وہ اس حقیقت کو قبول بھی نہ کر پائی تھی کہ اسکرین پر ایک اور اعلان بجلی کی طرح کوندا—۔

“Total players. Executed. 910000.”

یاقوت کی نسوں میں لہو جیسے منجمد ہوگیا۔ پلکیں جھپکنا بھول گیا۔ یہ کیا تھا؟ یہ تو معمولی پہیلی تھی ...اتنے لوگ؟اس پہیلی کو۔ سلجھا کیوں نہ پائے۔

جنوبی کوریا، سیول—

صبح کا وقت تھا۔ سورج کی مدھم روشنی باورچی خانے میں رکھے چمکدار کاشی

کے فرش پر جھلملاتی، مگر وہ روشنی ایک سایہ بھی پیدا کر رہی تھی —ایک جامد، غیر فطری سایہ، جو حرکت نہیں کرتا تھا، بس وہاں جمود کا شکار کھڑا تھا۔

لڑکے کے ہونٹ نیلے ہو چکے تھے، آنکھوں کی پتلیاں اوپر چڑھ گئی تھیں۔ وہ کسی کٹھ پتلی کی مانند تھا —بے جان، مگر کسی اَن دیکھی ڈور سے بندھا۔ اس کے اندر، اس کے ذہن میں کچھ سرگوشیاں تھیں، سنسان ہوا میں گونجتی بھیانک سرگوشیاں، جو الفاظ نہیں تھیں، مگر پھر بھی حکم دیتی تھیں۔

اس نے ایک جھٹکے میں کیبینیٹ کا دروازہ کھولا۔ اندر کیمیکل کی بوتلیں ترتیب سے رکھی تھیں، مگر اس کی آنکھیں بس ایک ہی چیز پر جمی تھیں —وہ زہر، وہ لعنت جو انسانی گوشت کو پگھلا سکتی تھی۔

ہائیڈروکلورک ایسڈ

لڑکے کے ہاتھ لرزے، مگر حرکت میں ہچکچاہٹ نہ تھی۔ اس نے بوتل کو مضبوطی سے پکڑا، ڈھکن کھولا تو اندر سے زہریلا دھواں اٹھا۔ کیمیائی بھاپ نے اس کی سانسوں کو جکڑ لیا، مگر وہ جیسے درد محسوس ہی نہ کر رہا ہو۔ اس کے ہونٹ لرزے، اور پھر...۔

گھونٹ!۔

گھونٹ!۔

گھونٹ!۔

زہر حلق سے نیچے اترا۔

ایک لمحے کے لیے سب ساکت رہا، جیسے وقت رک گیا ہو۔

اور پھر——۔

جلن!۔

ایسی جلن جو کسی جہنم کی آگ سے کم نہ تھی۔

لڑکے کے اندر جیسے کوئی آگ بھڑک اٹھی۔ اس نے کھانسنے کی کوشش کی، مگر حلق میں خراشیں پڑ گئیں۔ اس کا گلا سکڑنے لگا، اندر سے گوشت گلنے لگا۔ سینے میں شدید جلن اٹھنے لگی، جیسے جسم کے اندر کوئی خاردار خنجر رگڑ رہا ہو۔

چھٹاک!۔

اس کے ہونٹوں سے کھولتا ہوا خون بہنے لگا، زبان کی جِلد چھلک گئی، گالوں کے اندرونی حصے گلنے لگے۔ اس کی ناک سے بہنے والا مائع اب سرخ ہو چکا تھا — خون اور پگھلے ہوئے گوشت کا گندا آمیزہ۔

آنکھیں سرخ ہو گئیں ...پھر سفید ...پھر—

پچاک!۔

آنکھیں جیسے اندر سے پھٹ گئیں، خون اور مائع باہر چھلکنے لگا۔ آنکھوں کے ڈھیلے کالے ہونے لگے، جیسے انگارے پر رکھ دیے گئے ہوں۔ لڑکے نے تڑپنے کی کوشش کی، مگر اس کی نسیں اب بیکار ہو چکی تھیں۔

چٹاک!۔

کانوں سے خون بہا، جیسے کسی نے اندر سے دھماکہ کر دیا ہو۔ چہرے کی کھال جگہ جگہ سے ادھڑ چکی تھی، حلق کی نالی گلنے سے آواز نکلنا بند ہو گئی تھی، مگر جسم جھٹکے کھا رہا تھا، مچھلی کی طرح تلملاتے ہوئے۔

پھٹاک!۔

چٹاک!۔

پچاک!۔

پیٹ کے اندر ایسڈ نے سوراخ کر دیا تھا، آنتیں گھل چکی تھیں۔ سینہ چیخوں سے پھٹا جا رہا تھا، مگر چیخیں تھیں کہاں؟ آواز تو معدوم ہو چکی تھی!۔

زمین پر تڑپتا وجود اب ایک **جلتی ہوئی لاش** بن چکا تھا۔

چند لمحوں کے اندر اس کا جسم مکمل طور پر **پگھلنا** شروع ہو گیا، جیسے کسی نے گوشت پر تیزاب انڈیل دیا ہو۔ ہڈیاں باہر جھانکنے لگیں، مگر وہ بھی سیاہ ہو کر ریزہ ریزہ ہو رہی تھیں۔

آخری جھٹکا ـــــاور سب ختم۔

زمین پر اکڑی ہوئی، جلی ہوئی لاش پڑی تھی، آنکھوں کی جگہ خالی ساکٹ، منہ کی جگہ فقط تاریکی، اور جسم جو کبھی تھا ...اب وہ فقط **پگھلی ہوئی بدبو دار گندگی** بن چکا تھا۔

باورچی خانے میں بس ایک دھواں باقی تھا، اور ایک سیاہ سایہ، جو اب بھی وہاں موجود تھا ـــــجو ہر چیز کو دیکھ رہا تھا، اور ... **مسکرا رہا تھا**



وہ وُوہان کی سڑکوں پر چل رہا تھا، رات کا سناٹا تھا مگر اس کے اندر ایک طوفان برپا تھا۔ قدم بوجھل تھے، مگر ارادہ مضبوط—وہ سب کچھ بتا دینا چاہتا تھا۔

موبائل اس کی جیب میں تھا، مگر وہ نہیں جانتا تھا کہ وہ محض ایک آلہ نہیں، بلکہ ایک جاسوس بن چکا ہے۔ اس کی ہر سانس، ہر سرگوشی، ہر خیال کسی اور کے کانوں تک پہنچ رہا تھا۔

پولیس اسٹیشن کی عمارت قریب آ رہی تھی۔ اس نے گہری سانس لی، آخری قدم بڑھانے ہی والا تھا کہ...

یکدم اس کی آنکھیں پھیل گئیں، جیسے کسی نے موت کا نقاب ہٹا کر اسے اس کا مقدر دکھا دیا ہو۔

ٹھک !۔

ایک ناقابلِ فہم، ناقابلِ محسوس، اور ناقابلِ فرار وار—

گولی اس کی پیشانی کے بیچوں بیچ پیوست ہو چکی تھی۔ ایک پل، ایک دھڑکن، ایک لمحہ—اور اس کا بےجان جسم زمین پر اوندھے منہ گر چکا تھا۔ خون کی گرم دھاریں سنگِ مرمر پر پھیلنے لگیں، اور رات کے اندھیرے میں جذب ہو گئیں۔

اطراف سے لوگ چیخ و پکار کرتے بھاگے، ہجوم اکٹھا ہونے لگا، مگر کھیل ختم ہو چکا تھا۔

کہف کا موبائل بجا۔

ساتھ ہی باسط اسی کے برابر بیٹھا تھا، چونک اٹھا۔

دونوں نے تیزی سے موبائل کی اسکرین کو دیکھا—۔

WARNING

Deception Detected

Deceive only has ONE punishment:

EXECUTION...

NO ESCAPE | NO MERCY | NO SECOND CHANCES

The Blue Whale Watches All...

الفاظ دھندلے نہیں تھے، مگر دل دھڑکنے لگا تھا۔

SYSTEM ALERT

Player #950,000 EXECUTED...

Reason: Attempted Deception Against Blue Whale

The Blue Whale Consumed His Soul...

The Blue Whale Watches All...

سکرین پر یکدم نمبر ابھرے

“89,999 warriors remaining...

910001 players executed.”

اور پھر——۔

Don’t you stray, don’t you hide...

Blue Whale sees, far and wide...

کہف کی انگلیاں کانپ گئیں۔ باسط نے موبائل بند کر دیا، مگر گیم بند کرنے سے کچھ نہیں ہوتا تھا۔ گیم کھیلنے کے بعد زندگی خود ایک گیم بن جاتی ہے...۔

☆☆☆----

باسط .بیلکونی میں بیٹھا تھا، سوچوں کے جال میں الجھا ہوا، جبکہ کہف اس کے سامنے موجود تھی۔ ان کے موبائل درمیان میں رکھے تھے، جیسے موت کی گھڑی پر رکھے ہوں۔

تین دن میں 910,001 ..پلئیرز مارے جا چکے تھے۔

اچانک، موبائل پر بلیو وہیل کا وہی بھیانک میوزک بجا۔ ایک لمحے کے توقف کے بعد، انہوں نے موبائل اٹھایا اور گیم کھولی۔ جیسے ہی اسکرین روشن ہوئی، ایک بار پھر سسٹم پر پلئیرز کی تعداد ابھری——

89,999 Warriors Remaining

910,001 Players Executed

89,000 Warriors Active

دائیں جانب Players Connecting

...کا میسج نمودار ہو رہا تھا۔ پلئیرز مسلسل جڑ رہے تھے، مگر اب تک ایک بات تو واضح ہو چکی تھی ——یہ گیم عام گیم نہیں، اس میں کوئی نہ کوئی گڑبڑ ضرور ہے۔

اچانک، اسکرین پر الفاظ ابھرے——

TIME'S UP

89,999 Players Active

No Players Executed

Congratulations

لیکن اس کے فوراً بعد، ایک نیا نوٹیفکیشن——

WARRIORS, BE READY FOR A GAME...

یکدم، اسکرین پر عربی میں ایک لفظ نمایاں ہوا——

لغز

پھر ایک نیا ٹائمر ابھرا——۔

TIMER: 5 SECONDS

Write the meaning of this word...

باسط اور کہف کے دل تیزی سے دھڑکنے لگے۔ کہف نے لمحے بھر کو سوچا، پھر جلدی سے بولی——

“Lughz means a riddle or a puzzle... It’s also the title of a Pakistani novel, written by Naalain”

وہ سیدھی ہوئی——۔

“باسط ! جلدی لکھو——۔

Puzzle... Riddle...”

دوسری طرف، یاقوت نے وشنو کو غصے سے دیکھا——۔

“گدھے ! جلدی لکھ، پزل”!...

وشنو گڑبڑا گیا۔—— اس کو انگریزی تو آتی نہ تھی نہ لکھنے آتا تھا

اس کی سانسیں حلق میں اٹک گئیں تھیں یکدم یاقوت نے جھپٹ کر موبائل اس کے ہاتھ سے لیا اور تیزی سے جواب داخل کر دیا۔۔۔۔

اچانک، اسکرین پر نیا پیغام ابھرا۔۔۔۔

CORRECT ANSWER

Lughz means Riddle or Puzzle...

مگر پھر۔۔۔۔

9,999 PLAYERS EXECUTED...

80,000 WARRIORS REMAINING...

TOTAL PLAYERS EXECUTED = 920,000

یاقوت کی آنکھیں خوف سے پھیل گئیں، جبکہ وشنو کا چہرہ سفید پڑ گیا۔

پھر، ایک نئ وارننگ اسکرین پر ابھری۔۔۔۔

THE GAME CONTINUES...

LUGHZ AWAITS...

PUZZLES ARE DEPLOYING TO YOUR SCREEN...

باسط اور کہف کے لب سل گئے۔ ان کی سانسیں جیسے منجمد ہو گئیں۔

یاقوت اور وشنو بے اختیار اپنی اسکرین کو تکنے لگے۔

یہ گیم ...ابھی ختم نہیں ہوئی تھی!....۔

لحظہ بھر میں سکرین پر ابھرا

WARRIORS, CONGRATULATIONS...

BUT THIS TIME, YOU WON'T JUST SIT AND SOLVE...

A PHYSICAL TRIAL AWAITS.

YOUR MIND MUST CHOOSE YOUR FATE...

THE SCREEN WILL REVEAL YOUR PUZZLE.

SOLVE IT. FIND THE LOCATION.

YOU HAVE ONE HOUR.

AND THEN… THE TRUE GAME OF LUCK BEGINS.

PUZZLE TRANSMISSION INCOMING…

یکدم سکرین پر الفاظ ابھرے

TRANSMISSION INITIATED…

THE SIGNAL IS SET.

FIND ME WHERE VERDANT WAVES RISE,

BENEATH THE FOUR WATCHFUL EYES.

I STAND IN RADIANCE, UNTOUCHED BY TIME,

SURROUNDED BY AN EMERALD LINE.

DECIPHER. REACH ME. YOUR NEXT RIDDLE AWAITS.

۔ کہف کی بھنویں سکڑیں، اس کا چہرہ حیرت کی عکاسی کر رہا تھا۔" یہ کیا۔۔۔؟ " اس کے لبوں سے بے اختیار نکلا، جبکہ انگلیاں سکرین پر تیزی سے حرکت کر رہی تھیں۔

اچانک ہی، وقت کا حساب الٹنا شروع ہو چکا تھا۔ ایک گھنٹہ۔۔۔ بس ایک گھنٹہ۔

باسط نے گہری سانس کھینچی، آنکھیں تیز ہو گئیں جیسے کوئی پیچیدہ گرہ سلجھا رہا ہو۔" مجھے لگتا ہے یہ مارگلہ ہلز اور فیصل مسجد کا اشارہ ہے۔."۔

کہف نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

"کیسے ؟"

باسط کی انگلی ہوا میں کسی نادیدہ نقشے کو کھینچ رہی تھی۔" فیصل مسجد کے چار مینار ہیں، جیسے چار 'watchful eyes' ۔۔۔

وہ چمکتی ہوئی سفید ہے،

'I stand in radiance

'۔۔۔ اور سبزے کے دائرے میں گھری ہوئی ہے

''۔۔۔ 'Surrounded by an emerald line'،

کہف کی آنکھوں میں چمک ابھری، جیسے ذہن کی گرہیں کھل رہی ہوں۔

''تو پھر۔۔۔؟''

۔''تو پھر چلنا ہوگا ''! باسط نے موبائل بند کیا، کرسی دھکیل کر اٹھا، کہف نے تیزی سے اس کا ساتھ دیا۔

چند ہی لمحوں میں، انجن کا دھماکہ دار شور گونجا، اور گاڑی تیزی سے رات کے سائے چیرتی ہوئی مارگلہ کی سمت دوڑ گئی۔ پیچھے سکرین پر، وقت ریت کی مانند سرک رہا تھا۔۔۔

یقیناً، یہ کھیل محض ایک تفریحی سرگرمی نہیں تھی ...یہ ایک **چالاک، نگاہ رکھنے والا نظام** تھا جو ہر کھلاڑی کی حرکت، سوچ اور حتیٰ کہ ان کے **اندیشوں** کو بھی بھانپ لیتا تھا۔

یہ بے جان نہیں تھی، یہ **دیکھ رہی تھی ...جانتی تھی** ...اور **چنتی تھی**۔

ہر ملک میں کھلاڑیوں کو مختلف مقامات پر **بکھیر دیا گیا تھا**، جیسے کوئی ماہر شطرنج کا کھلاڑی اپنی چالیں چلتا ہے۔ اگر کوئی ہندوستان سے تھا، تو وہ چار مختلف جگہوں پر بٹے تھے۔ اگر کوئی پاکستان سے تھا، تو انہیں مختلف زاویوں میں **پھیلا دیا گیا تھا۔**

لیکن !...

یہ کھیل لاعلم نہیں تھا...

یہ جانتی تھی کہ **باسط اور کہف ایک ہیں...**

یہ جانتی تھی کہ **وشنو اور یاقوت جدا نہیں ہو سکتے...**

سو، انہیں ایک ساتھ بلایا گیا تھا...

ایک ہی جگہ ...ایک ہی آزمائش کے لیے...

وشنو اور یاقوت بائیک پر تیزی سے سڑکوں کے بیچ سے گزرتے جا رہے تھے۔ دن کا وقت تھا، سورج کی روشنی ہر چیز کو چمکا رہی تھی، مگر ان کے دماغ میں چھائے سائے اندھیرے سے کم نہ تھے۔ یہ گیم کسی خطرناک چال کا حصہ تھی، مگر اب واپسی ممکن نہ تھی۔

اچانک یاقوت کے موبائل کی گونجتی ہوئی بیپ نے خاموش فضا کو چیر دیا۔ یہ کوئی عام رنگ ٹون نہیں تھی ...یہ بلیو وہیل کا مخصوص، بے روح اور سرد لہجہ تھا، جو دل میں ایک انجانا خوف اتار دیتا تھا۔

یاقوت نے لب بھینچ کر ایک لمحے کو بائیک کنارے روکی۔ ارد گرد کے شور و ہنگامے کے باوجود، اسے یوں لگا جیسے پوری دنیا خاموش ہو چکی ہو، جیسے وقت رک گیا ہو۔

دھڑکتے دل کے ساتھ اس نے جیب میں ہاتھ ڈال کر موبائل نکالا اور اسکرین کی چمک نے اس کے چہرے کو نیلا کر دیا۔

الفاظ دھند کی مانند اسکرین پر ابھرے، جیسے کسی انجانے اندھیرے سے نکل کر سامنے آ رہے ہوں...

TRANSMISSION INCOMING...

I STAND AMONG MANY, YET I AM ALONE...

MY WORDS RECORD STORIES UNKNOWN...

I HIDE CLUES IN QUESTIONS I WEAVE,

LISTEN CLOSELY, DECIPHER, BELIEVE...

FIND ME, HEAR ME, FOLLOW MY VOICE...

FOR YOUR PATH UNFOLDS, BUT YOU HAVE NO CHOICE...

یاقوت نے اسکرین پر نظریں گاڑ دیں، الفاظ کو پڑھتے ہی اس کی پیشانی پر شکنیں گہری ہو گئیں۔ وشنو نے جھنجھلا کر کندھے پر ہاتھ مارا،'' ابے کیا ہوا؟ سمجھ آئی کچھ؟''۔

یاقوت نے آہستہ سر اٹھایا، ارد گرد دیکھا، اور پھر چونک کر سکرین کی طرف متوجہ ہوا۔

پتہ نہیں کیا مطلب ہے اس کا''۔

یاقوت نے جلدی سے ارد گرد نظر دوڑائی، سامنے ایک چوراہے پر کافی لوگ جمع تھے، درمیان میں ایک نوجوان لڑکی مائیک پکڑے، لوگوں سے گفتگو کر رہی تھی۔ کیمرہ مین اس کے قریب کھڑا تھا، اور چند لوگ ارد گرد تماشائی بنے کھڑے تھے۔

یاقوت نے ایک نظر موبائل کی چمکتی اسکرین پر ڈالی پھر سامنے ۔ الفاظ جیسے دھماکے کی طرح اس کے ذہن میں گونجنے لگے

“I STAND AMONG MANY, YET I AM ALONE...”

“MY WORDS RECORD STORIES UNKNOWN...”

الفاظ میں چھپا راز اس کے دماغ میں بازگشت پیدا کر رہا تھا۔ اس نے گہری سانس لی، پھر نگاہ اٹھا کر دوبارہ سامنے دیکھا۔

بھیڑ کے درمیان، وہ لڑکی نمایاں تھی۔ مائیک ہاتھ میں تھا، کیمرہ اس پر فوکس کیے کھڑا تھا، اور آس پاس لوگ اپنے معمول کے انداز میں کھڑے سن رہے تھے۔ مگر یاقوت کو سب کچھ غیر معمولی محسوس ہو رہا تھا۔

وہ دھیمے لہجے میں بولا،" وہ ...وہی ہے، یہی وہ لڑکی ہے ...جو ان کے لیے کام کر رہی ہے۔ اس کے سوالوں میں ہمارے جواب چھپے ہیں۔"۔

وشنو نے الجھن سے پہلے لڑکی کو اور پھر یاقوت کو دیکھا۔" تجھے یقین ہے؟"۔

یاقوت کی نگاہیں سرد ہو گئیں، جیسے کوئی بڑا راز پا لیا ہو۔" یہ گیم سیدھی نہیں ہے ... مگر ہمیں سیدھا چلنا ہوگا۔"۔

بھیڑ کے درمیان سے گزرتے ہوئے، یاقوت کی سانسیں بوجھل ہونے لگیں۔ یہ صرف ایک عام انٹرویو نہیں تھا ...یہ ایک چال تھی، ایک اور رڈل ...اور وہ دونوں اس کا حصہ بن چکے تھے۔

وشنو اور یاقوت جیسے ہی انٹرویو لینے والی لڑکی کے قریب پہنچے، وہ مسکرا کر ان کی طرف دیکھنے لگی، جیسے پہلے سے ہی سب کچھ طے شدہ ہو۔

یاقوت نے ایک زبردستی کی مسکراہٹ چہرے پر سجا کر چھپے ہوئے انداز میں وشنو کو آہستہ سے بڑبڑایا،

"اب تو بکواس کر، میں اس کی ایک ایک بات ڈی کوڈ کرتا ہوں۔"

وشنو نے سر ہلایا اور یاقوت نے فوراً اپنے موبائل پر نظر دوڑائی۔ ٹائمر ...پچاس منٹ باقی تھے۔

انٹرویو لینے والی لڑکی نے وشنو کی طرف رخ کیا اور مائیک اس کے قریب کرتے ہوئے سوال داغا،

"کیا تمہیں لگتا ہے کہ ہر کامیاب مرد کے پیچھے کسی عورت کا ہاتھ ہوتا ہے؟"

وشنو کا ماتھا ایک پل کے لیے شکن آلود ہوا۔ یہ سوال نہیں، چال تھی۔

اسی لمحے اس کے موبائل کی اسکرین پر ابھرا

DECODING INITIATED...

ANALYZING HIDDEN CLUES...

DECRYPT THE MESSAGE BEFORE TIME RUNS OUT!

یاقوت نے گہری نظروں سے وشنو کی طرف دیکھا اور سر ہلایا۔ یہ آسان نہیں تھا!...۔

وشنو نے ذرا طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ کہا،

۔"ارے میڈم، کوئی عورت ناکام آدمی کو چُننے گی ہی کیوں؟ ظاہر ہے، وہ اسی کے پاس جائے گی جو کامیاب ہوگا، جو پیسے والا ہوگا۔"۔

انٹرویو لینے والی نے ہلکا سا قہقہہ لگایا،

"اچھا، تبھی تمہاری کوئی گرل فرینڈ نہیں ہے ...کیونکہ تم ناکام ہو؟"

وشنو نے فوراً پلٹ کر جواب دیا،

۔"اور تمہارا کوئی بوائے فرینڈ کیوں نہیں ہے؟ کیونکہ تم سچ مچ کی پَانَوَتِی ہو !سونا بھی ہاتھ لگے تو راکھ بن جائے۔"۔

یاقوت نے اپنی ہنسی دبائی اور چہرہ دوسری طرف کر لیا۔

لڑکی نے کندھے اچکائے اور مصنوعی معصومیت سے کہا،

"میرے اسٹینڈرڈ کا کوئی نہیں ملا بس۔"

وشنو نے طنزیہ نظروں سے اسے اوپر سے نیچے تک دیکھا اور ایک آنکھ دباتے ہوئے بولا،

۔"اوہ ہو ...جتنا میڈم تمہارا یہ گرا ہوا اسٹینڈرڈ ہے نا ...اتنا ہی میں گرا ہوا ہوں آپ میرے بارے میں سوچ لو، سوال چھوڑ دو۔"۔

لڑکی نے بیزاری سے آنکھیں گھمائیں،

"اگر تمہارے پاس خوبصورتی، پیسہ اور زبردست باڈی ہوتی، تو میں سوچتی بھی"!...

اس سے پہلے کہ وشنو کوئی اور زہریلا جملہ اچھالتا، یاقوت نے ہنسی دباتے ہوئے بم پھوڑ دیا،

۔"ارے میڈم، اگر اس کے پاس یہ سب کچھ ہوتا، تو وہ تمہارے بارے میں سوچتا بھی نہیں ...سیدھا کسی اور طرف نکل لیتا"!۔

انٹرویو لینے والی لڑکی نے بے زاری سے منہ بنایا، جیسے اس کا کام مکمل ہو چکا ہو، اور فوراً وہاں سے چل دی۔

وشنو نے یاقوت کو دیکھا اور ہنستے ہوئے بولا،

"ابے یہ تو کوئی چالاک کھلاڑی لگتی ہے"...

یاقوت نے موبائل پر نظریں جما دیں، اسکرین پر مزید کچھ ابھرنے والا تھا ...یہ گیم ابھی ختم نہیں ہوئی تھی!۔

TASK COMPLETE!

FINAL STEP: SOLVE THE RIDDLE...

TIME IS RUNNING OUT...

یاقوت نے پیشانی پر ہاتھ رکھا اور گہری سوچ میں ڈوب گیا۔

"اس کی باتوں میں کیا واضح کوڈ ہے...؟"

وہ آہستہ سے بڑبڑایا، نظریں ارد گرد دوڑائیں، جیسے کسی پوشیدہ راز کی پرتیں کھولنے کی کوشش کر رہا ہو۔

"پیسہ ...شکل ...بوڑی"...

اچانک اس کی آنکھوں میں چمک ابھری۔

سامنے ایک بڑا بینک تھا، چمکتی ہوئی عمارت جس کے دروازے کے اوپر سنہری حروف میں نام جگمگا رہا تھا۔

یاقوت کے لبوں پر ایک ہلکی مسکراہٹ رینگ گئی۔

"پیسہ—بینک۔"

اس نے گردن موڑ کر دائیں جانب دیکھا، جہاں شیشوں سے مزین ایک جدید جم کھڑا تھا۔

''بوڈی—جم۔''

پھر، اس نے درمیانی راستے پر نگاہ دوڑائی۔ وہاں ایک ڈرماٹولوجسٹ کا کلینک تھا، اور ساتھ ہی ایک بیوٹی پارلر، جہاں خواتین اندر باہر آ جا رہی تھیں، چہرے پر تازگی کی جھلک لیے۔

''شکل—بیوٹی پارلر ...اور یہ پلاسٹک سرجری کا کلینک۔''

یاقوت نے ایک بار پھر سب کچھ جوڑ کر دیکھا۔ پھر سر اثبات میں ہلایا، جیسے کسی مشکل معمے کو حل کر چکا ہو۔

وشنو، جو اب تک بے چینی سے کھڑا تھا، فوراً بولا،'' کیا بنا؟''۔

یاقوت نے ایک لمحے کی خاموشی کے بعد گردن گھمائی، آنکھوں میں ایک چمک تھی، جیسے اسے یقین ہو گیا ہو کہ وہ صحیح سمت جا رہا ہے۔

''چل، بائیک پر بیٹھ۔''

یہ کہتے ہی وہ تیز قدموں سے بائیک کی طرف بڑھا، جیسے کھیل کا اگلا مرحلہ بس شروع ہونے ہی والا ہو۔

----☆☆☆

فیصل مسجد کے بلند و بالا مینار نیلے آسمان میں سورج کی روشنی میں دمک رہے تھے۔ اطراف میں سرسبز مارگلہ کی پہاڑیاں سکون اور خاموشی کی چادر اوڑھے کھڑی تھیں۔ دن کے وقت ہونے کی وجہ سے مسجد میں عقیدت مندوں کی آمدورفت جاری تھی، کچھ لوگ وضو کر رہے تھے، کچھ نوافل میں مشغول تھے، اور کچھ سائے میں بیٹھے ذکر و اذکار میں مگن تھے۔

کہف اور باسط ایک ستون کے قریب کھڑے تھے، جب اچانک ان دونوں کے موبائل ایک ساتھ بجنے لگے۔ پہلے تو وہ ایک دوسرے کو حیرانی سے دیکھنے لگے، پھر جلدی سے موبائل نکال کر اسکرین پر نظر دوڑا---

الفاظ آہستہ آہستہ نمودار ہونے لگے، جیسے کوئی راز کھل رہا ہو——

I am the key that unlocks a passage,

Yet I am not held in hands, but left beneath steps...

Seek me where every traveler marks their presence,

Where green is cherished, I remain confined...

Only those who perceive me shall claim me...

Tell me, where do I reside?

باسط نے کہف کو دیکھا ...کہف نے باسط کو...۔

دونوں کے چہرے پر ایک لمحے کو الجھن ابھری، مگر پھر باسط نے موبائل کی چمکتی اسکرین پر دوبارہ نظریں دوڑائیں اور دھیرے سے بولا۔

"I am the key that unlocks a passage,

Yet I am not held in hands, but left beneath steps...

Seek me where every traveler marks their presence,

Where green is cherished, I remain confined...

Only those who perceive me shall claim me...

Tell me, where do I reside?"

کہف کی آنکھیں لمحے بھر کو سکڑیں، جیسے دماغ کے گوشے میں کوئی چراغ جلا ہو، پھر وہ بے ساختہ بولی

"Basit, where footsteps are left behind, there lies something veiled in green."

باسط نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اثبات میں سر ہلایا۔ دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا، پھر بیک وقت قدم بڑھائے۔

مسجد کے اس حصے میں جوتوں کے لیے مخصوص کئی ریکس ترتیب سے لگے ہوئے تھے۔ اطراف میں لوگ آ جا رہے تھے، کچھ وضو کے لیے جا رہے تھے تو کچھ عبادت کے بعد جوتے پہن رہے تھے۔

اچانک باسط کی نظریں ٹھہر گئیں....

سامنے ایک ریک کے عین نیچے، قدرے نظروں سے اوجھل، کوئی چیز ہلکی سی جھلک رہی تھی ...ایک سبز دھات کا ڈبہ!۔

باسط نے کہف کی طرف دیکھا اور سر کے اشارے سے نشان دہی کی۔

"ادھر"۔

باسط نے جھک کر احتیاط سے نیچے دیکھا، پھر دھیرے سے ڈبہ نکالا۔ دونوں نے ایک دوسرے کو معنی خیز نظروں سے دیکھا، جیسے دلوں کی دھڑکنیں چند لمحوں کو تھم گئی ہوں۔

ڈبہ کھولا....

اندر ایک تہہ شدہ کاغذ رکھا تھا۔ کہف نے لرزتے ہاتھوں سے اسے کھولا، آنکھیں سطر پر جم گئیں...

Veiled in emerald embrace, I watch in silence...

Closer you stand, nearer you see—follow the path, uncover me.

باسط اور کہف ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ ایک اور پہیلی ...ایک اور آزمائش!۔

یہ کھیل ابھی ختم نہیں ہوا تھا ...بلکہ اصل سفر تو اب شروع ہو رہا تھا۔



وشنو اور یاقوت تینوں عمارتوں کے بیچ تنگ گلی میں
کھڑے تھے، اطراف میں بلند دیواریں سایہ فگن تھیں۔ جیسے ہی وہ قدم آگے
بڑھانے لگے، یکدم دونوں کے موبائلز پر نوٹیفکیشن ابھرا۔

I rest yet I run, swift as the wind,

Draped in night, I gleam under the sun.

Four I possess, yet only two truly see,

I take you places, but have no feet.

Find me, step within, and let the journey begin."

ٹائمز ابھی بیس منٹ پر ٹھہرا تھا۔

یاقوت نے ایک نظر وشنو پر ڈالی، جو الجھن میں ماتھے پر گہری شکنیں ڈالے سکرین کو گھور رہا تھا۔ اس کے چہرے پر سوالات بکھرے ہوئے تھے، جیسے وہ کسی نادیدہ حقیقت کی پرتیں کھولنے کی کوشش کر رہا ہو۔ پھر وہ دھیرے سے بڑبڑایا،

"I rest yet I run, swift as the wind,
Draped in night, I gleam under the sun.
Four I possess, yet only two truly see,
I take you places, but have no feet.
Find me, step within, and let the journey begin."

یاقوت کی آنکھیں ایک لمحے کے لیے چمکیں، پھر وہ جیسے چونک کر بولا،

"گاڑی۔"

وشنو نے تیزی سے اس کی طرف دیکھا۔ یاقوت نے اطراف میں نظریں دوڑائیں، سناٹے میں ڈوبی گلی کے آخری سرے پر ایک گاڑی کھڑی تھی، تاریکی میں گھلتی ہوئی—کسی سائے کی مانند، سیاہ اور خاموش۔

"Swift as the wind, draped in night..." یاقوت نے آہستہ سے جملہ دہرایا، مگر پھر رکا، جیسے کوئی چیز گڑبڑ ہو۔ وہ محتاط قدموں سے آگے بڑھا، وشنو اس کے پیچھے۔

ہر قدم کے ساتھ دل کی دھڑکن تیز ہوتی گئی۔ گاڑی وہاں کھڑی تھی، مگر کچھ عجیب تھا۔ ہوا میں بے‌نام سی سرد مہری تھی، جیسے کسی غیر مرئی آنکھ کی نظر ان پر ہو۔

یاقوت نے ایک لمحہ توقف کیا، پھر آہستہ سے گاڑی کا دروازہ کھولا۔

اور ٹھیک اسی لمحے—

یکدم سفید دھوئیں کا ایک گہرا بادل ان کے چہروں پر پھینکا گیا۔

وشنو نے ایک جھٹکے سے پیچھے ہٹنے کی کوشش کی، مگر تاخیر ہو چکی تھی۔ یاقوت کا دماغ چکرا گیا، دنیا گھومنے لگی، آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔

ہوا میں ایک سرگوشی گونجی—۔

"تم نے دروازہ کھول لیا ہے، اب راستہ بھی کھلے گا"...

اور پھر—

مکمل خاموشی۔

----⭐⭐⭐

فیصل مسجد کے عقب میں پھیلا ٹریل، شام کی دھندلکی میں ایک پرسرار سایہ اوڑھے کھڑا تھا۔ اطراف درختوں کی گھنی چادر میں لپٹے ہوئے تھے، جیسے کوئی چھپے رازوں کا امین ہو۔ فضاء میں انجانی خاموشی تھی، ایسی جو سانس کو روک دینے والی ہو، ایسی جو کسی آنے والے طوفان کی چُپ چاپ گواہ ہو۔

باسط اور کہف قدموں کی آہٹ کے سوا کچھ نہ سن سکے، مگر یہ آہٹ ان کی اپنی تھی—یا شاید کسی اور کی بھی؟

یکدم ایک خفیف سی چبھن نے کہف کی گردن میں سراخ کیا، جیسے کوئی ننھی سوئی گوشت چیر گئی ہو۔ لمحے بھر میں اس کا جسم بوجھل ہونے لگا۔

باسط نے اسے ڈگمگاتے دیکھا اور چونک کر پیچھے مڑا، مگر اسی لمحے ایک باریک سی سیٹی ہوا میں سنسنائی، اور کچھ تیز، دھاگے سے باریک مگر موت کی طرح یقینی، اس کی جلد میں پیوست ہو چکا تھا۔

دونوں کے قدم لڑکھڑائے۔ جسم جیسے کسی غیر مرئی بوجھ کے نیچے دبنے لگا۔ آنکھوں کے پردے پر تاریکی سرسرانے لگی۔

کہف کے کانوں میں آخری بار کچھ بھاری قدموں کی چاپ گونجی، جیسے زمین نے کوئی بوجھ محسوس کیا ہو، جیسے سایے حقیقت کا لبادہ اوڑھنے لگے ہوں۔

پھر سب کچھ گہری، سیاہ رات میں تحلیل ہو گیا۔

----☆☆☆

کہف کی پلکیں بوجھل تھیں، جیسے کسی گہرے خواب سے جاگی ہو۔ مگر یہ خواب نہیں تھا۔ آنکھوں کے سامنے دھندلی نیلاہٹ پھیلی تھی، جیسے سمندر کی گہرائی میں قید ہو۔

اس نے سر تھاما، دھیرے سے آنکھیں جھپکیں، پھر اطراف میں نظر دوڑائی۔

"باسط"...

اس کی آواز سرگوشی کی مانند نکلی، سست، بوجھل۔

مگر جب اس کی بینائی مکمل طور پر واضح ہوئی تو اس نے جو دیکھا، وہ کسی بھیانک خواب سے کم نہ تھا۔

یہاں صرف وہ اور باسط نہیں تھے—یہاں تو لوگوں کا ایک ہجوم کھڑا تھا۔

دیواریں، فرش، سب کچھ نیلے پانی کی مانند لگ رہا تھا، جیسے وہ کسی شیشے کے قید خانے میں موجود ہوں جس کے پار سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہو۔ کوئی دروازہ، کوئی راستہ، کوئی گزرگاہ نہیں تھی۔ صرف نیلاہٹ، اور وہ لوگ جو ایک دوسرے کو اسی قدر حیرت سے دیکھ رہے تھے، جس قدر کہف خود دیکھ رہی تھی۔

اچانک، بھیڑ میں ایک جانا پہچانا چہرہ نظر آیا—باسط!۔

"کہف"!

باسط نے اسے دور سے دیکھ کر آواز لگائی۔

کہف نے گہری سانس لی، جیسے حقیقت کو قبول کر رہی ہو۔ باسط لوگوں کے ہجوم کو چیرتا ہوا اس کے قریب آیا، چہرے پر الجھن اور اضطراب کے سائے تھے۔

اور پھر——۔

"وووووووووووووووو"!

یکایک فضا میں ایک بھیانک سائرن گونجا۔

آواز کسی مخصوص سمت سے نہیں آئی تھی، جیسے ہر دیوار، ہر ذرہ اس چیخ میں تبدیل ہو چکا ہو۔

اور پھر——۔

وہیل!۔

سامنے خلا میں، ہوا میں، معلق ایک دیو ہیکل نیلی وہیل ابھر آئی۔ اس کی بے حس، خالی آنکھیں نیچے کھڑے ہر شخص کو تک رہی تھیں، جیسے وہ صرف شکار دیکھنے آئی ہو۔

پھر——۔

"WELCOME, WARRIORS."

یہ آواز موبائل اسکرین پر ابھری ہوئی نہیں تھی، یہ آواز اس پورے ماحول کا حصہ تھی، جیسے سمندر کی گہرائیوں سے ابھرتی کوئی مردہ صدا ہو۔

"WELCOME TO THE WORLD OF BLUE WHALE, WHERE PHYSICAL GAMES TAKE PLACE.

YOU WILL RETURN TO YOUR HOMES ONLY IF YOU SURVIVE.

IN FRONT OF YOU, A BOX AWAITS. INSIDE, YOUR DESTINY RESIDES.

CHOOSE WISELY."

کہف نے باسط کی طرف دیکھا، باسط نے کہف کی طرف۔

دوسری طرف——۔

یاقوت اور وشنو بھی اسی جگہ کی طرح ایک جگہ میں کھڑے تھے، دونوں کے چہروں پر ایک ساتھ حیرت اور گھبراہٹ تھی۔

اچانک، کسی نے چیخ کر کہا،

"ای کون سی جگہ ہے بھائی؟ ہم کو اغوا وگوا کر لیا کیا؟"!

اور جواب میں دوبارہ اعلان ہوا

"YOU HAVE ONLY 30 MINUTES."

سامنے ایک ڈیجیٹل اسکرین نمودار ہوئی، جس پر سرخ ہندسوں میں وقت کم ہوتا جا رہا تھا—30:00... 29:59... 29:58...۔

یکدم پورا ہجوم آگے لپکا، جیسے زندگی اور موت کے درمیان صرف ایک کارڈ کا فاصلہ ہو۔

لوگوں نے جلدی جلدی وہ سیل شدہ کارڈ نکالنے شروع کیے، مگر جیسے ہی کسی نے اسے کھولنے کی کوشش کی—۔

“DO NOT OPEN THE CARD UNTIL WE ANNOUNCE.”

“DO NOT CHEAT, OR YOU WILL BE EXECUTED.”

خاموشی چھا گئی۔

یاقوت اور وشنو ساتھ کھڑے تھے، دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا، پھر سامنے رکھے ڈبے کو۔

یاقوت نے ایک لمبی سانس لیاور بیزاری سے بولا

۔"دیکھو، کتنا اٹریکٹو ہوں میں، ہر مصیبت اور آفت خود چل کر میری گود میں آتی ہے۔ بندے اٹریکٹ کرتے ہیں خوشحالی، میں اٹریکٹ کرتا ہوں قیامت"!۔

وشنو نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ بس خالی آنکھوں سے نیلی دیواروں کو دیکھ رہا تھا، جہاں نیلی وہیل ابھی تک ان سب کو گہری، سرد نظروں سے گھور رہی تھی۔

کچھ وقت بعد

پُراسرار خاموشی ایک پل کے لیے محیط رہی، جیسے وقت ساکت ہو گیا ہو۔ سب کے ہاتھوں میں کارڈز کانپ رہے تھے، پسینے کی بوندیں ماتھوں سے ٹپکنے لگیں۔ ہر پلئیر کی سانسیں بے ربط، دھڑکنیں بے قابو، اور آنکھوں میں صرف ایک ہی خوف——زندگی یا موت؟

"Open your cards..."

اناؤنسمنٹ گونجی، اور جیسے ہی سب نے کپکپاتے ہاتھوں سے کارڈز کھولے، دل دھڑکنا بھول گئے۔ وقت جیسے تھم سا گیا تھا، مگر ہوا میں بلیو وہیل کی موجودگی کا بوجھ بڑھتا جا رہا تھا۔ وہ وہیل، جس کی آنکھیں ان سب کو تاک رہی تھیں، جیسے کوئی دیو قد مخلوق اپنا شکار چنتی ہو۔

یکدم کچھ چہروں کا رنگ اُڑ گیا۔ آنکھوں میں بے یقینی اور جسموں میں لرزہ دوڑ گیا۔ ان کے کارڈز پر صرف ایک لفظ نمایاں تھا——۔

“Executed”

کہف، باسط، یاقوت، وشنو، اور چند دوسرے پلئیرز کے کارڈز پر

“Life”

جگمگا رہا تھا، مگر وہ روشنی بھی جیسے موت کی چمک تھی۔

اور پھر——۔

بلیو وہیل کا منہ کھل گیا۔

وہ شخص، جو کچھ دیر پہلے یاقوت اور وشنو کے گروپ میں کھڑا چیخ رہا تھا، یکدم ساکت ہو گیا۔

اس کی آنکھیں حد درجہ پھیلیں، جیسے موت کو قریب سے دیکھ رہا ہو۔ اور پھر...۔

پچاک!!!۔

اس کی کھوپڑی میں ایک سوراخ ہوا، اور خون کا فوارہ نکلا، جو نیلی زمین پر سیاہ دھبوں کی صورت بکھرتا چلا گیا۔

یکایک گولیاں چلنے لگیں۔

ڈرونز ہوا میں نمودار ہوئے، اور

“Executed”

والے پلئیرز پر بلاتوقف گولیوں کی بوچھاڑ شروع کر دی۔

“تڑاخ !تڑاخ !تڑاخ”!

گولیوں کی گھن گرج، چیخ و پکار، اور رونے کی آوازوں نے ہوا میں ایک قیامت برپا کر دی۔ زمین پلئیرز کے خون سے لت پت ہونے لگی، لاشیں ایک ایک کر کے گرنے لگیں، اور سسکیاں دم توڑنے لگیں۔

وشنو اچھل کر پیچھے ہٹا، اس کے کانوں میں گولیوں کی آوازیں گونج رہی تھیں۔ وہ لرز رہا تھا، ہونٹوں پر بے ساختہ کچھ بڑبڑا رہا تھا۔

یاقوت، جو اب تک ایک جھٹکے میں آنکھیں بند کیے بیٹھا تھا، وشنو کو اچھلتا دیکھ کر ڈرتے ، اور سرد لہجے میں بولا

"جب زندگی بینڈ بجائے، تو ناچنا تو بنتا ہے؟"

لیکن اس کی آواز میں بلا کی سنجیدگی تھی، جیسے خود کو ہی تسلی دے رہا ہو۔

کہف کی حالت اور بھی بگڑ چکی تھی۔ اس نے ایک نظر باسط پر ڈالی، پھر ارد گرد خون میں لت پت لاشوں کو دیکھا، اور بے اختیار چیخنے لگی۔

۔"نہیں ! یہ کیا ہو رہا ہے؟ یہ سب کیا ہے؟ کوئی ہمیں یہاں سے نکالو"!!!۔

وہ باسط سے لپٹ گئی، جیسے زندگی کی آخری امید وہی ہو۔

مگر یہاں کوئی امید نہیں تھی۔

صرف سناٹا تھا۔

گولیوں کی آواز تھم چکی تھی، مگر اس خاموشی میں کہف کی دل دہلا دینے والی چیخیں گونج رہی تھیں۔

آنکھوں کے سامنے موت کا وہ بھیانک منظر تھا۔

اطراف میں"Executed"

پلئیرز کی بے جان لاشیں بکھری تھیں۔ خون، جو نیلی زمین پر تاریکی کی مانند پھیل چکا تھا، اس کھیل کی سنگینی کا گواہ تھا۔

اور بلیو وہیل، وہی پراسرار مخلوق، بدستور انہیں گھور رہی تھی۔

یہ صرف شروعات تھی۔

"!!! Congratulations Players !!!"

آسمان پر لگے اسپیکرز سے دھیمے مگر پر اثر لہجے میں اناؤنسمنٹ گونجی، جیسے کوئی نادیدہ ہستی ان سب کو براہ راست مخاطب کر رہی ہو۔

Your fate has triumphed… But remember, this is not just a game.

This is your reality.

پلئیرز کے بیچ سرگوشیاں ہونے لگیں، کسی کا سانس رکا، تو کسی کا دل حلق میں آ گیا۔

If anyone dares to involve the police or any third party… the snipers will claim your soul.

یکدم ایک سنسناتی ہوئی ہوا چلنے لگی، جیسے واقعی کسی کی نظر ان پر ہو۔

This game was designed to bring you here… to show you the truth…

This is no longer a game—this is your reality now.

آرڈر دینے کے انداز میں آواز گونجی

Check your mobile now.

سب نے جھجھکتے ہاتھوں سے موبائل نکالے۔ جیسے ہی اسکرین پر نظر پڑی، سانسیں رُک گئیں۔

50,000 PLAYERS EXECUTED…

30,000 WARRIORS REMAINING…

TOTAL PLAYERS EXECUTED = 970,000

فضا میں ایک بوجھ سا طاری ہو گیا۔

اور پھر——۔

“Ding!”

بینک کی جانب سے سب کے موبائل پر نوٹیفکیشن آیا۔

پاکستانی پلئیرز کے اکاؤنٹ میں

Rs. 28,750,000/-

(تقریباً ایک لاکھ ڈالر)

انڈین پلئیرز کے اکاؤنٹ میں

₹ 8,662,000/-

“یہ...یہ کیا...؟”

یاقوت اور وشنو کے منہ کھلے کے کھلے رہ گئے۔

"اتنے پیسے...؟"!

باسط، کہف، اور باقی پلئیرز بھی سکتے میں تھے۔

کچھ کے چہروں پر دہشت مزید گہری ہو گئی، مگر کچھ کے لبوں پر ایک عجب سی چمک آ گئی—لالچ کی چمک۔

"یہ واقعی ...ہمیں پیسے دے رہے ہیں؟"!

چند لمحے کے لیے، خون سے لت پت زمین، مرے ہوئے پلئیرز، اور نیلے سمندر جیسے ماحول کا خوف پسِ پشت چلا گیا۔ صرف ایک حقیقت باقی رہ گئی—۔

"یہ گیم سچ میں پیسے دے رہا ہے۔"

اور پھر—

!!! WARNING !!!

"!!! Congratulations for completing the Silver Part !!!"

"Riddle phase completed."

"Welcome to the Golden Part... TASK."

ہوا میں جیسے کوئی سرگوشی بکھر گئی، مگر یہ سرگوشی دھمکی جیسی تھی۔

Warning... If anyone attempts to escape this game...

If anyone involves the police or any external force...

Execution will be your fate.

فضا میں ایک برقی سنسناہٹ سی دوڑ گئی، جیسے کوئی طاقتور آنکھیں انہیں ہر زاویے سے دیکھ رہی ہوں۔

The choice is yours...

Life... or Money?

---- . ... ..

----☆☆☆

نیم تاریک کمرے میں مدھم روشنی کے سائے جھلملاتے تھے، جیسے کسی پراسرار خواب کی دھند میں لپٹے ہوں۔ کمرے کے عین وسط میں ایک سہ گوشہ میز رکھی تھی، جس کے گرد اسی انداز میں قیمتی، بھاری کرسیاں سجی ہوئی تھیں۔ دیواروں پر قیمتی آرائشی نقوش تھے، جن پر سرمئی روشنی پڑ رہی تھی، اور ہر چیز ایک غیر حقیقی سحر میں لپٹی معلوم ہوتی تھی۔

یہ کوئی عام جگہ نہیں تھی—یہاں وقت اور حقیقت کسی ان دیکھے کھیل کے اصولوں کے مطابق چل رہے تھے۔

میز کے گرد بیٹھے افراد کے چہروں پر عجیب، غیر انسانی نقاب تھے—کسی نے بھیڑیا اوڑھ رکھا تھا، کوئی لومڑی کے چہرے میں چھپا تھا، کسی کے نقاب پر چمگادڑ کے پر پھیلے ہوئے تھے، اور ایک شخص نے عقاب کی مانند سنہری چونچ والا ماسک پہن رکھا تھا۔ وہ سب خاموش تھے، مگر ان کی خاموشی بھی بھاری تھی، جیسے کسی خفیہ فیصلے کا بوجھ اپنے اندر سموئے بیٹھی ہو۔

سامنے دیوار پر ایک وسیع اسکرین نصب تھی، جس پر مختلف ممالک کے بلیو وہیل پلیئرز دکھائی دے رہے تھے۔

انڈیا کی اسکرین چار حصوں میں بٹی ہوئی تھی، جہاں مختلف شہروں کے کھلاڑی اپنی قسمت آزماتے نظر آ رہے تھے۔ پاکستان کی اسکرین پر بھی کئی چہرے ابھر رہے تھے، اور دیگر ممالک کی تصاویر بھی تھیں—مگر کچھ ممالک کی اسکرینیں تاریک ہو چکی تھیں، وہاں جلی حروف میں "EXECUTED"

لکھا تھا۔

یہ سب ایک کھیل تھا—مگر ایک ایسا کھیل، جس میں داؤ پر زندگیاں لگی تھیں۔

یہاں موجود نقاب پوش تماشائی نہیں تھے، وہ اس کھیل کے جواری تھے۔ وہ شرطیں لگا رہے تھے کہ کون زندہ بچے گا، کون مرے گا، کس کا نصیب اسے آخری سطح تک لے جائے گا اور کون راستے میں بے رحمی سے ختم کر دیا جائے گا۔

یہ سارا کھیل تفریح کے نام پر تھا۔ ایک ایسا بھیانک جوا، جہاں بس غریبوں کی زندگیاں داؤ پر لگی تھیں۔

اچانک، سفید بلی کا نقاب پہنے اس سنہری آنکھوں والی پراسرار لڑکی نے اپنے ہاتھ میں پکڑے بلوریں ساغر کو آہستگی سے گھمایا۔ اس کے لمبے، کھلے بال کندھوں پر

بکھرے تھے، اور وہ جام میں موجود سرمئی مائع کو ہولے ہولے ارتعاش میں دیکھ رہی تھی۔

تبھی، اسکرین پر موجود تمام بلیو وہیل پلییرز کے اردگرد دھند سی اٹھنے لگی۔ نہیں، یہ عام دھند نہ تھی—یہ سفید زہریلا دھواں تھا، جو اچانک اسکرین پر تیزی سے پھیلنے لگا۔

“The game just got a whole lot more interesting.”

سنہری آنکھوں والی لڑکی نے سرگوشی کی، اس کی آواز مدھم تھی مگر اس میں زہر تھا۔

دوسری طرف، پلئیرز ایریا میں، وہ سب جو ابھی تک سانس لے رہے تھے، اس پراسرار دھوئیں میں گھرِ چکے تھے۔

کھانسی کی آوازیں ابھریں، آنکھوں میں شدید جلن محسوس ہوئی، سب کی بصارت دھندلانے لگی۔

اور پھر—۔

اندھیرا۔

سب کے حواس خاموشی کے قید خانے میں جا چکے تھے۔

ہر پلئیر بے ہوش ہو چکا تھا۔

اور وہ جو نقاب پوش بیٹھے تھے، ان میں سے کسی نے ساغر کو لبوں سے لگایا، کسی نے ایک دوسرے کو معنی خیز نظروں سے دیکھا، اور پھر——۔

کھیل کا اگلا مرحلہ شروع ہونے والا تھا۔

----☆☆☆-

یکدم روشنی پھیلی۔ آنکھوں کے پردے روشنی کے اس اچانک دھماکے سے چندھیا گئے، اور جب روشنی مدھم ہوئی، تو وہ اپنے اپارٹمنٹ میں موجود تھے۔

کہف اور باسط کی آنکھوں میں گہری حیرانی اتری۔ وہ پل بھر کے لیے ساکت رہے، پھر ایک دوسرے کو معنی خیز نظروں سے دیکھا۔ اطراف میں نگاہ دوڑائی۔

ہر چیز اپنی جگہ تھی۔ وہی دیواریں، وہی فرنیچر، وہی خاموشی۔ مگر دلوں میں بے چینی کی ایک لہر سرسرائی۔

یہ کیسے ممکن تھا؟

وہ اس گیم کے پیچ و خم میں پھنسے تھے، پھر یہاں کیسے آن پہنچے؟ کیا ان لوگوں کی رسائی اس حد تک تھی کہ وہ انہیں کسی بھی لمحے، کسی بھی جگہ منتقل کر سکتے تھے؟

کہف کی کنپٹیاں سنسنا اٹھیں، سر چکرا گیا۔ اس کا ذہن ابھی تک اس گیم کے دہشت ناک مناظر میں الجھا ہوا تھا۔ وہی چیخیں، وہی خون، وہی گولیوں کی بوچھاڑ...۔

اس کی آواز میں خوف کی لرزش تھی

"How is this even possible... ہم یہاں کیسے پہنچے؟"

باسط نے لب بھینچ کر سر جھٹکا، جیسے خود کو ہوش میں لانے کی کوشش کر رہا ہو۔ اس کی پیشانی پر تیوریاں ابھریں۔

۔"ہو سکتا ہے سیکیورٹی گارڈ کو کچھ پتہ ہو،" اس نے نیم یقین سے کہا اور لڑکھڑاتے قدموں کے ساتھ دروازے کی سمت بڑھا۔

قدم بھاری تھے، ذہن بوجھل، جیسے کسی انجانے دباؤ نے گرفت میں لے رکھا ہو۔ وہ دروازہ کھول کر باہر نکلا، مگر کچھ ہی دیر بعد واپس آیا۔

کہف تب تک پانی پی رہی تھی۔ میز پر شیشے کا جگ رکھا تھا، جس کے اندر موجود پانی روشنی میں جھلملا رہا تھا۔ اس کے ایک ہاتھ میں گلاس تھا، دوسرا میز کے کنارے پر دھرا تھا۔

باسط اس کے برابر بیٹھ گیا اور خاموشی سے پانی پینے لگا۔

کہف نے نگاہ اٹھائی۔"What happened?"

باسط نے گلاس رکھتے ہوئے خشک لہجے میں کہا،" کسی نے کچھ نہیں دیکھا۔ یہ گیم ہماری سوچ سے زیادہ چالاک ہے ...سیکیورٹی گارڈ کو کوئی گاڑی اندر آتے جاتے نظر نہیں آئی۔"۔

کہف کے لبوں پر تلخ مسکراہٹ ابھری۔

"I don't know, but it feels like we're completely caught up in this game with no way out."

باسط نے گردن جھکا لی، اس کی انگلیاں گلاس کے کنارے پر بے خیالی میں رگڑ کھانے لگیں۔

کہف نے ایک گہری سانس لی۔

"Basit, I just don't understand...

تم لوگ مڈل کلاس ہو، پھر تمہارے بابا نے اتنی بڑی رقم کا قرض کیسے لیا؟

And more importantly, why would Changez even lend him that much money?

یہ چنگیز کی بھی غلطی ہے، آخر اسے کیا ضرورت تھی کسی کے ساتھ جوا کھیلنے یا اتنی بڑی رقم دینے کی؟

What was he expecting to happen?

باسط کی آواز میں ایک تلخ حسرت گھل گئی۔" ہم ابتدا سے مڈل کلاس نہیں تھے، کہف۔ میرے بابا ایک وضع دار، معزز شخص تھے، مگر قسمت کی ستم ظریفی کہو

یا ان کی اپنی کوتاہی، وہ جوا کھیلنے کی لعنت میں گرفتار ہوگئے۔ دیکھتے ہی دیکھتے ان کے ہاتھوں سے ساری جمع پونجی، جائیداد، یہاں تک کہ عزت بھی چھن گئی، اور ہم ایک خوشحال زندگی سے نکل کر سڑک پر آگئے۔ مگر افسوس، یہ سب کچھ بھی ان کے لیے عبرت نہ بن سکا۔

وہ تب بھی اپنی اسی لت میں پڑے رہے۔ امی کے زیور بیچ ڈالے، جو کچھ بھی ہاتھ آیا، داؤ پر لگا دیا۔ پھر جب امی کے پاس کچھ معمولی سی جمع شدہ رقم تھی، تو انہوں نے بڑی مشکل سے ایک چھوٹا سا گھر لے لیا۔ قسمت نے اتنی مہربانی کی کہ انہیں ایک اسکول میں پرنسپل کی ملازمت مل گئی، تو کچھ حالات سنبھلنے لگے۔ مگر بابا ...وہ تب بھی نہ سنبھلے۔ شاید انہیں احساس ہی نہ تھا کہ ان کی بے راہ روی نے ہمیں کن اندھیروں میں دھکیل دیا تھا"...۔

باسط کی آواز جیسے بوجھل ہوگئی، آنکھوں میں ایک درد کی چمک ابھر آئی، جیسے ماضی کی تلخ یادوں نے اس کی روح کو کرید کر رکھ دیا ہو۔

کہف نے افسوس سے باسط کو دیکھا، پھر گردن جھکا لی اور نرمی سے اس کے ہاتھ کی پشت پر اپنا ہاتھ رکھا۔

“Don’t worry, Basit...

میں ہوں نا؟ ہم دونوں بہن بھائی مل کر کچھ کر لیں گے۔”

باسط نے اس کی طرف دیکھا، اس کی آنکھوں میں ایک اجنبی سی روشنی تھی، جیسے امید اور بے یقینی کے بیچ جھول رہی ہو۔ پھر وہ مدھم سا مسکرا دیا۔

کہف نے اس کے حوصلے کو مزید بڑھایا۔“ ابھی جو ہمارے پاس پیسے ہیں، تمہارے اور میرے، انہیں جوڑ کر تقریباً دو لاکھ ڈالر بنتے ہیں۔”

وہ پل بھر کو رکی، پھر باسط کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بولی،

“Let’s use this money...

تم یہ رقم چنگیز کو دو اور اپنے بھائی کا پتہ لگواؤ۔”

باسط نے تلخی سے مسکرا کر نفی میں سر ہلایا۔“ وہ پورے پیسے ایک ساتھ مانگ رہا ہے، کہف ...اور یہ پیسے تمہارے ہیں، تمہارے خوابوں کے لیے۔”

کہف نے بے نیازی سے کندھے جھٹکے، جیسے یہ بات کوئی حیثیت ہی نہ رکھتی ہو۔"My dreams can wait...

ابھی ضروری یہ ہے کہ تمہارے بھائی کو ڈھونڈا جائے۔"۔

پھر وہ کچھ سوچتے ہوئے بولی،" ہو سکتا ہے کہ گیم سے پیسے پورے ہو جائیں ... ابھی تو اصل ٹاسک اور گیم کا حقیقی حصہ باقی ہے۔"۔

باسط نے گہری سانس لی، جیسے کوئی بہت بھاری بوجھ سینے میں دبا ہو۔ اس کے ہاتھ لرز کر زانوؤں پر آ گرے، اور پھر اس نے گردن جھکا کر اپنے ہاتھوں میں چہرہ چھپا لیا۔

کہف نے اسے بغور دیکھا، جیسے ہر لرزش کو پڑھ رہی ہو۔

یہ کھیل ختم نہیں ہوا تھا ...بلکہ شاید ابھی تو واقعی شروع ہوا تھا۔

----☆☆☆

اگلا دن تھا۔

باسط اور کہف گاڑی میں موجود تھے۔ وہ کچھ گروسری کرنے آئے تھے اور اب گھر کی جانب جا رہے تھے۔

گاڑی عمارت کے نیچے پارکنگ ایریا میں آئی، روشنی مدھم تھی، اردگرد خاموشی کا راج تھا۔ باسط نے گاڑی روکی، اور دونوں نیچے اترے۔ وہ دروازے کی طرف بڑھ رہے تھے، باسط ہاتھ میں سامان تھامے آگے تھا، جبکہ کہف اس کے پیچھے تھی۔

اب وہ، دونوں اپارٹمنٹ کے دروازے کے باہر تھے

باسط دروازہ کھولنے ہی والا تھا کہ اچانک اس کی نظر نیچے پڑی۔

دائیں جانب، ٹیبل کے ایک طرف ایک سفید رنگ کا باکس رکھا تھا ـــــ بالکل سادہ، مگر اس کے اوپر سیاہ روشنائی سے چند الفاظ تحریر تھے

"For Noor-e-Kahaf"

باسط نے چونک کر باکس اٹھایا، پھر پلٹ کر کہف کی جانب دیکھا۔" تمہارے لیے ہے"۔

کہف نے حیرت سے آنکھیں سکیڑیں، الجھن بھری نگاہوں سے باکس کو دیکھا، پھر سوالیہ انداز میں ہاتھ بڑھا کر اسے تھام لیا۔

اب وہ دونوں اندر صوفے پر بیٹھے تھے۔ کہف کے ہاتھ میں وہ پراسرار باکس تھا۔ اس نے ہچکچاتے ہوئے ڈھکن کھولا—۔

اندر سے لوہے کی بلیو وہیل کی شکل کا آلہ نکلا۔ اس کے پیچھے ایک دھاتی ڈنڈی تھی، جیسے اسے پکڑنے کے لیے بنایا گیا ہو۔

کہف نے فوراً باسط کی طرف دیکھا، اور پھر...۔

اچانک، دونوں کے موبائل کی رنگ ٹون بجی۔

ایک مانوس، مگر دہشت زدہ کر دینے والی آواز —بلیو وہیل نوٹیفکیشن۔

دونوں نے تیزی سے اپنے موبائل نکالے، اسکرین پر ایپ کھولی، اور ایک سیاہ پس منظر پر الفاظ ابھرے:۔

SYSTEM ALERT

WELCOME, PLAYERS.

COUNTDOWN COMPLETE...

AFTER TWO DAYS...

ACCESS GRANTED: GOLDEN TASK PART.

CONGRATULATIONS! YOU HAVE ADVANCED.

SURVIVAL IS NOT GUARANTEED.

اگلے ہی لمحے اسکرین پر کچھ اعداد تبدیل ہوئے۔۔۔۔

"50,000 PLAYERS EXECUTED..."

"30,000 WARRIORS REMAINING..."

"TOTAL PLAYERS EXECUTED = 970,000"

"ACTIVE WARRIORS = 23,000"

"INACTIVE PLAYERS = 7,000"

کہف نے بے اختیار باسط کی طرف دیکھا، اس کے ہاتھ میں موجود وہ آلہ جیسے بھاری ہوتا جا رہا تھا۔

اور پھر...

اسکرین پر نمبرز اچانک بدلے۔

"30,000 PLAYERS ACTIVE"

"TIME'S UP!!!"

"NO ONE EXECUTED"

کہف کی دھڑکن بے ترتیب ہوگئی۔ باسط کی گرفت فون پر سخت ہو گئی۔

یہ گیم اب مزید خطرناک رخ اختیار کر چکا تھا ...اور شاید اصل آزمائش اب شروع ہونے والی تھی۔

کمرے میں خاموشی تھی، مگر دونوں کے ہاتھوں میں تھامے موبائلز کی اسکرینز پراسرار نیلی روشنی میں چمک رہی تھیں، جیسے کسی نامعلوم خطرے کی گواہ ہوں۔

پھر ...اچانک، دونوں کی اسکرین پر ایک نیا پیغام ابھرا۔

GOLDEN PART: TASK ONE INCOMING...

باسط نے بے ساختہ سانس روکی، کہف کی آنکھوں میں خوف لرزا۔

پھر باسط کی اسکرین پر خونخوار سرخ الفاظ نمودار ہوئے——۔

YOU HAVE 20 MINUTES...

اور کہف کی اسکرین پر——

YOU HAVE 2 MINUTE...

پھر دونوں کی اسکرین پر ایک اور ہدایت ابھری——۔

SURVIVAL TASK INITIATED

PUT A PIECE OF CLOTH IN YOUR MOUTH.

FAILURE IS NOT AN OPTION.

کہف نے کانپتے ہاتھوں سے باسط کو دیکھا، باسط نے ایک گہری سانس لی، جیسے کسی نہ سمجھ آنے والی جنگ میں کودنے کو تیار ہو۔

وہ اٹھے، خاموشی سے کمرے میں گئے دونوں نے بے بسی سے حکم پر عمل کیا، اور کپڑے کے ٹکڑے اپنے منہ میں ڈالے۔

، پھر دوبارہ صوفے پر آ بیٹھے۔ ان کے دلوں کی دھڑکنیں ان کے کانوں میں سنائی دے رہی تھیں۔

پھر کہف کی اسکرین پر اگلا پیغام ابھرا——۔

TASK ACTIVATION REQUIRED

THE OBJECT YOU RECEIVED...

EXPOSE IT TO FLAME. PLACE IT ON THE STOVE.

ONLY THEN WILL THE COUNTDOWN BEGIN...

PROCEED IMMEDIATELY.

کہف کے ہاتھ لرزنے لگے۔ باسط نے بے یقینی سے اسکرین کو گھورا۔

پھر باسط کی اسکرین پر کچھ اور نمایاں ہوا۔۔۔۔۔

CRITICAL TASK INITIATED

RETRIEVE THE BLADE.

PROCEED TO THE KITCHEN—BOTH OF YOU.

HESITATION IS NOT AN OPTION.

باسط اور کہف نے ایک دوسرے کو دیکھا، پھر خاموشی سے اٹھے۔ ان کے قدم بوجھل ہو چکے تھے، جیسے کسی اندھی سرنگ میں بڑھ رہے ہوں۔

وہ دونوں کچن میں پہنچے۔

کہف کی سانس بے ترتیب ہونے لگی۔ ہاتھ کپکپانے لگے۔

اس نے چولہے پر وہ بلیو وہیل کی شکل کا سانچہ رکھا۔ جیسے ہی لوہے نے آگ کو چھوا، وہ سرخ ہونے لگا، جیسے جلتی ہوئی چنگاری ...جیسے کسی عذاب کی علامت...

پھر باسط نے چاقو اٹھایا۔

اور تب...

اسکرین پر خون رنگ الفاظ ابھرے—

MANDATORY TASK

SEVER YOUR SKIN.

SHAPE IT INTO A BLUE WHALE.

TIME IS LIMITED. COMPLETE THE TASK OR FACE THE ELIMINATION

کہف کا دل جیسے سینے میں رک گیا۔ باسط کی انگلیاں چاقو کی دھار پر سخت ہو گئیں۔

یہ کھیل اب محض کھیل نہیں رہا تھا ...یہ ایک جہنم کا دروازہ بن چکا تھا۔

کہف کی آنکھیں سکرین پر جمی تھیں۔ ایک آگ کے شعلے جیسی شکل سکرین پر ابھری، اور ایک خطرناک پیغام نمودار ہوا

URGENT: Embed Fiery Shape on forearm.

Delay = TERMINATION.

Countdown: 02:00... Decide wisely.

کہف کا دل دھڑکنا بند ہو گیا۔ اس کے ہونٹ کانپ رہے تھے۔ اس کی آنکھوں میں خوف کے سائے تیرنے لگے۔

موبائل پر ٹائمر چل پڑا

اس کی سانسیں تیز ہو گئیں۔ آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑیاں بہہ رہی تھیں۔ موت کا خوف اس کے دل میں گھر کر چکا تھا۔ لیکن کب تک؟ کب تک وہ خوف کے سائے میں جیتی رہے گی؟ اس نے ہمت کی اور اپنے آپ کو سنبھالا۔

اس نے وہ بلیو وہیل کی شکل والا سانچہ اٹھایا، جو شاہتیر سے باہر نکلا تھا۔ اسے اپنے بازو پر رکھتے ہی، یکایک دھواں اٹھا اور ایک تیز بو پھیل گئی۔ کہف کی چیخ نکلنے ہی والی تھی، لیکن اس کے منہ پر پڑا کپڑا اس کی آواز کو دبا گیا۔ آنسو اس کے رخساروں پر بہہ رہے تھے۔ وہ دیوار سے لگ گئی، بے بسی سے باسط کی طرف دیکھتی رہی۔

باسط خاموشی سے کھڑا تھا۔ اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سا دکھ تھا۔ اگر کہف نے وہ حرکت نہ کی ہوتی، تو شاید وہ اب تک ختم ہو چکی ہوتی۔ کہف نے شاہتیر کو دور پھینک دیا۔ ایک گونجتی ہوئی آواز نے کیشن کو گھیر لیا۔ وہ رونے لگی۔

یکایک، باسط حرکت میں آیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک اینٹی سیپٹک کریم تھی۔ وہ کہف کی طرف بڑھا، لیکن جیسے ہی اس نے کریم لگانے کی کوشش کی، سکرین پر ایک اور پیغام ابھرا

Warning! Do not apply cream... or face execution.

باسط پیچھے ہٹ گیا۔ کہف کی آواز کانپ رہی تھی،'' باسط ...تمہارا ٹائمر شروع ہو چکا ہے۔ جلدی کرو۔

کمرے میں خوف کا ماحول گھنے بادل کی طرح چھا گیا۔ ہر سانس خطرے سے بھرپور تھی۔ ٹائمر کی ٹک ٹک آواز نے فضا کو اور بھی دہشت ناک بنا دیا۔

Time is running out... Make your move or perish.

کہف اور باسط دونوں جانتے تھے کہ یہ صرف ایک کھیل نہیں تھا۔ یہ موت اور زندگی کا امتحان تھا۔ اور ہر حرکت، ہر فیصلہ، ان کی تقدیر بدل سکتا تھا۔

کیچن کی ہوا میں خوف اور دہشت گھل گئی تھی۔ ٹائمر کی آواز تیز ہوتی جا رہی تھی۔

countdown... ... 17... 18...

کہف کی سانسیں رک گئیں

Choose wisely... your life depends on it.

اور پھر ...سب کچھ خاموش ہو گیا

وشنو کی آنکھوں میں خون اترا ہوا تھا، پلکیں لرز رہی تھیں، اور لبوں پر کپکپی تھی—درد کی، خوف کی، اور کسی ان دیکھی ہیبت کی۔ اس کے بائیں بازو پر جِلد جھلس چکی تھی، سرخی مائل آبلے پھٹ چکے تھے، اور گوشت کے اندر تک ایک بے رحم، نیلا نشان گہری دراڑیں ڈال چکا تھا—بلیو وہیل کا منحوس خاکہ۔

قریب ہی یاقوت، زانو کے بل بیٹھا، اپنے بازو کو نوچ رہا تھا۔ اس کی نگاہیں سفاکی سے چمک رہی تھیں، جیسے وہ کسی طلسمی سحر میں جکڑا جا چکا ہو۔ ایک زنگ آلود، کند چھری اس کے لرزتے ہاتھ میں تھی، جو بار بار اس کی نازک جِلد پر رینگ رہی تھی۔ جیسے ہی چھری کی نوک چمڑی کو چیرتی، گوشت کے اندر سے گرم، تازہ خون اچھل کر بہنے لگتا، قطرہ قطرہ، جیسے کوئی خاموش چیخیں فضا میں تحلیل ہو رہی ہوں۔

دھوئیں جیسی سانسیں، پیلا پڑتا چہرہ، اور نیلے ہوتے ہونٹ۔۔۔ یاقوت کی ہتھیلی چھری کو مزید سختی سے تھام چکی تھی، جِلد اب پھٹنے لگی تھی، گہری لکیریں، خون میں بھیگے، سُرخ کنارے۔۔۔ وہ درد سے لرز رہا تھا، مگر بازو پر چھری کی سخت دھار کو مزید دبائے جا رہا تھا، یہاں تک کہ زخم کی جگہ سے گہری سیاہی جھلکنے لگی۔

یکدم موبائل کی روشنی نے اندھیرے میں چمک پیدا کی، اسکرین پر بےرحمانہ ہندسے نمودار ہوئے—

"3...2...1..."

پاکستان میں

۔۔۔ ایک سرد وحشت ہوا میں تیر رہی تھی۔ باسط نے گہرے سانس لیتے ہوئے اپنے لرزتے بازو کو دیکھا، جہاں جِلد کٹ چکی تھی، اور رگوں سے گرم، گہرا خون بہہ رہا تھا۔ اس کا تنفس بوجھل ہو چکا تھا، نبض بےترتیب دھڑک رہی تھی، اور اس کے چہرے پر ایک بےنام سائے کا رقص تھا۔

فرش پر گرنے والے خون کے قطرے جیسے کسی منحوس دُھن کی تال پر رقص کر رہے تھے، ہر قطرہ سرخ، ہر قطرہ وحشت سے لبریز۔۔۔ اس کے بازو پر اب کی بار بلیو وہیل بنی ہوئی تھی، گویا کسی نامعلوم عفریت نے اسے اپنی گرفت میں لے لیا ہو۔

کہف دم بخود کھڑی تھی۔۔۔ جیسے کسی مردہ لاش میں جاں ڈال دی گئی ہو، جیسے کسی بھیانک خواب نے حقیقت کی چادر اوڑھ لی ہو۔ اس کی سانس سینے میں اٹک گئی تھی، آنکھوں میں خوف کی یخ بستہ دھند، اور چہرے پر دہشت کی پرچھائیاں۔

اسکرین پر سفید حروف ابھرے، جیسے کسی شیطانی وجود نے زہر بھرے لفظ اچھال دیے ہوں—

“Congratulations, you did it.”

ہوا جیسے جمود کا شکار ہو گئی تھی، مگر اس خاموشی میں ایک بھیانک سسکی تھی، جو ابھی ختم نہیں ہوئی تھی۔۔۔

سیاہ شب کی دبیز چادر میں لپٹی دنیا کے کسی کونے میں، ایک اور سسکی دم توڑنے کو تھی۔۔۔

ترکی کے ایک تاریک، خاموش کمرے میں روشنی صرف موبائل اسکرین سے چھن کر آ رہی تھی۔ ایک کم عمر لڑکا ساکت بیٹھا تھا، اس کے ہاتھ لرز رہے تھے، مگر وہ لرزش خوف کی نہیں تھی—وہ کسی ان دیکھی قوت کے تسلط میں تھا۔ اس کی کلائیوں سے خون بہہ کر اس کی گود میں جمع ہو رہا تھا، گرم، سرخ، اور بےدریغ۔۔۔ اس کا بازو بلیو وہیل کے بدنما خاکے سے بھرا تھا، مگر وہ خاکہ بگڑ چکا تھا، کہیں لکیریں بےترتیب ہو گئی تھیں، کہیں نشان ادھورا تھا۔

اچانک، اسکرین پر خون رنگ الفاظ ابھرے، جیسے کسی غیر مرئی درندے نے دیوار پر اپنا شیطانی اعلان کندہ کر دیا ہو——۔

7000 players executed...

23,000 warriors remaining...

Total players executed: 977,000...

ابھی لڑکے کی نبض قابو میں بھی نہ آئی تھی کہ ایک اور زہریلا پیغام سکرین پر جل اٹھا——۔

Mavi Balina'nın bedenini tahrip ettin...

Sonuç: İdam!

You have disfigured the Blue Whale...

Consequence: Execution!

اچانک، ایک گہرا، سرگوشیوں سے بھرا میوزک کمرے میں گونج اٹھا۔ ایک غیر محسوس مگر مہلک قوت نے اس کی نسوں میں سرایت کرنا شروع کر دیا، جیسے کوئی نادیدہ زہر اس کے رگ و پے میں دوڑ رہا ہو۔ اس کی آنکھیں خلا میں جمنے لگیں، اس کے بدن پر جھرجھری دوڑ گئی، اور اس کے حواس مدہوش ہونے لگے۔

اس کے قدم خودبخود اٹھنے لگے۔۔۔ وہ جیسے کسی اور کے اختیار میں تھا۔

وہ ڈولتا ہوا چلا نظریں اسکرین سے ہٹانے سے قاصر۔۔۔ اس کی انگلیاں بےاختیار حرکت کر رہی تھیں، جیسے کوئی غیبی ہاتھ اس کے اعصاب پر قابض ہو چکا ہو۔ اس نے کانپتے ہاتھوں سے قریب رکھی چھری اٹھائی، دھات کی ٹھنڈک جیسے اس کے لمس میں سرایت کر گئی تھی۔

اس کے ہاتھ کانپنے کے بجائے مضبوط ہو چکے تھے۔

اور اگلے ہی لمحے۔۔۔۔

چھری کی دھار سیدھی اس کی گردن پر جا پڑی، ایک تیز، گہری، بےرحم چیرا۔ ایک لمحے کو سب کچھ رک سا گیا، مگر پھر۔۔۔

گرم، گاڑھا خون ایک دھار کی صورت ابلا، اس کے سینے پر بکھرا، اور گردن کی شریانوں سے زندگی کا رنگ بہنے لگا۔ اس کی آنکھیں یکدم پھیل گئیں، خوف، حیرت، اور بے یقینی کے سائے ان میں آخری بار جھلملائے، اور پھر——۔

وہ لڑکھڑایا، پیچھے کی طرف گرا، اور زمین نے اس کی بے جان لاش کو نگل لیا۔

---☆☆☆----

-

باسط جیسے ہی دفتر سے لوٹا، گھر میں معمول کی سی خاموشی تھی۔ کہف کھانے کی میز پر بیٹھی نوڈلز کھا رہی تھی، لمبے سنہری دھاگوں جیسے نوڈلز اس کے کانٹے میں لپٹے ہوئے تھے، اور وہ بے فکری سے ان کا مزہ لے رہی تھی۔

باسط نے آتے ہی اس کی کٹوری کی طرف ہاتھ بڑھایا اور چمچ بھر کر اپنی طرف کھینچ لیا۔ کہف نے بمشکل کانٹے کو سنبھالا، لیکن پھر بھی آدھے نوڈلز ہوا میں لٹک گئے اور منہ کھلا رہ گیا۔ اس کی نظریں باسط پر جم گئیں، جو اطمینان سے چمچ منہ میں رکھے مزے سے چبانے لگا۔

“What the... .. .... “۔

کہف نے غصیلی نظروں سے گھورا اور آگے الفاظ کو روک دیا۔

باسط نے کندھے اچکائے،'' تمہارے نوڈلز زیادہ اچھے لگ رہے تھے۔''۔

کہف نے آنکھیں گھمائیں اور جھنجھلا کر نوڈلز کا ڈونگا لا کر میز پر رکھا،'' لو، اب جتنا کھانا ہے کھاؤ''!۔

دونوں بچپن کی طرح ایک ہی ڈونگے میں چمچ مار مار کر کھانے لگے، کبھی باسط زیادہ بھر لیتا تو کہف زور سے چمچ اس کے ہاتھ پر مارتی، کبھی کہف جلدی کرتی تو باسط چمچ آگے کر کے اس کا راستہ روک لیتا۔

چند لمحوں کی ہنسی مذاق میں جیسے وہ خوف اور پریشانی کو بھول گئے تھے، مگر باسط کا ذہن کسی اور ہی طرف تھا۔

۔''میں نے سوچا، پہلے یہاں آ جاؤں، پتہ نہیں نیا ٹاسک کب آ جائے، ''باسط نے آہستہ سے کہا، نظریں نوڈلز پر ٹکائے ہوئے۔'' پہلے اس ٹاسک کو مکمل کر لوں، پھر اپنے اپارٹمنٹ چلا جاؤں گا۔''۔

کہف نے سنجیدگی سے کہا،'' باسط، مجھے بالکل اچھا نہیں لگتا کہ میں تمہارے اپارٹمنٹ میں رہ رہی ہوں اور تمہیں کہیں اور کرائے پر رہنا پڑ رہا ہے۔''۔

باسط نے ایک گہری سانس لی اور نظریں چرالیں،'' اس بارے میں بات ہو چکی ہے، کہف۔''۔

یکدم خاموشی میں باسط کے کوٹ کی جیب سے ایک بھیانک وائبریشن ابھری—— ایک گونج دار، غیر معمولی ارتعاش، جیسے کسی اندھیرے گوشے میں کوئی سایہ جاگ اٹھا ہو۔

باسط کی پیشانی پر ہلکی شکن نمودار ہوئی۔ کہف نے چمچ چھوڑ دیا، اس کی نظریں باسط کی جیب پر جمی تھیں۔ باسط نے ہاتھ بڑھایا اور موبائل نکالا——اسکرین پر نیلا ہالہ پھیل چکا تھا، جیسے کسی نامعلوم طاقت کا سایہ اس کی ہتھیلی پر رینگ رہا ہو۔

A mysterious reward awaits you outside... Dare to claim it?

ایک پل کو خاموشی پھیل گئی۔ باسط نے چونک کر کہف کو دیکھا، اس کی آنکھوں میں پریشانی ابھر آئی تھی۔

۔‘‘بلیو وہیل کا میسج ہے ...باہر کچھ ہے۔’’باسط کی آواز دھیمی تھی، جیسے کوئی نادیدہ خوف اس کے اندر سرایت کر چکا ہو۔

کہف نے بےاختیار کھانے کی میز سے ہاتھ کھینچ لیا، جیسے وہاں کچھ زہر آلود ہو۔

باسط دروازے کی طرف بڑھا۔ کہف اس کے پیچھے پیچھے چل رہی تھی۔ دونوں کے قدم جیسے کسی نامعلوم کشش کے زیرِاثر آہستہ ہوتے جا رہے تھے۔

دروازہ کھلا۔

سامنے ایک بوکس پڑا تھا۔ نیلا، عجیب، سرد، اس کی سطح پر بلیو وہیل کی شبیہہ چھپی ہوئی تھی، جیسے کوئی بدروح اسے مہر کر چکی ہو۔

باسط نے جھک کر بوکس اٹھایا——۔

اور ہوا میں ایک بوجھل، مہلک بو پھیل گئی، جیسے کسی سازش نے دروازے پر اپنا پہلا قدم رکھ دیا ہو۔۔۔

----☆☆☆

یاقوت صوفے پر نیم دراز تھا، مگر اس کی نظریں موبائل کی اسکرین پر جمی ہوئی تھیں۔ وشنو کہاں تھا، اسے کوئی خبر نہ تھی، اور شاید جاننے کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ وہ ہمیشہ کی طرح بے سمت تھا، ایک ایسا مہرہ جو شطرنج کی بساط پر بھی اپنی جگہ کھو چکا تھا۔

اچانک، موبائل کا نوٹیفکیشن بجا۔ یاقوت نے چونک کر اسکرین کی طرف دیکھا۔ نیلے رنگ کی ایک پراسرار شبیہہ ابھری—بلیو وہیل! اس کے دل کی دھڑکن لمحہ بھر کو رُک گئی۔

۔"اب سالا وہ وشنو کہاں ہے؟ اُسے کچھ سمجھ بھی نہیں آتا، نہ انگریزی آتی ہے، نہ ہوش۔ پاگل، وہ ٹاسک کیسے مکمل کرے گا؟"۔

اس نے ایک گہری سانس لی۔ ہر بار جب گیم کے اگلے مرحلے کا اعلان ہوتا، تو اسکرین پر مخصوص الفاظ نمودار ہوتے

Warriors remaining...

Players executed...

Total players executed:

مگر آج، اسکرین کی ہئیت مختلف تھی۔ سب کچھ غائب تھا ...سب کچھ بدل چکا تھا۔ یاقوت نے اس تبدیلی کو محسوس کیا، اور اس کے اندر ایک غیر مرئی سنسنی دوڑ گئی۔

اب محض ایک جملہ نیلی اسکرین پر سرخ رنگ میں دھڑک رہا تھا—خون سے لکھا گیا کوئی فرمان! یاقوت کی آنکھوں نے جیسے یقین کرنے سے انکار کر دیا۔

Task Initiated.

Violate the animal through force, or sacrifice your own flesh.

Countdown: 40 minutes

یہ پڑھ کر یاقوت کے پورے وجود میں کپکپی دوڑ گئی۔ اس کے ہاتھ سرد پڑ گئے، جیسے خون کی روانی رُک گئی ہو۔ دل اتنی شدت سے دھڑکنے لگا کہ محسوس ہوا جیسے وہ پسلیاں توڑ کر باہر آ جائے گا۔

یہ کھیل اب کھیل نہیں رہا تھا ...یہ کسی اور جہان کا ایک خوفناک دروازہ تھا، جس کے پیچھے صرف اذیت تھگا۔

-☆☆☆----

یہ ایک سنسان اور ویران گوشہ تھا، جہاں نیم تعمیر شدہ عمارت اپنی خستہ دیواروں کے ساتھ خاموش کھڑی تھی۔ ہوا میں سیمنٹ اور مٹی کی بو بسی ہوئی تھی، اور دور تک سنّاٹے کی دبیز چادر تنی ہوئی تھی۔

وشنو نے آہستہ آہستہ اپنی شرٹ کے بکھرے بٹن بند کیے، انگلیوں سے بے ترتیب بالوں کو سنوارا، اور پھر پلٹ کر پیچھے دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں ایک خبیث چمک تھی، ہونٹوں پر ایک ایسی مسکراہٹ جو سفاکی اور لذت کے امتزاج سے جنم لیتی ہے۔ چند لمحے خاموشی میں ڈوبے رہے، جیسے وہ منظر کو اپنے اندر جذب کر رہا ہو، پھر دھیرے سے سرگوشی نما آواز میں بولا:

۔"سالا ...ایسے ٹاسک بار بار ملیں تو میں تو ہنستے ہنستے مرنے کو بھی تیار ہوں"!۔

پہلے تو تمام ٹاسک انگریزی میں آتے تھے، مگر اس بار وِشنو کے لیے نوٹیفیکیشن ہندی میں تھا۔ جیسے کوئی انجانی طاقت جانتی ہو کہ کب، کہاں، اور کیا کرنا ہے ... جیسے کھیل کسی اَن دیکھی آنکھ کے زیرِ نگرانی ہو۔

कार्य संपन्न: पूर्ण।

लक्ष्य प्राप्त: पवित्रता भ्रष्ट।

निर्वासन सुनिश्चित: निर्बल नष्ट होंगे।

बधाई हो, शिकारी—तुम अगले स्तर पर पहुँच

Task Execution: Complete.

Objective Achieved: Innocence Defiled.

Elimination Confirmed: The Weak Shall Perish.

Congratulations, Predator—You Advance to the Next Level.

یہ الفاظ ایک بے جان، سفاک مشین کی طرح اسکرین پر جھلملائے، جیسے یہ سب کچھ بس ایک عام سا کھیل ہو ...جیسے کسی کی بربادی محض ایک ٹاسک ہو!۔

وشنو نے موبائل جیب میں ڈالا اور خبیث تسکین کے بعد بے فکری سے قدم اٹھاتا آگے بڑھا۔ اس کے چلنے کا انداز ایک فاتح کا تھا، جیسے کسی وحشی درندے نے شکار نوچ کر زمین پر پھینک دیا ہو اور اب خون آلود پنجے جھاڑ کر آگے بڑھ رہا ہو۔ ہوا میں ایک پراسرار سناٹا تھا، جیسے فضا نے یہ ظلم اپنے اندر جذب کر لیا ہو۔

نیم روشن گوشے میں، سائے کی اوٹ میں، ایک معصوم

چھ سالہ جسم

بے حس و حرکت پڑا تھا

۔ اس کی برہنہ کھال پر زخموں کی خاموش چیخیں لکھی تھیں۔ گردن کے پاس سے خون کی ایک پتلی لکیر زمین پر پھیل رہی تھی، جیسے کوئی خاموش گواہ اپنے آنسو بہا رہا ہو۔ آنکھیں ...وہ آنکھیں، جو شاید آخری لمحے تک رحم کی طلبگار رہی ہوں، اب کھلی کی کھلی تھیں——جمے ہوئے خوف اور سوالوں میں ڈوبی ہوئی۔

ہوا میں ایک بوجھل خاموشی تھی، جیسے کائنات بھی اس منظر سے نظریں چُرانے پر مجبور ہو چکی ہو۔ وشنو نے مڑ کر ایک آخری نگاہ ڈالی، پھر ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ بڑبڑایا،" سالا ...زندگی کا اصل مزہ یہی ہے"!

پھر وہ اسی خبیث اطمینان کے ساتھ آگے بڑھ گیا، اور تاریکی کے دھندلکوں میں تحلیل ہو گیا۔ پیچھے ...صرف ایک لاش رہ گئی تھی، اور ایک گناہ جو دیواروں میں قید ہو چکا تھا۔

----☆☆☆

باسط نے دھڑکتے دل کے ساتھ بکس کھولا،اور اندر کا منظر دیکھ کر اس کے اندر جیسے سنسنی کی ایک سرد لہر دوڑ گئی۔ کانچ کے ایک شفاف جار میں ایک غیر زہریلا مگر عجیب طور پر لمبا اور پتلا سا سانپ

کنڈلی مارے پڑا تھا، اس کا بدن چمکدار اور پتلا مگر خوفناک حد تک لچکیلا تھا، جیسے کسی بھی لمحے حرکت میں آ سکتا ہو۔

کہف نے جیسے ہی یہ منظر دیکھا، اس کے چہرے پر کراہت اور بے یقینی کے تاثرات ابھرے، جبکہ باسط کی سانس جیسے کچھ لمحوں کے لیے تھم گئی۔ مگر اس سے بھی زیادہ دہشت ناک وہ جملہ تھا جو سکرین پر ابھرا

Pass the snake through your nasal passage and extract it from your mouth... Completion will ensure its elimination.

باسط کے پورے بدن میں جھرجھری دوڑ گئی، ہاتھ لمحہ بھر کے لیے کپکپائے، جبکہ کہف کی آنکھیں خوف سے پھیل گئیں۔ باسط کے گلے کی گلٹی ہلکی سی اچھلی، جیسے وہ الفاظ کو نگلنے کی کوشش کر رہا ہو، مگر خوف کا کڑوا ذائقہ اس کی زبان پر پھیل چکا تھا۔

اچانک سکرین پر ایک ڈیجیٹل ٹائمر نمودار ہوا——چالیس منٹ!

کہف کے دل کی دھڑکنیں قابو سے باہر ہونے لگیں۔

"باسط!"

باسط نے گہری سانس لی، چہرہ سخت کر لیا، اور سر ہلایا۔ "میں کر سکتا ہوں۔"

اس نے لرزتے ہاتھوں سے جار کھولا، شیشے کی سطح پر انگلیاں پسینے سے تر ہو گئیں۔ سانپ کو باہر نکالتے ہی وہ اپنے ہاتھ میں محسوس ہوا—ٹھنڈا، لچکیلا، بے حس و حرکت، مگر پھر بھی ایک ہولناک احساس پیدا کرنے والا۔

باسط نے سانپ کو ایک ہاتھ سے پیچھے سے مضبوطی سے پکڑا، اور لرزتے ہوئے اسے اپنی ناک میں داخل کرنے لگا۔ جیسے ہی سانپ کی یخ بستہ، رینگتی ہوئی کھال اس کی جلد سے ٹکرائی، اس کے بدن میں سردی کی ایک لہر دوڑ گئی۔ ناک کے اندر سانپ کی حرکت نے ایک عجیب سی سنسناہٹ پیدا کر دی، جیسے کوئی نوکیلی تار اندر سرک رہی ہو۔

اس کا گلا خشک ہونے لگا، ہلک میں تھوک اٹکنے لگا۔ آنکھیں سرخ ہو گئیں، سانسیں بے ترتیب ہو گئیں، اور بے اختیار آنسو بہنے لگے۔ سانپ کی لمبی پتلی جسامت ناک کی نالی میں سرکنے لگی، اور جیسے جیسے وہ اندر جاتا گیا، باسط کی آنکھیں تکلیف سے بند ہونے لگیں۔

پھر ایک جھٹکے میں اس نے سانپ کو کھینچنے کے لیے منہ کے اندر ہاتھ ڈال دیا۔ انگلیاں لرزتے ہوئے اس کی زبان کے نیچے گئیں، جہاں اسے سانپ کا سرد، بے جان مگر تر نوالہ نما منہ محسوس ہوا۔ گھن، متلی اور وحشت کا ایک طوفان اس کے اندر اٹھا، مگر وہ نہیں رکا۔

اس کے حلق سے گھٹی گھٹی سی آوازیں نکلنے لگیں، جیسے کوئی دم گھٹنے کے قریب ہو۔ ہلک میں جیسے کچھ اٹک رہا ہو، مگر اسے باہر نکالنا ضروری تھا۔ اس کے ہونٹوں کے کناروں سے تھوک بہنے لگا، اور ناک سے گرم پانی ٹپکنے لگا۔ اس کے پورے بدن میں ایک شدید جھرجھری دوڑ رہی تھی، مگر اس نے خود کو قابو میں رکھا۔

اس نے آہستہ آہستہ سانپ کو منہ سے باہر کھینچنا شروع کیا۔ ناک میں داخل ہونے والے حصے نے جیسے ہی نرمی سے چھوٹنا شروع کیا، اس کے گلے میں خارش کی ایک تیز لہر دوڑی۔ حلق میں تکلیف کی چبھن تھی، مگر وہ مسلسل زور لگا رہا تھا۔

اب اس نے سانپ کے منہ کو پکڑ لیا اور ناک کی نالی میں پھنسی اس کی دم کو آہستہ آہستہ چھوڑنے لگا۔ اس کا پورا بدن لرز رہا تھا، دونوں گھٹنے زمین پر لگ چکے تھے، ہلک سے ہلکی گھٹی گھٹی چیخ نما آواز نکل رہی تھی۔

سانپ کی نم آلود، سرد جلد آہستہ آہستہ اس کے لبوں سے باہر سرکنے لگی۔ اور جیسے ہی آخری حصہ بھی باہر آیا، باسط نے غصے اور کراہت سے اسے زمین پر پھینک دیا۔

کہف جو اس کی پشت سہلا رہی تھی، ایک دم گہری سانس بھر کر پیچھے ہٹ گئی۔ موبائل سکرین پر ٹائمر میں پانچ منٹ باقی تھے، مگر باسط نے یہ بھیانک عمل مقررہ وقت سے پہلے مکمل کر لیا تھا۔

اچانک اسکرین پر چمکتا ہوا جملہ نمودار ہوا:

"Congratulations."

دفعتاً باسط سر جھکائے بری طرح کھانس رہا تھا، متلی کی شدت سے اس کا جسم جھٹکوں میں لرز رہا تھا۔ حلق کی جلن اور معدے کی ہلچل نے اسے سنبھلنے نہ دیا، اور وہ مسلسل قے کر رہا تھا۔ کہف خاموشی سے اس کی پشت سہلا رہی تھی، جیسے اس کے وجود کی لڑکھڑاہٹ کو تھامنے کی کوشش کر رہی ہو۔

سامنے سانپ تڑپ رہا تھا، اس کا لچکیلا بدن گول دائروں میں بل کھا رہا تھا، مگر قابو پانے والے اب اسے بے دردی سے کچل رہے تھے۔ چمکدار جلد کے نیچے جنبش ماند پڑنے لگی، اور اس کا بدن تھرتھراتے ہوئے زمین پر ڈھیر ہو گیا۔

باسط نے گہرے، کپکپاتے سانس کے ساتھ سر اٹھایا، مگر معدے میں اب بھی طوفان مچا تھا۔ قے کی شدت کم نہ ہوئی تھی، اور اس کا بدن اب بھی لرز رہا تھا۔

----☆☆☆

وشنو اندر آیا تو قدم رکھتے ہی اس کی نظر زمین پر پڑی ...سرخ، چمکدار خون کے قطرے۔ لمحہ بھر کو وہ ٹھٹک گیا، کچھ نہ سمجھی سے ادھر اُدھر دیکھا۔

بستر کی طرف نظر پڑی تو یاقوت بے حس و حرکت پڑا تھا۔ چہرہ زرد، آنکھیں نیم وا، ایک ہاتھ ڈھیلا سا لٹکا ہوا، اور دائیں کلائی پر سفید پٹی بندھی تھی، جس پر سرخ دھبے ابھر رہے تھے۔

وشنو کے ہونٹوں پر ایک خفیف مسکراہٹ آئی ...جیسے کوئی شاطر کھلاڑی اپنی چال کامیاب ہوتے دیکھے۔

مگر اچانک کمرے میں یاقوت کی کمزور آواز۔ گونجی،

"کدھر تھا بے؟"

وشنو کے چہرے سے مسکراہٹ غائب ہوگئی۔ وہ خاموشی سے آگے بڑھا، کندھے جھٹک کر بولا،

''ٹاکس (ٹاسک) مکمل کرنے گیا تھا۔''

یاقوت کی حالت اب قریب سے اور بھی خراب لگ رہی تھی——ہونٹ سفید، آنکھیں لال اور بجھی بجھی، جیسے کئی دنوں کی اذیت سمیٹے بیٹھی ہوں۔

وشنو کی نظریں اس کے ہاتھ پر جا رکیں، جہاں پٹی کے نیچے زخم چھپانے کی ناکام کوشش کی گئی تھی۔ اس نے ایک ابرو چڑھائی،

''یہ کیا سین ہے؟''

یاقوت نے بےزاری سے سر جھٹکا،

''گیم کا ٹاسک تھا ...یا تو کسی جانور کے ساتھ گند کر، یا اپنا گوشت کاٹ۔''

وشنو کی آنکھوں میں ایک لمحے کو عجیب سی چمک آئی، مگر وہ ضبط کر گیا۔

''پھر؟''

یاقوت طنزیہ ہنسا،'' پھر کیا؟ ظاہر ہے، میں نے اپنا گوشت کاٹ دیا ...یہ تو آپشن ہی نہیں تھا کہ پہلی چیز کرتا''!۔

وہ کچھ لمحے خاموش رہا، جیسے یاد کر رہا ہو، پھر بولا،

۔"بندے بھیجے تھے گیم والوں نے ... تین ...چہرے پہ ماسک تھا، زخم سی کے چلے گئے ...بولے، اگلی بار ڈاکٹر کو دکھا لینا۔"۔

اتنے میں یاقوت کو کچھ یاد آیا۔ وہ تیزی سے سیدھا ہوا اور وشنو کو گھور کر بولا،

"اور تُو؟ تجھے تو انگریزی آتی نہیں، ٹاسک کا سمجھا کیسے؟"

وشنو نے ایک پل کو نظریں چرائیں، پھر ہلکی سی گھبراہٹ میں بولا،

"ٹاسک ہندی میں تھا۔"

یاقوت کچھ حیران ہوا پھر لب بھینچ لیے۔۔ دفعتاً

اس نے شک بھری نظروں سے اسے دیکھا،

"کیا تھا ٹاسک؟"

وشنو کی نظریں دیوار پر جم گئیں، جیسے کچھ سوچ رہا ہو، پھر بولا،

"گائے کا گوشت کھا، یا گائے کا دودھ پی۔"

یاقوت حیران ہوا۔۔،

۔"واہ رے بھائی !بلیو وہیل کو تُجھ پر بڑا پیار آیا ہے !ایسا آسان ٹاسک؟ ان کو سب پتہ ہوتا ہے ...بس یہ نہیں پتہ کہ تُو ویسے بھی گوشت کھاتا ہے، دودھ بھی پیتا ہے ...چلو خیر"!۔

وشنو نے ایک پل کے لیے نرمی دکھائی، اس کے برابر بیٹھ کر بولا،

"ہو سکتا ہے اگلی بار تجھے بھی آسان مل جائے۔"

یاقوت نے گہری نظروں سے وشنو کو گھورا، پھر لاپروائی سے بولا،

"ہم ہو سکتا ہے خیر کام کر دودھ لے آ میرے لیے اور فرش صاف کردے۔"

وشنو خاموشی سے اٹھا، مگر جاتے جاتے ایک نظر یاقوت پر ڈالی ...کچھ تھا اس کی نظروں میں ...ایک چبھن، ایک گہری نفرت، جیسے کسی فیصلے پر مہر لگا چکا ہو۔

کیونکہ اصل میں ...اس کا ٹاسک

یا تو کسی معصوم بچے کو گندگی میں دھکیلتا...

یا گائے کی گردن کاٹ دیتا۔

اس نے پہلا آپشن چنا تھا۔

کچھ دیر بعد، سب کام ختم کرنے کے بعد وشنو یاقوت کے پاس آیا، ہلکی سرگوشی میں بولا،

"آج جو کھلاڑی مرے ہیں، ان کا نمبر نہیں بتایا ...گیم پوری بدل گئی ہے۔"

یاقوت نے حیرت سے سر ہلایا،

"ہاں ...مگر اس گیم سے اور کیا توقع رکھ سکتے ہیں؟ گرگٹ کی طرح رنگ بدلنا اس کا کام ہے۔"

----☆☆☆

باسط صوفے پر نیم دراز تھا، اور کہف اس کے پہلو میں بیٹھی تھی۔

اندھیرے کمرے میں ہلکی سی روشنی لرز رہی تھی۔ باسط نے ابھی کچھ کہنے کے لیے لب وا کیے ہی تھے کہ...

"ٹنگ"!

موبائل کی اس سفاک گونج نے جیسے لمحے کو جکڑ لیا۔

کہف کے دل کی دھڑکن بےاختیار تیز ہو گئی۔ وہ چونک کر سیدھا ہوئی۔

بلیو وہیل کا وہی سرد، زہریلا میوزک....۔

اس کے گلے کی گلٹی نمایاں ہوئی۔ ہاتھ بےاختیار لرزنے لگے۔

انگلیوں میں جکڑا موبائل جیسے منوں بھاری محسوس ہوا۔

دل بوجھل، سانسیں بھاری ...اس نے ہچکچاتے ہوئے موبائل کھولا۔

نیلی اسکرین، اور اس پر ابھرتے خون جیسے سرخ الفاظ...

Spend the night alone in a graveyard.

Stay with a designated grave till sunrise.

Your time starts from 1 AM and ends at 5 AM.

Failure to comply will result in execution.

There is no escape.

متن جیسے ہر حرف کے ساتھ اس کی روح کھینچ رہا تھا۔

آنکھیں شدتِ خوف سے پھیل گئیں، ہونٹوں کا رنگ یکدم سفید پڑ گیا۔

پورے بدن میں جیسے سنسناہٹ دوڑ گئی ہو۔

وہ بےیقینی سے لرزتے ہاتھوں کے ساتھ باسط کی طرف مڑی، جیسے حقیقت کی تصدیق چاہتی ہو۔

باسط نے موبائل اس کے ہاتھ سے لے کر اسکرین پر نظریں جمائیں...۔

اور پھر جیسے وقت تھم گیا۔

باسط کی آنکھیں بھی پھیل گئیں، چہرے کے عضلات تن گئے۔

کہف نے جھٹکے سے چہرہ ہاتھوں میں چھپا لیا، جیسے اس بھیانک حقیقت سے نظریں چرا رہی ہو۔

باسط نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا، آواز دبی ہوئی مگر پراعتماد تھی،

۔"کہف، پریشان مت ہو ...میں تمہارے ساتھ باہر ہی موجود رہوں گا۔ ہم ایسی قبر منتخب کر لیں گے جو کسی سڑک کے قریب ہو، جیسے ایچ 8-کا قبرستان۔ "۔

مگر بات مکمل ہونے سے پہلے ہی...۔

اسکرین پر ایک اور نوٹیفکیشن ابھرا۔

بلیو وہیل نے جگہ منتخب کر دی تھی۔

پنڈی کے مضافات میں ایک اجاڑ، سنسان قبرستان...۔

ایسی ویران جگہ، جہاں قدموں کی چاپ بھی بھٹکتی ہوئی گونج بن جاتی ہو ...جہاں ہوا بھی سرگوشیوں میں بات کرتی ہو...۔

اور سب سے بڑھ کر ...قبر بھی بلیو وہیل نے خود منتخب کر دی تھی۔

کہف کے اندر جیسے سب کچھ ڈھے گیا۔

خوف کی یخ بستگی نے پورے وجود کو جکڑ لیا۔

یہ صرف ایک آزمائش نہیں تھی ...یہ موت کا سایہ تھا...۔

اور اسے وہاں پہنچنا ہی تھا۔

----☆☆☆-

ہوا کے جھونکوں میں یخ بستگی تھی، اندھیرے کی دبیز چادر میں خوف کی سرگوشیاں گھلی ہوئی تھیں۔

کہف سفید لباس میں لپٹی کھڑی تھی، چادر کے پلو کو مٹھی میں جکڑے ہوئے، جیسے وہی اسے کسی انہونی سے بچا لے گا۔

سردی کی شدت، تنہائی کا کرب، اور وحشت زدہ سنّاٹے...۔

فضا میں صرف اس کی لرزتی آواز گونج رہی تھی—

چاروں قل کی تلاوت ...آیت الکرسی کا ورد...۔

ہر آیت کے بعد وہ پھونک مارتی، جیسے اندھیرے کی پھنکارتی بلا کو پرے دھکیل رہی ہو۔

مگر اندھیرا مزید گہرا ہوتا جا رہا تھا...۔

باسط گاڑی کے برابر کھڑا تھا، نظریں اس پر جمی تھیں۔

کہف کے عقب میں ایک وسیع بنجر زمین،

دور تک بے حس و حرکت کھڑے درخت،

ان کی ٹیڑھی شاخیں ہوا میں جھولتی، جیسے منحنی سائے قدموں میں سرک رہے ہوں۔

زمین سخت اور بے جان...

مگر سب سے بڑھ کر ...قبروں کا پھیلا ہوا سلسلہ،

بے ترتیب، خستہ حال قبریں، جن پر وقت نے اپنے ناخن گاڑ دیے تھے ...۔

کہف کی سانسیں اکھڑ رہی تھیں، ہاتھوں کی گرفت کپڑوں پر سخت ہو گئی۔

باسط نے نرمی سے کہا،

"کہف، گھبراؤ مت ...یہ لوگ مر چکے ہیں، یہ کچھ نہیں بگاڑ سکتے"...

کہف کی گلٹی نمایاں ہوئی، ہونٹوں پر کپکپاہٹ تھی۔

"ب...ب...بس، خاموش رہو باسط"...

الفاظ لرز رہے تھے، لہجہ شکستہ ہو چکا تھا۔

"اد ...ادھر ...میری س ...سانسیں ...رک رہی ہیں"...

ڈر کر اب، کی بار الفاظ انگریزی کی بجائے اردو میں ادا ہوئے تھے۔۔

اچانک موبائل کی اسکرین دہک اٹھی ——۔

"Warrior task time has begun.

The red dot is your marker.

Follow the red signal to the designated grave and remain seated beside it till sunrise.

Non-compliance will lead to immediate execution."

کہف کا دل جیسے پسلیوں میں پھنس گیا، آنکھیں خوف سے پھیل گئیں، لب کانپے، اور حلق سے ایک گھٹی گھٹی سسکی برآمد ہوئی۔

اس نے بےیقینی سے باسط کی طرف دیکھا، لبوں پر بےاختیار کپکپاتی ہچکیاں تھیں۔

''میں ...میں یہ نہیں کر سکتی باسط ... نہیں کر سکتی''!

باسط نے اس کے لرزتے کندھے تھامے،

۔''کہف، تم بہادر ہو۔ اللہ پر بھروسا رکھو ...اللہ سب سے بڑا ہے ...بس اس کا نام لو، وہی حفاظت کرے گا''!۔

مگر رات کی وحشت، قبرستان کے گہرے سائے،

سردی میں سرسراتی ہوا کی غیر مرئی سرگوشیاں...۔

وہ سب کہف کی ہمت کو نوچ رہے تھے۔

قبروں کے درمیان پھیلتی دھند،

خاموش درختوں کے سائے جو سرک رہے تھے...۔

اور اس کے موبائل پر، ٹمٹماتا ایک سرخ نقطہ...۔

ایک مخصوص قبر پر لرزتا ہوا،

جیسے بلا خود اسے بلا رہی ہو۔

----☆☆☆----

کہف کے قدم سرد، بنجر زمین پر گرتے جا رہے تھے،
اندھیرے میں، صرف موبائل اسکرین پر چمکتا سرخ نقطہ اس کی رہنمائی کر رہا تھا۔
خاموشی اتنی گہری تھی کہ اس کے قدموں کی مدھم چاپ بھی کسی اجنبی
سرگوشی کی طرح سنائی دے رہی تھی۔

یکایک، وہ سرخ نقطہ لرزنے لگا....
جھلملا کر نیلا ہونے لگا...
کہف کے ماتھے پر پسینہ نمودار ہوا، دل میں بےنام وحشت سرایت کر گئی۔

سامنے...

درختوں کے گھنے سائے میں ایک قبر الگ تھلگ تھی،
تنہا، اداس، جیسے کسی بھٹکی ہوئی روح کی آخری پناہ گاہ ہو۔
رات کے گہرے سائے میں وہ قبر کسی اندھی کھائی کی مانند لگ رہی تھی، جیسے
تاریکی میں نگل لینے کو تیار ہو۔

کہف کا حلق خشک ہو گیا، سانسیں اٹکنے لگیں، لب کپکپائے، اور بس ایک سرگوشی نکلی—۔

"یا اللہ"...

قدم خودبخود کانپنے لگے، مگر گیم کا حکم تھا...۔
واپسی ممکن نہیں تھی۔

وہ قبر کے قریب پہنچی،
مٹی بدبو سے بوجھل ہو چکی تھی،
قبر کی حالت خستہ، جیسے کوئی اسے کھودنے کی ناکام کوشش کر چکا ہو۔
پھٹی ہوئی زمین کے اندر سوراخوں سے کیڑے رینگ رہے تھے،
سانپ جیسے بل کھاتے کیڑے،
جن کے چمکدار جسم گلی ہوئی مٹی میں تحلیل ہو رہے تھے۔

کہف نے کانپتے ہاتھوں سے قبر کی تختی پر نظر ڈالی—۔

"جادوگر بنگالی یسو"

الفاظ کسی سحر کی طرح اس کی آنکھوں میں گڑ گئے،
سانسیں سینے میں قید ہو گئیں، چیخیں لبوں میں دب گئیں۔
پیشانی پر ٹھنڈا پسینہ موتیوں کی طرح چمکنے لگا۔

اچانک....

"Good job, you have reached your place.
Now, sit near the grave...
Failure to comply will result in termination."

کہف کے لب تھر تھرا گئے، چہرے پر بےیقینی اور خوف کی ملی جلی وحشت تھی۔
نفی میں سر ہلایا،
"نہیں ...نہیں، میں یہ نہیں کر سکتی"!

مگر وہ تنہا تھی۔

ہوا میں مردنی سرگوشیاں تھیں،
جھاڑیوں میں رینگتے حشرات کی کھڑکھڑاہٹ،
بلیوں کے بین،
دور کہیں لگڑ بگڑوں کی بھوکی چیخیں....

یہ جگہ زندہ تھی،
سانس لے رہی تھی،
مگر جو کچھ یہاں تھا، وہ حیات کی ضد تھی...۔

کہف کی روح لرز گئی،
مگر حکم کی تعمیل ضروری تھی۔

وہ گھٹنوں کے بل قبر کے قریب بیٹھ گئی،
دل میں دعائیں ورد کی طرح دوہرانے لگی۔
آنکھیں اطراف میں لرزتی نگاہوں سے دیکھتی رہیں،
گھپ اندھیرے میں درختوں کے سائے لمبے ہو رہے تھے،
جیسے خاموش مخلوقات اسے گھیر رہی ہوں۔

اور وہ اکیلی تھی—
قبروں کے درمیان،
وقت کے دھارے سے کٹ چکی،
صرف موبائل کی چمکتی نیلی روشنی اور
قبر کے اندر سرسراتے کیڑوں کی آواز اس کا ساتھ دے رہے تھے۔

--

----☆☆☆--

قبر کی سرگوشیاں

کہف کے وجود پر جیسے سنساہٹ رینگ گئی تھی۔

ہر سانس کے ساتھ ایک عجیب بوجھ اس کے سینے پر بڑھتا جا رہا تھا۔

قبر کے اندر سے آتی گمبھیر سسکیاں

کسی قید شدہ روح کی بےبسی کی مانند محسوس ہو رہی تھیں۔

وہ اپنے گھٹنوں میں سر دیے، مسلسل ورد کر رہی تھی،

مگر اس کے اندر خوف ایک زہر کی طرح سرایت کر رہا تھا۔

"کہف"...

آواز ایک سرگوشی کی طرح خلا میں تیرتی ہوئی اس کے کانوں تک پہنچی،

اتنی آہستہ،

اتنی خالی،

جیسے صدیوں پرانی قبر سے کوئی اسے پکار رہا ہو۔

کہف کا جسم لرزنے لگا،

دل میں چیخیں قید ہو گئیں،

ہونٹ کپکپانے لگے،

آنکھیں بند کر کے اس نے خود کو گھٹنوں میں چھپا لیا،

مگر وہ جانتی تھی...

یہ جگہ،

یہ قبر...

یہ رات...

یہ سب خاموش نہیں تھے۔

ہوا میں اذیت بھری سرسراہٹیں تھیں،

بے ہنگم قدموں کی چاپ درختوں کے پیچھے ابھرتی،

پھر دفعتاً معدوم ہو جاتی۔

کہف نے ڈرتے ہوئے سر اٹھایا...

ہوا میں بوجھل سناٹا تھا،

مگر اس کے بدن نے محسوس کیا—

جیسے کوئی اس کے قریب آ کر جھک رہا ہو۔

یکدم اس نے تیزی سے پیچھے دیکھا—

کچھ نہیں تھا۔

دم گھٹنے لگا،

معدہ مڑنے لگا،

گلے میں جیسے کوئی برفیلی گرفت سخت ہونے لگی۔

پھر اچانک—

کسی کے قدموں کی آہٹ...

خشک پتوں پر کسی کے قدم پڑے تھے،

وہی مدھم مگر واضح چاپ،

جو بالکل اس کے عقب میں تھی۔

کہف کا خون رگوں میں جم گیا۔

ہاتھ برف ہو گئے۔

لب کپکپانے لگے، جیسے وہ کوئی دعا بھول چکی ہو۔

بےاختیار اس نے خود کو سمیٹ لیا،

گردن گھٹنوں میں دی،

ہونٹوں کو بھینچ لیا،

مگر...

ایک سایہ!

وہ جانتی تھی...

وہاں کچھ تھا!

قریب آ رہا تھا!

دور کھڑے درختوں کے درمیان سے

ایک سیاہ لبادے میں لپٹی مخلوق،

خاموش،

بے حرکت،

مگر واضح!۔

کہف کے حلق سے گھٹی گھٹی چیخ نکلنے کو تھی،

مگر آواز جیسے سینے میں کہیں دفن ہوگئی۔

نظر جیسے جمی کی جمی رہ گئی تھی،

آنکھیں جیسے پتھر کی ہو گئی تھیں۔

وہ سیاہ سایہ...

حرکت کرنے لگا۔

آگے...

اور آگے...

آہستہ آہستہ،

جیسے وقت منجمد ہوگیا ہو،

جیسے رات کو سانپ کی طرح سرکنے کا فن آتا ہو۔

کہف کے دل کی دھڑکن منتشر ہوگئی،

لگتا تھا،

اب وہ مر جائے گی!

اور پھر——۔

خاموشی۔

سایہ غائب ہو چکا تھا۔

نہ کوئی آہٹ،

نہ کوئی سایہ،

نہ کوئی گواہ۔

کہف نے لرزتے ہاتھوں سے آنکھیں مسلیں،

سر اٹھایا،

چاروں طرف نظر دوڑائی،

مگر ہر چیز بے جان کھڑی تھی،

ہر چیز اسی طرح جیسے پہلے تھی۔

لیکن کہف جانتی تھی...

یہاں کچھ تھا۔

اور یہ ابھی بھی کہیں تھا...

اندھیرے میں،

دھویں کی طرح...

بے صدا،

مگر زندہ۔

----☆☆☆----

کہف نے گھٹنوں میں سر دے رکھا تھا۔ اندھیروں کی دبیز تہہ میں دم گھٹتا محسوس ہو رہا تھا۔ یکدم، عقب میں ایک ہیبت ناک سائے کی موجودگی نے فضا میں سناٹے کی دراڑ ڈال دی۔ طویل قد، سیاہ چغہ، غیر مرئی چہرہ—جیسے شبِ سیاہ کی تاریکی جسم دھار کر اس کے قریب آ رہی ہو۔

اچانک وہ سایہ جھپٹا۔ سرد، برفاب انگلیوں نے کہف کے بالوں کو مٹھی میں جکڑا، اور ایک جھٹکے سے اس کا سر پیچھے کھینچ لیا۔ اس کی گردن میں اذیت کی ایک چیخ

مچل کر رہ گئی۔ وہ اس چہرے کو دیکھنا چاہتی تھی، مگر وہاں چہرہ نہیں تھا— صرف خلا، صرف عمیق سیاہی، ایک بھیانک کھائی جس میں کچھ بھی نظر نہ آتا۔

اچانک، ایک دہکتا ہوا سیال اس کے چہرے پر انڈیلا گیا۔ کھولتا ہوا تیل ! جیسے ہی گرم مادے نے اس کی جلد کو چھوا، گوشت کی پرتیں گلنے لگیں، ایک ناگوار، جلی ہوئی کھال کی بو ہوا میں بسی۔ اس کا نالہ پورے خلا میں گونجا، مگر وہ سایہ بے حس و حرکت کھڑا رہا، جیسے اذیت دینا اس کا واحد مقصد ہو۔

پھر وہ ہاتھ بڑھے۔ نوکیلے، خنجر جیسے ناخنوں نے کہف کے چہرے کی کھال میں پیوست ہو کر گوشت کو چیرنا شروع کیا۔ وہ اسے کسی ربڑ کی طرح کھینچ رہا تھا— گلی ہوئی، چپچپاتی کھال اس کی انگلیوں کے بیچ رینگ رہی تھی۔ کہف نے خود کو چھڑانے کی کوشش کی، مگر بے سود۔

پھر وہ سایہ جھکا، اور کہف کے بالوں کو پوری قوت سے کھینچا۔ اگلے ہی لمحے، اس کی کھوپڑی کی کھال بالوں سمیت اکھڑ چکی تھی۔ سرخ گرم خون نے بہتے ہوئے فرش پر ایک خونی جھیل بنا دی۔ وہ دھاڑیں مار کر چیخ رہی تھی، درد اس کے اعصاب چیر رہا تھا، مگر وہ عذاب ختم ہونے والا نہ تھا۔

اچانک، وہ سایہ اس کے بازو پر جھپٹا۔ جوڑ کو مروڑا، ایک جھٹکا دیا، اور ہڈی چیخ کر دو ٹکڑوں میں بٹ گئی۔ اذیت کی لہر اس کے پورے وجود میں پھیل گئی۔

اب اس کا ہاتھ گرفت میں تھا۔ دو انگلیاں کھینچیں، اور پھر ...گوشت پھٹ گیا، ہتھیلی دو حصوں میں چیری جا چکی تھی۔ خون، سرخ، گرم، بہتا ہوا—فرش پر چمکدار تالاب بنتا جا رہا تھا۔

پھر، وہ سایہ کہف کے قریب آیا، اس کی جلی ہوئی، کھلی ہوئی کھال پر ہاتھ پھیرا، اور ایک مٹھی بھر نمک ان زخموں پر چھڑک دیا۔ لمحے بھر میں جلن کی ایک نئی لہر نے اسے پاگل کر دیا۔ وہ تڑپی، مچلی، مگر کوئی نجات نہ تھی۔

پھر، وہ سایہ اس پر جھک آیا، اس کا سینہ دبانے لگا۔ کہف کو لگا جیسے اس کے پھیپھڑوں میں ہوا نہیں بچی۔ سانس رک رہی تھی، دم گھٹ رہا تھا۔ اور پھر، ایک اور اذیت ناک وار—اس کے ہونٹ کھینچے گئے، اور کھولتا ہوا پانی اس کے منہ میں انڈیلا گیا۔

پانی گلے میں اترا، حلق جلا، اور پھر ...کھچاک !خون کا ایک فوارہ اس کے منہ سے پھوٹا۔

کہف کی آنکھیں یکدم کھل گئیں۔ وہ پسینے میں شرابور تھی، سانس دھونکنی کی مانند چل رہی تھی۔ کانوں میں اب بھی اپنی ہی چیخوں کی گونج تھی۔

مدھم روشنی اطراف میں پھیل رہی تھی ۔ پرندے چہچہا رہے تھے، مگر کہف کے کانوں میں اب بھی وہ اذیت کی بازگشت تھی۔

اس نے کانپتے ہاتھوں سے موبائل اٹھایا—اسکرین پر ایک نوٹیفکیشن جگمگا رہا تھا

MISSION ACCOMPLISHED, WARRIOR!

Task Completed!

You survived the nightmare.

Pain endured. Fear conquered.

Final challenge incoming... Stay alert, warriors Your last mission will be revealed soon.

کہف نے ایک گہری سانس لی، مگر خوف کا سایہ اس کی روح میں سرایت کر چکا تھا۔

دور سے باسط آرہا تھا کہف کو دیکھ وہ بس اطمینان بھری مسکراہٹ مسکرا گیا۔ اسے دیکھ کر کہف نے ایک لمبی سانس لی، اور اگلے ہی لمحے، بھاگ کر اس کے سینے سے جا لگی۔ باسط نے نرمی سے اس کی پشت سہلائی۔

۔"میں ...میں بہت خوفزدہ تھی "...کہف کی آواز لرز رہی تھی۔

"It was horrible..."

باسط نے ، اس کی پشت کو تھپکی دی۔" بس ...خواب تھا، کہف "...۔

----☆☆☆----

کہف بالکونی میں کھڑی تھی، ابھی ابھی غسل سے فارغ ہو کر نکلی تھی۔ اس کے بال اب بھی نمی سے بوجھل تھے، مگر سورج کی کرنیں ان پر اس طرح پڑ رہی تھیں جیسے سونے کے تاروں میں چمک اُتر آئی ہو۔ ہوا میں ہلکی سی نمی تھی، اور دھوپ میں ایک عجیب سی حدت گھلی ہوئی تھی، جیسے موسم بھی کسی انجان بے چینی کا حصہ بن چکا ہو۔

، باسط نیچے کرپٹ پر پیر سیدھے کیے پشت دیوار سے لگائے بیٹھا کافی کے گھونٹ لے رہا تھا۔ کہف نے دور خلا میں دیکھتے ہوئے گہری سانس لی، پھر دھیمے مگر الجھے ہوئے لہجے میں بولی،

"Basit, it was terrifying... اور اوپر سے وہ قبر It was a ... magician's grave... it felt so dark... so cursed. میں نے واقعی آوازیں سنی تھیں، قبر کے اندر سے بھی، جیسے کوئی رو رہا ہو ...اور میں نے درخت کے پیچھے کسی سائے کو آتے دیکھا تھا ...

I swear, it wasn't my imagination!"

باسط نے کافی کا کپ رکھتے ہوئے سنجیدگی سے اس کی طرف دیکھا۔ کہف کے چہرے پر ایک دھندلی سی وحشت تھی، جیسے وہ دوبارہ انہی لمحوں میں لوٹ گئی ہو۔ وہ ایک جھٹکے سے نیچے ہوئی اور باسط کے برابر بیٹھ گئی۔ اس کے نقوش پر پریشانی کے سائے تھے، اور آنکھیں کسی بھی لمحے چھلکنے کو تیار معلوم ہو رہی تھیں۔

باسط سیدھا ہو کر بیٹھا، پھر مضبوط لہجے میں بولا،

۔"کہف، تم ایک بہادر لڑکی ہو۔ جب تم اکیلے اتنی ہمت دکھا سکتی ہو، ڈنکی مار سکتی ہو، تو یہ قبر، یہ جن، یہ بھوت سب کچھ بے معنی ہیں۔ اگر تمہیں کچھ نقصان پہنچانا ہوتا، تو کیا وہ کر نہیں چکے ہوتے؟ ...They didn't because you were remembering Allah!"

کہف نے لب بھینچے، نظریں جھکائیں، پھر ہلکی آواز میں بولی،

"But what about that dream...? It felt too real... too painful."

باسط نے نرمی سے مسکراتے ہوئے سر جھکایا۔

۔"کہف، یہ سب تمہارے ذہن کا کھیل ہے۔ تم وہاں گئیں، ایک ویران قبرستان میں، جہاں کوئی عام شخص رات گزارنے کا سوچ بھی نہیں سکتا۔

ایسے میں hallucinations

ہونا، عجیب خواب آنا ...یہ سب نارمل ہے۔

Just forget it...

تم نے جو کرنا تھا، وہ کر لیا۔ تم بہادر ہو۔”۔

کہف نے گہری سانس لی، مگر اس کے تاثرات میں اب بھی بے یقینی تھی۔ وہ کچھ دیر خاموش رہی، پھر جیسے کچھ سوچتے ہوئے بولی،

“"But don’t you think it’s strange? These tasks... They don’t mention the executed players anymore...اور جو باقی بچے ہیں...

they haven’t said a word about them either...

باسط نے کندھے اچکائے، جیسے یہ سب اس کے لیے بھی ایک معمہ ہو۔

“کیا کہہ سکتا ہوں؟” Maybe they don’t want us to know...”

کہف نے ایک لمحے کے لیے سنجیدگی سے اس کی طرف دیکھا، پھر باسط کے ہاتھ سے اس کا کافی مگ لے لیا اور ایک لمبا گھونٹ بھرا۔ باسط نے حیرانی سے اسے دیکھا، مگر کہف بے نیازی سے بولی،

“Go get another one for yourself.”

باسط نے نرمی سے سر نفی میں ہلایا، پھر ایک ہلکی سی چپت اس کے سر پر لگا کر کھڑا ہوگیا۔ کہف نے فوراً آنکھیں سکیڑ کر اسے گھورا، مگر باسط محض مسکرا کر اندر کی طرف بڑھ گیا۔ کہف نے مگ پر گرفت مضبوط کی اور دھیرے سے بولی،

“Monkey.”

-

---☆☆☆----

یاقوت بستر پر نیم بےہوش پڑا تھا، اس کے چہرے کی زردی اور سانسوں کی بےترتیبی اس کے جسم پر بیتے عذاب کی گواہ تھی۔ بازو کا زخم سیاہ پڑنے لگا تھا، رات بھر کی اذیت نے اسے ایک شکست خوردہ وجود میں بدل دیا تھا۔ درد کی شدت کے باعث کبھی اس کی پلکیں جھپکتیں، کبھی وہ ہلکی کراہٹ کے ساتھ انگڑائی لینے کی کوشش کرتا، مگر نقاہت نے اسے جکڑ رکھا تھا۔ اس کا سانس لینا بھی جیسے ایک مشقت بن چکا تھا۔

کمرے میں خاموشی کا راج تھا، مگر اچانک موبائل کی ایک غیر مانوس وائبریشن نے اس سکون کو چیر ڈالا۔ آواز وہ نہ تھی جو ہمیشہ بلیو وہیل کے نوٹیفکیشن کے

ساتھ آتی تھی—یہ کچھ اور تھا، جیسے گہرے سناٹے میں کسی نے موت کا نقارہ بجا دیا ہو۔

وشنو نے ذرا الجھ کر موبائل اٹھایا، انگلی اسکرین پر پھسلائی، اور جیسے ہی نوٹیفکیشن کھولا، ایک نیا حکم ہندی، میں اس کے سامنے تھا۔

FINAL PHASE INITIATED

TARGET IDENTIFIED: Yakoot

ULTIMATE REWARD ALERT!

TARGET: YAKOOT

PRIZE POOL: $1,200,000

YOUR SHARE: $500K

YAKOOT’S SHARE: $500K (Claim it by eliminating him!)

Previous Winning REWARD: $100K (Yours) + $100K (Yakoot's) = $200K

TOTAL WINNINGS = $1.2 MILLION!

ONE KILL. ONE MOVE. ONE FORTUNE.

ELIMINATE YOUR FRIEND & CLAIM YOUR REWARD

OR... CHOOSE PAIN. Cut your forearm & drink your own blood.

SELECT YOUR FATE:

[Kill Yakoot]

[Drink Your Blood]

CHOOSE WISELY. CHOOSE POWER.

وشنو نے سر اٹھا کر یاقوت کی طرف دیکھا، جو ابھی تک بے خبر تھا، درد سے چور، نقاہت سے بوجھل۔ اس کے سانس لینے میں وہی بے ترتیبی تھی، جیسے جسم اور روح کے درمیان کوئی خاموش جنگ جاری ہو۔ پسینے سے شرابور پیشانی، زخم زدہ ہاتھ، رات بھر کی تکلیف کی لکیریں اس کے چہرے پر گہری ہو چکی تھیں۔

وشنو نے لب بھینچ کر ایک سانس لی۔ انگلیاں موبائل کی اسکرین پر آہستہ سے رگڑیں، جیسے فیصلہ کرنے سے پہلے کچھ لطف لینا چاہتا ہو۔

۔"ابے یاکوت ...زندگی اور موت کے بیچ بس ایک جھٹکے کا فاصلہ ہے بے ...پھر تیرے سارے درد ہوا ہو جائیں گے ... سمجھے کیا، ؟"۔

اس نے آگے ایک نا زیبا گالی یاقوت کو دی۔۔

اس نے دھیرے سے مسکراتے ہوئے موبائل پر نظریں جمائیں، انگلی ہوا میں معلق رکھی، اور پھر...

OPTION SELECTED: EXECUTION CONFIRMED

TARGET: YAKOOT

BLOOD MUST BE SPILLED. NO TURNING BACK.

PREPARE YOUR MOVE. YOU HAVE 24 HOURS.

وشنو نے موبائل بند کر دیا۔ کمرے میں گھٹن سی پھیل گئی۔ اس نے ایک گہری نظر یاقوت پر ڈالی، جو ابھی تک اس فیصلے سے انجان، زندگی اور موت کے درمیان جھول رہا تھا۔

۔"تو نے ہمیشہ مجھ پر بھروسا کیا، یاقوت؟ "وشنو نے مدھم سرگوشی کی، جیسے وہ کسی گہری نیند میں ڈوبے دوست سے ہمدردی کا اظہار کر رہا ہو۔" اور شاید ...اسی بھروسے نے تجھے اندھا کر دیا۔"۔

وہ جھک کر یاقوت کے قریب آیا، اس کی سانسوں کی مدھم آواز کو سنا، اس کے زخمی بازو پر نگاہ ڈالی، جہاں خون کی جمی ہوئی پرت ابھی تک موجود تھی۔ وشنو نے آہستہ سے اس کے زخم پر انگلی پھیری، جیسے کسی کمزور شے کو آخری بار محسوس کر رہا ہو۔

"بس ایک وار ...اور تو آزاد ...اور میں امیر"!

وشنو مسکرایا ایک ایسی مسکراہٹ جو خنجر کی دھار کی طرح کاٹ دار تھی۔

----☆☆☆--

باسط آفس جانے سے پہلے کہف کے پاس آیا۔ دونوں ناشتے کی میز پر آمنے سامنے بیٹھے تھے، مگر آج کی صبح عام دنوں جیسی نہ تھی۔ خاموشی میں کچھ ایسا تھا جو دل کی دھڑکنوں کے ساتھ بےترتیب ہو کر بج رہا تھا۔

باسط نے کپ رکھ دیا، نظریں کہف پر جمائیں۔" کہف، باہر نکلو، گھومو پھرو۔ اس طرح گھر میں قید رہو گی تو کیسے چلے گا؟"۔

کہف نے آنکھیں جھکائیں، انگلیاں میز پر آہستہ آہستہ چلنے لگیں، جیسے کسی غیر مرئی دباؤ نے اسے جکڑ رکھا ہو۔" رات بھر میں سوئی نہیں، باسط...

It's getting worse...

اب نیند سے بھی ڈر لگتا ہے، بس سوچتی رہتی ہوں کہ کہیں بلیو وہیل کا کوئی ٹاسک نہ آ جائے اور مجھے خبر بھی نہ ہو ...پھر وہ مجھے مار دیں...

Just like the others...”

بات مکمل بھی نہ ہوئی تھی کہ اچانک موبائل کی اسکرین جل اٹھی——۔

ایک خوفناک وائبریشن، ایک اجنبی نوٹیفکیشن ٹون، جو کسی موت کے پروانے کی طرح اسکرین پر ابھری——۔

LAST TASK DEPLOYED

TASK ID: 0097 – HIGH-RISK OPERATION

TARGET LOCATION: BANK (BASIT’S WORKPLACE)

OBJECTIVE: EXECUTE A ROBBERY

TIME LIMIT: UNTIL 5 AM NEXT MORNING

FAILURE CONSEQUENCE: INSTANT EXECUTION

NO BACKING OUT. NO MERCY.

کہف کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا، ہاتھ لرز گیا۔ اس نے نظریں اٹھا کر باسط کو دیکھا، جس کے چہرے پر ایک لمحے کے لیے سایہ سا لہرایا، مگر وہ فوری طور پر معمول کے انداز میں بولا، جیسے کچھ بھی غیر معمولی نہ ہو.——۔

"تم تو ویسے بھی رابری پلان کر رہی تھی نا ...اور کویت بھی اسی کے لیے جا رہے تھے ہم"

کہف نے شاکی نظروں سے اسے گھورا، جیسے وہ کسی اجنبی کو دیکھ رہی ہو۔

"Are you serious, Basit?! This is suicide..."

باسط کی آنکھوں میں عجیب سا اطمینان تھا، جیسے کھیل ابھی شروع ہوا ہو، جیسے موت کی چاپ سننے کے باوجود وہ پرواہ نہیں کر رہا تھا۔

"سوچتے ہیں ...زیادہ مشکل نہیں ہے، میں خود بینک کا منیجر بن چکا ہوں۔"

کہف کا سانس اٹک گیا۔

۔ ..."باسط سب تم پر آ جائے گا ...یہ

Madness

ہے"۔

باسط نے چائے کا آخری گھونٹ لیا، مسکرا کر کندھے اچکائے۔" فکر مت کرو ...تم بس شام ہوتے ہی پہنچ جانا، باقی سب سنبھال لوں گا۔"۔

کہف کے لبوں سے کوئی اور لفظ نہ نکل سکا، صرف ایک اثباتی سر ہلا دینا ہی ممکن ہوا۔

باسط سکون سے کھڑا ہوا، کوٹ سیدھا کیا، موبائل جیب میں رکھا اور دروازے کی طرف قدم بڑھا دیے۔

کہف نے اس کی پشت کو دیکھا، جیسے وہ کسی ایسی راہ پر جا رہا ہو جہاں واپسی کا کوئی دروازہ نہیں۔

----☆☆☆----

بینک کی عمارت پر شام کا سایہ گہرا ہو چکا تھا۔ دفاتر کی روشنیاں مدھم ہونے لگیں، اور ایمپلائیز ایک ایک کر کے جا رہے تھے۔ باسط اپنی کرسی پر جھکا ہوا کچھ لکھ رہا تھا جب دروازہ دھیرے سے کھلا اور سیکیورٹی گارڈ اندر آیا۔

۔"سر، آپ نے آج جانا نہیں؟ "عاشق نے ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ پوچھا۔

باسط نے قلم میز پر رکھا، آنکھوں میں عجیب سا سکون تھا۔" نہیں یار، آج لیٹ جاؤں گا۔"۔

عاشق نے سر ہلایا،" ٹھیک ہے، سر "کہہ کر وہ مڑنے لگا، مگر جیسے ہی اس نے پہلا قدم آگے بڑھایا، اسے گردن میں کوئی تیز چیز چبھتی محسوس ہوئی۔ ایک لمحہ—اور اس کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا۔

باسط نے خاموشی سے سرنج ڈسٹ بین میں پھینکی ، عاشق کو دونوں بازوؤں سے تھام کر کرسی پر بٹھایا اور رسی سے جکڑ دیا۔ ہلکی سانس لیتے ہوئے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرا اور دھیمے لہجے میں بولا،

۔"معاف کر دینا عاشق بھائی ...تمہارے اکاؤنٹ میں

100K

ڈالر ٹرانسفر کر چکا ہوں۔ جاب گئی تو کوئی چھوٹا موٹا بزنس کر لینا"....

ایک آخری نظر عاشق پر ڈال کر باسط اٹھا اور دروازے کی طرف بڑھا۔ باہر کا ماحول خاموش تھا، مگر فضا میں ایک انجانی سنسنی پھیلی ہوئی تھی۔ وہ بینک سے باہر نکلا تو کہف گیٹ کے قریب کھڑی نظر آئی۔

۔"تمہیں زیادہ دیر انتظار تو نہیں کرنا پڑا؟ "باسط نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

کہف نے سیاہ کوٹ کے اندر ہاتھ ڈال کر بازو لپیٹا، جیسے رات کی ٹھنڈ اسے اندر سے بےچین کر رہی ہو۔ "Let's just get this done. I don't want to stay here longer than needed..."

باسط نے اثبات میں سر ہلایا اور دونوں اندر داخل ہو گئے۔ اے ٹی ایم مشین کے قریب جا کر باسط نے لاک کھولا چابی گھما کر کیوں کہ چابی اس کے پاس ہی تھی ۔ کہف نے جلدی سے نوٹ اٹھا کر بیگ میں ڈالنا شروع کر دیا۔

کام مکمل۔ مگر کھیل ابھی باقی تھا۔

جیسے ہی وہ بینک کے مین ڈور سے باہر نکلے، ایک چیخ جیسی آواز نے سناٹے کو چیر دیا—

ووووووووووووووو۔۔۔

سائرن۔ پولیس۔ خطرہ۔

کہف کا دل اچھل گیا، آنکھوں میں خوف جھلکنے لگا۔ "BASIT—WHAT THE HELL?!"

باسط نے ایک لمحے کے لیے رک کر عمارت کے ارد گرد دیکھا، گاڑیاں آگے بڑھ رہی تھیں، سرخ اور نیلی روشنیوں کا طوفان چاروں طرف پھیل رہا تھا۔ اس نے جلدی سے کہف کا ہاتھ پکڑا، گاڑی کا دروازہ کھولا اور اندر دھکیل دیا۔ خود بھی تیزی سے اسٹیئرنگ کے پیچھے بیٹھ کر گاڑی اسٹارٹ کی اور اگلے ہی لمحے ٹائروں کی چرچراہٹ گونجی۔

گاڑی روشنیوں کے بیچ سے نکلتی ہوئی روڈ پر آ گئی، باسط رفتار بڑھا چکا تھا، مگر پیچھے پولیس کی گاڑیاں ان کے تعاقب میں تھیں۔ راستے میں ہر طرف ہیڈلائٹس کی چمک، کاروں کی بریکس، اور کہیں کہیں لوگوں کی حیران نظریں...

کہف نے خود کو سیٹ سے لگا دیا، اس کی سانس تیز ہو رہی تھی۔ "Basit... they're right behind us... What's the plan now?"

باسط کی نظریں آگے جمی رہیں، ہاتھ مضبوطی سے اسٹیئرنگ پر تھے۔" فکر مت کرو، بس میری ہدایات پر عمل کرو۔"۔

اچانک موبائل کی اسکرین جگمگا اٹھی—۔

EMERGENCY PROTOCOL ACTIVATED

FOLLOW THE RED MARK. IT WILL LEAD YOU TO SAFETY.

TIME IS RUNNING OUT!

HURRY OR SURRENDER TO THE POLICE.

کہف نے گھبرا کر موبائل اٹھایا، "Basit! They sent something... Follow the red mark... یا پھر پولیس کے حوالے ہو جاؤ!"

باسط نے سر جھٹکا، جیسے وہ پہلے سے ہی اس جواب کی توقع کر رہا ہو۔ اس نے گاڑی کے اسکرین پر ایک سرخ نشان دیکھا، جو نقشے میں آہستہ آہستہ حرکت کر رہا تھا۔

"ٹھیک ہے ...ہم اسی کے پیچھے جائیں گے۔"

کہف نے تیز سانس لی، اس کے ہاتھ بےاختیار بیگ کے اوپر مضبوطی سے جم گئے۔

یہ صرف فرار نہیں تھا، یہ بقا کی جنگ تھی۔ ایک لمحے کی غلطی، اور سب ختم——!۔

--☆☆☆----

--

یاقوت غسل خانے سے باہر آیا، اس کے بھیگے بال اب بھی بوندیں ٹپکا رہے تھے۔ چہرے پر نمی کی تازگی تھی، مگر آنکھوں میں معمولی سی تھکن جھلک رہی تھی۔ ہاتھ چہرے پر پھیرا اور بےاختیار مسکرایا،

"بڑی بات ہے آج کوئی ٹاسک نہیں آیا، سالی گیم نے آج چھٹی مار لی کیا؟"

وشنو، جو دیوار سے ٹیک لگائے سگریٹ گھما رہا تھا، ایک لمحے کو ٹھہرا، پھر ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا،

۔"ایک بات بتا بے ...اگر تیرے موبائل پر ٹاکس (ٹاسک)آئے کہ وشنو کو مار دے ...تو کیا کرے گا؟"۔

یاقوت نے قہقہہ لگایا، آنکھوں میں شرارت تھی، مگر لہجے میں عجیب سا سکون۔

"تیرا گندا خون اپنے ہاتھ پہ لگانے سے اچھا ہے میں خود مر جاؤں، سمجھا؟"

یہ جملہ، جو بظاہر ہنسی مذاق میں کہا گیا تھا، اس کے پیچھے بے شمار جذبات چھپے تھے۔ یاقوت اور وشنو کی دوستی ایسی نہ تھی کہ میٹھے لفظوں میں اظہار کیا جائے، مگر حقیقت یہی تھی—وشنو اس کی جان تھا، اور وہ اس کے لیے کچھ بھی کر سکتا تھا۔

مگر وشنو کی آنکھوں میں اس وقت کچھ اور ہی دھواں اتر رہا تھا۔ اس کے چہرے پر وہی سفاک مسکراہٹ تھی جو اندر چھپے اندھیرے کو ظاہر کرتی تھی۔ سگریٹ کی راکھ جھاڑتے ہوئے اس نے ایک نظر یاقوت پر ڈالی، اور دل ہی دل میں بولا،

۔"بہت ہو گیا تیرے ساتھ کا کھیل ...اب تیرے خون سے ہاتھ رنگنے کا وقت ہے۔ بہت استعمال کر لیا تجھے، یاقوت۔ اب جب میرے پاس پیسے ہیں، تو کوئی مرا کیا بگاڑے گا؟"۔

وشنو نے اپنی انگلیاں چٹخائیں، جیسے فیصلہ کر چکا ہو۔ آنکھوں میں وحشت ابھر آئی، لبوں پر دھیمی سرگوشی مچلی،

"اب بس ایک آخری چال ...اور تیرا کھیل ختم۔"

کمرے میں سناٹا گونج رہا تھا۔ بس گھڑی کی ٹک ٹک اور یاقوت کے ہاتھ میں چمچ کی ہلکی سی کھنک سنائی دے رہی تھی۔ وہ بستر کے کنارے بیٹھا، بے فکری سے سیب کے قتلے کاٹ کر کھا رہا تھا۔

پیچھے، وشنو کی آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک ابھری۔ اس کے ہاتھ میں خنجر تھا، دھات کی دھار مدھم روشنی میں چمک رہی تھی۔ اس کی گرفت سخت ہوگئی، جیسے فیصلہ کر چکا ہو۔ قدم دبے پاؤں یاقوت کی جانب بڑھنے لگے۔

اچانک...ہندی میں ابھرا۔۔

MISSION UPDATE: EXECUTION WINDOW ACTIVE!

TIMER STARTED: 30:00 MINUTES

ELIMINATE YOUR FRIEND OR FACE YOUR OWN FATE. CHOOSE WISELY.

وشنو نے ایک گہری سانس لی، نگاہیں یاقوت کی بےخبر پشت پر گاڑ دیں۔ انگلیاں خنجر کے دستے پر مزید سخت ہو گئیں۔ وہ اب صرف دو قدم دور تھا ...ایک جھٹکے میں سب ختم ہونے والا تھا...۔

تبھی، یاقوت کی جھولی میں رکھا موبائل وائبریٹ ہوا۔ اس کی اسکرین پر نیلی روشنی لپکی، اور ایک نوٹیفیکیشن ابھری۔

URGENT TASK ALERT!

FRIEND BECOMES ENEMY!

BACKSTABBING INITIATED.

BEHIND YOU WITH A DAGGER!

DEFEND OR FACE EXECUTION!

یاقوت کی آنکھیں پھیل گئیں۔ بدن میں سرد لہر دوڑ گئی۔ دماغ نے لمحے بھر میں سب جوڑ لیا—۔ وشنو ... خنجر ...پیٹھ پر خطرہ۔

وہ جھٹکے سے پلٹا۔

ٹھیک اسی لمحے وشنو نے خنجر گھمایا۔ لیکن یاقوت کی اچانک حرکت سے نشانہ خطا ہو گیا۔ دونوں ایک دوسرے پر جھپٹے، اور اگلے ہی پل دھڑام سے زمین پر آ گرے!۔

قالین پر رگڑ کھاتے ہوئے وشنو نے یاقوت کو نیچے دبانے کی کوشش کی، مگر یاقوت کے ہاتھوں نے اس کی کلائی پکڑ لی۔ خنجر ہوا میں معلق تھا، ایک جھٹکے میں یاقوت کی گردن تک پہنچ سکتا تھا۔

سانسیں تیز، نظریں وحشی، اور فرش پر گرتے پسینے کے قطرے۔

وشنو کے چہرے پر ایک جان لیوا مسکراہٹ تھی۔

"آج تیرے کو ختم کردوں گا میں"

کمرے میں سرخ روشنی کی ہلکی جھما جھم تھی، جیسے کسی وحشی کھیل کا اسٹیج تیار ہو چکا ہو۔

موبائل کی اسکرین پر جلتے بجھتے الفاظ جیسے کسی موت کے فرمان کی مہر تھے—
"EXECUTION TIMER ACTIVE!"اور ساتھ ہی ایک مصنوعی مشینی آواز کمرے میں گونجی

"TIMER LOADING... 28... 27... 26..."

یاقوت کے ماتھے پر پسینے کے ننھے قطرے چمکنے لگے، لیکن اس کی آنکھوں میں سوال تھا، خوف نہیں۔ اس نے وشنو کی کلائی سختی سے جکڑ لی، سانس دھونکنی کی طرح چل رہی تھی۔

۔"ابے حرامزادے !دماغ خراب ہو گیا ہے کیا؟ "!وہ غصے اور بے یقینی میں چلایا۔

وشنو کے ہونٹوں پر وہی زہریلی مسکراہٹ تھی، جیسے کسی شکاری نے شکار کے گرد اپنا جال مکمل کر لیا ہو۔ اس کی آنکھیں یاقوت پر جمی تھیں، لیکن اس کے الفاظ کسی خنجر سے زیادہ تیز تھے

۔"بکواس بند کر بے ...آج تیری زندگی کا آخری دن ہے، اور میرے لیے جیت کا پہلا دن !میں نے کب کا طے کر لیا تھا کہ تیری گردن اڑانی ہے ...بس صحیح سمے کا انتظار کر رہا تھا"!۔

وشنو نے ہاتھ میں چمکتا خنجر مزید مظبوطی سے تھام لیا، اس کی دھار روشنی میں چمک رہی تھی، جیسے موت اپنا ناخن تیز کر رہی ہو۔"ابے او یاقوت !تُو کیا سمجھ رہا تھا؟ کہ میں تیرا بھائی ہوں؟ ہاہ !بھائی؟ بھائی تیرا دشمن ہے رے !میں کب سے تجھے الو بنا رہا تھا، تیرے دماغ کی بجلی چوس کے اپنی گیم کھیل رہا تھا !تُو سمجھ رہا تھا کہ ہم ساتھ ہیں؟ ارے میں تو تیرے دماغ سے کھیل رہا تھا، تجھے الو بناتا رہا، تیرا پورا حساب کتاب استعمال کرتا رہا، اور تُو خوش ہوتا رہا !جب لگا کہ کام ہوگیا، تو بس تیرا صفایا کرنے کی دیر تھی"!۔

یاقوت کی آنکھوں میں شک ابھرا۔ وشنو کا سانس تیز ہو رہا تھا، اس کی گرفت خنجر پر سخت ہوتی جا رہی تھی۔

جب گجنی کے پاس گئے تھے، تُجھے کیا لگا، غلطی سے منہ سے نکل گیا تھا کہ پولیس کو خبر ہوگئی؟ ''نہیں رے !وہ میں نے جان بوجھ کے کہا تھا !تاکہ گجنی تیرے ٹکڑے کر دے اور میں صاف نکل جاؤں !مگر نہیں، قسمت نے تیرا ساتھ دے دیا، لیکن اب؟ اب کوئی قسمت کام نہیں آئے گی، یاقوت !اس گیم نے تجھے زندہ رکھا، اور یہی گیم اب تیری جان لے گی''!۔

وشنو کی آنکھیں جنون میں سرخ ہو گئیں، اس کی آواز میں سفاکی گھل گئی

۔''جب وہ کمرے میں ہم دونوں کو بند کیا، تُو سمجھا میں تیرے ساتھ ہوں؟ ارے میں تو پہلے ہی

شریانٹر

بنا چکا تھا کہ تجھے ہٹا دوں !جب باہر نکلے تو میں نے لوہے کا۔ وہ ڈنڈا کیے پکڑ رکھا تھا؟تاکہ گجنی کے لوگوں کو ماروں؟نہیں رے !وہ اس لیے تاکہ تُو بے ہوش ہو جائے، پولیس اوپر آئے اور تجھے اٹھا لے، اور میں آرام سے نکل جاؤں !مگر

نہیں !تیری قسمت چلی، تونے چوری کا شریانٹر رچا اور اس وجہ سے تو پھر بچ گیا"!۔

وہ، مزید بولا" جب گاڑی چلا رہا تھا، وہ جو جھٹکا لگا تھا، تُو سمجھا ایکسیڈنٹ تھا؟ نہیں رے !میں نے جان بوجھ کر تجھے باہر دھکیلنے کی کوشش کی تاکہ تُو سڑک پر گرے اور ختم ہو جائے !پیسہ میرے پاس آ چکا تھا، تجھے جینے کی ضرورت ہی نہیں تھی !لیکن قسمت کی ماری زندگی، پھر بھی تُو بچ گیا"!۔

وشنو نے چھری اور سختی سے بھیچ لی، آنکھوں میں خالص زہر تھا

۔"پھر یہ گیم آگئی !میں نے تجھے تب تک زندہ رکھا، جب تک میرا کام تھا، جب تک یہ گیم تھی !لیکن اب؟ اب یہ گیم ہی تیری موت بنے گی !اب میں خود تیرا قصہ ختم کروں گا، سمجھا؟ آج کوئی چمتکار نہیں ہوگا، آج تیری قسمت نے تیرا کال لکھا ہے یاقوت"!۔

موبائل پر

TIMER WARNING: 19... 18... 17...

کی سرخ لکیریں ناچنے لگیں، جیسے خون کا انتظار کر رہی ہوں۔

وشنو نے یکدم ہاتھ بڑھا کر یاقوت کے زخم پر انگلی گاڑ دی۔ یاقوت درد سے بلبلایا، چیخ دبانے کی کوشش کی، مگر خون کا تازہ دھارا اس کی سفید قمیض پر پھیلنے لگا۔

وشنو نے بے رحمی سے خنجر اٹھایا، اور یاقوت کے سینے کی طرف جھپٹا —— مگر یاقوت نے آخری لمحے پر زور لگایا، اور خنجر کی دھار بس اس کے سینے کو چھو کر گزر گئی۔ کپڑے کا ریشہ ریشہ خون میں بھیگنے لگا، مگر زخم اتنا گہرا نہ تھا کہ اسے ختم کر سکے۔

وشنو غصے سے پاگل ہو چکا تھا۔ اس نے یاقوت کے چہرے پر زناٹے دار طمانچہ مارا، اور پوری طاقت سے خنجر اس کی کھوپڑی پر برسانے کے لیے ہاتھ اٹھایا——۔

مگر اس لمحے، یاقوت کی نظریں اس چھری پر جا پڑیں جو اس نے سیب کاٹنے کے لیے رکھی تھی۔

ایک جھٹکے میں، اس کا ہاتھ حرکت میں آیا —— چھری مضبوطی سے پکڑی ——اور پوری طاقت سے وشنو کی پشت میں گھونپ دی!۔

وشنو کے چہرے پر حیرت کے سائے ابھرے۔ اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ اس کا جسم کانپنے لگا، اور وہ ایک قدم پیچھے ہٹا۔

"TIMER STOPPED!"

وشنو نے ہلتی سانسوں کے ساتھ یاقوت کی طرف دیکھا، جیسے یقین نہ آ رہا ہو کہ وہ بازی پلٹ چکی ہے۔ اس کی زبان سے بس ایک لفظ نکلا۔

"تو نے"!...

اچانک پیچھے سے شیشہ چٹاخ سے ٹوٹا —اور اسی لمحے، وشنو کی پیشانی پر بارود میں بھیگی گولی آ کر پیوست ہوگئی۔

ایک جھٹکا، ایک لمحے میں سب کچھ ختم —وشنو کے قدم ڈگمگائے، آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں، جیسے وہ سمجھ ہی نہ پایا کہ اس کے ساتھ کیا ہوا۔ خون کا گرم فوارہ پیشانی سے ابلا، رخسار سے ہوتا ہوا اس کی گردن پر بہنے لگا۔ جسم نے جیسے ہار مان لی، اس کا بے جان وجود ایک دھماکے سے سیدھا منہ کے بل فرش پر آ گرا، چہرہ خون میں تر بتر ہوتا گیا۔

یاقوت کا دل جیسے سینے میں دھڑکنا بھول گیا تھا۔ اس کے کانوں میں ایک انجانی سنسناہٹ گونجی، اس کی اپنی سانسیں اتنی بلند لگنے لگیں کہ ارد گرد کا سناٹا مزید بھاری ہوگیا۔

وشنو کے موبائل کی سکرین پر اچانک ایک نوٹیفکیشن ابھری

“Task Failed.”

“Result: Execution.”

یاقوت نے کپکپاتے ہاتھوں سے اپنا موبائل اٹھایا، اور اس کی اسکرین پر الفاظ ابھرے

“Warrior, you won.”

لیکن وہ یہ سب دیکھ بھی نہ پایا۔ وہ اب بھی زمین پر پڑے وشنو کو بے یقینی سے گھور رہا تھا۔

کمرے کی کھڑکی کے پار، کسی بلند عمارت پر ایک سنائپر رائفل کے پیچھے چھپا ہوا شخص خاموشی سے یہ سب دیکھ رہا تھا۔ اس کے موبائل پر ایک نوٹیفکیشن چمکا

[SYSTEM ALERT]

Player Executed

Good Job, Whale

Now Extract Immediately!

اس نے سر جھکایا، گن کو الگ کیا، اور اپنے بیگ میں سامان ڈالنے لگا۔ وہ جانتا تھا کہ یہاں زیادہ دیر رکنا خطرناک ہوگا۔

اسی لمحے یاقوت کے موبائل پر ایک اور الرٹ ابھرا

WARNING!

WARRIOR, EVACUATE IMMEDIATELY!

POLICE INBOUND – TIME RUNNING OUT!

CAPTURE = EXECUTION! ESCAPE NOW!

یاقوت نے کانپتے ہاتھوں سے وشنو کا موبائل اٹھایا، اس کے

"Task History"

کو کھولا —— اور جو کچھ اس نے دیکھا، اس کے پیروں تلے جیسے زمین نکل گئی۔

"Violate the child or slaughter the cow."

نیچے ایک آپشن چمک رہا تھا "Violation of Child: Task Done." —

یاقوت کی سانس سینے میں گھٹ کر رہ گئی۔ آنکھوں کے سامنے دھند سی چھا گئی۔

اگلا ٹاسک——۔

"Backstab Yakoot or cut your forearm and drink your blood."

نیچے وشنو کا انتخاب اب بھی اسکرین پر جل رہا تھا:۔

"Backstab Yakoot: Task Failed."

یاقوت نے لمبی سانس لی، جیسے خود کو دوبارہ حقیقت میں لانے کی کوشش کر رہا ہو۔

فرش پر وشنو کی لاش بے جان پڑی تھی، چہرہ خون میں تر، آنکھیں کھلی مگر بےنور، جیسے وقت سے پہلے ہی فنا کی وادی میں اتر گیا ہو۔

یاقوت نے ایک آخری نظر وشنو پر ڈالی،

وفاداری ہمیشہ اس خون سے مانگی جاتی ہے جو بے داغ ہو ...اور تو؟"

انسان کا اصل حسن اس کے دل کی صفائی میں ہوتا ہے، چہرے کی چمک میں نہیں۔

خوبصورتی تو کتے میں بھی ہوتی ہے، مگر فرق یہ ہے کہ کتا کم از کم اپنی فطرت کا وفادار ہوتا ہے...

اور تُو؟

ایک ایسا درندہ نکلا جو معصومیت کو نوچنے سے بھی نہ چوکا...

تیرا انجام ایسا ہی ہونا تھا ...اور شاید، یہ بھی کم ہے۔"۔

پھر کمرے کے کونے میں جا کر کیبنٹ کھولی، وہاں سے وشنو اور اپنے دونوں بینک کارڈز نکالے۔ پاس ورڈ اسے پہلے ہی معلوم تھے۔

پولیس کی آمد میں زیادہ وقت نہیں تھا۔

وہ وہاں سے نکل گیا — خاموش، تیز قدموں سے، ایک ایسی حقیقت کے ساتھ جس نے اس کے وجود میں ہمیشہ کے لیے ایک زخم چھوڑ دیا تھا۔

----☆☆☆

جنگل کے بیچوں بیچ وہ تاریک شاہراہ تھی جس پر باسط کی گاڑی روشنی کا ایک دھارا چھوڑتی بھاگ رہی تھی۔ عقب میں پولیس کی سرخ نیلی بتیاں دور کہیں مٹتی جا رہی تھیں۔ کہف کی سانسیں بےترتیب تھیں، خشک لب ایک دوسرے پر جمتے جا رہے تھے۔ اور آگے — آگے اندھیرا تھا، بس اندھیرا۔

اچانک باسط نے بریک پر زور دیا، گاڑی چرچراتے ہوئے رکی۔ آگے، بلکل سامنے، ایک سیاہ گاڑی کھڑی تھی — بے حس، بے حرکت، جیسے راستہ روکنے کے لیے ہی اتری ہو۔ باسط کا دل ایک لمحے کے لیے لرز گیا۔ پھر، موبائل کی اسکرین اچانک روشن ہوئی۔

MISSION UPDATE

ENTER THE BLACK CAR

TIME REMAINING: 10:00

FAILURE = TERMINATION

کہف نے موبائل پر جھکتے ہی سر اٹھایا، چہرہ زرد ہوگیا۔

"یار ، یہ گیم تو ہمیں

proper پھنسا دے گی،

we'll be stuck like چوہے in a trap!"

باسط نے ہونٹ بھینچتے ہوئے بمشکل کہا،" پھنسے تو ہم شروع سے ہیں۔ اگر پولیس کے ھاتھوں پکڑے جاتے تب بھی موت تھی اور اب اگر گیم کی نہ سنی تب بھی موت "۔

دوسری طرف، یاقوت ایک گلی کے نکڑ سے گزرا ہی تھا کہ سامنے پولیس کی ایک وین نمودار ہوئی۔ اس کا دل دھک سے رہ گیا، سانس جیسے حلق میں اٹک گئی۔ موبائل کی اسکرین چمکی، اور اس پر ایک اور خطرناک پیغام ابھرا——۔

SURVIVAL MODE ACTIVATED

RUN IMMEDIATELY OR FACE EXECUTION

TIMER STARTED: 10:00

پسینے کی بوندیں ماتھے پر چمکنے لگیں۔ یاقوت نے پلٹ کر پوری قوت سے دوڑ لگا دی۔ پیچھے پولیس کی گاڑیاں، آگے یاقوت۔ قدموں کی رفتار اتنی تیز تھی کہ گلی کے پتھر اس کے تلووں کے نیچے روندے جا رہے تھے۔ ایک جانب موڑ کا فائدہ اٹھاتے ہی وہ ایک تاریک دیوار کی اوٹ میں دبک گیا، سانسیں دھونکنی کی مانند چلنے لگیں۔ کچھ لمحے بعد پولیس کی گاڑیاں آگے نکل گئیں، سائرن کی بازگشت مدھم پڑتی گئی۔

لیکن یہ آرام عارضی تھا۔ اچانک، ایک سیاہ گاڑی اس کے سامنے رکی۔ اسکرین پھر سے روشن ہوئی—۔

NEW OBJECTIVE

GET INSIDE THE VEHICLE

TIME LIMIT: 10:00

NON-COMPLIANCE = ELIMINATION

یاقوت کے گلے کی گلٹی حرکت کرنے لگی۔ کیا وہ بس ایک اور مہرہ تھا؟

کہف اور باسط نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ پھر، جیسے کسی نادیدہ طاقت نے انہیں قابو کر لیا ہو، وہ آہستہ آہستہ اس سیاہ گاڑی کی جانب بڑھے۔ دروازے خود بخود کھل گئے، اندھیری گہرائیوں کا دعوت نامہ دے رہے تھے۔ اندر گھپ اندھیرا تھا، بس ایک سرخ روشنی مدھم سی جھلملاتی تھی۔

یاقوت نے گوا میں، اور باسط و کہف نے اسلام آباد کے مقام پر، ایک ہی وقت پر گاڑی میں قدم رکھا۔ جیسے ہی وہ اندر بیٹھے، دروازے خودکار طریقے سے بند ہوگئے۔ ایک لمحے کے لیے گہری خاموشی چھا گئی۔ پھر——۔

MISSION ACCEPTED

COMMENCING NEXT PHASE...

SYSTEM OVERRIDE: INITIATING SLEEP PROTOCOL

اچانک گاڑی کے اندر سفید دھواں پھیلنے لگا۔ وہ لمحوں میں حواس کھوتے گئے، آنکھوں میں اندھیرا چھانے لگا، دنیا گرداب کی طرح گھومنے لگی، پھر...۔

سب کچھ خاموش ہو گیا۔

بس رات تھی، جنگل تھا، چاند تھا——اور ان کے گمشدہ وجود کا آخری گواہ تھا۔

----☆☆☆--

--

اندھیرا تھا۔ گہرا، دبیز، سانسوں میں اتر جانے والا اندھیرا۔ جیسے دن نے رات کے آگے ہتھیار ڈال دیے ہوں، جیسے روشنی ہمیشہ کے لیے ختم ہو چکی ہو۔ کہیں کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا، نہ زمین، نہ آسمان، نہ کوئی کنارہ۔ ہر طرف بس سمندر تھا، شور مچاتی، بے رحم لہریں، اور ان کے درمیان ایک جہاز، جو تاریکی میں گم ہوتا جا رہا تھا۔

یاقوت کے حواس بحال ہو رہے تھے۔ اسے اپنے سر میں عجیب سا بوجھ محسوس ہوا، جیسے کسی چٹان پر دھرا ہو۔ گردن اکڑ چکی تھی، جیسے کئی گھنٹوں سے ایک ہی زاویے پر پڑی ہو۔ اس نے بمشکل اپنی گردن دائیں بائیں موڑنے کی کوشش کی، مگر بدن نڈھال تھا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر جس چیز پر اس کا سر تھا اس سخت اور مضبوط چیز کو ٹٹولا۔

میرا سر کس پتھر پر مارا ہے بھائی"۔"

گردن کی پشت پر وہ ھاتھ رکھ کر درد سے، سسکا

اچانک، ایک زنانہ آواز گونجی، مدھم مگر کسی حد تک مذاق اڑانے کے انداز میں، "تیرا سر ہے اس کے اوپر، جس کا ہے چوڑاسینہ جو چھوڑا دیتا ہے اچھوں اچھوں کا پسینہ" ۔

یاقوت نے حیرت سے سر جھٹکا، جیسے اپنے حواسوں پر یقین نہ آ رہا ہو۔ وہ بڑبڑایا،'' یہ کون ٹھرکن ہے؟ اور یہاں اور بھی لوگ ہیں؟''۔

وہ ہڑبڑا کر سیدھا ہوا، اور تب ہی اسے احساس ہوا کہ وہ اکیلا نہیں تھا۔ اندھیرے میں سانسوں کی سرگوشیاں سنائی دے رہی تھیں، جیسے اور بھی لوگ تھے، سبھی اسی تاریکی میں قید، سبھی اسی بے بسی میں جکڑے ہوئے۔

اس کا سر جس شخص کے کندھے پر تھا، وہ ہلکا سا حرکت میں آیا۔ یاقوت نے اپنے برابر کسی ٹھوس، سخت اور بے حد طاقتور جسم کی موجودگی محسوس کی۔ اس کے پٹھے پتھر کی طرح سخت تھے، جیسے کسی یونانی دیوتا کا تراشا ہوا مجسمہ۔ بازو اتنے چوڑے اور تناؤ میں کہ جیسے وہ کسی جنگل میں جانوروں کا شکار کرنے والا درندہ ہو۔ اس کی شرٹ نیم فوجی لباس کی تھی، جس کی بازوؤں سے پھولتی ہوئی نسیں نمایاں ہو رہی تھیں، جیسے وہ کسی جنگی مہم سے لوٹا ہو۔

اندھیرے میں ہی یاقوت نے ایک سانس بھری،'' یہ کون سا بندہ ہے بھئی؟''۔

تب ہی ایک بھاری، گورے کی آواز ابھری، "Is anyone speaks English here?"

خاموشی کے بعد وہ دوبارہ چلایا، "Is anyone speak English here?"

"Basit, are you here?" کہف کی آواز میں ہلکی گھبراہٹ تھی۔

جواب براہِ راست گورے کے لیے نہ تھا، مگر شاید اتنا کافی تھا کہ اسے یقین آ جائے، یہاں انگریزی سمجھنے اور بولنے والے موجود ہیں۔

اندھیرے میں ہی باسط کی آواز آئی، "کہف، میں ادھر ہی ہوں۔ تم پریشان مت ہو۔"۔

اسی لمحے، جہاز ایک جھٹکے سے لرزا، اور باسط ایک دھچکے سے دائیں جانب کسی سے ٹکرا گیا۔ وہ کسی نرم مگر مضبوط وجود سے ٹکرایا، اور اگلے ہی لمحے ایک دلکش نسوانی آواز فضا میں گونجی، "سنبھل کر"!۔

باسط نے فوری طور پر کہا،

“Oh, my bad... Can’t see a thing. Guess I’m blindfolded by this damn mask.”

وہ لڑکی، جس کے چہرے پر وہ ہی سیاہ غلاف تھا، جینز اور شرٹ میں ملبوس، ہلکے روکھے انداز میں بولی، جیسے یہ جتا رہی ہو کہ دیکھ نہ پانے کی الجھن صرف باسط کو نہیں، مگر فرق یہ تھا کہ وہ اس سے نہیں ٹکرائی تھی۔

۔"نظر مجھے بھی نہیں آ رہا۔ "آواز میں ایک ہلکی سی بے نیازی تھی، جیسے یہ بات کوئی نئی نہ ہو۔

باسط نے ذرا سا مسکرا کر پوچھا،" پاکستانی ہو؟"۔

لڑکی کی مسکراہٹ میں ہلکی سی شوخی تھی مگر لہجے میں ایک غیر محسوس سی تلخی، "کیوں؟ پاکستانی لڑکیاں کیا صرف سنڈریلا کی شادی سے پہلے والی زندگی گزارنے کے لیے پاکستان میں اتاری گئی ہیں وہ اس طرح کی گیمز میں نہیں آ سکتیں؟"۔

باسط کو بے ساختہ ہنسی آ گئی،" نہیں، میرا وہ مطلب نہیں تھا۔"۔

لڑکی نے ہلکے سے کندھے جھٹک کر کہا،" جو بھی مطلب تھا۔"۔

باسط نے ہنستے ہوئے نرمی سے کہا،'' تو پھر ہماری دوستی ہو گئی، بغیر ایک دوسرے کو دیکھے؟''۔

لڑکی نے مدھم مگر جانچتی ہوئی آواز میں کہا،'' شکل دیکھ کر فیصلہ کروں گی کہ دوستی کرنی ہے یا نہیں۔''۔

باسط نے ذرا شوخ لہجے میں کہا،'' میں تو پہلے ہی فیصلہ کر چکا ہوں۔ جس کی آواز اتنی دلکش ہو، وہ بظاہر بھی خوبصورت ہی ہو گی۔ اس لیے، تم چاہے مانو یا نہ مانو، میں تمہیں دوست تسلیم کر چکا ہوں۔''۔

لڑکی نے ذرا سا توقف کے بعد ہنکارہ بھرا،'' تمہارے ماننے یا نہ ماننے سے کیا فرق پڑتا ہے؟''۔

باسط نے دھیرے سے، مگر معنی خیز مسکراہٹ کے ساتھ کہا،'' بہت کچھ ...شاید تمہیں ابھی اندازہ نہ ہو۔''۔

۔''باسط، تم کس سے کھس پھس (کھسر پھسر) کر رہے ہو؟ ''کہف نے تیکھے انداز میں پوچھا۔

یاقوت نے طنزیہ انداز میں کہا،" یہ انگریزی اردو میم کون ہے جو اردو کی ٹانگیں توڑ رہی ہے؟"۔

کہف بھڑک کر بولی،"!Shut up"

یاقوت نے ڈھیٹ انداز میں کہا،"!Make me"

کہف کا غصہ بڑھا،" تمہیں تو میں دیکھ لوں گی"!۔

یاقوت نے ہنستے ہوئے کہا،" دیکھ لینا، مگر دھیان رکھنا، کہیں پسند نہ آ جاؤں۔"۔

باسط نے فوراً کہا،" اوئے، بہن ہے میری، تمیز سے بات کر "!۔

یاقوت نے فوراً مزاحیہ انداز میں کہا،" جی بھائی جان، غلطی سے مسٹیک ہو گئی"!۔

----☆☆☆

یکدم جہاز کا دروازہ ایک بھاری چرچراہٹ کے ساتھ کھلا، جیسے صدیوں پرانی زنجیریں کھینچی گئی ہوں۔ وہ کسی خفیہ سرنگ سے جڑا تھا، جو گہرے سمندر کی نیلگوں تاریکی میں کہیں دور تک جاتی محسوس ہو رہی تھی۔ سرنگ کے اندر ایک

عجیب سی روشنی تھی، مدھم مگر پراسرار، جو جیسے ہی جہاز کے اندھیرے میں اتری، سائے دیواروں پر کانپنے لگے۔

روشنی کے ساتھ ہی وہ نمودار ہوئے—لمبے چوغوں میں لپٹے، سیاہ اور سرخ رنگ کے لبادے اوڑھے، چہروں پر بھیانک نقاب چڑھائے، جن پر درندوں کی خوفناک شبیہیں تراشی گئی تھیں۔ کوئی بھی انسان نہیں لگ رہا تھا، جیسے کوئی آسیب ہوں جو جہاز کی تاریکی میں ابھرے ہوں۔ وہ بے آواز قدموں سے چلتے، ایک ایک کر کے سب کو گھسیٹ کر اس سرنگ کی روشنی میں لے جانے لگے۔

وہ چوغے والے سائے دھیرے دھیرے اس کے قریب آئے، مگر جیسے ہی اس کی موجودگی کا دائرہ چھوا، ان کی حرکات میں ہلکی سی جھجک در آئی۔ چھ لوگ آگے بڑھے، فولادی گرفت میں جکڑنے کے لیے، مگر وہ درندہ صفت مرد کسی کے قابو میں آنے والوں میں سے نہیں تھا۔

لمبا، وحشی، اور ناقابلِ تسخیر —سات فٹ کا وجود، فوجی وردی کے ٹی شرٹ کے نیچے سنگلاخ مسلز کی وحشت چمک رہی تھی، ایسے جیسے کسی جنگلی درندے کی کھال تنی ہو۔ چوڑے شانے، ، اور وہ فولادی ہاتھ جن کی گرفت میں آ کر

ہڈیاں چیخ اٹھتیں۔ وہ جیسے کسی قدیم جنگجو قبیلے کا آخری سردار ہو، جسے میدانِ جنگ میں قابو کرنا بھی مشکل تھا۔

چوغے والے اسے پکڑنے لپکے، مگر جیسے ہی کسی کا ہاتھ اس کے بازو پر پڑا، وہ ایسے تڑپا جیسے شیر زنجیر توڑ رہا ہو۔ اس کا ایک جھٹکا چھ میں سے تین کو زمین پر گرا گیا۔ باقی سہم گئے، مگر پیچھے ہٹنے کی ہمت بھی نہ کر سکے۔ ان کے چہرے ماسک کے پیچھے چھپے تھے، مگر جو خوف ان کی آنکھوں میں تیرنے لگا تھا، وہ ماسک بھی نہ چھپا سکا۔

یہ کوئی عام مرد نہیں تھا —یہ وہ تھا جس کے سامنے کھڑے ہونے کے لیے بھی کسی میں دم ہونا چاہیے تھا۔

مگر ابھی معرکہ ختم نہ ہوا تھا۔ دس مزید سائے لپکے، ہر ایک کی حرکت میں احتیاط جھلک رہی تھی، جیسے وہ کسی وحشی درندے کے قریب جا رہے ہوں جو کسی بھی لمحے پنجہ جھاڑ دے۔ مگر اس بار وہ تعداد میں زیادہ تھے، اور ان کے حربے زیادہ چالاک۔

وہ شخص جس کا وجود سنگِ خارا کا تراشا ہوا لگتا تھا، اب بھی تنے ہوئے عضلات کے ساتھ جھٹکے دے رہا تھا، مگر تعداد نے بالآخر اپنی برتری دکھائی۔ فولادی گرفت میں جکڑنے کی ہر ممکن کوشش کی گئی، اور آہستہ آہستہ اس کی حرکات محدود ہونے لگیں۔

شاید اگر اس کا چہرہ نقاب میں نہ چھپا ہوتا، اگر وہ اپنی آنکھوں سے دشمنوں کے اوسان خطا کر سکتا، تو یہ سب اسے قابو میں کرنا اتنا آسان نہ ہوتا۔ مگر اس وقت، وہ صرف ایک خاموش، بندھا ہوا طوفان تھا، جو بس لمحۂ مناسب کا انتظار کر رہا تھا۔

دفعتاً یکے بعد دیگرے سب کو سرنگ کے اس پار لے جایا گیا۔ کچھ ہی دیر میں وہ سب ایک وسیع اور عجیب جگہ پر جمع تھے۔ اطراف میں نیلا سمندر پھیلا تھا، مگر فرش شفاف تھا، جیسے وہ کسی شیشے کے قفس میں قید ہوں۔ نیچے دیکھنے پر گہرے سیاہ پانی میں تیرتی پرچھائیاں دکھائی دے رہی تھیں—بڑی، وحشی، اور خطرناک، جیسے کسی اور ہی دنیا کے وجود یہاں بسیرا کیے ہوں۔

اچانک ایک بھاری، گونجتی ہوئی آواز بلند ہوئی—۔

“Warriors, remove your masks!”

نقاب پوشوں کے آتے ہی سب کے ہاتھ کھول دیے گئے تھے۔ اب وہ سب اپنے ماسک اتار رہے تھے۔ باسط نے اپنے سامنے کھڑی لڑکی کو دیکھا، جس کی آواز چند لمحے پہلے اس کے کانوں سے ٹکرائی تھی۔ جیسے ہی اس نے اپنے چہرے سے ماسک ہٹایا، باسط بے اختیار ٹھٹھک گیا۔

اس کی آنکھیں —وہ گہری، طلسماتی آنکھیں، جن کی پتلیاں نوکیلی تھیں، جیسے کسی شکاری کی آنکھیں ہوں۔ ان کی رنگت عنبری تھی، شربتی روشنی میں دمکتی، اور لمبی گھنی پلکوں کی جھالر میں چھپی ہوئی۔ اس کی پتلی ناک پر ایک ہلکی سی لکیر تھی، جو اس کے چہرے کو مزید منفرد بنا رہی تھی۔ تھوڑی پر بھی ایک نفیس سی لکیر، جو اس کی ہڈیوں کی تراش کو اور نمایاں کر رہی تھی۔

اس کا چہرہ —چھوٹا مگر متناسب، گالوں کی ہڈیاں اوپر کو اٹھتی ہوئی، اور دونوں گالوں پر ہلکی سی گہرائی، جو بولنے پر مزید نمایاں ہو جاتی۔ لب مکمل تراشیدہ، گلابی، اور قدرتی طور پر ابھرے ہوئے، جیسے کسی مصور نے خاص توجہ سے انہیں تراشا ہو۔

اس کے کندھوں تک آتے، گھنے، بھورے بال جو اندر کی طرف ہلکی لہروں میں مڑے ہوئے تھے، جیسے ہوا کی نمی سے خود بہ خود کسی شکل میں ڈھل گئے ہوں۔

باسط کو پہلی بار احساس ہوا کہ وہ شاید سانس لینا بھول گیا تھا۔

لڑکی نے ایک لمحے کے لیے اسے دیکھا، پھر نظریں چرا کر اطراف میں بے چینی سے دیکھنے لگی، جیسے جواب تلاش کر رہی ہو کہ وہ سب یہاں کیوں ہیں۔

مگر باسط جانتا تھا کہ اس لمحے کے بعد، بہت کچھ بدلنے والا تھا۔

یاقوت کا سر کسی سخت چیز سے جا ٹکرایا۔ ایک پل کو ایسا محسوس ہوا جیسے کھوپڑی کے اندر بجلی کوند گئی ہو۔ وہ سٹپٹایا، اپنے اطراف دیکھا، اور سامنے فوجی یونیفارم کے رنگ کا کوئی وجود کھڑا پایا۔

یاقوت نے بے ساختہ ہاتھ بڑھایا اور چھوا—سخت، پتھریلا، گرم ...جیسے چمڑے پر لوہے کی تہہ چڑھی ہو۔

وہ کچھ لمحے سمجھ نہ پایا کہ یہ کیا چیز ہے، پھر آہستہ آہستہ نظریں اوپر اٹھائیں، اور جیسے ہی اس کا دماغ حقیقت کو قبول کرنے کے قابل ہوا، وہ جھٹکے سے پیچھے ہٹا، مگر فرار کی جگہ نہ تھی۔

اس کے منہ سے بے ساختہ نکلا،" بھائی ...تیرا باقی کا حصہ کدھر ہے؟"۔

پھر اس نے ذرا اور اوپر دیکھا، اور ٹھٹھک گیا۔

۔"ارے ...یہ قدیمی لوٹے سے نکلا ہوا جن کون ہے؟"!۔

وہ شخص یاقوت کو خاموشی سے دیکھ رہا تھا۔ سات فٹ قد، سینہ یوں چوڑا جیسے کسی جنگلی درندے کی پسلیاں، اور اس کے کسرتی بازؤں پر دھڑکتی رگیں۔

جبڑا نوکیلا اور سخت، جیسے پتھروں سے تراشا گیا ہو، بائیں آنکھ کے کنارے سے کچھ تھوڑا نیچے تک ایک کٹ کا نشان، ہلکی مگر جچی تلی داڑھی، اور وہ آنکھیں...۔

بادامی رنگ کی مگر برف جیسی ٹھنڈی، جیسے کسی خون آشام بادشاہ نے ہزاروں قتل دیکھے ہوں اور اب کسی کی چیخیں اس کے دل پر اثر ہی نہ کرتی ہوں۔

وہ شخص یاقوت کے ہلکے پھلکے سوال کو یوں دیکھ رہا تھا جیسے کسی کمزور شکار کو اپنی پنجوں میں نچوڑنے سے پہلے اسے آخری لمحے تک تڑپنے کا موقع دے رہا ہو۔

پھر وہ بولا، آواز یوں بھاری تھی جیسے پہاڑوں کی گونج یا کسی جنگ میں چلائی گئ آخری للکار۔

''اسی جن کے کندھے پر تیرا سر دھرا تھا، ۔''

یاقوت کا رنگ ایک لمحے کو فق ہوا، پھر جلدی سے بولا،'' بھائی ...بندے کھاتے ہو کیا آپ؟''۔

وہ شخص لمحہ بھر کو رکا، پھر ایک قدم آگے بڑھایا، یاقوت پر سایہ پڑا اور وہ مزید دیوار سے جا لگا۔

''کھاتا نہیں ...مگر مارتا ضرور ہوں۔''

یاقوت کی آنکھیں پھٹ گئیں،'' جی، بادشاہ سلامت''...۔

اس نے فوراً ہی نظریں جھکائیں اور تیزی سے اطراف میں کچھ دیکھنے لگا، شاید فرار کا کوئی راستہ تلاش کر رہا تھا ...یا پھر کسی اور'' جن ''سے واسطہ پڑنے کے لیے ذہنی طور پر تیار ہو رہا تھا۔

..

کہف ایک کم عمر کورین لڑکی کے ساتھ کھڑی تھی، جو اسے قد اور عمر دونوں میں چھوٹی تھی۔ اس کے چہرے پر چینی طرز کے نازک اور متناسب خدوخال

تھے — چھوٹے چھوٹے، خوبصورت، بے حد پُرسکون۔ اس کے کانوں تک آتے نرم بال، اور بڑی سی آنکھیں جو خاموشی میں بھی بہت کچھ کہہ رہی تھیں۔ مگر وہ بول نہیں سکتی تھی۔ اس کی آواز کہیں کھو چکی تھی، شاید کسی حادثے میں، یا شاید وہ کوئی ایسا راز جان چکی تھی جسے ہمیشہ کے لیے خاموشی میں قید کر دیا گیا تھا۔ مگر وہ سن سکتی تھی۔ اور کہف سے اپنے مخصوص اشاروں میں بات کر رہی تھی۔

پھر وہ لمحہ آیا—۔

اچانک فضا میں ایک گرجدار آواز گونجی، جیسے آسمان زمین پر برسنے کو ہو۔

"Warriors, heed this command! You are the chosen ones—the survivors of the doom."

فضا میں ایک بےرحم سنّاٹا چھا گیا۔ جو سانسیں تھوڑی دیر پہلے بھاری تھیں، وہ اب ایک دم تھم گئیں۔

اطراف میں وہی سیاہ اور سرخ چوغوں میں لپٹے محافظ کھڑے تھے۔ ان کے چہروں پر جانوروں کے سرد ماسک تھے، جذبات سے عاری، بےرحم۔ جیسے وہ خود

زندہ انسان نہ ہوں، بلکہ کسی اور طاقت کے اشاروں پر چلنے والی بے روح مخلوق ہوں۔

پھر ایک اور اعلان ہوا، اور اس بار الفاظ کا وار پہلے سے زیادہ شدید تھا—۔

“Only three thousand warriors remain... from one million players.”

ہر طرف بے اختیار سسکیاں ابھریں، گہرے سانس لیے گئے، جیسے کسی نے ایک دم زمین کھینچ لی ہو۔

“Execution number: 997,000.”

یہ آخری ضرب تھی۔ کسی کے لبوں سے بے اختیار گھٹی گھٹی چیخیں نکلیں، کسی نے اپنا چہرہ ہاتھوں میں چھپا لیا، اور کسی نے بے یقینی سے اطراف میں دیکھا، جیسے یقین نہ آ رہا ہو کہ وہ حقیقت میں اس جگہ موجود ہیں۔

پھر وہ اعلان جو اب وارننگ تھی، اور اس میں وہی وحشیانہ بے دردی جھلک رہی تھی جو اس پورے کھیل میں رچی بسی تھی—۔

“You are here because we willed it. You will leave only when the game is won.”

اب لہجے میں ایک خباثت تھی، ایک چھپا ہوا زہر——۔

“If you try to escape… the world outside will not be kind to you. Your fate will be decided by the executioners… or worse, by the ones who hunt in the shadows.”

یہ کھیل صرف کھیل نہیں تھا، یہ ایک پھندا تھا۔ ایک ایسا جال جس میں ہر کھلاڑی کو سوچ سمجھ کر پھنسانا گیا تھا۔ وہ سب خود نہیں آئے تھے، انہیں دھکیل کر یہاں لایا گیا تھا، ایک ایک قدم، ایک ایک چال پہلے سے ترتیب دی جا چکی تھی——۔

یاقوت کے سامنے وشنو کا قتل تھا، ایک ایسا قتل جو اس نے خود نہیں کیا تھا، مگر اس کے ہاتھوں پر لگا خون حقیقت تھا۔ پولیس کو کال کس نے کی تھی؟“ بلیو وہیل ”نے۔

باسط اور کہف نے چوری کی تھی، مگر ان سے کرائی گئی تھی۔ پھر پولیس کو اطلاع کس نے دی تھی؟" بلیو وہیل "نے۔

یہ سب ایک جال تھا۔ اور جو اس آخری ٹاسک کو ہار گیا ، وہ یا تو مر چکے تھے ...اور جال میں پھنسے یہاں موجود تھے۔

یہاں کوئی معافی نہیں تھی۔ کوئی بھاگنے کا راستہ نہیں تھا۔

یہ کھیل تھا ...مگر اس کا انجام زندگی یا موت کے سوا کچھ نہیں تھا۔

____

پھر اعلان ہوا —مگر اس بار اس میں خوف کے بجائے کچھ اور تھا، کچھ ایسا جو انسانی فطرت کے سب سے تاریک گوشے کو چھو رہا تھا۔

اب لالچ دی جا رہی تھی۔

"Task winners, congratulations. Your five hundred thousand dollars have been successfully transferred to your accounts."

ہجوم میں سرگوشیاں ہونے لگیں، وہ جو بے یقینی کی دھند میں کھڑے تھے، اب ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ کچھ کی آنکھوں میں سوال تھے، کچھ کی آنکھوں میں روشنی جھلکنے لگی —امید کی روشنی یا ہوس کی، یہ کہنا مشکل تھا۔

اور پھر، ایک اور اعلان، جو درحقیقت ایک زہر میں بجھا ہوا ترغیب نامہ تھا—۔

"Now, the final and most defining phase of this game begins. Web—where your fate is not just sealed by your knowledge and wit, but also by your physical prowess. As in the law of the jungle, the strong shall reign supreme... and the weak shall perish."

اب فضا میں ایک سنّاٹا پھیل گیا۔ جیسے سب کے سانسوں نے لمحے بھر کے لیے رکنا سیکھ لیا ہو۔

اور پھر وہ آخری ضرب —وہ پیشکش جو صرف ایک پیشکش نہیں تھی، بلکہ ایک پھندا تھی، جو اب خود ان کے اندر لالچ کے شعلے بھڑکا رہی تھی—۔

"Warriors, the one who conquers this Diamond Phase will claim a staggering reward of fifty thousand billion dollars!"

فضا میں جیسے سنسنی دوڑ گئی۔ کچھ کے دل زور سے دھڑکے، کچھ کے ہاتھ بےاختیار سخت ہوگئے۔ سب نے بےیقینی سے سنا، اور پھر ...پھر انہیں یقین آ گیا۔

"The final rule is simple. After the last round, the remaining amount will be split among the survivors. But if you reach the last stage alone… the entire sum belongs to you. Yes—fifty thousand billion dollars… all yours. Or… shared among those who survive. The choice is yours. Trust no one. Just survive, just win. Become the one true warrior."

ہجوم میں چہ میگوئیاں بڑھنے لگیں۔ سرگوشیاں تیز ہونے لگیں، کچھ کے ہونٹوں پر مسکراہٹیں کھلنے لگیں، کچھ کے اندر وسوسے سر اٹھانے لگے۔

جنہیں انگریزی نہیں آتی تھی، وہ اپنے پاس کھڑے لوگوں سے ترجمہ پوچھنے لگے، اور جیسے ہی انہوں نے رقم سنی، ان کے چہروں پر بھی ایک عجیب سی روشنی آگئی ——وہ روشنی جو انسان کے دل میں دولت کی ہوس پیدا کرتی ہے، جو اسے اپنے اصول توڑنے پر مجبور کرتی ہے، جو اس کے ضمیر کو خاموش کر دیتی ہے۔

کچھ نے بےاختیار اثبات میں سر ہلایا۔ جیسے سب کچھ سمجھ گئے ہوں۔ جیسے وہ لمحہ بھر پہلے موت کے خوف میں تھے، مگر اب ...اب وہ رقم کی چمک میں جلنے لگے تھے۔

یہ کھیل صرف طاقت کا نہیں تھا۔ یہ کھیل ان کی خودی، ان کے ضمیر، ان کی انسانیت کا امتحان تھا۔

یہ کھیل ان کی حقیقت کو بےنقاب کرنے والا تھا۔

وسیع و عریض ہال نما کمرے میں ہلکی سرخ روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ اونچی چھت پر سنہری جھاڑ فانوس آویزاں تھا، جس کی روشنی مدھم کر دی گئی تھی۔ لمبے، سیاہ صوفوں پر چند پراسرار افراد براجمان تھے۔ ان کے چہروں پر بے حس مسکراہٹیں تھیں، جیسے وہ کسی شطرنج کے کھیل کو دیکھ رہے ہوں جہاں مہرے جیتنے کے لیے ایک دوسرے کا خون بہانے پر آمادہ ہوں۔

سامنے، ایک وسیع شیشے کی دیوار تھی، جس کے پیچھے براہِ راست گیم زون نظر آ رہا تھا—وہاں کھڑے کھلاڑیوں کے چہرے خوف سے زرد ہو رہے تھے، کسی کے ماتھے پر پسینے کے قطرے چمک رہے تھے، تو کوئی بے یقینی کے عالم میں اردگرد دیکھ رہا تھا۔

صوفے کے وسط میں بیٹھا ایک لمبا شخص سگار سلگا کر دھوئیں کے مرغولے چھوڑ رہا تھا۔ اس کے ہونٹوں پر زہریلی مسکراہٹ تھی، جیسے وہ پہلے ہی جانتا ہو کہ ان کھلاڑیوں کا انجام کیا ہوگا۔ اس نے سگار کی راکھ جھاڑتے ہوئے انگلی سے سامنے کی طرف اشارہ کیا اور انگریزی میں زہر میں بجھے لہجے میں کہا

“These dogs, who consider themselves intelligent... Just throw them the bait of money, and they’ll sell their own sisters for it.”

کمرے میں قہقہے گونجنے لگے۔ وہ سب محظوظ ہو رہے تھے، جیسے کسی خون آشام تماشے کے پہلے منظر سے لطف اندوز ہو رہے ہوں۔

گیم زون—جہاں موت کھلاڑیوں کی منتظر تھی۔

اچانک، ایک زوردار آواز گونجی اور پوری چھت ہل گئی۔ پلئیرز نے چونک کر اوپر دیکھا—چھت سے سینکڑوں پھندے نیچے کی طرف جھول رہے تھے، جیسے سائے اپنی بانہیں پھیلا رہے ہوں۔

کسی کے لبوں سے بےاختیار ایک سسکی نکلی۔ آنکھیں خوف سے پھیل گئیں۔ کچھ لوگوں نے اضطراب میں پیچھے ہٹنے کی کوشش کی، مگر گارڈز نے فوراً انہیں روک لیا۔

پھر اچانک، پورے ایریا میں ایک گہری، بے رحم آواز گونجی—وہ اعلان جو موت کا پیغام لے کر آیا تھا

“Players... Look above you. These hanging nooses—only 2800 of them exist. The rest... will not be so fortunate.”

خاموشی چھا گئی۔ کھلاڑیوں نے ایک دوسرے کو بے یقینی سے دیکھا۔

آواز مزید گہری، مزید سنگین ہو گئی

"Listen carefully, players! Some of you are lighter than the ropes' limit—once you hang, there will be no escape. Death will be instant.

But for those whose weight exceeds the rope's strength… the rope will snap under pressure, and you will fall. If that happens, consider yourself a survivor.

Choose wisely… your fate is in your hands."

کچھ لوگوں کی سانسیں اٹک گئیں۔

"This game is not about strength, nor about intelligence. It is about luck… and choice. We have selected 2800 ropes… and 200 of you will face execution. You have exactly 20 minutes to make your decision. Place the noose around your neck… or

be dragged to your fate. If you hesitate, you die. If you choose the wrong rope, you die. If the weight plays against you... you die."

"Choose wisely."

پلئیرز کی ٹانگیں لرزنے لگیں۔ ان کی پیشانیاں پسینے سے بھیگ گئیں۔ وہ لمحہ جب زندگی اور موت کا فاصلہ صرف ایک رسی جتنا رہ گیا تھا۔

ٹائمر آن ہو چکا تھا——۔

"20..."

ایک جھماکے کے ساتھ پورا ہال جلتی بجھتی سرخ روشنیوں میں نہا گیا، جیسے کسی مذبح میں آخری قصائی ہونے کو تھا۔

"19..."

اناؤنسمنٹ ہوئی، ایک بھاری مردانہ آواز گونجی، سفاک اور بے رحم——۔

"Now... Run for your luck!"

اور پلئیرز پاگلوں کی طرح بھاگنے لگے۔

کسی کے قدم لڑکھڑائے، کوئی دوسروں کو دھکیلتا آگے بڑھا، کوئی رسیوں کی طرف لپکا، جیسے درندے آخری بوٹی پر جھپٹ رہے ہوں۔ ہر چہرے پر وحشت تھی، ہر سانس میں بے یقینی۔

کہف نے ایک طرف دیکھا، وہ کورین لڑکی سہمی ہوئی کھڑی تھی، اس کے چہرے پر وہ خوف تھا جو زبان سے بیان نہیں ہو سکتا تھا۔

کہف کی آواز کانپ گئی۔" یہ لڑکی بول نہیں سکتی اس کی مدد، کرو باسط"۔

باسط اس کی طرف بڑھا، تب ہی وہ لڑکی ان کی جانب آئی جس کی خوبصورتی کا اسیر باسط، ہوچکا تھا

۔"میں بتاتی ہوں کون سی رسی ٹھیک رہے گی۔ میرے مالک مکان جلاد تھے، مجھے معلوم ہے کون سی رسی تمہارے وزن کے حساب سے بہتر ہے"!۔

کہف نے چونک کر اسے دیکھا، پھر لبوں میں تلخی سے کہا،" پاکستان میں انصاف بھی ہوتا ہے؟"۔

لڑکی کے ہونٹوں پر ایک خشک مسکراہٹ آئی،" یہاں پاکستان کے عدل پر بحث کرنے کی بجائے جلدی سے اپنی جان بچا لو"!۔

وہ فوراً کورین لڑکی کی طرف مڑی، اس کے وزن کے مطابق اس کے گردن میں پھندا ڈالا پھر کہف کی گردن میں ۔

اور باسط کی طرف بڑھی، مگر باسط نے روکا،

"Don't worry about me!"

لڑکی نے ایک سخت نگاہ سے اسے دیکھا، اور زبردستی رسی اس کے گلے میں ڈال دی ۔

پھر وہ اپنی رسی ڈھونڈنے میں مگن ہو گئی۔

یاقوت نے ایک آخری گہرا سانس لیا اور کسی بھی رسی کو تھام لیا،" بھاڑ میں جائے !قسمت آزماتے ہیں"!۔

"5..."

کہف نے ایک تیز سانس لی۔

"4..."

وہ دبنگ، وحشی چال والا شخص ہجوم کو چیرتا آیا—ساٹ فٹ قد، دونوں ہاتھ جیب میں، جیسے یہ تماشہ اس کے لیے کچھ بھی نہ ہو۔

"3..."

اس نے بے نیازی سے ایک پھندا تھاما، ایک نظر ڈالی، اور بغیر کسی ہچکچاہٹ کے گلے میں ڈال لیا۔

"2..."

وہ جانتا تھا—یہاں جو بھی ہو، وہ نہیں مرے گا۔

"1..."

یکدم، پورے ہال میں موت کی خاموشی پھیل گئی۔

تبھی، ایک دھماکہ ہوا—۔

پیچھے ایک لڑکی چیخ رہی تھی، اس کی آنکھوں میں خوف تھا، اس کا جسم لرز رہا تھا۔ ایک افغانی نے اسے دھکیل کر پیچھے پھینکا اور خود رسی میں لٹک گیا۔

۔"یہ غلط ہے !یہ غلط ہے"!وہ انگریزی میں چلائی۔

افغانی نے اوپر سے ایک سرد نگاہ ڈالی، اس کے ہونٹوں پر ایک سفاک مسکراہٹ آئی،" چُپ شا، مڑا"!۔

اور پھر——۔

روشنی چمکی۔

سرخ چوغے والوں نے آگے بڑھ کر ان 200 بدقسمت لوگوں کو دیکھا جو پھندے میں اپنی گردن نہ ڈال سکے تھے۔

گن فائر!۔

ہر طرف خون کے فوارے چھوٹ گئے، لاشیں فرش پر گرنے لگیں۔

افغانی آدمی، جو ابھی ابھی رسی پر گیا تھا، نیچے دیکھ کر مسکرایا۔

اور ٹوٹی پھوٹی انگریزی میں گویا ہوا

"You save life of me, heaven is... you."

لڑکی کا رنگ سفید پڑ گیا۔

اچانک، ایک چوغے والا اس کے سر کے پیچھے آ گیا، اور——

بندوق کی آواز

لڑکی کی کھوپڑی چٹخ گئی۔

کہف نے بے اختیار آنکھیں بند کر لیں، آنسو ضبط کرتے ہوئے۔

یاقوت نے بھی اپنی آنکھیں سختی سے میچ لیں۔

خاموشی چھا گئی۔

پھر، اسپیکرز پر ایک اور ظالمانہ اعلان گونجا——۔

"Congratulations, survivors... But don't celebrate yet. Let's see if you can survive your own luck... or not."

لمحہ بھر کے سکوت کے بعد، یکدم زمین لرز اٹھی، گویا کسی دیو ہیکل دروازے کے کھلنے کی آواز گونج اٹھی ہو۔

دفعتاً، فرش میں دراڑیں پڑنے لگیں، جیسے زمین اپنی کوکھ سے کسی بھیانک بلا کو آزاد کرنے والی ہو۔ پھر وہ لمحہ آیا—ایک زوردار جھٹکے کے ساتھ نیچے کی زمین دو حصوں میں دروازے کی مانند کھل گئی، اور جن لوگوں کے گلوں میں رسی کی گرفت ڈھیلی پڑ چکی تھی، وہ یکلخت خلا میں جھول گئے۔

کہف، باسط، وہ کورین لڑکی، اور وہ لڑکی جو ان کی مدد کر رہی تھی، سبھی کسی بے جان پتھر کی طرح نیچے اندھیرے میں جا گرے۔ ایک گہرا دھواں اٹھا، جس نے ان کے گرنے کی ہولناکی کو اور بھی خوفناک بنا دیا۔ مگر سب سے زیادہ لرزہ خیز منظر وہ تھا جو یاقوت کے ساتھ پیش آ رہا تھا۔

وہ ہوا میں معلق تھا، اس کے جسم کا بوجھ گلے میں کسنے والی رسی پر تھا۔ اس کی سانسیں دم توڑ رہی تھیں، آنکھوں کی پتلیاں پھیل چکی تھیں، جیسے روشنی کھو رہی ہوں۔ انگلیاں بے اختیار رسی پر جکڑنے کی کوشش کر رہی تھیں، مگر گرفت کمزور ہوتی جا رہی تھی۔ پاؤں بے اختیار جھٹکے کھا رہے تھے، جیسے بے بسی میں

زمین تک پہنچنے کی کوشش کر رہے ہوں، مگر وہاں کچھ نہ تھا—بس ہوا کا ایک سرد خلا تھا۔

اس کے کانوں میں ایک تیز سنسناہٹ ابھری، جیسے ہوا اس کے کانوں میں ماتم کر رہی ہو۔ وقت جیسے تھم چکا تھا۔

پھر یکدم، رسی چرچرانے لگی—یکے بعد دیگرے ریشے ٹوٹنے لگے۔ ایک لمحے کے لیے یاقوت نے اپنی آخری ہچکی لی، جیسے وہ اب فنا ہونے والا ہو۔ مگر پھر، ایک دھماکے دار آواز کے ساتھ وہ نیچے زمین پر آ گرا۔

اس کی پشت زمین سے ٹکرائی، دھول کے بادل فضا میں بکھر گئے۔ وہ وہیں پڑا رہا، سینے میں ہوا کا طوفان اٹھ رہا تھا، جیسے اس کے اندر کی زندگی لمحے بھر کے لیے منجمد ہو چکی ہو۔ پھر اس نے ایک گہری سانس لی، کھانستا ہوا اپنی جگہ سے بمشکل اٹھنے کی کوشش کی۔

ارد گرد نظر دوڑائی تو محسوس ہوا کہ وہ ان خوش نصیبوں میں شامل تھا جو بچ چکے تھے۔ باقی لاشیں بے جان ہوا میں معلق لٹک رہیں تھیں ، افغانی بھی اسی کی طرح زمین پر گرا تھا، ہانپ رہا تھا، مگر زندہ تھا۔

اور ہاں، وہ سات فٹ کا دیو—جو اپنی جسامت میں ایک پہاڑ کی مانند تھا—اس کا بچنا تو طے تھا۔ اس کا پتھریلا، فولادی جسم، اس کے تناؤ سے بھرپور عضلات، وہ بھلا کسی معمولی رسی کی گرفت میں کیسے آ سکتا تھا؟ جیسے ہی اس کا وزن رسی پر پڑا، وہ چرچرانے لگی، ریشے تیزی سے ٹوٹنے لگے، اور پھر یکدم رسی دھاڑ کے ساتھ ٹوٹ گئی۔ سب سے پہلے وہی نیچے جا گرا تھا، جیسے کوئی دیو ہیکل چٹان بلندی سے زمین پر آن پڑی ہو۔

یاقوت اور اس جیسے دیگر چند بدنصیب، جو بمشکل سانسوں کی لڑکھڑاہٹ کے ساتھ موت کی آخری حدوں تک پہنچ چکے تھے، کسی معجزے کے تحت بچ گئے۔ ان کی رسی یا تو وقت سے پہلے ٹوٹ گئی تھی یا پھر ان کے وزن اور قسمت نے انہیں گرنے کی اجازت دے دی تھی۔

مگر وہ لوگ، جنہوں نے اپنی چالاکی پر بھروسا کرتے ہوئے ٹھیک رسی چنی تھی، وہ یکدم زمین میں کھلنے والے خلا میں جا گرے، کہ جیسے کسی دھوکے کا شکار ہو گئے ہوں۔ وہی حال کہف اور باسط کا بھی ہوا، اس لڑکی کی چالاکی کی وجہ سے وہ اور وہ، کورین لڑکی بچ چکے تھے

وہاں جو کچھ ہوا تھا، وہ انسانی ذہن کے لیے ناقابلِ فہم تھا۔ ایک کھیل، ایک آزمائش، ایک جان لیوا تمسخر—جس میں زندگی کی قیمت صرف قسمت پر منحصر تھی۔

... .

کچھ دیر بعد وہ سب باہر کھڑے تھے۔ گرد و غبار بیٹھ چکا تھا، مگر فضا میں ابھی تک موت کی بساند رچی ہوئی تھی۔ زمین پر جما ہوا خون اندھیرے میں سیاہ ہو چکا تھا، اور جو لاشیں ابھی کچھ دیر پہلے سسکتی تھیں، وہ اب گم ہو چکی تھیں۔ جیسے کبھی یہاں کچھ ہوا ہی نہ ہو، جیسے یہ سب ایک وہم تھا، ایک دھوکہ، ایک خواب۔۔۔ مگر وہ جانتے تھے کہ یہ حقیقت تھی۔

پھر یکدم ہوا میں بازگشت گونجی، جیسے اندھیری رات میں کوئی آسیب سرگوشی کر رہا ہو۔ اسپیکرز سے آتی بھاری، گمبھیر آواز نے فضا میں ایک نیا خوف بکھیر دیا

"Well done, warriors! You have proven your worth. You have survived... but survival is not the end. Eat, drink, regain your strength—because the next game

awaits. And remember... only the strongest will endure."

☆☆☆----

یہ جگہ سمندر کی سطح کے نیچے تھی، ایک پراسرار اور وسیع و عریض گیم زون، جہاں باہر کی دنیا سے کوئی رابطہ نہ تھا، نہ کھڑکیاں تھیں، نہ کوئی ایسا دریچہ جہاں سے روشنی کی کرن داخل ہوسکتی۔ ایک الگ تھلگ جہان، جہاں صرف وہی قوانین چلتے تھے جو ان کے نامعلوم منتظمین نے بنا رکھے تھے۔ پلئیرز کو نہیں معلوم تھا کہ وہ کہاں ہیں، سمندر کے کس گہرے حصے میں ان کی آزمائش جاری ہے، بس ایک ہی حقیقت تھی، ایک ہی اصول —زندہ رہنے کے لیے کھیلنا ہوگا، ہر قیمت پر۔

اس وقت تمام کھلاڑی ایک وسیع و عریض بعام خانے میں موجود تھے۔ دیواریں گہرے نیلے اور سیاہ رنگوں میں رنگی تھیں، اوپر سے سرخ وہیل کی شکل کی لالٹینیں مدھم روشنی بکھیر رہی تھیں، جیسے کسی پُراسرار مچھلی کے جبڑے سے روشنی چھن رہی ہو۔ چمکیلے ٹائلوں کا فرش، اطراف میں گہرے سبز پودے، ہر

چیز اتنی عالیشان تھی کہ لمحے بھر کو بھول جانے کو جی چاہتا تھا کہ وہ ایک بے رحم کھیل میں شامل ہیں۔

مگر حقیقت سے نظریں چرانا ناممکن تھا۔

کہف، باسط کو تلاش کرتی نظریں دوڑاتی آگے بڑھ رہی تھی۔ اس کے ساتھ وہی کورین لڑکی تھی جو اب اس کے پیچھے پیچھے چل رہی تھی، کسی حد تک سہمی ہوئی، مگر شاید کہف کی موجودگی میں اسے تھوڑی سی تسلی تھی۔ پھر ...کہف کی آنکھوں نے سیاہ شرٹ اور سیاہ ڈریس پینٹ میں ملبوس ایک مانوس قامت کو جا لیا۔ باسط؟ ہاں، شاید وہ باسط ہی تھا ...یا کم از کم وہ یہی سمجھ رہی تھی۔

بےاختیار اس کے قدم تیز ہوئے۔ اس نے بنا سوچے سمجھے اپنا ہاتھ اٹھایا اور گردن کی پشت پر ایک ہلکا سا چپت جڑ دیا—

اور یکدم ایک بجلی کی سی لہر اس کے بازو سے گزری۔

درد کی ایک تیز لہر اس کے ہاتھ میں دوڑی، جیسے کسی پتھریلی دیوار سے ٹکرا گئی ہو۔ وہ چونک کر ایک قدم پیچھے ہٹی، آنکھوں میں حیرت، پیشانی پر شکنیں، جیسے اسے اپنی ہی حماقت پر یقین نہ آیا ہو۔

سامنے کھڑا شخص آہستہ آہستہ پلٹا۔

یہ باسط نہیں تھا۔

یہ تو...

وہ، ہی سات فٹ کا دراز قد شخص تھا، جس کا وجود گویا پتھروں میں تراشا گیا تھا۔ چوڑا سینہ، مضبوط جبڑے، گہری آنکھیں جو جیسے رات کے اندھیرے کی طرح پراسرار تھیں۔ وہ خاموشی سے کہف کی طرف دیکھ رہا تھا، مگر اس کے چہرے پر کوئی تاثر نہیں تھا، کوئی حیرانی نہیں، جیسے یہ سب اس کے لیے بے معنی ہو۔

کہف ہونٹ بھینچ کر رہ گئی۔ اس نے اپنا دکھتا ہوا ہاتھ دبایا اور جھینپ کر بولی،

''اوہ ...آئی ایم سوری ...مجھے لگا، میرا بھائی ہے، باسط۔''

اس کی آواز میں ہلکی سی شرمندگی تھی۔ مگر سامنے کھڑے شخص نے کچھ نہیں کہا۔ بس چند لمحے اسے دیکھتا رہا، پھر آہستہ سے آگے بڑھا، اس کا ہاتھ پکڑا، اور ایک مخصوص انداز میں گھمایا۔

کہف نے ایک دم محسوس کیا جیسے اس کا سارا درد غائب ہوگیا ہو۔

اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتی، وہ اجنبی خاموشی سے واپس بیٹھ گیا، کرسی پر براجمان ہوکر اپنے سامنے رکھے جوس کے گلاس میں مصروف ہوگیا، جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔

کہف نے حیرت سے اسے دیکھا، پھر ایک نظر اپنی کورین ساتھی پر ڈالی، جو دانت نکال کر مسکرا رہی تھی۔ جیسے کوئی دلچسپ منظر دیکھ رہی ہو۔

کہف نے گردن موڑ کر سوالیہ نظروں سے اسے گھورا، جیسے پوچھ رہی ہو،'' کیا ہوا؟ ''مگر وہ بس چپ رہی، ہنستی رہی۔

''کہف !تم یہاں کیا کر رہی ہو؟''

باسط کی آواز نے سارا منظر توڑ دیا۔

کہف نے فوراً پلٹ کر اسے دیکھا۔ باسط قریب آرہا تھا، چہرے پر معمولی تشویش۔

''تمہیں ڈھونڈ رہی تھی میں ''!کہف بولی، پھر ایک بار پیچھے دیکھا، جہاں وہ اجنبی بیٹھا تھا، پرسکون، بے نیاز، جیسے دنیا میں کوئی دلچسپی نہ ہو۔ کہف نے آہستہ سے باسط کے کان میں سرگوشی کی،

''اور ان کو تھپڑ مار دیا۔''

باسط نے ایک لمحے کے لیے آنکھیں بند کیں، جیسے خود کو پرسکون کر رہا ہو، پھر اس شخص کی طرف متوجہ ہوا۔

"آئی ایم سوری یار، میری بہن ذرا جلد باز ہے۔"

اس اجنبی نے نظریں اٹھائیں، جیسے پہلی بار باسط کو دیکھ رہا ہو، پھر ہلکی مسکراہٹ اس کے چہرے پر بکھر گئی۔

"کوئی بات نہیں۔"

باسط نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا" محمد باسط۔"۔

وہ دراز قد شخص چند لمحے اسے دیکھتا رہا، پھر اپنا ہاتھ بڑھایا، مضبوط گرفت کے ساتھ ہاتھ ملایا، اور مسکراتے ہوئے بولا،

"عبدالدیان۔"

باسط نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ سر ہلایا، جیسے وہ نام کسی گونج کی طرح اس کے ذہن میں محفوظ ہوگیا ہو۔

اور تب ہی...

اچانک پورے ہال میں گونجتی ہوئی اناؤنسمینٹ نے ماحول کا جادو توڑ دیا—۔

“Warriors, your feast awaits. Eat well and regain your strength!”

باسط نے عبدالدیان کی طرف دیکھا،“ چلو برو، کھانے کا وقت ہوا۔”۔

دیان نے مسکراتے ہوئے سر ہلایا،“ چلو۔”۔

اور تینوں آگے بڑھ گئے، ایک ایسا تعلق جو ابھی مکمل پہچانا نہ گیا تھا، مگر ایک غیر محسوس طریقے سے جُڑ چکا تھا۔

----۔

----☆☆☆

کہف کھانے کے لیے بوفے کی طرف بڑھی، اس کے ساتھ وہ کورین لڑکی بھی تھی۔ سامنے ایک لڑکی کھڑی تھی، جو خاموشی سے اپنی پلیٹ میں کھانا ڈال رہی

تھی۔ چہرے پر سکون اور آنکھوں میں ٹھہراؤ تھا، جیسے کچھ بھی اسے پریشان نہ کر سکتا ہو۔

کہف نے ایک لمحے کو اسے دیکھا، پھر چہرے پر شکر گزاری کے تاثرات لیے آگے بڑھی۔

۔"السلام علیکم "!کہف نے نرم لہجے میں کہا، پھر ہلکا سا مسکراتے ہوئے بولی،

"Thank you یار, تمہاری وجہ سے ہم ابھی تک زندہ ہیں Honestly, ... really appreciate it!"

وہ لڑکی مسکرائی، آنکھوں میں ہلکی سی چمک در آئی۔" شکریے کی کیا بات؟ مجھے خوشی ہوئی کہ میں کسی کام آ سکی۔"۔ ۔

کہف نے دلچسپی سے اسے دیکھا، پھر بولی،" تمہارا نام کیا ہے؟"۔

"نمل حیات۔"

کہف نے ستائشی انداز سے اسے دیکھا، پھر مسکراتے ہوئے سر ہلایا۔

۔"اور تمہارا؟ "نمل نے پوچھا۔

"نورِ کہف۔ "کہف بولی، پھر خود ہی ہنس دی۔" میں نے خود رکھا ہے"!

نمل نے ذرا گردن موڑی، جیسے سمجھنے کی کوشش کر رہی ہو۔" ہاں؟ مطلب؟"۔

کہف نے آنکھیں گھمائیں

"تھوڑا صبر رکھو I'll tell you, ... Let's at least be friends first!"

اتنے میں پیچھے سے ایک آواز آئی، بھاری بنگالی لہجے میں"—ہوٹ"!۔

کہف نے ذرا چونک کر پیچھے دیکھا، پھر آنکھیں سکیڑ کر بولی،

"Oh, we know we're hot... but hell's got us all beat!"

وہ شخص ہلکا سا جزبز ہوا اور دوبارہ بولا،" ارے، ہوٹ"!۔

کہف نے بیزاری سے ہاتھ جھٹکا۔

ہمیں پتہ ہے" ۔"

۔" تمہیں نہیں کہہ رہا، "ایک اور آواز آئی۔ وہ یاقوت تھا، جو اپنی پلیٹ سبزیوں سے بھر رہا تھا۔ سر اٹھائے بغیر بولا،" وہ 'تمہیں' ہوٹ 'نہیں کہہ رہا، کہہ رہا ہے' ہٹو'۔ بنگالی ہے، الفاظ کی غراریاں الجھی ہوئی ہیں۔"۔

کہف نے تپ کر پیچھے دیکھا اور طنزیہ بولی،" منہ سے تھوک نکال کر بندہ بولتا ہے"!۔

یاقوت نے کندھے اچکائے۔" بیچارے کے گلے میں قدرتی تھوک اٹکا ہوا ہے، جبھی اردو پھنسی ہوئی ہے"!۔

کہف نے ہنسی ضبط کرنے کی کوشش کی، مگر نظر یاقوت کی پلیٹ پر گئی تو حیرت سے بولی،" یہ کیا، پوری فوج کے لیے کھانے کا سامان لے جا رہے ہو؟"۔

یاقوت بے نیازی سے بولا، ۔

۔'' لینا تو مجھے گوشت ہی تھا، مگر اِن پہ بھروسہ نہیں بھئی ! پتہ نہیں کس جانور کا گوشت ہو، اوپر سے یہ لوگ مانتے بھی شیطان کو ہیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ بیل کا گلا کاٹتے ہوئے اُس کا ہی نام لے لیا ہو !بس اس لیے، سبزیاں ہی بھری ہیں ...ایمان ہے تو باقی سب ہے''!۔

کہف نے منہ بنا لیا۔

"So tiny, yet so full of talk! Seriously, looks like some cartoon character just walked out of a story!"

یاقوت نے فوراً ترکی بہ ترکی کہا،'' میرا قد پانچ فٹ سات انچ ہے، اور تم مجھ سے لمبی ہو کوئی نہیں، چلے گا۔ بچوں کا قد لمبا ہوگا ''!۔

کہف کا منہ حیرت سے کھل گیا۔'' تم وہی ہو نا، جو مجھے اردو کے پیر توڑنے کا طعنہ دے رہا تھا؟''۔

یاقوت نے اثبات میں سر ہلایا۔'' تو وہ آپ تھیں؟''۔

کہف نے ناک سکوڑی یاقوت وہاں سے پلیٹ لیے چل دیا، نمل نے اسے دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا،'' کیوٹ''!۔

پھر اس نے سیرا کی طرف دیکھا اور پوچھا،'' اور تمہارا نام کیا ہے؟''۔

کہف نے فوراً جواب دیا،

(Yujin-Sera)

یوجِن سیرا۔'' ۔''

وہ مزید مطلب بتاتے بولی''مینس روشن اور قیمتی خوشی'' ۔

نمل مسکرائی'' واؤ ہم سب کے ہی نام یہاں رئیر ہیں ،خیر چلیں کھانا ڈالتے ہیں۔''۔

کہف نے سر اثبات میں ہلایا ۔'' آہم، چلیں''!۔

----☆☆☆----

یہ پورا ہال روشنیوں اور آوازوں میں ڈوبا ہوا تھا۔ ہر طرف کھانے کی خوشبو تھی، پلیٹوں کی کھنکھناہٹ اور لوگوں کی سرگوشیاں۔ مگر ایک طرف ہوا اچانک بوجھل ہونے لگی تھی۔

یاقوت اسی بنگالی شخص کے ساتھ ٹیبل پر بیٹھا اپنے کھانے میں مشغول تھا۔ باسط اور اس کے ساتھی چند ٹیبل کے فاصلے پر تھے۔ دفعتاً، وہی افغانی، جس کی، وجہ سے وہ گوری لڑکی مری تھی پانچ لڑکوں کے ساتھ آگے بڑھا۔ وہ یاقوت کے سامنے جا کر رکا، ہاتھ میز پر رکھا اور بھاری آواز میں بولا

۔"اٹھو میز سے، ہم کو بیٹھنا ہے ادھر"!۔

یاقوت نے نوالہ چبایا، نگل کر پانی پیا، اور پوری بے نیازی سے سر اٹھایا۔" تو میں کون سا کرونا کا۔ مریض ہوں بیٹھ جاؤ کرسیاں خالی ہیں"۔

افغانی کی بھنویں تن گئیں۔" چار کرسیاں خالی ہیں، دو بندہ کدھر بیٹھے گا؟"۔

یاقوت چہچ چلاتے ہوئے بولا،" تو جا اور دو کرسیاں لے آ، میرا ٹینڈر نہیں لگا کہ میں تجھے اپنی کرسی بھی دے دوں۔"۔

افغانی کا چہرہ تمتما اٹھا۔ وہ یہاں اپنی دھاک بٹھانے آیا تھا، مگر یہ لڑکا مزاحمت کر رہا تھا۔ وہ ایک قدم آگے بڑھا،" تم ہم کو نہیں جانتا، ہے نا؟"۔

یہ جملہ باسط اور کہف کے کانوں میں بجلی کی طرح گرا۔ کہف چونک کر پلٹی، نمل کے چہرے پر بھی تشویش پھیل گئی۔ باسط کرسی پیچھے کرتا اٹھنے لگا تھا جب دیان نے اس کی کلائی تھام لی۔ وہ آنکھوں ہی آنکھوں میں اسے روک رہا تھا۔

"بیٹھو، دیکھتے ہیں، یہ خود کیسے نبٹتا ہے۔"

باسط تھوڑا ہچکچایا مگر پھر بیٹھ گیا، مگر اس کی نظریں یاقوت پر جمی رہیں۔

یاقوت نے چمچ پلیٹ میں رکھا، اپنی جگہ سے ذرا سا جھک کر افغانی کو بغور دیکھا اور ہنسا،" دیکھ، میں نے افغانستان میں نکاح کر کے کوئی کھاتہ نہیں کھول رکھا جو تجھے جانوں، نہ ہی میں چنگیز خان ہوں کہ میری اولادیں ہر طرف بکھری پڑی ہوں۔ اس لیے سیدھا سیدھا بتا، کون ہے تو؟"۔

افغانی کے چہرے پر خون اتر آیا۔

"اٹھ جا، ہم تمہیں چھوڑے گا نہیں"!

یاقوت کرسی پر آرام سے ٹیک لگا کر مسکرایا،" کرسی تیرے پیو نے جہیز میں دی تھی جو میں تجھے واپس کر دوں؟"۔

افغانی کی آنکھیں سلگ اٹھیں، وہ آگے جھکا اور دھیمی مگر کرخت آواز میں بولا، ''ہمارا دماغ خراب مت کرو، ہم غصے میں آیا تو تیرا ہڈی پسلی ایک کر دے گا، دا خدایہ پارہ''!۔

یاقوت نے قہقہہ مارا،'' ہائے اللہ، دا خدایہ پارہ؟ قسم سے، لگتا ہے تیرے دماغ میں نسوار زیادہ چڑھ گئی ہے !ہونہہ، دماغ خراب ہونے کی بات کر رہا ہے، بندے کا دماغ ہو تو خراب ہو نا''!۔

افغانی نے غصے سے مٹھیاں بھینچیں، یاقوت مگر پوری بے فکری سے بولتا رہا، ''ویسے، مجھے پتہ ہے تو نے کیسے اس بیچاری لڑکی کو زبردستی دھکا دے کر خود اس کی جگہ لی تھی ...اور وہ تیرے ہی ہاتھوں مر گئی۔''۔

ہال میں سناٹا چھا گیا۔ کچھ لوگوں نے کھانا روک دیا، کچھ کی نظریں افغانی پر جم گئیں۔

افغانی نے دائیں بائیں دیکھا، چہرے کی رنگت بدل گئی مگر اس نے خود کو سنبھالا اور طنزیہ ہنسا،'' ہاں تو؟ یہ گیم ہے، جنگل کا قانون، جو طاقتور ہے، وہی بچے گا''!۔

یاقوت نے اپنی آستین چڑھائی اور زہر خند لہجے میں بولا،'' تو پھر میں تیرے حلق میں نسوار ٹھونس کر تیری سانس کی نالی بند کر دوں تو بھی کوئی مسئلہ نہیں نا؟ جنگل کا قانون، ہے نا؟''۔

افغانی کا رنگ فق ہوا، اس کے ساتھی ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔

۔''ہم تم کو چھوڑے گا نہیں ''!افغانی غرایا۔

یاقوت نے آنکھیں مچکائیں،'' پہلے تو جا، دودھ پی کے آ، جب شیر بن گیا تب آ کر دھاڑنا، ابھی تو صرف گلا خراب کر رہا ہے۔ ''۔

دیان نے دور بیٹھے بیٹھے اپنے گلاس میں برف گھمائی اور زیرلب مسکرایا۔ باسط نے گہری سانس لی۔ لگتا تھا، تماشا ابھی باقی تھا۔

دفعتاً ہال میں جیسے ہی یاقوت کی آخری بات گونجی، افغانی کے چہرے پر خون اتر آیا۔ وہ غرایا، دائیں ہاتھ کی مٹھی بھینچی، اور پشتو میں کوئی موٹی گالی دیتا ہوا یاقوت پر جھپٹ پڑا۔ مگر اس سے پہلے کہ وہ یاقوت کی گردن دبوچتا، یاقوت نے ہاتھ میں پکڑی چھری تیزی سے گھمائی اور سیدھا اس کے سینے کی طرف تان لی۔ لمحے بھر کے لیے سب کچھ تھم گیا۔

مگر اگلے ہی پل، افغانی کے جسم کو جکڑ لینے والا ایک زبردست کھنچاؤ محسوس ہوا۔ ایسا لگا جیسے کسی نے اس کی شرٹ کی پشت پکڑ کر لوہے کی زنجیر کی طرح کھینچ لی ہو۔ وہ رک گیا، حیران ہو کر پیچھے دیکھا —اور اس کا رنگ فق ہو گیا۔

دیان تھا۔

(Deyyan)

سات فٹ کا بلند قامت، سرد آنکھیں، چہرے پر وہ وحشی سکون جو خطرے کی علامت ہوتا ہے۔ ایک ہاتھ سے اس نے افغانی کی قمیص مٹھی میں دبائی ہوئی تھی، دوسرے ہاتھ سے اپنے سگریٹ کو گھمانے لگا۔

۔"اس بچے سے کیوں لڑ رہا ہے؟ مرد ہے تو ہم سے لڑ۔ "دیان کی آواز گہری تھی، جیسے گرجتا بادل۔

افغانی کے ماتھے پر پسینہ نمودار ہوا۔ وہ فوراً پیچھے نہیں ہٹا، مگر اس کی آنکھیں بے یقینی سے دیان کے قد و قامت کو ماپنے لگیں۔ پھر اس نے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا، مگر وہاں اب ہمت کم اور پسینہ زیادہ تھا۔

۔"اوہو، آ گئے میرے شیر بھائی "!یاقوت نے یکدم کرسی پیچھے دھکیلی اور اٹھ کر باسط اور دیان کے بیچ جا کھڑا ہوا۔" یہ دونوں میرے بھائی ہیں۔ اگر مجھے

ہاتھ بھی لگایا، تو ہڈیوں کا قیمہ بنا دیں گے۔ تو آرام۔ سے اپنی جگہ جا بیٹھ اور جوس پی۔"۔

باسط کے لبوں پر تمسخر ابھرا، وہ ایک قدم آگے بڑھا،" تیرے اور تیرے ان پانچ کتوں کے لیے ہم دو ہی کافی ہیں۔ "اس نے پہلے دیان کو دیکھا، پھر اپنی طرف اشارہ کیا۔

افغانی کے ماتھے پر بل پڑے۔

۔"ہم تمہیں چھوڑے گا نہیں !تم سے حساب نہ لیا، تو زما نوم شیر خان نہ، زما نوم دے، دوزخ کا ڈمب خان"!۔

اس کی آواز میں زہر تھا۔

یاقوت نے فوراً ہاتھ ہلایا،" ہاں ہاں چل جا بہت دھمکیاں ہوگئیں جا جا کر دو نان لگا اور نام بدل کر گیدڑ رکھ لے، ویسے بھی زیادہ سوٹ کرے گا"!۔

شیر خان کا رنگ مزید سرخ ہو گیا۔ اس نے گھور کر دیان کی گرفت سے نکلنے کی کوشش کی، مگر دیان کی مٹھی سیسہ بنی ہوئی تھی۔

۔"جا شیر خان، جا، کہیں اور جا کر دھاڑ، یہاں نہ رونا"! باسط نے تمسخر بھری مسکراہٹ کے ساتھ سر ہلایا۔

شیر خان نے غصے سے سر اثبات میں ہلایا، مگر یہ نظر آرہا تھا کہ وہ اس وقت کچھ کرنے کی ہمت نہیں رکھتا۔ وہ گردن موڑ کر وہاں سے چل دیا، اس کے ساتھی بھی دبے قدموں اس کے پیچھے ہو لیے۔

جیسے ہی وہ گیا، یاقوت نے بنگالی کی طرف دیکھا، جو پورے وقت خاموشی سے کھانے میں مشغول تھا۔

"او میسنے، کچھ بولتا کیوں نہیں تھا؟"

بنگالی شخص نے چمچ اٹھایا اور معصومیت سے کہا،" میں کھو رہا تھا۔"۔

یاقوت نے ہنکارا بھرا،" سہی ہے، کھانے سے زیادہ اہم تو کچھ ہو ہی نہیں سکتا"! وہ کچھ اور کہنے ہی والا تھا کہ رک گیا، جیسے یاد آ گیا ہو کہ اسے شکریہ بھی ادا کرنا ہے۔

وہ باسط اور دیان کی طرف پلٹا، سنجیدہ لہجے میں بولا،" شکریہ، بھائی !واقعی، اللہ تم دونوں سے راضی ہو۔"۔

باسط نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا،'' کوئی نہیں، تم نے اچھا مقابلہ کیا، ہار نہیں مانی، یہی سب سے بڑی بات ہے۔''۔

یاقوت نے مسکراہٹ دبا کر سر ہلایا، پھر ایک دم شوخ لہجے میں بولا،'' ویسے، ایک بات پوچھنی تھی ...کیا ہم دونوں بھی تمہارے گروپ میں شامل ہو سکتے ہیں؟ یہاں سب نے کوئی نہ کوئی گروپ بنا لیا ہے، ایک میں اور یہ بیچارہ اظہر شیخ ہی اکیلے رہ گئے ہیں''!۔

دیان نے ایک نظر باسط کی طرف دیکھا، پھر یاقوت کی پشت پر ہلکی سی تھپکی دی،'' خیر، ہم سوچتے ہیں ...مگر خبردار، اگر زیادہ بولنے کی عادت نہ چھوڑی تو تجھے ہمارے گروپ کی بجائے کسی کامیڈی سرکس میں بھیج دیں گے''!۔

یاقوت نے ایک ادا سے جھک کر تعظیم دی،'' ہاہا، بہت خوب !لیکن ایک بات پکی ہے، دیان بھائی،'' ۔

وہ باسط کی جانب دیکھ کر ٹھہرا، جیسے نام کا متلاشی ہو۔ باسط نے دھیمے لہجے میں کہا،'' باسط۔''۔

یاقوت بولا

...ہاں باسط بھائی اب اگر کوئی مسئلہ ہو گا نا، تو ہم تینوں مل کر اسے نپٹائیں گے"!۔"

باسط اور دیان نے معنی خیز مسکراہٹوں کا تبادلہ کیا، اور ہال کی فضا پھر سے باتوں اور قہقہوں سے بھرنے لگی۔ مگر ایک بات طے تھی —یہاں ایک نیا اتحاد بن چکا تھا۔

----☆☆☆

یہ منظر مکمل لطافت اور شوخی میں ڈوبا ہوا تھا۔ جب باسط اور دیان یاقوت کو اپنے ٹیبل پر لے آئے تو کہف کی مسکراہٹ نے یاقوت کا استقبال کیا۔ لمحے بھر کو وہ ٹھٹھک گیا، جیسے کسی خوشبو میں کھو گیا ہو، پھر جلدی سے پلیٹ میز پر رکھی اور ہاتھ بےساختہ اپنے بال سنوارنے لگے۔

۔"پھول سے خوشبو کہاں دور رہ سکتی ہے؟ "یاقوت نے گہری مسکراہٹ کے ساتھ کہا، جیسے کوئی فلسفیانہ نکتہ بیان کر رہا ہو۔

باسط نے گھور کر اسے دیکھا اور سخت لہجے میں کہا،" او بھائی، بہن ہے میری، تمیز سے"!۔

یاقوت نے ایک ادا سے ہاتھ جھاڑتے ہوئے جواب دیا،" کوئی نہیں بھائی، میں آپ کا بردر ان لا بننے کے لیے تیار ہوں۔"۔

باسط نے اپنی ہنسی ضبط کی، جبکہ کہف نے کندھے جھٹک کر تمسخرانہ انداز میں کہا،" پہلے جا کر بڑے ہو جاؤ، پھر بات کرنا"!۔

یاقوت ہنسا،" ہو جاؤں گا، زیادہ فرق نہیں ہے۔ میں ابھی اکیس کا ہو جاؤں گا، کچھ وقت کی ہی تو بات ہے۔"۔

لیکن اگلے ہی لمحے اس کی نظر ٹیبل کے کنارے بیٹھی اجنبی لڑکی پر پڑی، جو کچھ مشرقی نقوش رکھتی تھی۔ یاقوت نے جھک کر بلی کی طرح سر نیچے کر لیا، پھر آنکھیں سکیڑ کر چینیوں کی نقل میں بے تکی آوازیں نکالنے لگا،" چی چی چوں چا چا ...شو شا شیں"!۔

کہف اور باقی سب یاقوت کی حرکتوں پر بےاختیار اسے گھورنے لگے، جیسے وہ واقعی کوئی مسخرہ ہو۔

یو جن نے سوالیہ نظروں سے یاقوت کو دیکھا، جو بدستور چینیوں کے لہجے کی نقل اتار رہا تھا۔ پھر اس نے سر اٹھایا اور بولنے کے انداز میں بے حد سنجیدہ ہو کر بولا،" چائنہ ؟"۔

نمل نے ہنسی دبانے کی کوشش کی اور فوراً تصحیح کی،" چائنہ نہیں، ساؤتھ کوریا"!۔

یاقوت نے حیرانی سے آنکھیں پھیلائیں، جیسے کسی نادر حقیقت سے پہلی بار سامنا ہو رہا ہو،" آئیں؟ کوریا؟ وہ کس بلا کا نام ہے؟"۔

۔"اور یہ چینیوں جیسے نظر آنے والے لوگ اور کہاں کہاں رہتے ہیں؟ یہ کوریا ہے کدھر؟ "یاقوت نے معصومیت سے پوچھا۔

باسط نے سمجھانے والے لہجے میں وضاحت دی،" چائنہ کے ، بائیں طرف۔"۔

یاقوت نے فوراً اس لڑکی کو دیکھا اور بڑے اعتماد سے پوچھا،" اوکے، مس کوریا، یور نیم؟"۔

کہف، جسے اندازہ تھا کہ یہ نام بھی غلط سنے گا، بولی،" یو جن۔"۔

کہف جیسے ہی اس کا پورا نام بتانے لگی، یاقوت نے اچانک پیچھے ہٹ کر سنجیدگی سے کہا، "But I am not Jin!"

کہف نے جھنجھلا کر سر پکڑ لیا،" اوفف !اس کا نیم یو جن سیرا ہے"!۔

یاقوت نے گہرا سانس لیا اور مسکرا کر بولا،" اوو، صحیح"!۔

پھر وہ مزے سے کرسی پر ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ ابھی سب سنبھلے بھی نہ تھے کہ یکدم وہ چونک کر اظہر کی طرف متوجہ ہوا، جیسے کوئی اہم چیز یاد آ گئی ہو،" اوہ ہاں !یہ بنگالی بھائی، شیخ اظہر نام ہے ان کا"!۔

کہف نے بغور اظہر کو دیکھا، اور نمل کی نگاہیں کہف کی طرف اٹھیں، جیسے کوئی خاموش مکالمہ جاری ہو۔ سابقہ واقعہ کو یاد کرتے دونوں مدھم سا مسکرا دِیں

اظہر، جو اب تک خاموش تھا، ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا،" اوو، جی، ہم کو معاف کرنا، پتہ ہے، اس وقت تھوڑا ٹینشن تھا، نا"!۔

کہف نے مختصر سا سر ہلا کر اس کی معذرت قبول کر لی، مگر یاقوت نے شرارت سے آنکھیں گھما کر کہا،" ہاں ہاں، بہت ٹینشن تھا، جیسے بنگال کی خلیج پر طوفان آیا ہو"!۔

کہف اور نمل ہنسی دبانے لگیں، جبکہ اظہر نے مصنوعی خفگی سے اسے گھورا۔

----☆☆☆

۔ باسط اور نمل کی آہٹ راہداری کی چمکدار فرش پر مدھم بازگشت چھوڑ رہی تھی، دائیں بائیں کانچ کی دیواروں کے اس پار نیلگوں سمندر تھمے سانسوں کی مانند گمبھیر تھا، جس میں چند شارک اپنی دھیمی، پراسرار حرکات کے ساتھ محوِ سفر تھیں۔

نمل کی نظریں اس شفاف پانی کے پار انہیں دیکھ کر دم بھر کو ٹھہر گئیں۔ وہ ذرا حیرانی سے بولی، ۔"فلموں میں جنہیں خونخوار، وحشی دکھایا جاتا ہے، حقیقت میں وہ اتنی خاموش اور تھکی تھکی سی کیوں لگ رہی ہیں؟"۔

باسط نے مسکرا کر ہلکا سا سر اثبات میں ہلایا، پھر اس کی طرف دیکھا اور مدھم لہجے میں کہا، ۔''شکریہ۔''۔ ۔

نمل کی پلکیں بےاختیار جھپکیں۔ وہ حیرانی سے پلٹی،'' کس لیے؟''۔

باسط کی مسکراہٹ ذرا گہری ہوئی،'' اس سب کے لیے جو تم نے کیا۔ شاید اگر تم نہ ہوتیں تو ہم تینوں میں سے کوئی بھی نہ ہوتا۔''۔

نمل نے نگاہیں ذرا پُرسوچ کیں، پھر نرمی سے بولی،'' زندگی تم تینوں کی قسمت میں تھی، اگر میں نہ ہوتی تو کوئی اور وسیلہ بن جاتا۔ اور شکریہ کی کوئی ضرورت نہیں۔''۔

باسط نے آہستہ سے سر جھکایا،'' کہہ دینا چاہیے ...بعض اوقات شکریہ دوستی کی پہلی سیڑھی بن جاتی ہے۔''۔

نمل نے لمحہ بھر کو اسے دیکھا، پھر ہلکا سا مسکرا کر اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔ باسط ٹھٹک گیا، جیسے اس قربت کے لیے بےخبری میں تیار نہ تھا۔ نمل نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا،'' نمل حیات۔''۔

باسط کے ہونٹوں پر ایک مدھم سی مسکراہٹ ابھری۔ اس نے بھی اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں تھما دیا،" محمد باسط۔"۔

نمل کے لبوں پر شوخ تبسم پھیل گیا،" ویسے یہ دوستی اس لیے نہیں کر رہی کہ تم ہینڈسم ہو، بلکہ اس لیے کہ تم نیچر وائیس اچھے لگے ہو۔"۔

باسط نے نظروں میں ہلکی سی شرارت سمیٹ کر کہا،" چلو، کیا خبر یہ دوستی زندگی بھر کی بن جائے۔"۔

نمل نے ذرا چونک کر اسے دیکھا، جیسے ان الفاظ میں کوئی پوشیدہ معنی تلاش کر رہی ہو۔" یعنی؟"۔

ابھی باسط کچھ کہتا کہ نمل کا پیر کسی نادیدہ شے سے الجھا اور وہ لڑکھڑا گئی۔ وہ ایک لمحے کو سنبھل نہ پائی اور آگے کو جھکنے لگی، مگر باسط کے ہاتھ بےساختہ اس کی طرف بڑھے۔ لمحے بھر کی تاخیر بھی خطرناک ثابت ہو سکتی تھی، مگر باسط کے ہاتھوں نے اسے سنبھال لیا۔ نمل کا وجود ایک پل کو اس کی گرفت میں آیا، سانسوں میں عجیب سی بےترتیبی در آئی۔

نمل گھبرا کر پیچھے ہوئی، ہاتھ بےساختہ بالوں کی الجھی لٹوں کو کان کے پیچھے دھکیلنے لگا، اور باسط نے جانے کیوں اسی ردِعمل میں اپنی گردن کے پیچھے ہاتھ

پھیر لیا۔ دونوں نے نظریں چرائیں، مگر دلوں میں کوئی مدھم سی سرگوشی ابھی باقی تھی۔ وہ دوبارہ ساتھ ساتھ چلنے لگے، مگر اب ان کے بیچ ہوا میں ایک ایسی ان کہی حدت تھی جسے دونوں ہی الفاظ نہ دے سکے۔

--

----☆☆☆--

نمل اپنے کمرے کے دروازے کے باہر کھڑی تھی۔ ہلکی روشنی میں اس کا چہرہ دھیمی چمک کے ساتھ واضح ہو رہا تھا۔ باسط نے ایک پل کو نگاہیں جھکائیں، جیسے کوئی خیال اس کے ذہن میں دستک دے رہا ہو، پھر دھیرے سے نظر اٹھا کر نمل کو دیکھنے لگا۔

نمل نے بےاختیار نظریں چرائیں، مگر اس کی موجودگی کی لطیف حدت اب بھی محسوس کر سکتی تھی۔ اس نے زیرِ لب مسکرانے کی کوشش کی، جیسے خود کو اس پل کی کشش سے آزاد کرنا چاہتی ہو۔

باسط نے چند لمحے خاموشی میں گزارے، پھر ہلکی، دھیمے لہجے میں بولا، ''میرا کمرہ زیادہ دور نہیں ہے۔ اگر کسی چیز کی ضرورت ہو تو بتا سکتی ہو تم۔''

نمل کی پلکیں ہلکی سی لرزیں، پھر اس کے ہونٹوں پر ایک مدھم مسکراہٹ نمودار ہوئی۔

ابھی وہ کچھ کہتی کہ پیچھے سے دروازہ کھلا، اور کہف باہر نکلی۔ باسط ایک دم سیدھا ہوا، جیسے کسی نے اسے چونکا دیا ہو۔ نمل نے شرارت سے مسکراہٹ دباتے ہوئے نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبا لیا۔

کہف نے باسط کو بغور دیکھا، پھر نمل کی طرف رُخ موڑا، پھر باسط کو دیکھنے لگی

باسط نے کھنکار کر گلا صاف کیا، "بس، تمہارے بارے میں ہی پوچھ رہا تھا ان سے۔ خیر، میں چلتا ہوں۔ اگر کسی چیز کی ضرورت ہو تو میرا کمرہ سامنے ہی ہے۔"۔

بظاہر یہ بات کہف سے تھی، مگر نمل کے لیے ہی کہی گئی تھی۔

کہف نے ہلکی سی حیرت سے اسے دیکھا، پھر ایک ابرو اٹھا کر نمل کی طرف معنی خیز نظروں سے دیکھا،

"آہاں۔۔۔" ۔"

باسط نے اثبات میں سر ہلایا، پھر مسکراتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔ نمل کی نظریں کچھ دیر تک اس کی پشت پر ٹکی رہیں، جیسے کچھ سوچ رہی ہو۔

کہف نے گردن کو ذرا ترچھا کیا، پھر بے نیازی سے کندھے اچکائے،

“Right... I’ll pretend I didn’t see anything.”

کہہ کر اندر چلی گئی، اور نمل بھی اس کے پیچھے دروازہ بند کر کے اندر آ گئی۔

----☆☆☆

باسط اندر آیا تو یاقوت کی آواز نے کمرے کی خاموش فضا میں ارتعاش پیدا کیا،
"انہوں نے ہمارے حساب سے کپڑے رکھ دیے ہیں، الماری میں دیکھ لو۔"

وہ خود الماری کے دروازے کو ذرا سا کھولے اندر جھانک رہا تھا۔ باسط نے اس کی بات سن کر سرسری سی نظر الماری پر ڈالی، پھر مسکراتے ہوئے پلٹ کر دیکھا۔

دیان، جو بیڈ کے ہیڈ بورڈ سے پشت ٹکائے بیٹھا تھا، اپنے سیدھے کیے ہوئے پیر ہلکے سے جنبش دے رہا تھا۔ وہ ہمیشہ کی طرح کم گو تھا، کسی خیال کی گہرائی میں ڈوبا ہوا۔

کمرے کی ترتیب عجب تھی۔ دائیں طرف دو بنک بیڈ تھے، اوپر نیچے، مگر کشادہ اور آرام دہ، جیسے کسی پر تعیش جہاز کے کیبن میں ہوں۔ ماحول میں ایک عجب سی پراسرار سکون کی کیفیت تھی، جیسے طوفان سے پہلے کی خاموشی ہو۔

یاقوت نے پلٹ کر باسط کو دیکھا، جو اب اپنی شرٹ اتار چکا تھا اور الماری سے ایک سادہ سی ٹی شرٹ نکال کر پہن رہا تھا۔

یاقوت نے تھوڑا سا تیکھا مسکرایا،"اگر یہ گیم لوگوں کو مرواتی نہ ہوتی تو بھائی، میں تو یہیں رہ جاتا۔ کھانا زبردست، جگہ پیاری، عیش و آرام ہر طرف۔"۔

دیان نے ہلکی سی سرد آہ بھری اور مدھم لہجے میں بولا،

۔"جب پنجرہ عیش دے تو طوطے، کو پرواز بھول جاتی ہے،

اور جب دانا میسر ہو تو قید بھی نعمت لگتی ہے۔"۔

یاقوت ہنسا، مگر اس ہنسی میں ہلکی سی تلخی گھل گئی،'' کیوں کہ طوطے کو پتہ ہوتا ہے کہ اگر وہ پنجرے سے نکلا، تو باہر کوے اس کا گوشت نوچ ڈالیں گے۔''۔

باسط، جو اب اپنی ٹی شرٹ درست کر رہا تھا، ایک پل کو رکا، پھر یاقوت کو عجیب سی نظروں سے دیکھا۔

دیان کی نظریں بےساختہ یاقوت کے بازو پر جا ٹھہریں، جہاں زخم کا نشان نظر آ رہا تھا۔ وہ سیدھا ہو کر بیٹھا،'' یہ کیسے لگا؟''۔

یاقوت نے شانے اچکائے، پھر ہنستے ہوئے بولا،'' ان کا ایک ٹاسک تھا، یا تو کسی جانور کے ساتھ ظلم کرو، یا خود کو اذیت دو۔ میں نے اپنا ہی گوشت چیر دینا بہتر سمجھا۔''۔

باسط نے گہری سانس لے کر یاقوت کو بغور دیکھا، پھر آہستگی سے مسکراتے ہوئے بولا،'' تم حوصلہ مند آدمی لگتے ہو، یاقوت۔''۔

یاقوت نے ایک تلخ مسکراہٹ کے ساتھ سر ہلایا،'' حوصلہ نہیں، بھائی، حالات نے مضبوط کر دیا ہے۔ جب زندگی میں اتنا کچھ دیکھ لیا ہو تو ہمت خود بخود آ جاتی ہے۔''۔

دیان، جو اب واقعی دلچسپی لینے لگا تھا، آگے جھکا،'' کیا کچھ دیکھا ہے؟ اور تمہارے ماں باپ کہاں ہیں؟ وہ تو تمہارے لیے پریشان ہوتے ہوں گے۔''

یاقوت نے ہنسی میں ایک زخمی سی چمک پیدا کی،'' میرے لیے بچپن سے کوئی پریشان نہیں ہوا، بادشاہ سلامت''!۔

شیخ اظہر، جو ابھی تک خاموشی سے سنتا جا رہا تھا، سوالیہ انداز میں بولا، ''کیوں؟''۔

یاقوت نے کندھے اچکائے، نظریں ہلکی سی دھندلا گئیں،'' کیونکہ پریشان ہونے والا کوئی تھا ہی نہیں۔ امی ابو کہاں گئے، مجھے کبھی نہیں پتہ چلا۔ دبئ کے ایک شیخ کے گھر آنکھ کھولی، وہاں ان کے بچوں کا نوکر تھا۔ پھر اس نے مجھے ازبکستان کے ایک تاجر کو بیچ دیا، جس نے آگے ریڈ لائٹ ایریا میں دھکیل دیا۔ وہاں سے جان بچا کر بھاگا تو انڈیا جا نکلا۔ اصل میں پاکستان پہنچنا تھا، مگر سرحد پر فائرنگ شروع ہو گئی، کئی لوگ مارے گئے، میں کسی نہ کسی طرح بچ نکلا۔ یتیم خانے میں پناہ ملی، پھر وہیں کی شہریت لے کر گوا میں اپنی مرمت کی ایک چھوٹی سی دکان کھول لی۔''۔

وہ اپنی اصلیت کا بوجھ نئی دوستی پر نہیں ڈالنا چاہتا تھا، اس لیے سچ چھپا گیا۔

باسط نے خاموشی سے آگے بڑھ کر یاقوت کو گلے لگا لیا۔ وہ لمحہ عجب سی گرمی لیے ہوئے تھا، جیسے برسوں کا بوجھ چند لمحوں میں بٹ گیا ہو۔

پھر پیچھے ہٹ کر باسط نے سنجیدگی سے کہا،

"You are brave, my brother."

دیان نے مسکرا کر سر ہلایا،" ہم دونوں کو اپنا بھائی سمجھ سکتے ہو، یاقوت۔"۔

یاقوت کے ہونٹوں پر ایک حقیقت سے بھری مسکراہٹ ابھری،" شکریہ، بھائی۔"۔

پھر اس نے گردن موڑ کر شیشے کے پار سمندر کو دیکھا، جہاں گہرے پانی کی سیاہ لہریں روشنی کے مدھم عکس میں لرز رہی تھیں۔ اس نے ایک گہری سانس لی، "یہ جگہ سمندر کے اندر ہے، اور مجھے گہرے پانی سے خوف آتا ہے ...فوبیا ہے مجھے۔"۔

وہ چند لمحے خاموش رہا، جیسے خود کو سنبھال رہا ہو، پھر پلٹ کر تینوں کو دیکھا، "اپنی کمزوری آج پہلی بار کسی کو بتائی ہے ...براہ کرم، اسے کسی سے مت کہنا۔"۔

باسط نے اعتماد بھری مسکراہٹ دی، گویا اس کے اس راز کو اپنے دل میں محفوظ کر لیا ہو۔

اچانک کمرے میں ایک بھاری، گونجتی ہوئی آواز ابھری، جیسے پورے سسٹم پر کوئی اعلان کیا جا رہا ہو۔

"Warriors, the battlefield awaits. Tonight, you rest. But tomorrow… the game shall test your very soul."

یکایک پورے کمرے کی روشنیاں بجھ گئیں، اور صرف مدھم لیمپ روشنی بکھیرنے لگے، جیسے شب کے سائے میں کوئی نئی آزمائش سر اٹھانے کو ہو۔

----☆☆☆

کمرہ نیم تاریک تھا۔ نیچے قالین پر پڑے گلابی رنگ کے بڑے سے ٹیڈی بیئر کے پیٹ میں ہلکی سی روشنی ٹمٹما رہی تھی، جس سے سارا کمرہ گلابی روشنی میں نہایا محسوس ہو رہا تھا۔

دیواروں پر ہلکے گلابی شیڈ، الماریوں پر سفید کندہ کاری، اور ایک مصنوعی درخت کی لٹکتی پتیاں ماحول کو خوابناک بنا رہی تھیں۔ کشادہ بنک بیڈ کے اوپر نمل اور یوجن پرسکون نیند میں تھیں، جیسے کسی پریوں کی کہانی کا حصہ ہوں۔

مگر کہف؟ وہ آئینے کے سامنے بیٹھی، نہایت انہماک سے اپنے چہرے پر فیس پیک لگائے ہوئے تھی۔ آئینے میں خود کو بغور دیکھتے ہوئے وہ لبوں پر کچھ ملنے لگی، پھر لب ہلاتے ہوئے بولی

"Oh finally, ان لوگوں نے

at least face care

کے لیے کچھ رکھا ہے، ورنہ اتنے دنوں میں میری

Skin

کا اللہ ہی حافظ تھا۔

خیر، اگر مرنا ہی ہے تو

at least face تو glow کر رہا ہو گا، ”no?

وہ اپنے چہرے پر ہلکے ہاتھ پھیرتے ہوئے مسکرائی، پھر ذرا سرگوشی کے انداز میں بولی

“Actually,

مسئلہ یہ ہے کہ this game

لوگوں کو مارتی ہے،

ورنہ باقی سب کچھ literally dreamy ہے۔”

کہف نے ایک ادا سے اپنے بال پیچھے کیے، آئینے میں خود کو دیکھا، پھر مسکراتے ہوئے آنکھ دبائی جیسے خود سے کہہ رہی ہو، “Well, at least I'm dying fabulous!”

کچھ دیر بعد ہی کہف کو دروازے کے باہر سرگوشیاں سنائی دیں، غیر مانوس اور پراسرار۔ اس کی بھنویں ذرا سی بلند ہوئیں، پیشانی پر خفیف سی شکن اُبھر آئی۔ وہ آہستہ سے، بغیر کسی آہٹ کے، دبے قدموں دروازے تک گئی اور کان لگا دیا۔

آوازیں کسی نامعلوم زبان میں تھیں، بھاری، راز بھری۔ پھر وہ سرگوشیاں مدھم ہوتی گئیں، جیسے گہری دھند میں تحلیل ہو رہی ہوں۔

کہف نے لمحہ بھر سوچا، پھر انتہائی احتیاط سے دروازہ کھولا اور قدم باہر رکھ دیا۔ سامنے، دائیں جانب، لمبے سیاہ اور سرخ چغوں میں لپٹے دو وجود دھیرے دھیرے کسی راہ پر گم ہو رہے تھے۔ اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"Perhaps I should follow them... maybe I can find a way out?" اس نے زیرِ لب سوچا اور دبے قدم ان کے پیچھے ہو لی۔

راستے میں کمروں کے دروازے بند تھے، راہداری نیم تاریک تھی، اور کیمروں کی گھومتی آنکھوں سے بچ کر چلنا کسی بھیانک خواب سے کم نہ تھا۔

سامنے ایک دیوار پر سرخ تحریر چمک رہی تھی——۔

"Restricted Area."

وہ رکی، گہری سانس لی، پھر ہونٹ بھینچ کر آگے بڑھی۔

سامنے وہی دونوں نقاب پوش کھڑے تھے، سکینر نے ان کی شناخت کی اور دروازہ خود بخود کھل گیا۔ وہ اندر چلے گئے۔ کہف نے دیوار کی اوٹ سے یہ منظر دیکھا، پھر جیسے ہی دروازہ بند ہونے کو آیا، وہ آگے بڑھی۔

مگر...

یکدم اسے اپنے چہرے پر سختی کا احساس ہوا، جیسے کسی نے اسے جکڑ لیا ہو۔ اگلے ہی لمحے اس کا جسم پیچھے کی طرف کھینچا گیا اور کسی نے دیوار سے لگا دیا۔

گرم سانسیں اس کے کان کے قریب تھیں، گرفت مضبوط تھی۔ دل کی دھڑکن کسی تیز رفتار دھڑکن کی طرح سینے میں دھمکنے لگی۔

دیوار کے اندر ایک پوشیدہ جگہ تھی، روشنی وہاں تک پہنچ نہیں رہی تھی۔ کہف کا چہرہ سرد انگلیوں کی گرفت میں تھا، جبکہ اس کے جسم کو سخت دیوار کے ساتھ لگا دیا گیا تھا۔

اس کا دل سینے میں لرز اٹھا، سانسیں بے ترتیب ہو گئیں۔

چند لمحے بعد وہی گرفت ڈھیلی ہوئی، اور کہف کی نظر سامنے کھڑے وجود پر پڑی۔

دیان۔

اس کی آنکھوں میں ٹھنڈا سا، سخت سا، مگر بے حد کشش بھرا غصہ تھا۔ جبڑا سختی سے بھنچا ہوا، کلائی پر نیلی رگیں ابھری ہوئی، ماتھے کی شکنیں گہری۔ اس کی نظریں چاقو کی دھار جیسی تیز تھیں، اور چہرے پر کوئی نرمی نہ تھی۔

کہف کی آنکھوں میں حیرت تھی، کچھ الجھن بھی۔

دیان نے دھیرے سے اپنی ہتھیلی پر نظر ڈالی، اس پر کہف کے فیس ماسک کا کریم سا مواد لگا تھا۔ اس نے ناگواری سے ہتھیلی مروڑی اور سرد لہجے میں کہا،

“What the—”

کہف نے سانس بحال کرتے ہوئے سرگوشی میں کہا،

“Don’t say anything further.”

دیان نے پلکیں جھپکائے بغیر، سرد و سخت نظریں اس پر گاڑ دیں۔

۔"تم یہاں کر کیا رہی ہو؟" اس کے لہجے میں مردانہ سختی تھی، جیسے ضبط کے آخری کنارے پر کھڑا ہو۔

کہف نے لب کھولے ہی تھے کہ دیان نے ایک ہاتھ اس کے منہ پر رکھا، دباؤ ذرا سا بڑھایا، اور کان کے قریب آ کر پُرسکون مگر دھمکی آمیز انداز میں بولا،

"Slow down. یہ کوئی adventure story نہیں ہے۔"

کہف نے اس کے ہاتھ کو جھٹکنے کی کوشش کی مگر وہ اپنی جگہ سخت رہا۔ چند لمحوں کے بعد وہ سرگوشی میں تیز لہجے میں بولی،

"I heard them talking... thought I'd follow them, maybe find a way out?"

دیان نے ہنسی کے بغیر لبوں کو ذرا سا خم دیا، جیسے اس کی ناسمجھی پر ماتم کر رہا ہو۔

"اور اگر کیمروں میں آ جاتی؟"

کہف نے کندھے اُچکائے،

۔"آئی تو نہیں نا"?۔

دیان کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو رہا تھا۔ اس نے ذرا جھک کر کہف کی آنکھوں میں جھانکا، اتنا قریب کہ اس کی سانسوں کی گرمی محسوس کی جا سکتی تھی۔۔

۔"تمہیں احساس بھی ہے کہ اگر سکینر ایرر دے دیتا تو تمہارا جسم لیزر کی زد میں آ کر کتنے حصوں میں تقسیم ہو چکا ہوتا؟"۔

کہف نے زبان دانتوں تلے دبا لی،

"Oh... okay... thanks for the horrifying image?"

دیان نے گہری سانس لی، خود کو قابو میں رکھا، پھر نرمی سے مگر سختی کے ساتھ اسے پیچھے کیا اور خود آگے ہوا۔

"جب میں کہوں، تب میرے ساتھ آنا۔ اپنی مرضی مت کرنا۔"

اس کے لہجے میں کوئی نرمی نہ تھی، مگر اس کی سختی کے پیچھے ایک محافظ کا گہرا پن تھا۔ کہف نے آنکھیں گھمائیں، مگر دل کے کہیں نہاں خانوں میں ایک مدھم سا دھڑکنوں کا شور برپا ہو چکا تھا...۔

دفعتاً، دیان نے کہف کی کلائی کو سختی سے تھاما۔ اس کی گرفت میں ایک عجیب شدت تھی، جیسے وہ اسے کسی ان دیکھے خطرے سے دور لے جانا چاہتا ہو۔ کہف کا دل بےساختہ دھڑک اٹھا۔ وہ لمحہ بھر کے لیے چونکی، مگر دیان نے اسے اپنی جانب کھینچا تو وہ توازن کھوتے کھوتے اس کے قریب جا گری۔

دیان کی سانسیں اس کے قریب محسوس ہو رہی تھیں، اس کی گرفت گرم، سخت مگر محفوظ تھی۔ کہف نے نظر اٹھائی، تو اس کے چہرے پر گہری سنجیدگی اور کچھ ایسا تھا جو اسے سمجھ نہیں آیا۔ ہلکی روشنی میں اس کے تنے جبڑے، آنکھوں میں بھڑکتی چمک اور سنجیدہ تیور اسے کچھ لمحوں کے لیے ساکت کر گئے۔

۔"مجھے فالتو حرکتیں بالکل پسند نہیں،لڑکی "دیان کی آواز مدھم مگر دبنگ تھی۔
"تمہیں اندازہ بھی ہے کہ تم کہاں آ رہی تھیں؟"۔

کہف نے آنکھیں جھپکیں، ،

" Chill

میں بس دیکھ رہی تھی"۔

۔"خاموش رہو "!دیان نے سختی سے سرگوشی کی اور اپنے مضبوط بازو سے اسے دیوار کے ساتھ ذرا قریب کر دیا۔ اس کی قربت، اس کا دبنگ انداز، کہف کی سانسیں بے ترتیب کر گیا۔

۔"یہاں ہر حرکت کی قیمت ہوتی ہے، کہف۔ اور میں وہ قیمت ادا نہیں کرنا چاہتا، خاص طور پر تمہارے لیے۔"۔

کہف اس، کی آنکھوں میں کھوئی سی بولی،" تم اتنے سنجیدہ کیوں ہو؟"۔

دیان نے اسے ایک لمحے کو گہری نظروں سے دیکھا، پھر بنا کچھ کہے، یکدم اسے اپنی گرفت میں لیے پیچھے ہٹنے لگا۔

سائے گہرے ہو چکے تھے۔ قدموں کی مدھم چاپ پیچھے رہ گئی تھی۔ اگر کہف پلٹ کر دیکھتی، تو اسے ایک سایہ زمین پر بے جان پڑا نظر آتا ——وہ محافظ جسے دیان پہلے ہی خاموشی سے ختم کر چکا تھا۔

جو ہارنے والے پلئیرز کو ختم کرتا تھا۔ آج وہ خود ختم ہو چکا تھا۔

مگر کہف اس سب سے بے خبر تھی۔

دیان کی گرفت اب بھی اس کی کلائی پر تھی، مگر اس کے لبوں پر ایک خطرناک خاموشی پھیل چکی تھی۔ جیسے وہ کچھ چھپا رہا ہو۔ جیسے یہ گیم، محض گیم نہ ہو۔

----☆☆☆

کہف دروازے کے قریب کھڑی تھی، روشنی کی مدھم لکیر اس کے چہرے کو چھو رہی تھی۔ وہ پلٹی، نگاہیں جھکائیں اور ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ بولی،

"Thank you... again."

دیان نے سر کو ہلکی سی جنبش دی، آنکھوں میں وہی سرد مگر گہری چمک تھی۔ پھر وہ آہستہ سے آگے بڑھا، جیبوں میں ہاتھ ڈالے، چہرے پر بے نیازی مگر لہجے میں حکم کی سی سختی لیے بولا،

"Hmm... ahead of time, be careful, . I don't like repeating myself."

کہف نے پلکیں جھپکائیں، ہلکی سانس لی اور سر اثبات میں ہلا دیا۔

دیان نے ایک نظر اس پر ڈالی، جیسے کسی شے کو جانچ رہا ہو، پھر ایک مختصر خاموشی کے بعد پلٹا اور اپنی مخصوص لاپرواہ چال کے ساتھ کمرے میں چلا گیا۔

کہف نے ہلکے سے کاندھے جھٹکے اور خود بھی دروازہ دھیرے سے بند کرکے اندر بڑھ گئی، مگر اس کی انگلیاں ابھی تک کلائی پر تھیں، جہاں چند لمحے پہلے دیان کی سخت مگر حفاظت دیتی گرفت کا لمس موجود تھا۔

----☆☆☆-

دیان دبے قدموں کمرے میں داخل ہوا، اس کے سنجیدہ نقوش پر روشنی کی مدھم لکیر ہلکا سا عکس ڈال رہی تھی۔ اس نے شرٹ کے نیچے سے ایک بلی کی شکل کا ماسک نکالا—وہی ماسک جو وہ چوغے والے شخص بلیو وہیل کے محافظ سنائپرز پہنتے تھے جن میں سے ایک کو دیان نے موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ لمحہ بھر دیان نے غور سے اس بلی کی شکل کے ماسک کو دیکھا، انگلیاں اس کے کناروں پر آہستہ آہستہ چلائیں، پھر ایک مدھم مگر گہری سرگوشی میں خود سے بولا،

"وقت آنے پر تم میرے لیے قیمتی ثابت ہو گے"...

یہ کہہ کر اس نے نقاب کو کمرے کی ایک محفوظ جگہ پر چھپا دیا، وہاں جہاں کوئی اس تک نہ پہنچ سکے۔

پھر اس کی نظریں اپنی ہتھیلی پر پڑیں—کہف کے ماسک کا ہلکا سا مرمری پیسٹ اس کی جلد پر لگا رہ گیا تھا۔ لمحہ بھر کے لیے وہ رکا، پھر ایک مدھم سی مسکراہٹ اس کے لبوں پر بکھر گئی۔ وہ آہستہ سے سر جھکا کر بڑبڑایا،

"پاگل لڑکی"...

مسکراہٹ کے ساتھ اس نے ہتھیلی کو ایک بار دیکھا، جیسے کسی نایاب شے کو محسوس کر رہا ہو، پھر آہستہ سے سر نفی میں ہلایا اور قدم آگے بڑھا دیے۔

کہف نے سر پیچھے کیا، اس کے لبوں سے پانی کی بوندیں بہہ کر تھوڑی سے نیچے گرنے لگیں۔ اس نے ہتھیلی سے بے ساختہ چہرہ پونچھا، گہری سانس لی اور دروازہ کھول کر اندر آگئی۔

وہ تھکے تھکے قدموں سے چلتی ہوئی صوفے کے قریب پہنچی، جو اپنے بھالو نما جسم کے ساتھ نرمی سے اسے خوش آمدید کہہ رہا تھا۔ جیسے ہی وہ بیٹھنے لگی، نرم فوم کا صوفہ اس کے وجود کی حدت محسوس کرتے ہی اندر دھنس گیا۔

کہف مدھم سی مسکراہٹ کے ساتھ خود سے بولی،

"دیان just like I imagined. So hot... his commanding ... tone... his personality... it's just—uff, absolutely captivating."

ابھی وہ سکون محسوس کر ہی رہی تھی کہ عقب سے ایک آہستہ سرگوشی ابھری،

"So you are in love"

کہف ایک دم چونک کر پیچھے مڑی۔ نمل کھڑی تھی، اس کی آنکھوں میں شوخی اور لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی، جیسے کوئی راز جاننے آئی ہو۔

کہف نے گہری سانس لی، جیسے خود کو سنبھالنے کی کوشش کر رہی ہو۔ نمل ہنستی مدھم سا اس کے برابر بیٹھ گئی، جبکہ بیڈ پر یو جن سکون سے سو رہی تھی۔

کہف نے پلکیں جھپکائیں، جیسے کسی ان دیکھے سوال کا جواب ڈھونڈ رہی ہو، "I mean... پتہ نہیں۔"۔

نمل نے چہرہ ترچھا کیا اور سر ہلایا،" جب پتہ چل جائے تو اس کو بتا دینا" ۔

کہف نے نظریں جھکا کر مسکراتے ہوئے سرگوشی کی، "I don't chase. I attract."

نمل نے ہنستے ہوئے اسے دیکھا، "That's the spirit."

کہف نے ذرا سنجیدگی اختیار کی،" اگر باسط کے بارے میں کوئی مدد چاہیے سو آئی کین ہیلپ"۔

نمل نے ہلکے سے قہقہے کے ساتھ سر جھٹکا،" اففف، ایسا کچھ نہیں ہے۔ ایک دم سے کیسے؟"۔

کہف نے سنجیدگی سے کہا،

"He's a good man... اسے لوگوں کی قدر کرنا آتی ہے . And I'm not just saying this because he's my brother, but because I've seen him—lived with him. Experienced

the weight he carries, the kindness he holds despite it all."

پھر جیسے کسی انجانے خیال میں کھو گئی،" جب میں یتیم خانے آئی تھی، تو میری پہلی دوستی باسط سے ہوئی۔ وہ بہت معصوم تھا، مگر اندر سے خالی، سیڈ سا رہتا تھا۔ شاید اس لیے کہ اس کے بابا نے اس کی امی کو اس کے سامنے قتل کر دیا تھا۔ پھر ہم دونوں کی دوستی ہوگئی، اور وہ میرا بھائی بن گیا۔"۔

نمل نے کچھ لمحے اسے بغور دیکھا، پھر سوال کیا،" یعنی تم اس کی سگی بہن نہیں ہو؟"۔

کہف نے نفی میں سر ہلایا،" نہیں۔ مگر رشتے خون سے نہیں، احساسات سے بنتے ہیں۔ وہ میرا بھائی ہی ہے، بلکہ بھائیوں سے بڑھ کر۔"۔

کہف نے نمل کو بغور دیکھا،" تم اس گیم میں کیسے آئیں؟"۔

نمل نے گہری سانس لی، جیسے کوئی بوجھ اٹھانے جا رہی ہو،" میری بہن کو برین ٹیومر تھا۔ امی ابو نہیں تھے، ان کا انتقال ہو چکا تھا۔ پیسے نہیں تھے، اور ایک ولاگ میں اس گیم کے بارے میں سنا، تو ڈاؤنلوڈ کر لی کہ شاید قسمت آزما لوں۔ مگر جب حقیقت کا پتہ چلا، تو آگے کنواں اور پیچھے کھائی والا معاملہ بن گیا۔ خیر، پیسے تو مل گئے، میری بہن کا علاج بھی شروع ہوگیا، مگر مجھے اغوا کر کے یہاں لے آئے۔"۔

کہف نے افسردگی سے اسے دیکھا،" لاسٹ ٹاسک کیا تھا تمہارا؟"۔

نمل نے سیدھا اس کی آنکھوں میں دیکھا،" ایک میجر کی بیٹی کو اغوا کرنا۔"۔

کہف کے چہرے پر سختی آگئی، اس نے بے ساختہ ہاتھ سے منہ ڈھانپ لیا،

“What?

پھر؟"۔

نمل نے بے بسی سے شانے جھٹکے،" میجر تھا، ظاہر ہے پتہ لگوا لیا اس نے۔ پھر گیم نے مجھے ٹریپ کیا اور یہاں کھینچ لایا۔ جان بوجھ کر انہوں نے ایسا ٹاسک دیا

تھا کہ اگر کوئی یہاں آجائے، تو باہر کی دنیا میں کیے گئے کاموں سے خوفزدہ ہو اور دوبارہ وہاں جانے کی ہمت نہ کرے۔"۔

کہف نے گہری سانس لی، جیسے کوئی پرانی یاد دہرا رہی ہو،" میں نے قبرستان میں رات گزاری تھی۔"۔

نمل کے چہرے پر حیرت ابھری،" سیکنڈ لاسٹ ٹاسک؟"۔

کہف نے اثبات میں سر ہلایا۔

نمل نے دھیمے لہجے میں کہا،" میں نے قبر کھود کر لاش کے ساتھ پوری رات گزاری تھی۔"۔

کہف کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

نمل نے دھیرے سے کہا،" مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے، کہف۔ پتہ نہیں آگے کیا ہو گا۔"۔

کہف نے نرمی سے اس کا ہاتھ تھاما اور مسکرا کر بولی، “Look at the bright side—اس گیم کی وجہ سے تمہیں مجھ جیسی حسین بہن اور دوست مل گئی۔ اب جب اتنا اچھا ہو چکا ہے، تو آگے بھی اچھا ہی ہوگا۔”۔

نمل کی ہنسی چھوٹ گئی۔ کہف بھی مسکرا دی۔ اور یوں ہی، وہ دونوں باتوں میں کھو گئیں، جیسے لمحے بھر کے لیے سب خوف پیچھے رہ گیا ہو۔

---☆☆☆-

یاقوت نے دبے قدموں راہداری میں قدم رکھا۔ اس کے سانس کی ہلکی دھڑکنیں سنّاٹے میں جذب ہو رہی تھیں۔ ہر قدم کے ساتھ وہ چوکنا ہوتا گیا، جیسے خطرے کی کوئی غیر مرئی لہر اس کے گرد لپٹی ہو۔ اس کی نظریں اطراف میں بھٹکیں، پھر وہ آگے بڑھا۔

ایک وزنی دروازہ چرچرا کر کھلا۔ اندر کا منظر کسی پوشیدہ دنیا کا دروازہ کھلنے جیسا تھا—ایک شاندار مگر ہیبت ناک کمرہ، جس کی زمین پر خون جیسے سرخ قالین

بجھے تھے اور چھت سے سرخ شیشوں والا فانوس جھول رہا تھا، جس کی روشنی ہر شے کو مزید پراسرار بنا رہی تھی۔

تبھی، ایک طویل قامت شخص نمودار ہوا۔ اس کا سیاہ لباس یوں لگتا تھا جیسے سائے خود اس کے بدن سے لپٹے ہوں۔ اس کے چہرے پر خالص سونے کا قدیمی نقاب نقش تھا، جس پر فرعونی نقوش کندہ تھے۔ مگر سب سے خوفناک اس کی آنکھیں تھیں—ایک گہری نیلی، دوسری ہیروں کی مانند چمکتی ہوئی، جیسے کسی ماورائی روشنی کا منبع ہو۔

وہ Heterochromia

نامی ایک نایاب کیفیت میں مبتلا تھا، مگر وہ بیماری نہیں، کوئی شیطانی اثر لگتا تھا۔

وہ آہستگی سے چلتا ہوا اُس لاش کے قریب آیا، جسے دیان نے موت کے گھاٹ اتارا تھا۔ لمحے بھر کو کمرے کی فضا سنگین ہو گئی، جیسے دیواریں بھی خوف سے سہم گئی ہوں۔ پھر، اس نے اپنی یخ بستہ آواز میں پوچھا

"یہ کس کی حرکت ہے؟"

اطراف میں کھڑے سیاہ اور سرخ چوغوں میں لپٹے وجود کانپ گئے۔ ان کے چہرے نقابوں میں چھپے تھے—بلیوں، کتوں اور بھیڑیوں جیسے وحشی ماسک، مگر ان کے وجود خوف میں لرز رہے تھے۔ کسی کی ہمت نہ ہوئی کہ کوئی جواب دے۔

وہ شخص آگے بڑھا، جیسے اندھیرے میں کوئی قہر پل رہا ہو۔

۔"ایک اجنبی ہمارے ممنوعہ علاقے تک پہنچا، اور تم سب بے خبر رہے؟ جب ہر سمت کیمرے نصب ہیں، تو پھر بھی؟"۔

اس کی آواز پتھریلی تھی، جیسے برفیلے پہاڑوں میں کوئی کھائی گونج رہی ہو۔

چوغوں میں لپٹے سائے یکے بعد دیگرے سر جھکانے لگے۔ ان کی خاموشی گویا اعترافِ جرم تھی۔

وہ، شخص اس کھیل کا

Over Seer

تھا ...وہ جو پردے کے پیچھے بسنے والا فیصلہ ساز تھا، جس کی آواز ہی قانون تھی، اور جس کے حکم کی تعمیل میں تاخیر کی گنجائش نہ تھی۔

وہ شخص آگے بڑھا اور ٹھہر کر فیصلہ سنا دیا

''اس لاش کو سمندر کے گہرے اندھیروں کے سپرد کر دو۔''

یہ کہتے ہی وہ پلٹ گیا، اور جیسے ہی وہ دروازے کی تاریکی میں گم ہوا، کمرے میں کانپتی روشنی مزید دھندلا گئی۔ دیواروں پر ناچتے سائے کسی نئے خوف کی آمد کا شگون دے رہے تھے۔

----☆☆☆

رات گزر چکی تھی۔ کانچ کے پار سمندر کی بےکراں وسعت اب روشنی میں جھلملا رہی تھی، مگر اس کی گہرائیوں میں اندھیرے کی دہشت اب بھی چھپی تھی۔ دو خونخوار شارکیں پانی میں یوں تیر رہی تھیں جیسے کسی شکار کی منتظر ہوں۔

اچانک، سائرن کی ایک خراشیدہ، بھیانک چیخ گونجی——وہی بلیو وہیل کی آواز، جو ہر کمرے میں نصب اسپیکروں سے ابھری۔ اس کی گونج دیواروں سے ٹکرا کر

مزید بھیانک محسوس ہونے لگی۔ پل بھر کو خاموشی چھائی، پھر ایک برفیلے لہجے میں اعلان ہوا

"Players, your time is slipping away. The Game Zone is calling. You have exactly 40 minutes to wake up, eat, prepare—do whatever you must. Waste a second, and you waste your life. When the countdown ends, those who are not in place will be eliminated. No mercy. No second chances. Be. On. Time."

یہ اعلان کسی بھیانک عدالت کے فیصلے کی مانند تھا، اور اس کا مطلب ہر کھلاڑی جانتا تھا——یا وقت پر پہنچو، یا فنا ہو جاؤ۔

بستر لرزے، سانسیں اکھڑیں، اور پورے کمروں میں افراتفری مچ گئی۔ ہر کھلاڑی خوف میں گھرا بستر سے نکلا، کوئی لباس سیدھا کرنے میں لگا کسی نے واش روم کی جانب دوڑ لگائی ہر پل زندگی اور موت کے بیچ معلق تھا۔

کہف نے ایک جھٹکے سے یوجن کو ہلایا۔ اس کی آنکھیں نیم وا ہوئیں، مگر جب کہف نے اسے سب بتایا ، تو وہ ساکت رہ گئی۔ اس کے چہرے سے جیسے سارا خون نچڑ گیا ہو۔ لمحہ بھر کو وہ ساکت رہی، پھر گھبراہٹ میں اٹھ کر تیزی سے اپنے کپڑے درست کرنے لگی۔

یاقوت دروازہ کھول کر باہر نکلا، اور یکدم دوڑنے لگا۔ وہ جانتا تھا، ایک لمحے کی تاخیر بھی اسے موت کے دہانے پر لے جا سکتی تھی۔ اس کے قدم راہداری میں گونج رہے تھے، جیسے وقت کے ساتھ دوڑ لگانے کی آخری کوشش ہو۔

پیچھے باسط، دیان اور شیخ اظہر نسبتاً سکون سے چل رہے تھے، ان کے چہروں پر طوفان سے پہلے کی خطرناک خاموشی تھی۔ ان کے وجود میں کوئی گھبراہٹ نہ تھی، جیسے وہ کسی گہری حکمت کے ساتھ حالات کو دیکھ رہے ہوں۔

مگر راہداری میں باقی کھلاڑی تیزی سے اپنی جگہوں کی طرف بڑھ رہے تھے۔ کچھ ایک دوسرے سے ٹکرا رہے تھے، کسی کے ہاتھ سے پانی گر رہا تھا، کسی کے قدم بہک رہے تھے۔ ہر کوئی موت کے سائے سے بھاگنے کی کوشش میں تھا، مگر وقت ظالم تھا، اور اس کا فیصلہ اٹل۔

----☆☆☆

وہ سب گیم زون میں پہنچ چکے تھے۔ سرخ چوغوں میں ملبوس محافظوں نے انہیں وہاں تک پہنچایا تھا۔ ان کے چہرے اب بھی وحشی نقابوں میں چھپے تھے— بھیڑیے، بلی، کتے اور دیگر درندوں کے چہرے، جو روشنی میں اور زیادہ خونی لگ رہے تھے۔

یاقوت نے ان نقابوں کو بغور دیکھا اور دیان کے قریب سرگوشی کی

"یہ لوگ جانوروں کے ماسک کیوں پہنے ہوئے ہیں؟"

دیان نے ہلکی سی تلخ مسکراہٹ سمیٹی اور مدھم لہجے میں بولا

"کیونکہ یہ اپنی اصل فطرت سے واقف ہیں۔"

یاقوت نے ایک پل کے لیے اسے دیکھا، جیسے کچھ سمجھنے کی کوشش کر رہا ہو، پھر خاموشی سے سامنے دیکھنے لگا۔

کہف چلتی ہوئی آئی اور باسط سے لپٹ گئی۔ اس کی آواز بوجھل تھی، جیسے دل کسی نامعلوم خوف سے دہل رہا ہو

“If anything happens, if I made a mistake, will you forgive me?”

باسط نے نرمی سے اس کے سر کے پیچھے ہاتھ رکھا اور پرسکون لہجے میں بولا

“کچھ نہیں ہوگا، کہف۔ ڈرنے کی ضرورت نہیں۔”

کہف نے ایک گہرا سانس لیا اور پھر یاقوت کی جانب دیکھا، ہلکا سا مسکراتے ہوئے بولی

“Hello, boy with differently colored eyes”

یاقوت کے لبوں پر شریر مسکراہٹ ابھری۔ وہ مدھم مگر شوخ لہجے میں گویا ہوا:

"Hello, my six-foot-tall butterfly, adding color to my dull, black-and-white life."

باسط نے جیسے ہی یہ جملہ سنا، بےاختیار ہنسی روکنے کے لیے لب بھینچ لیے۔

کہف نے ہلکی سی شوخی سے یاقوت کے سر کے پچھلے حصے پر چپت ماری، اور نمل نے باسط کو دیکھ کر مسکراتے ہوئے سر جھکا لیا۔ باسط نے بھی ایک معنی خیز مسکراہٹ کے ساتھ اس کی جانب دیکھا، جیسے کچھ کہے بغیر کہہ دیا ہو۔

اطراف میں کھلاڑیوں کا ہجوم بڑھ چکا تھا۔ ان کے گرد سرخ دیواریں تھیں، جو کسی خون آشام دائرے کی طرح نظر آ رہی تھیں۔ یہ جگہ کشادہ تھی، وسیع اور بےحد خوفناک۔

تبھی، شیر خان اپنے گروہ کے ساتھ آگے بڑھا۔ اس کے چہرے پر وہی غرور اور خباثت سجی تھی۔ جیسے ہی اس کی نظریں یاقوت سے ملیں، وہ مکاری سے مسکرایا اور اپنی گردن پر انگوٹھے کا کنارہ پھیرتے ہوئے اشارہ کیا—ایک کھلی دھمکی، جیسے کہنا چاہتا ہو کہ تیرا خاتمہ طے ہے، تیری گردن کٹنے والی ہے۔

یاقوت نے اسے ایک زہرخند مسکراہٹ کے ساتھ دیکھا اور ہاتھ جھٹک کر لعنت بھیج دی، جیسے شیر خان اس کی نظر میں کوئی وقعت ہی نہ رکھتا ہو۔

شیر خان کا چہرہ لمحے بھر کو تن گیا، جیسے یہ توہین اس کے غرور پر تازیانہ بن کر لگی ہو۔

دیان اور باسط نے خاموشی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا، پھر ایک ساتھ شیر خان پر نظریں جما دیں۔ ان کے چہروں پر چھائی سنجیدگی اس بات کا اعلان کر رہی تھی کہ یہ کھیل جیتنا اب محض مقابلہ نہیں، بقا کی جنگ ہے۔

نمل نے الجھن سے کہا،" کوئی اناؤنسمنٹ نہیں ہوئی؟"۔

لیکن جیسے ہی اس کے الفاظ ختم ہوئے، اچانک اسپیکرز میں ایک گونج دار، بے رحم آواز ابھری۔

"Warriors... The stage before you is not just a platform. It is your trial. Your fate. A test of your mind, your instincts, and your will to survive."

یاقوت نے طنزیہ ہنسی ہنسی اور کہا" لو، بھونک دیا منحوس نے ...آواز سنو اور کام دیکھو۔"۔

“Each of you must take your place on the rotating stage. In front of you ,will appear a question. Answer it correctly. Below you, a console will emerge. Enter your assigned player number to lock in your response.

You have exactly 30 minutes.

But beware… this is not just a game—it is the law of the jungle.

If someone cheats from your screen, you won’t be the one reporting them. Instead, you will pay the price. If they are caught stealing your answer, you will be executed for failing to guard your own survival.

And remember... Once the round ends, you must run. Run off this stage within 10 minutes. If you fail—even if you pass—you will still be eliminated.

The second round will be revealed only when the first round is complete.

Prepare yourselves. Think fast. Protect yourselves. Survive."

سناٹا چھا گیا۔ ہر کسی کے سینے میں دھڑکن جیسے تھم گئی ہو۔ سب کی نظریں اب اس گھومتے اسٹیج پر تھیں ...جو خاموشی سے انتظار کر رہا تھا کہ کون اس کھیل کے قوانین پر پورا اترے گا ...اور کون اگلی گھڑی میں مٹی میں دفن ہو جائے گا۔

یہی لمحہ تھا، جہاں خوف اور دھڑکنیں ایک ساتھ بے قابو ہونے لگیں۔ وہ سب گول اسٹیج پر بیٹھے تھے، چاروں طرف بندوق بردار محافظ چوکس کھڑے تھے، جیسے شکاری اپنے شکار پر نظر گاڑے بیٹھے ہوں۔ جو غلطی کرے گا، وہ گیا۔

سب نے اپنے ہاتھوں میں رکھے ٹیبز کو دیکھا، ہچکچاتے ہوئے اپنا پلیئر نمبر ڈالا۔ اسکرین پر ایک لمحے کو اندھیرا چھایا، پھر اچانک ایک پیغام ابھرا

GAME ALERT!

Warriors, prepare yourselves... The challenge begins NOW!

یکدم وہ گول اسٹیج مدھم گھومنے لگا، جیسے کسی شیطانی کھیل کا آغاز ہو رہا ہو۔ اس کے گرد روشنیاں بھڑکنے لگیں، لال رنگ غائب ہو چکا تھا، اب جگہ جگہ رنگ برنگی روشنیوں کے عکس دیواروں پر بکھر رہے تھے۔ وہ روشنی کوئی عام روشنی نہیں تھی—وہ نمبر تھے، حسابی سوالات تھے، جو ہر طرف ناچ رہے تھے!۔

یکدم اسکرین پر ایک اور نوٹیفکیشن چمکا

TRICKY MATHEMATICAL COUNTRY CHALLENGE

“Solve the numbers, unlock the country... A single mistake? TOTAL ELIMINATION!

سب لوگ دم سادھے اسکرین کو دیکھنے لگے، اور اگلا پیغام ابھرا

EQUATIONS LOADED:

$(3 \times 2) + (5 \div 5) + 4 = ?$

$(7 \times 2) – (6 \div 3) = ?$

$(8 \times 1) + (9 \div 3) – 2 = ?$

$5\times(2+3) -8/2$

ابھی وہ سوال سمجھنے کی کوشش ہی کر رہے تھے کہ اسٹیج کے چاروں طرف مختلف ممالک کے جھنڈے حرکت میں آ گئے۔ جھنڈے ایک ترتیب سے گھوم رہے تھے، جیسے وہی راز چھپائے بیٹھے ہوں۔

اور پھر آخری وارننگ اسکرین پر چمکی

TIME LIMIT: 10 MINUTES

“Solve the equation… Find the country… Enter the answer correctly… OR DISAPPEAR!”

گیم کا اصول یہ تھا کہ سب سے پہلے ریاضی کے سوالات حل کیے جائیں۔ ہر سوال کا جو جواب]

)نمبر (

آئے گا، وہ کسی ملک کے نام کے کل حروف کی تعداد ہوگی۔ ۔۔

مثال کے طور پر، اگر سوال یہ ہو

4 + 4 = 8

تو اب کھلاڑیوں کو سوچنا ہوگا کہ ایسا کون سا ملک ہے جس کے نام میں 8 حروف آتے ہیں؟

صحیح جوابات ہو سکتے ہیں

PAKISTAN (8 letters)

MALAYSIA (8 letters)

اگر کوئی غلط ملک منتخب کرتا، تو وہ فوراً ختم کر دیا جاتا!

یعنی کھلاڑیوں کو نہ صرف ریاضی کے سوالات حل کرنے تھے، بلکہ عالمی جغرافیہ کا بھی بھرپور علم ہونا ضروری تھا—کیونکہ ایک بھی غلطی انہیں موت کے دہانے پر لے جا سکتی تھی!۔] ۔

یاقوت کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ ابھری۔ کوریا کا علم تو اسے پہلے ہی تھا، مگر وہ دانستہ طور پر لاعلمی کا اظہار کر رہا تھا—شاید کسی انجانی ضد یا کسی ادھورے بدلے کی تکمیل کے لیے۔

اور ریاضی؟ وہ تو ہمیشہ سے اعداد و شمار کے پیچیدہ جال کو چالاکی سے توڑتا آیا تھا۔ سوال چاہے جتنا بھی گنجلک ہو، اس کی ذہانت کی گرفت سے باہر نہیں تھا۔

مختصراً یہ وہ ریاضی کے سوالات کا جواب بھی جانتا تھا۔ اور ان جوابات سے بننے والا ملک بھی۔

شیر خان کے ماتھے پر بھی پسینہ نمودار ہو گیا، وہ دائیں بائیں دیکھنے لگا، جیسے کسی اور سے جواب چرا لے گا۔

کہف، نمل، دیان اور باسط نے ایک دوسرے کو معنی خیز نظروں سے دیکھا۔ باسط جانتا تھا کہ اسے کیا کرنا ہے۔

گھڑی چل رہی تھی۔

غلطی کی گنجائش نہیں تھی۔

اب یا تو حساب، یا حساب تمام۔

.. ..

ہال میں تناؤ کی برقی رو دوڑ رہی تھی۔ ہر کھلاڑی کا دماغ سوالات کے جواب لکھنے میں الجھا ہوا تھا، مگر شیر خان ...وہ پسینے میں بھیگا، سانسیں بے ترتیب مگر نظر عقاب کی طرح شکار پر جمی ہوئی۔ وہ کوئی عام مہرہ نہیں تھا، وہ ایک شکاری تھا۔

باسط کے ہاتھ برق رفتاری سے ٹیب پر دوڑ رہے تھے۔ پہلا جواب11 :، دوسرا : 12، تیسرا9 :، چوتھا21 :

۔ دیان، یوجن سب اپنی اپنی بقا کی جنگ لڑ رہے تھے، انگوٹھے تیزی سے سکرین پر چل رہے تھے، جبکہ محافظوں کی نظریں زہر آلود عقابوں کی طرح ان پر جمی تھیں۔

باسط یاقوت کے جواب کی تصدیق کے لیے سر اٹھانے ہی والا تھا کہ یاقوت نے خاموشی سے اپنا ٹیب الٹا کر سامنے رکھ دیا۔ باسط کے ماتھے پر بل آیا۔ کیا یہ پہلے ہی مکمل کر چکا تھا؟

کیا سہی، جواب تھا یا غلط باسط کو اس کی فکر ہو رہی تھی۔

باسط نے سرسری سی نظر یاقوت پر ڈالی اور آنکھوں کے اشاروں سے بولا"کیا جواب ہے "وہ ، دل ہی دل میں تیار تھا کہ اگر یاقوت درست نہ ہوا تو وہ اس کو درست جواب بتائے گا، مگر بنا کسی کو شک ہونے دیے۔

مگر یاقوت یاقوت تھا۔۔۔

یاقوت نے محافظوں کی سخت نظریں محسوس کرتے ہوئے لب بھینچے، سانس روکی اور لبوں کو جنبش دیتا بولا۔

Kyrgyzstan

لمحہ بھر کو خاموشی چھا گئی۔ باسط کی آنکھوں میں ایک چمک ابھری، ہلکی سی مسکراہٹ دبا کر اس نے اثبات میں سر ہلایا اور دل میں بولا،" ہوشیار ہے یہ!۔

دوسرا جواب تھا"Turkmenistan" :۔"

تیسرے کا جواب تھا۔

9 = Argentina

21 = United States of America

عین اسی وقت شیر خان کو موقع ملا۔ اس کے برابر بیٹھے کھلاڑی کا ٹیب پلٹا ہوا تھا، اور شیر خان کی نظریں برق رفتاری سے اس پر جمی تھیں۔ ایک لمحہ، صرف ایک لمحہ ...اس نے ہوشیاری سے ٹیب کھینچا اور جواب تیزی سے درج کیے۔

"Hey—"

وہ کھلاڑی چیخنے ہی والا تھا کہ یکدم ایک گولی کھڑکی توڑ بجلی کی طرح اس کے سر میں پیوست ہو گئی۔ دھڑام !لاش نیچے جا گری، خون کا فوارہ قالین پر بکھر گیا۔ ہال میں سناٹا چھا گیا۔

"Announcement: Player no. 50,000 executed."

شیر خان مسکرایا۔ ایک خونی، ظالمانہ مسکراہٹ، جیسے یہ سب کچھ اس کے لیے کھیل ہو۔

پھر——۔

"Player no. 41 executed... Player no. 39 executed..."

آوازیں گڈ مڈ ہونے لگیں، بندوقوں کے دھماکے، چیخیں، کھلاڑیوں کے لرزتے وجود۔ یوجن کانپ رہی تھی، کہف نے اسے مضبوطی سے تھام لیا۔

شیر خان نے فاتحانہ انداز میں اپنے ساتھیوں کو دیکھا، چہرے پر بلا کی سفاکی نمایاں تھی۔

۔'' تم کو کیا لگا تھا؟ ہم مر جائے گا؟ ''وہ سرد لہجے میں ہنسا۔'' افغانی مرتا نہیں، مارتا ہے۔''۔

یاقوت نے اسے زہر آلود نظروں سے گھورا۔'' تو میرے ہاتھوں ہی مرے گا، کتے کی موت۔ دیکھ لینا۔''۔

شیر خان نے ہاتھ جھاڑتے ہوئے قہقہہ لگایا۔'' ارے جاؤ جاؤ، کام کرو۔ ''اس کی آواز میں تحقیر تھی، جیسے موت اس کے لیے کوئی بڑا مسئلہ نہ ہو۔

یاقوت نے ایک پل کے لیے تھوک پھینکنے والے انداز میں لب بھینچے، پھر رک گیا۔'' میرا تھوک بھی گندا ہوگا، اور تو ...تو اس لائق بھی نہیں۔''۔

شیر خان کی مسکراہٹ اور گہری ہوگئی۔ یہ کھیل ابھی ختم نہیں ہوا تھا۔ اصل کہانی تو اب شروع ہوئی تھی۔

کچھ ہی دیر میں تمام کھلاڑی، جو لقمۂ اجل بن چکے تھے، بے جان وجودوں کی صورت وہاں سے اٹھا لیے گئے۔

پیچھے رہ جانے والے دم سادھے، نگاہوں میں اضطراب لیے، اگلے سوال کی پیچیدگی سے نبرد آزما ہونے کو تیار تھے۔

. . ....

یکدم، جھنڈوں اور نمبروں کی گردش تھم گئی۔ دیواروں پر سیارے، چاند، کہکشائیں اور نیبولاز تیرنے لگے، جیسے خلا کا پورا منظر تھری ڈی لیمپ کی روشنی میں زندہ ہوگیا ہو۔

کہف نے آنکھیں زور سے میچ لیں، جبکہ دیان نے اسے بغور دیکھا۔ وہ اسے تسلی دینا چاہتا تھا مگر رک گیا—کچھ تھا جو اسے روک رہا تھا۔ اس کی نظریں خودبخود سکرین پر جم گئیں۔

سکرین جھپک کر روشن ہوئی۔ الفاظ خون جیسے سرخ رنگ میں ابھرے:۔

“THE CELESTIAL PARADOX”

بعد میں لکھا ہوا آیا۔

“ IMAGINE A DYING STAR IS ABOUT TO COLLAPSE INTO A BLACK HOLE. YOU ARE STRANDED ON A SPACE STATION. SURVIVAL DEPENDS ON YOUR INTELLIGENCE. SOLVE THIS RIDDLE... OR BE ERASED FROM EXISTENCE.”

سکرین پر لکھا ابھرا.:

“A mysterious cosmic signal is transmitting a secret three-digit code. Your survival depends on deciphering it.”

Riddle:

1. The first number is the total moons of Mars and Jupiter combined.
2. The second number is the sum of all planets in the Solar System and the number of Saturn's major rings.
3. The third number is the total number of officially recognized constellations by the International Astronomical Union (IAU).

ENTER THE CODE. ONE WRONG INPUT… AND YOU WILL BE EXECUTED.

REALITY AND GAME—THERE IS NO DIFFERENCE ANYMORE.

TIMER: 15 MINUTES

شیر خان نے، لبوں پر زبان، پھیری اس کے پاس سب اٹھ کر جاچکے تھے۔۔۔

اب وہ تنہا تھا۔

کمرہ سرد ہو چکا تھا، مگر اس کی ریڑھ کی ہڈی میں بہتا خوف برف سے زیادہ ٹھنڈا تھا۔

سکرین پر مختلف زبانوں میں ان نوٹیفیکشن کا ترجمہ ابھر رہا تھا ، جیسے کسی غیر مرئی قوت نے ہر کھلاڑی کے ذہن کو پڑھ لیا ہو۔ پشتو، عربی، چینی، ہسپانوی، روسی، جاپانی—جس زبان میں بھی وہ سوچ سکتے تھے، سکرین نے وہی زبان اختیار کر لی تھی۔

“THE UNIVERSE HAS NO MERCY. NEITHER DOES THIS GAME.”

خوف کی بُو ہوا میں بسی تھی۔ پسینے میں بھیگی ہوئی کھالوں سے خوف ٹپک رہا تھا۔

شیر خان کا سانس بےترتیب تھا۔ ہتھیلیاں پسینے سے بھیگی ہوئی تھیں۔ وہ جانتا تھا کہ غلطی کی کوئی گنجائش نہیں۔

دوسری طرف، یاقوت....

چالاک، محتاط، اور خاموشی سے سوچتا ہوا۔

اس نے خود سے کہا،

۔"مارس کے دو چاند ہیں Phobos —اور Deimos

۔ جیوپیٹر کے تازہ ترین دریافت شدہ 95 چاند ہیں۔"

"2 + 95 = 97"

یاقوت نے نظر بچاتے ہوئے فرش پر آہستہ سے 97 لکھا۔

اس کی انگلی کی ہلکی سی حرکت نے باسط، کہف، نمل اور دیان کو چوکنا کر دیا۔

وہ لمحہ بھر کو الجھے، پھر...۔

باسط نے نمل کہف اور دیان کی طرف دیکھا، ہونٹوں کو سختی سے بھینچا، اور سر کے ہلکے سے اشارے میں کہا،"97" ۔

کہف نے اثبات میں سر ہلایا۔

پہلا کوڈ درج ہوا97 :

دوسرا سوال: ۔

"Sum of planets in the solar system and rings of Saturn."

کہف نے باسط کو دیکھا۔

یہ سوال آسان تھا۔ مگر غلطی کی گنجائش نہیں تھی۔

"8 planets,"اس نے خود سے سوچا۔

نمل نے اشارے سے ان کی طرف دیکھا، لب ہلائے،" سات ...سات"...۔

Saturn's major ring groups... (A, B, C, D, E, F, G).

یاقوت مسکرا دیا۔ اس کی آنکھوں میں چمک تھی——وہ نمل کے لبوں کی جنبش پڑھ چکا تھا۔

سب نے فرش پر آہستہ سے لکھا،"7" ۔

8 + 7 = 15

9715درج ہوا۔

تیسرا سوال

“Total recognized constellations by IAU.”

دیان نے آنکھوں میں سختی کے ساتھ محافظوں کی تیز نظریں چکما دیتے ہوئے، آہستہ سے انگلی سے فرش پر لکھا“88” :۔

باسط سمجھ گیا۔

شیر خان نے اشارہ سمجھ کر کوڈ لکھنا شروع کر دیا۔

یاقوت نے شیر خان کو دیکھا——وہ بھی بچ رہا تھا، ان سب کی بدولت۔

مگر کیا پتہ اس وجہ سے شیر خان دشمنی ختم کر دیتا۔

971588درج ہوا۔

اور پھر...

وقت ختم۔

سکرین سرخ ہو گئی۔

فضا میں برف سی ٹھنڈک آ گئی۔

“EXECUTION COMMENCING.”

"ERROR DETECTED: ELIMINATE FAILED PLAYERS."

گولیوں کی آوازیں—سرد، تیز، بے رحم۔

ہر ایک دھماکے پر جسم گرتے گئے۔

اسٹیج میں سسکیاں، چیخیں، اور بارود کی بو پھیل گئی۔

جو لوگ قریب تھے، وہ کہف، باسط، دیان، نمل اور یاقوت کی دانائی اور تیز فہمی کے باعث زندہ رہ گئے، حتیٰ کہ وہ شخص بھی جسے وہ اپنا دشمن گردانتے تھے—شیر خان۔ مگر جو دور تھے، جو نظروں کے اشارے نہ سمجھ سکے، جو عقل و تدبر کی باریکیوں کو نہ پا سکے، وہ ایک ایک کر کے موت کے گھاٹ اتر گئے۔

یہاں صرف وہی باقی بچے جن کی ذہانت نے ان کا ساتھ دیا، جن کے شعور نے لمحہ بھر میں صحیح فیصلہ کیا۔ مگر یہ سب جانتے تھے—شیر خان کی قسمت اب تک اس پر مہربان تھی، مگر کب تک؟

لاشیں جو زمین پر بکھری پڑی تھیں، انہیں بے رحمی سے گھسیٹ کر لے جایا جا چکا تھا۔ خون آلود فرش پر موت کی بو رچی ہوئی تھی۔

یاقوت نے زہر خند مسکراہٹ کے ساتھ شیر خان کو گھورا، آنکھوں میں دہکتا غصہ لیے بولا،'' تو ہماری وجہ سے بچا ہے، سمجھا؟''۔

شیر خان نے ہنکارا بھرا، تیوری چڑھا کر قدم جما دیے،'' مڑا، تُو کیا سوچتا ہے، ہہ؟ کہ میں تیری مہربانی سے زندہ ہوں؟ نہ مڑا، یہ ہمارا دماغ تھا، ہماری قسمت تھی، سمجھے؟''۔

یاقوت کی آنکھوں میں سرد لہر اتری،اور حقارت سے تھوک نگلا،'' ٹھیک کہتے ہیں، افغان نمک ۔۔۔۔''!۔

یہ کہتے یاقوت رک گیا'' خیر زیادہ ہو جائے گا رہنے دیتے ہیں''۔

شیر خان کے چہرے کی سرخی ایک لمحے میں غضب کی آگ میں بدل گئی۔ جبڑے سخت ہوئے، آنکھوں میں خون اترا، وہ آگے بڑھنے ہی والا تھا کہ یاقوت نے اسے روک دیا، انگلی اٹھا کر سیدھا اس کی آنکھوں میں جھانکا،'' تیری موت میرے ہاتھوں لکھی ہے، شیر خان !اور سب دیکھیں گے، جب تیرا کلیجہ اپنے دانتوں میں پیوست کروں گا، خون رسے گا تیرے وجود سے''!۔

شیر خان ہنسا، مگر یہ ہنسی نہیں تھی، ایک چبھتا ہوا طنز تھا،'' دیکھتا ہے ہم، کون کس کا کلیجہ نکالتا ہے''!۔

یاقوت کی نظریں مزید سخت ہو گئیں، لب بھینچ کر سر ہلایا،'' دیکھ لی، بہت جلد تیرا کلیجہ میرے دانتوں میں ہو گا''!۔

شیر خان کے لبوں پر ایک خبیث مسکراہٹ ابھری، آنکھوں میں مکار چمک لپکی۔ دل میں خود سے بولا،" ہہ ...**ابھی ہم خاموش ہے مڑا، کیوں کہ یہ تیسرا سوال تم ہی حل کرواؤ گے ہمارا۔ جب کام نکل جائے گا، تب ہم ان محافظوں کو بتائے گا کہ یہ سب نقل کروا رہا ہے۔ پھر دیکھے گا، کیسے چیل کے چونچ میں پھنسے گا تُو !قسم خدائے پاک کی، تیری بربادی ہم خود دیکھے گا"!۔**

۔ اچانک، ایک گونجدار اور سنگین اعلان فضا میں لرزا۔

“Warriors! A challenge awaits you. A question will now appear on your screens. You have exactly five minutes to solve it. Fail, and you shall face

immediate execution. Succeed, and you earn a momentary reprieve. Following this, a ten-minute survival timer will commence. Run—flee towards the red line you see ahead. Stand there, for a new round shall begin. There is no mercy. The weak shall perish. The strong shall advance. Prepare yourselves."

[Game Notification: The question has been issued. Time begins now.]

سکرین پر ابھرا—

Game Notification

Warriors, your next challenge has arrived!

A question is now displayed on your screen. You have **5 minutes** to solve it. Failure will result in **immediate execution.**

Question:

If the total length of human blood vessels stretches up to 100,000 kilometers, while the Earth's circumference measures 40,075 kilometers, how many times can these vessels wrap around the Earth?

Your **timer starts now!**

ٹائمر کے ہندسے الٹنے لگے۔ پانچ منٹ—بس پانچ منٹ! ہر کسی کی انگلیاں لرزتے کیلکولیٹر پر دوڑنے لگیں۔ باسط نے فوراً اعداد تقسیم کیے، اس کا ذہن بجلی کی طرح دوڑا۔ باقی کھلاڑیوں کو بھی اندازہ ہو چکا تھا کہ سوال کا حل تقسیم میں ہے۔ مگر شیر خان—۔

شیر خان کا رنگ فق تھا۔ یہ اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ سوال حل کرنے کی دوڑ میں اس کا مکروہ ذہن کام دینا چھوڑ دے گا۔ وہ کنکھیوں سے دوسروں کی سکرین دیکھنے لگا، لیکن کوئی نقل نہیں کر رہا تھا۔ ہر کوئی اپنی جان بچانے میں مصروف تھا۔

جو فریب اُس نے بُنا تھا کہ باسط، کہف یا یاقوت دیان نمل جواب حل کریں گے ایک دوسرے کو نقل کروائیں گے ، وہ اُن سے چُرا کر لکھے گا اور پھر انہیں ہی پھنسا دے گا، وہی چال اُلٹ کر اُس کے اپنے گلے کا پھندا بن گئی۔

100,000 ÷ 40,075

جواب آیا—۔

2.5 بار

کچھ لوگوں نے چپکے سے سوال حل کر لیا تھا، مگر شیر خان پسینے میں شرابور ہو چکا تھا۔ اس کا جبڑا بھینچ چکا تھا، آنکھوں میں ایک وحشیانہ چمک ابھرنے لگی۔ اچانک، اس نے اپنے سامنے کچھ فاصلے پر بیٹھے شخص کو زوردار لات ماری۔ وہ شخص جو شاید کسی اور کو سوال سمجھا رہا تھا، زمین پر جا گرا۔

۔" اے !د خدایہ قسم، دا گیم دے کہ د دوزخ امتحان؟ "شیر خان غرایا، اس کے لبوں پر خبیث مسکراہٹ رینگ گئی۔ پھر، اس نے تیزی سے گرے ہوئے شخص کا ٹیب چھینا اور جواب لکھ دیا۔

اناؤنسمنٹ ہوئی

Player No. 21,00 Executed.

یکدم گولی چلی۔ ہال میں ایک چیخ ابھری—اور پلک جھپکتے میں وہ شخص خون میں نہا چکا تھا۔ سکرین پر ابھرا

Times up

اناؤنسمنٹ ہوئی

"No one else executed. Congratulations, survivors."

فضا میں ایک پل کے لیے خاموشی چھا گئی۔ کھلاڑیوں نے سکون کا سانس لیا، مگر زمین پر پڑی لاش اور اس کے گرد جمتا خون اس" کامیابی "کو بھیانک بنا چکا تھا۔

یاقوت نے شیر خان کو خونخوار نظروں سے دیکھا۔" پچھلی بار تو خاموش رہا تھا، کیوں کہ جانتا تھا کہ اگر ہمیں پھنسا دیا تو خود بھی پھنسے گا۔ اس بار قسمت نے ہمیں بچا لیا، مگر میں تجھے جانتا ہوں، تیرا ضمیر بیچ چکا ہے تُو۔"۔

شیر خان نے گردن ترچھی کی، لبوں پر ایک زہر بھری مسکراہٹ ابھری۔ "قسمت، یارا !قسمت ہم پر قربان دہ، دا خو اللہ زہ در کوئی"!۔

یاقوت نے سرد لہجے میں کہا،'' سچ کہا، تجھے جہنم بھی اپنے پاس نہیں بلائے گی، کہیں وہ بھی گندی نہ ہو جائے۔''۔

شیر خان کے جبڑے بھینچ گئے۔ اس کے دانت سختی سے کچکچانے لگے۔ اس کے اندر پلتے شیطان کو گویا کوئی چوٹ پہنچ گئی تھی۔

فرش پر خون کا سیلاب بہہ چکا تھا۔ لاش کو گھسیٹتے محافظ گزرے، اور خون کی سرخی روشنی میں یوں چمکی جیسے کوئی خونی دریا ہو۔ موت نے آج ایک اور چہرہ نگل لیا تھا، اور کھیل ابھی ختم نہیں ہوا تھا۔

. .. .

کچھ دیر بعد ایک اور اناؤنسمنٹ ہوئی

"Arise, warriors. The hunt begins."

خوف زدہ آنکھیں ایک دوسرے کو دیکھنے لگیں۔ کانپتے وجود جیسے زمین میں گڑے ہوں، مگر حکم عدولی کا مطلب صرف موت تھا۔ سب کے قدم لرزتے ہوئے اٹھے۔

“Run for your survival. The clock is ticking. The red line marks your only escape.”

یکدم ٹائمر شروع ہوا، اور میدان ایک قیامت خیز بھگدڑ میں بدل گیا۔

زمین لرزنے لگی، ایک ہجوم تھا جو اپنے ہی وجود کی بقا کے لیے دوسرے وجود روند رہا تھا۔ چیخیں، سانسیں، گھسٹتے بدن، اور بھاگتے قدم۔

کہف ہجوم میں دھکے کھاتی گرتی چلی گئی۔ کسی کا بے رحم ہاتھ اس کے کندھے پر لگا، توازن بگڑا اور وہ زمین پر جا گری۔

یکدم، کسی نے اس کی کلائی مضبوطی سے پکڑی۔

دیان تھا!۔

اُس نے ایک پل بھی ضائع نہ کیا اور کہف کو کھینچ کر باہر نکالنے لگا۔ مگر پیچھے——۔

نمل زمین پر پڑی سسک رہی تھی۔

باسط کی نظر پڑی تو وہ بے اختیار اس کی طرف لپکا۔

۔"کیا ہوا؟ "وہ جلدی سے بولا۔

۔" میرے پاؤں پر کسی کا قدم آ چکا ہے "...نمل کی آواز کپکپا رہی تھی۔

باسط نے اسے اٹھانے کے لیے جھکا اور اگلے ہی لمحے نمل کو اپنے کندھے پر ڈال لیا۔ سامنے نظر پڑی تو کہف کو جاتے دیکھ مسکرا دیا۔

کہف بھی اسے دیکھ کر مطمئن ہو گئی۔

ہجوم کے دریا سے وہ سب سرخ لکیر کے قریب پہنچنے لگے، جہاں باقی بچ جانے والوں کا نیا امتحان منتظر تھا۔

لیکن یوجن——۔

یوجن ادھر ادھر بے بسی سے دیکھ رہی تھی۔ شیخ اظہر نے اس کا ہاتھ تھاما اور تیزی سے آگے کی جانب کھینچ لیا۔

مگر پیچھے——۔

یاقوت۔۔۔

یاقوت کا بدن آگے بڑھنے ہی والا تھا جب——۔

شیر خان نے اسے دھکا دیا!۔

یاقوت لڑکھڑایا، قدم بہ قدم پیچھے گیا، اور پھر زمین پر اوندھے منہ گر گیا۔

اور پھر——۔

شیر خان اور اس کے ساتھیوں کے قدم اس کی پیٹھ پیر پر دباؤ ڈالنے لگے۔

ہر گزرتے لمحے کے ساتھ اس کا بوجھ یاقوت کی ہڈیوں میں پیوست ہو رہا تھا۔

باسط نے یہ سب دیکھ لیا۔

ٹائمر کی گھڑی اس کی سماعت میں گونجنے لگی۔

“Three... Two...”

شیر خان اب باسط اور دیان کے سامنے تھا۔

شیطانیت سے چمکتی آنکھوں کے ساتھ بولا

"یہ قرض تھا جو چکانا تھا، یارا"!

دیان پلٹ کر یاقوت کی طرف بھاگا ہی تھا کہ۔۔۔

گولی چل گئی۔

یکدم۔۔۔

چاروں طرف فائرنگ ہونے لگی!۔

سٹیج پر جو گرے تھے، انہیں بے دردی سے گولیاں ماری جانے لگیں۔

دیان نے آگے بڑھنے کی کوشش کی مگر۔۔۔

ایک آہنی دیوار گر چکی تھی۔

لوہے کا پنجرہ!۔

ایک ایسی دیوار جو اب میدان کے اس حصے کو ہمیشہ کے لیے ان سے جدا کر چکی تھی۔

اور یاقوت۔۔۔

کہف اور نمل کے چہرے سفید پڑ گئے۔ دونوں ایک ساتھ چیخ اٹھیں

"یاقوت"!

"یاقوت"!

لیکن۔۔۔

یاقوت کی کوئی آواز نہ تھی۔

کوئی جواب نہ آیا۔

بس لاشیں تھیں۔

خون تھا۔

اور۔۔۔

شیر خان کی زہریلی ہنسی!۔

"ہا ہا ہا۔۔۔ گیا یاقوت، اللہ کے پاس"!

وہ زہریلے طنز سے قہقہہ مار کر ہنسا۔

شیر خان کی ہنسی گونجتی رہی۔۔۔

باسط، دیان، اور باقی سب بس ساکت کھڑے رہ گئے۔

اور ان کے سامنے——۔

لاشیں بچھ چکی تھیں۔

خون کی سرخ لکیر زمین پر بکھری تھی۔

اور کھیل کا اگلا دور شروع ہونے والا تھا۔۔۔

۔ ۔ ۔۔۔۔۔

ایک اناؤنسمنٹ نے یکدم سب کچھ بدل دیا۔

"A player has invoked the Survival Clause."

یکدم سب کی نظریں سامنے گئیں۔

“Player Yakoot has exercised his right under the Disability Exemption Rule. As per contract and game policy, any player with a medical condition or disability is entitled to a single survival pass—provided they claim it in time

Yakoot is colorblind. He had already declared his condition before entering the game. Had he not used his wit at the right moment, elimination would have been inevitable. Let this be a lesson—read the contract carefully, for within its words lie the keys to survival.

From now on, only Youjin-Sera holds the right to this exemption due to her speech disorder. Use it wisely, for there are no second chances beyond this.

Congratulations, Yakoot. You just outplayed the system.”

دیان جو اعلان سن رہا تھا، ہونٹوں پر دھیمی مگر فاتحانہ مسکراہٹ آ گئی۔

اور پھر——۔

پنجرہ کا دروازہ کھلا۔

اور یاقوت!۔

لنگڑاتا ہوا، خون میں تر، مگر زندہ۔۔۔!

پیشانی، ہونٹ، ناک ——سب سے خون بہہ رہا تھا، مگر آنکھوں میں وہی شعلے جل رہے تھے۔

سامنے کھڑا شیر خان——۔

جس کی آنکھوں کی چمک یکدم بجھ چکی تھی۔

جو ابھی لمحہ پہلے شیطانی ہنسی ہنس رہا تھا، اب اس کے چہرے کا رنگ اڑ چکا تھا۔

یاقوت نے آگے قدم بڑھایا، سرخ لکیر پار کی، اور——۔

دیان اور باسط نے لپک کر اسے گلے لگا لیا۔

کہف خوشی سے تالیاں بجانے لگی، نمل نے یاقوت کے شانے پر ہلکی سی ضرب لگائی، آنکھوں میں شکر گزاری تھی۔

۔''شکر ہے تم ٹھیک ہو ''! باسط کی آواز میں سچّی راحت تھی۔

یاقوت نے خون آلود ہونٹوں سے ایک تھکی مگر جیت کی مسکراہٹ دی، پھر سرد لہجے میں بولا

۔''پرائیویسی پالیسی تو میں پڑھتا نہیں، مگر اُس دن ایک پوائنٹ نظر سے گزرا تھا۔۔ اور میں نے پہلے ہی فارم میں اپنی'Disability

'لکھوا دی تھی——کہ میں کلر بلائنڈ ہوں۔''۔

پھر وہ ایک قدم آگے بڑھا۔

آنکھیں سیدھا شیر خان پر جمائیں——۔

خود پر لگے زخموں پر ہاتھ پھیرا، خون کو انگوٹھے سے صاف کیا، اور بس۔۔۔ ایک نظر!۔

ایک ایسی نظر جس میں جیت کی سرخ چمک تھی۔

جیسے کہہ رہا ہو—اب دیکھ، میں کیسے پلٹ کر وار کرتا ہوں۔

شیر خان نے بےاختیار گردن جھٹکی۔ وہ جو لمحہ بھر پہلے اپنی چالاکی پر قہقہے لگا رہا تھا، اب اس کا گلا خشک ہو چکا تھا۔

اس کے ہاتھ غیر محسوس انداز میں بند ہونے لگے۔

یہ جیت اس کے ہاتھ سے نکل چکی تھی!۔

اچانک—۔

یوجن لپک کر یاقوت سے جا لگی۔

یاقوت لمحے بھر کے لیے رکا، پھر مسکرا دیا۔

نرمی سے اس کے سر کی پشت تھپتھپائی اور دھیرے سے بولا:۔

"دیکھ لو، میری وجہ سے تمھیں بھی ایک چانس مل گیا ہے اگلی گیم کے لیے۔"

کہف مسکرا دی۔

یوجن پیچھے ہوئی تو دیان نے آگے بڑھ کر یاقوت کے بالوں میں ھاتھ پھیرا ۔

یاقوت بے ساختہ مسکرا دیا۔

پھر دیان نے گردن گھما کر سیدھا شیر خان کی آنکھوں میں دیکھا۔

آواز سرد تھی، مگر اس کے اندر دہکتے انگاروں کی گونج تھی۔

آج جو تو کر کے آیا ہے، اس کا حساب چکانا باقی ہے، شیر خان۔۔۔"

اگر میں نے تجھے تیری ہی پیدائش پر لعنت بھیجنے پر مجبور نہ کیا، تو پھر مجھے دیان کہنے والا بھی کوئی نہ ہوگا"!۔

شیر خان نے ہونٹ چبائے، پھر زہریلی مسکراہٹ سجا کر بولا

"دیکھ لیں گے۔۔۔"

مگر اس کی ہنسی میں وہ پہلے جیسا زہر نہ تھا۔

کیونکہ آج، وہ جو جیتا تھا—ہارتے ہارتے بچا تھا!۔

دفعتاً نقاب پوش محافظوں کے قدموں کی چاپ مدھم پڑنے لگی، جیسے سائے دیواروں میں جذب ہو رہے ہوں۔ دروازے بھاری آواز کے ساتھ بند ہوئے اور گیم زون پل بھر میں سرخ روشنی میں نہا گیا۔ چاروں طرف خاموشی تھی، مگر یہ خاموشی کسی طوفان سے پہلے کا سکوت معلوم ہوتی تھی۔

اچانک ایک دروازہ کھلا، اور سفید دھواں اٹھا۔ نظروں کے سامنے ہر چیز دھندلا گئی۔ اس دھند میں کچھ سائے حرکت کرتے محسوس ہوئے۔ دھیرے دھیرے جیسے حقیقت آشکار ہو رہی ہو، دھواں چھٹا تو وہ جو سائے تھے، اب واضح نظر آنے لگے۔ دس کے قریب شیر۔

کسی کے سانس لینے کی آواز تک سنائی دینے لگی۔ آنکھیں خوف سے پھیل گئیں۔ کچھ نے اپنے جسموں کو پیچھے دھکیلا، جیسے یقین نہ آ رہا ہو۔ شیروں کے بھاری پنجے زمین پر پڑتے تو فرش ہلتا محسوس ہوتا۔ وہ پنجروں کے پیچھے غصے سے اپنی

دم پٹخ رہے تھے، ان کے جبڑوں سے رال ٹپک رہی تھی، اور آنکھیں خونخوار روشنی میں چمک رہی تھیں۔

اور پھر اعلان گونجا——۔

“Attention, players! Escape now or be trapped forever. You have exactly 20 minutes—once the clock runs out, the exit will be sealed, and there will be no way out.”

سامنے کا دروازہ، جو زندگی کی طرف کھلتا تھا، آہستہ آہستہ بند ہو رہا تھا۔ مگر پیچھے کا پنجرہ، جو موت کی گود تھا، دھیرے دھیرے کھلنے لگا۔ شیر دیوانہ وار پنجے مار رہے تھے، پنجروں کی سلاخیں لرز رہی تھیں، جیسے ایک لمحے میں ہی ٹوٹ کر گر جائیں گی۔

دوسرا اعلان گونجا——۔

“”’Players, listen carefully! The moment this door seals shut, the cage behind you will open wide—

unleashing the tigers. Any player left behind will be torn apart. Reaching the exit won't be easy... but hesitation means death. Your time starts NOW!"

ٹائمر کی سرخ روشنی نے 20 منٹ کا حساب دکھانا شروع کر دیا۔ دروازہ مدھم آواز کے ساتھ بند ہونے لگا، اور پیچھے کا پنجرہ جیسے زندگی کا مذاق اڑاتا، مزید کھلنے لگا۔

یکدم بھگدڑ مچ گئی۔ سب آگے کی طرف لپکے، مگر راستہ خاردار جالوں سے بھرا تھا۔ جال کے درمیان خطرناک تیروں کے پھندے چھپے ہوئے تھے، جو کسی کے بھی جسم کو چیر سکتے تھے۔ پہلی ہی دوڑ میں کئی پلئیر نیچے گرے، کسی کی ٹانگ زخمی ہوئی، کسی کا کندھا چھل گیا، اور کسی کے سینے میں تیر آ کر گڑ گیا۔

باسط اور دیان نے ایک نظر کہف اور نمل کی طرف ڈالی۔ نمل نے تیزی سے کہا،" میرا پیر اب ٹھیک ہے، مگر سامنے کا راستہ موت کے جالوں سے بھرا ہوا ہے، ہمیں کوئی طریقہ نکالنا ہوگا۔"۔

دیان نے پلئیرز کی لاشوں کی طرف دیکھا، جو پہلے ہی تیروں کا شکار ہو چکے تھے۔ اس کی آنکھوں میں چمک آئی۔" یہ تیروں کے درمیان میں اندھا دھند

بھاگنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ ہمیں اِن لاشوں کو ڈھال کے طور پر استعمال کرنا ہوگا۔"۔

باسط نے دیان کی بات سمجھتے ہی ایک لاش اٹھائی۔ باقی پلئیرز بھی سمجھ گئے، اور ہر کسی نے نیچے گری ہوئی لاشوں کو اپنے آگے رکھ کر چلنا شروع کیا۔

تیر اندھادھند برس رہے تھے۔ کچھ لاشوں میں پیوست ہو رہے تھے، مگر کچھ پار ہو کر زندہ پلئیرز کو بھی چھو رہے تھے۔ بازو زخمی ہو رہے تھے، کپڑے پھٹ رہے تھے، مگر قدم نہیں رک رہے تھے۔

سامنے کا دروازہ مزید بند ہونے لگا۔ پیچھے پنجرے کا آخری کنڈا کھلنے ہی والا تھا۔

باسط، دیان، اور یاقوت نے پہلے کہف، نمل، اور یوجن کو باہر بھیجا۔ وہ دروازے سے پار ہو گئے۔

۔"یاقوت، چل"! دیان نے پیچھے مڑ کر دیکھا، یاقوت بھی گرتا پڑتا دروازے کی طرف لپکا، اور باہر نکل گیا۔ہمراہ اس کے شیخ اظہر بھی

آخر میں باسط اور دیان خود کود کر پار ہو گئے۔ ٹائمر صفر پر پہنچا۔

دروازہ پوری قوت سے بند ہو گیا۔

مگر ایک پلئیر جو بیچ میں آ چکا تھا، وہ مکمل باہر نہیں نکل پایا تھا۔ دروازہ بند ہونے کی دیر تھی کہ اس کا جسم دو حصوں میں کٹ گیا۔ آدھا اندر، آدھا باہر۔ اس کا نچلا دھڑ دیان کے قدموں کے پاس گرا۔

اندر شیر دھاڑ رہے تھے۔ پلئیرز کی چیخیں فضا میں گھلتی جا رہی تھیں۔ مدد کے لیے ہاتھ اٹھ رہے تھے، مگر اب کوئی بچانے والا نہ تھا۔ تیروں سے بچنے والے بھی اب شیروں کے پنجوں میں جا چکے تھے۔ خون کی بو فضا میں گھل گئی، اور پھر خاموشی چھا گئی۔

باہر کھڑے پلئیرز نے پلٹ کر آخری بار دروازے کو دیکھا، جہاں کچھ لمحے پہلے زندگی اور موت کی جنگ لڑی جا رہی تھی۔

دیان نے گہری سانس لی، باسط نے مٹھیاں بھینچ لیں، اور یاقوت نے دروازے پر خون کا ہاتھ پھیر کر شیروں کی آخری دھاڑ کو سنتے ہوئے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔

یاقوت نے ایک تھکی ہوئی ہنسی کے ساتھ کہا،

۔"کبھی زندگی مجھ پر ہنستی تھی، میں میمز پر ہنستا تھا ...اور اب؟ اب موت ہم پر ہنس رہی ہے اور ہم اپنی قسمت پر رو رہے ہیں۔ بربادی کے کئی راستے تھے، مگر نہیں، ہمیں وہی چننا تھا جو سیدھا اس گیم کے منہ میں جاتا تھا ...واہ قسمت" !۔

----☆☆☆----

ہر طرف خاموشی تھی، سوائے زخمی جسموں سے رستے خون کے ٹپکنے کی آواز کے۔ تیر بدن چیر چکے تھے، کچھ نے ہڈیوں کو چھوا تھا، کچھ نے صرف گوشت کاٹ کر زخم کھول دیے تھے۔

وہ چوغے میں ملبوس محافظ، چہرے ڈھانپے، ان تمام پلئیرز کو ایک اندرونی پراسرار کلینک میں لے آئے۔ یہاں بیڈز ترتیب سے لگے تھے، مگر ماحول میں کچھ غیر معمولی تھا۔ وہ ڈاکٹر، جو علاج کے لیے کھڑے تھے، ان کے چہرے نیلے ماسک کے پیچھے چھپے تھے، ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ انسان نہیں، کوئی اور ہی مخلوق ہوں—چمکدار نیلے ہیرے کی مانند ماسک، جس کے اندر کسی برقی طوفان کا عکس دکھائی دیتا تھا۔

یکدم، ایک گونج دار مگر پُراسرار اناؤنسمنٹ ہوئی، جیسے خود دیواروں سے نکل کر آواز ان کے کانوں میں اتری ہو

“Warriors! Choose your bed wisely... For the choice you make now, may decide whether your body will fight or fall.”

یہ سنتے ہی پورے کمرے میں سناٹا چھا گیا۔ پلئیرز نے ایک دوسرے کو دیکھا، ہر آنکھ میں خوف کے سائے ناچنے لگے۔

دیان نے مدھم سرگوشی میں کہا،" مجھے لگتا ہے کہ یہ مرحلہ بھی گیم کا ایک اور جال ہے"...۔

باسط نے سر ہلایا،" اس لیے ہمیں ہر لمحے چوکنا رہنا ہوگا۔ کوئی بھی بےفکری کی غلطی مہنگی پڑ سکتی ہے۔"۔

تمام پلئیرز بیڈز کو غور سے دیکھ رہے تھے، ہر قدم نپا تُلا تھا۔ یاقوت زخمی تھا، اس کا وجود لڑکھڑا رہا تھا، نمل اور کہف کو زیادہ زخم نہیں آئے تھے مگر وہ بھی تھکن اور صدمے میں تھیں۔ یوجن کا چہرہ زرد پڑ چکا تھا۔ دیان کے شانے پر تیر

پیوست تھا، جسے وہ پہلے ہی جھٹک کر نکال چکا تھا، اور باسط کے بازو سے خون رس رہا تھا۔

اب ہر کوئی اپنے لیے بیڈ منتخب کر چکا تھا۔

ایک دبیز خاموشی کے بیچ، وہ نیلے ماسک والا شخص آگے بڑھا۔ اس کے ہاتھ میں ڈرپ تھی، مگر اس کے ماسک کے پیچھے چھپی آنکھوں میں ایک عجیب چمک تھی، جیسے وہ کھیل سے زیادہ کسی اور ہی چیز سے لطف اندوز ہو رہا ہو۔

یاقوت کے دل میں کسی انہونی کا احساس جاگا۔ اس کی آنکھیں سکڑ گئیں، دماغ میں ایک جھماکہ ہوا۔

۔"کہیں ایسا تو نہیں...؟ "وہ بڑبڑایا۔

پھر یکدم، وہ چونکا۔

اور انگریزی میں چلایا

۔"یہ لوگ "!...وہ تقریباً چیخ پڑا۔" یہ ہمیں زہریلی ڈرپ لگا رہے ہیں !یعنی ... ہم نے جو بیڈ چُنے ہیں وہ ہماری زندگی یا موت کا فیصلہ کریں گے !اگر غلط بیڈ چُنا ہے، تو یہ ڈرپ ہماری رگوں میں زہر انڈیل دے گی"!۔

یہ جملہ سنتے ہی پلئیرز میں کھلبلی مچ گئی۔

۔"یہ دھوکہ ہے !ہمیں یہاں علاج کے بہانے مارا جا رہا ہے "!کسی نے چلا کر کہا۔

کہف اور نمل نے ہاتھ جھٹکنے کی کوشش کی مگر جیسے ہی انہوں نے جنبش کی، ان کے ہاتھوں پر برقی زنجیریں آپس میں جُڑ گئیں۔

۔"یہ کیا!—؟ "نمل کی سانس رُک گئی۔

دیگر تمام پلئیرز کے ہاتھ بھی بیڈز پر جکڑ چکے تھے، کوئی چاہ کر بھی خود کو آزاد نہیں کر سکتا تھا۔

یاقوت کا چہرہ ایک دم سرخ ہوگیا۔ وہ اس شخص کو گھورنے لگا جو اس کی جانب ڈرپ لیے بڑھ رہا تھا۔

پھر کچھ ایسا ہوا، جو کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا—

اس نیلے ماسک والے نے سب سے پہلے یاقوت کی رگ سے سرنج میں خون نکالا۔

۔"یہ کیا کر رہے ہو؟ "یاقوت کی آواز غرائی، مگر ماسک والا خاموش رہا، جیسے اس کے الفاظ کا کوئی مطلب ہی نہ ہو۔

پھر، وہ سرنج اس نے ایک طرف رکھ دی اور ، دوسری طرف یاقوت کے بازو میں ڈرپ لگا دی۔

کمرے میں اب صرف دلوں کی دھڑکنیں سنائی دے رہی تھیں۔

کیا اس ڈرپ میں زہر تھا؟ کیا یاقوت نے صحیح بیڈ چُنا تھا؟ یا یہ کھیل اب اپنے اگلے بھیانک مرحلے میں داخل ہو چکا تھا؟

اس لمحے، دیواروں پر ایک اور اناؤنسمنٹ گونجی، مگر اس بار، اس کے الفاظ سیدھے رگوں میں سرایت کرنے والے تھے—

"The game has begun... but tell me, warriors... is survival ever just a choice?"

فضا میں ایک سناٹا چھا چکا تھا، مگر یہ خاموشی عارضی تھی۔ اچانک، ایک پلئیر نے درد سے کراہتے ہوئے اپنی ناک کو پکڑ لیا۔ چند لمحے بعد اس کی ناک سے خون

ٹپکنے لگا، جیسے کسی کٹے ہوئے چشمے سے پانی رس رہا ہو۔ اس نے لرزتی آنکھوں سے اپنے آس پاس دیکھا، اس کے ہونٹ کانپنے لگے، اور اچانک اس کے منہ سے ایک خون کی موٹی دھار بہہ نکلی۔ وہ گھبرا کر اٹھنے لگا مگر اس کے جسم نے ساتھ دینا چھوڑ دیا۔ اس کے ہاتھ پیروں میں جھٹکے شروع ہو گئے، جیسے کوئی نادیدہ طاقت اس کی رگوں میں زہر پھیلا رہی ہو۔

یہ دیکھ کر باقی پلئیرز کے بدن میں خوف کی سرد لہر دوڑ گئی۔ ایک اور پلئیر کی آنکھیں حیرت اور درد سے پھٹنے لگیں، اور اس کے حلق سے ایک چیخ نکلنے ہی والی تھی کہ اچانک اس کے جسم نے زہر کے اثر میں آخری جھٹکا کھایا اور روح جسم کی قید سے آزاد ہوگئی۔ اس کا چہرہ نیلگوں ہو چکا تھا، آنکھیں سرخ خون سے لبریز ہو چکی تھیں، جیسے اندر ہی اندر وہ جل چکا ہو۔

ایک کے بعد ایک، وہ سب جو غلط بیڈ پر لیٹ چکے تھے، موت کے شکنجے میں جکڑے جانے لگے۔ کچھ کے جسم کانپنے لگے، کچھ کی رگیں نیلا پڑنے لگیں، اور کچھ کے منہ سے جھاگ بہنے لگا۔ کسی کے ہاتھ مٹھیوں میں جکڑ گئے، تو کسی کی آنکھیں خوف اور اذیت کے مارے باہر کو ابلنے لگیں۔ ایک پلئیر نے بدحواسی میں اپنی گردن پکڑ لی، اس کے چہرے پر وحشت تھی، آنکھوں میں خون اترا ہوا

تھا۔ مگر اس کی یہ مزاحمت بے سود تھی، ایک جھٹکے سے برقی زنجیروں سے اس کا ھاتھ آزاد ہوا اور وہ نیچے گر پڑا، اس کا جسم اکڑ چکا تھا۔

باقی کھلاڑی جو اب تک محفوظ تھے، سہمے ہوئے یہ سب دیکھ رہے تھے۔ ان کے چہروں پر دہشت کی پرچھائیاں تھیں۔ ہر پلئیر کی آنکھیں ایک دوسرے کو دیکھ رہی تھیں، جیسے وہ سوچ رہے ہوں کہ اگلا کون ہوگا؟ ان کے دل کی دھڑکنیں جیسے کسی ناقابل فہم عذاب کی پیشگوئی کر رہی تھیں۔

یاقوت کا سانس اٹکنے لگا جب اس نے دیکھا کہ اسی شخص نے جس نے اس کے خون کا نمونہ لیا تھا بڑی خاموشی سے سرنج کو اپنی جیب میں رکھ رہا تھا، وہی سرنج جس میں اس کا خون تھا۔ اس کی نگاہیں تیزی سے گھومیں، محافظ ان لاشوں کو بے دردی سے گھسیٹ کر لے جا رہے تھے جیسے وہ کھلونے ہوں، اور جو بچے تھے، ان کے زخموں پر مرہم لگایا جا رہا تھا، جیسے یہ سب معمول کی کاروائی ہو۔

یاقوت کا دل زور سے دھڑکنے لگا۔ کیا وہ تجربے کے لیے منتخب کیا جا چکا تھا؟ کیا اس کا خون کسی اور مقصد کے لیے نکالا گیا تھا؟

اسی لمحے، ایک جان لیوا خاموشی کو چیرتی ہوئی ایک منحوس آواز گونجی

“Congratulations, warriors! Your fate has spared you… for now. But tell me, how long will your luck dance with you before abandoning you to the shadows of death? The game is far from over… let’s see how far you can go before the abyss swallows you whole.”

۔ کھیل اب پہلے سے بھی زیادہ خطرناک ہو چکا تھا۔ بچنے کی امید کم ہوتی جا رہی تھی، اور ہر پل ایک نئی آزمائش ان کا انتظار کر رہی تھی۔

----☆☆☆----

اندھیری، سرخ روشنیوں سے نہائی ہوئی راہداری میں چوغہ پوش محافظ خاموشی سے قطار بنائے آگے بڑھ رہے تھے۔ ہر قدم کی بازگشت سنسناتی دیواروں سے ٹکرا رہی تھی، جیسے کسی بھوتیہ دُنیا میں کوئی بےنام مخلوق حرکت کر رہی ہو۔ دونوں اطراف سیاہ الماریوں میں رکھے ہتھیار چمک رہے تھے، خون میں بھیگے

کھیل کے اگلے مرحلے کے انتظار میں۔ دیواروں پر سرخ اور سیاہ رنگ کے مبہم الیوژن، ذہن کو چکرا دینے والے دھوکے پیدا کر رہے تھے، جیسے کسی خواب اور حقیقت کے درمیان معلق ایک دنیا ہو۔

فضا میں اچانک ایک مشینی آواز گونجی، ٹھنڈی اور جذبات سے عاری

“Well done, Whales. Go to your rooms, freshen up, eat, and rest. A new day awaits you.”

یہ الفاظ دیواروں سے ٹکرا کر راہداری میں تحلیل ہو گئے، جیسے کسی جیل میں قیدیوں کو آرام کا حکم دیا جا رہا ہو، مگر یہ آرام آنے والے طوفان کی خاموشی تھی۔

ایک چوغے والا محافظ خاموشی سے اپنے کمرے میں داخل ہوا۔ دروازہ پیچھے خود بخود بند ہو گیا، ایک مدھم سی سرخ روشنی پورے کمرے میں پھیل گئی۔ وہ آگے بڑھا، چوغا اتار کر بیڈ پر اچھال دیا۔ نیچے اس نے سیاہ قمیض اور جینس پہن رکھی تھی، جو محافظوں کی بھیڑ میں اسے عام سا لگنے والا فرد بنا رہی تھی۔

اس نے جھجکتے ہاتھوں سے ماسک اتارا۔ ایک لمحے کو کمرے میں تناؤ پھیل گیا۔ جیسے کوئی چھپی حقیقت بے نقاب ہو رہی ہو۔

وہ ایک عورت تھی۔

چہرے پر تھکن اور آنکھوں میں اتھاہ غم، سیاہ موٹی آنکھیں جو گہرے رازوں سے بھری ہوئی تھیں، ایک غیر معمولی حسن جو دکھ میں ڈوبا ہوا تھا۔ وہ لڑکھڑاتے قدموں سے بیڈ کی طرف بڑھی، جیسے اپنی ہی روح کا بوجھ اس کے کندھوں کو جھکا رہا ہو۔

بیڈ پر بیٹھتے ہی اس نے دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپا لیا۔ اور پھر ایک گھٹی گھٹی سسکی اس کے ہونٹوں سے پھسل گئی۔

''مجھ سے یہ نہیں ہوگا ...میں کیسے معصوم لوگوں کو قتل کر سکتی ہوں؟''

اس کی آواز لرز رہی تھی، جیسے ہر لفظ کے ساتھ روح چھلنی ہو رہی ہو۔

لرزتے ہاتھوں سے اس نے سائیڈ ٹیبل سے ایک فریم اٹھایا۔ تصویر میں ایک معصوم بچی کھلکھلا رہی تھی، زندگی سے بھرپور، جیسے اس دنیا کی تمام تاریکیوں سے بے خبر ہو۔

۔""مگر ...میں اپنی بیٹی کے لیے مجبور ہوں ...اگر میں نے ان کے حکم نہ مانے، تو وہ مر جائے گی ...اگر پیسے نہیں ہوں گے تو اس کا علاج کیسے ہوگا ...میں نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ اس کی ماں اسے مرنے نہیں دے گی ...اور میں وعدہ نبھا رہی ہوں ...لوگوں کی زندگی چھین کر"...۔

اس نے اپنے آنسو پونچھے، چہرے پر ایک عزم ابھرا، مگر آنکھوں میں خوف اب بھی باقی تھا۔

۔""یہ گیم ہمیں انہیں سب کو استعمال کر رہی ہے۔ ہم ان کے نزدیک صرف مہرے ہیں، جیسے وہ کھلاڑی ہیں، ویسے ہی ہم بھی۔ نہ جانے گیم ختم ہونے کے بعد ہمارا کیا انجام ہو ...شاید وہ ہمیں بھی ختم کر دیں۔"۔

اس نے ایک گہری سانس لی، پھر ہونٹ کاٹتے ہوئے جیسے کسی اندرونی کشمکش سے لڑتے ہوئے بڑبڑائی

۔""وہ شخص آرمی کا ہے ...میں نے اسے اسپتال میں دیکھا تھا ...ایک بار وہ فوجی لباس میں تھا۔ مجھے اس سے بات کرنی ہوگی، شاید ...شاید وہی سب کو بچا سکتا ہے۔شاید وہ انٹیلیجینس ایجنسی کا جاسوس ہو"۔

کمرے میں خاموشی چھا گئی، مگر باہر راہداری میں سرخ روشنیوں کا سایہ اب بھی تھرتھرا رہا تھا، جیسے کوئی نہ دکھنے والا خطرہ ہر لمحہ قریب آ رہا ہو۔

-★★★----

یہ کوئی عام میٹنگ روم نہیں تھا—یہ دنیا کی بڑی انٹیلیجنس ایجنسیوں کے نمائندوں کا ایک خفیہ اجلاس تھا۔ ہر چہرہ سنجیدہ، ہر نظر اس وسیع اسکرین پر جمی تھی جہاں دنیا کے مختلف ممالک سے خوفناک مناظر دکھائے جا رہے تھے۔ بکھری لاشیں، خون میں لت پت سڑکیں، اور اجڑی گلیاں—یہ کسی حادثے کی نہیں بلکہ ایک دانستہ کھیل کی حقیقت تھی۔

۔" یہ سب ایک طے شدہ چال ہے "...پاکستانی چیف آف انٹیلیجینس نے گہری سانس لے کر کہا، اس کی نظریں اسکرین پر جم گئیں جہاں ہندوستان میں وشنو اور دیگر ہارے ہوئے کھلاڑیوں کی لاشیں پڑی تھیں۔" یہ لوگ صرف ایک گیم نہیں چلا رہے، یہ ایک نفسیاتی شکنجہ بُن رہے ہیں، تاکہ کوئی بھی اس دائرے سے باہر نکلنے کا سوچ نہ سکے۔"۔

ملیشیا کے ڈائیریکٹر جنرل نے مداخلت کی، اس کی آواز میں تشویش تھی۔

۔"یہ سب ایک منظم منصوبے کے تحت ہو رہا ہے، دنیا کی آبادی کو کم کرنے کے لیے، تاکہ طاقتور طبقہ باقی ماندہ انسانوں پر آسانی سے حکمرانی کر سکے۔ ہمیں اچھی طرح معلوم ہے کہ پسِ پردہ کون سی خفیہ تنظیمیں اس کھیل کو چلا رہی ہیں اور ان کے اصل مقاصد کیا ہیں۔"۔

۔"ہمارے پاس وقت نہیں ہے"! ایک ترک انٹیلیجنس افسر نے بے چینی سے کرسی پر پہلو بدلا۔ ۔"یہ لوگ اپنے گندے کھیل کے لیے معصوم لوگوں کو مہرے بنا رہے ہیں، اور ہم اب تک خاموش بیٹھے ہیں؟ ہمیں فوراً کچھ کرنا ہوگا"!۔

اتنے میں دروازہ کھلا۔ ایک ایجنٹ تیزی سے اندر داخل ہوا، اس کے چہرے پر ہلکی سی پریشانی تھی، مگر ساتھ ہی کچھ اطلاع دینے کا جوش بھی تھا۔

۔"سر، ایک پیش رفت ہوئی ہے"! سب نے اس کی طرف دیکھا۔

۔"پاکستان سے ایک کمانڈو اس گیم میں شامل ہے ...اور سب سے اہم بات، اس کے دماغ میں نصب چِپ نے سگنل دینا شروع کر دیا ہے"!۔

کمرے میں سناٹا چھا گیا۔ ہر کوئی ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگا، جیسے ابھی تک سمجھنے کی کوشش کر رہا ہو۔

۔"کیا تمہیں یقین ہے؟" انڈونیشین انٹیلیجنس افسر نے قدرے شک بھرے لہجے میں کہا۔

۔"جی، سر! ہم نے سگنلز کا کھوج لگانا شروع کر دیا ہے، مگر مسئلہ یہ ہے "...وہ لمحہ بھر کو رکا، جیسے کچھ کہنے سے پہلے الفاظ جوڑ رہا ہو۔" یہ جگہ انسانی بستیوں سے بہت دور ہے ...دنیا کے آخری کنارے پر، وسطِ سمندر میں جہاں نہ کوئی آتا ہے نہ جاتا ہے۔"۔

۔"یعنی وہ جگہ جان بوجھ کر ایسی منتخب کی گئی ہے کہ کوئی وہاں پہنچ ہی نہ سکے "...ملیشیا کے انٹیلیجنس افسر نے آہستہ سے کہا، جیسے خود سے بات کر رہا ہو۔

۔"ہمیں فوراً ایکشن لینا ہوگا "!پاکستانی افسر کی آواز میں سختی تھی۔" یہ صرف ایک گیم نہیں، یہ جدید غلامی کا ایک خطرناک جال ہے"!۔

۔"ملٹری، نیوی، ایئرفورس—ہر کسی سے رابطہ کرو "!ترک افسر نے کہا، جیسے اب مزید انتظار کی گنجائش نہ ہو۔

کمرے میں کھلبلی مچ گئی۔ ایجنٹس اپنے آلات کی طرف جھک گئے، تیزی سے کوڈز ٹائپ ہونے لگے، خفیہ کالز کی گئیں۔ آپریشن باضابطہ طور پر شروع ہو چکا تھا۔

اسی لمحے، انٹیلیجنس ڈائریکٹر نے خاموشی سے ایک گہری سانس لی اور میز پر انگلیاں بجاتے ہوئے سرگوشی میں بولا،'' دیکھتے ہیں، بلیو وہیل ...تم زیادہ تیز ہو یا ہم؟''۔

کمرے میں موت جیسی سنجیدگی چھا چکی تھی۔ وقت کم تھا، اور دشمن بے رحم۔

----☆☆☆---

یہ دو دن بعد کی بات تھی—اور ان دو دنوں میں ایک بھی گیم نہیں ہوئی تھی۔ ایک غیر معمولی خاموشی تھی، جیسے سب کچھ کسی ان دیکھے طوفان کے لیے تھم گیا ہو۔ پلئیرز کے زخم بھرنے کا بہانہ دیا گیا تھا، مگر حقیقت میں یہ خاموشی کسی بڑے خطرے کی چاپ تھی۔ کیا یہ محض ایک وقفہ تھا؟ یا کسی ایسی آزمائش کی تیاری، جو پچھلے تمام کھیلوں سے زیادہ بھیانک ہونے والی تھی؟

دیان جم میں تھا، ورزش میں مگن، پسینے میں بھیگا ہوا۔

یہ گیم زون کسی عام قید خانے کی طرح نہ تھا، یہاں ہر طرح کی سہولت موجود تھی—یہاں تک کہ ایک جدید جم بھی۔

یاقوت ایک طرف کرسی پر بیٹھا، مزے سے چپس کھا رہا تھا، جبکہ یوجن اس کے برابر بیٹھی، خاموشی سے اس کے تبصروں سے محظوظ ہو رہی تھی۔

یاقوت نے لیس چباتے ہوئے سامنے پسینہ بہاتے کھلاڑیوں کو دیکھا اور طنزیہ انداز میں انگریزی میں بولا،

"پہلی بار دیکھا ہے کہ اے سی چلا کر لوگ پسینہ بہا رہے ہیں۔"

یوجن نے اسے دیکھا، مسکرائی، ۔ یاقوت مزید بولا،

۔"ارے بھئی، یہ بھی کوئی عقل کی بات ہے؟ لوگ گاڑی میں سو کلومیٹر چل کر صرف اس لیے جم آتے ہیں کہ یہاں آ کر سائیکل چلا سکیں؟"۔

یوجن نے ہنسی دبانے کی کوشش کی، مگر یاقوت کی باتوں میں وہ خاص بے فکری تھی جو اسے مزید مزاحیہ بنا رہی تھی۔

یاقوت نے چپس کا ایک اور ٹکڑا منہ میں ڈال کر سر ہلایا،

۔"ویسے بھی، سمجھ نہیں آتی، عام زندگی میں لوگ وزن اٹھانے کے بدلے پیسے لیتے ہیں، اور یہ لوگ ہیں جو خود پیسے دے کر وزن اٹھاتے ہیں۔ کیا کوئی عقل کی بات ہے؟"۔

باسط، جو سامنے Seated Cable Row ایکسرسائز کر رہا تھا، یاقوت کی گفتگو سن کر مسکرا دیا۔

پسینے میں بھیگا، مضبوط ہاتھوں سے لوہے کا بار پکڑے، وہ پلٹا اور ہنستے ہوئے بولا،

"ہیرو !آ جا، آج تجھے بھی ورزش کرواتے ہیں"!

یاقوت نے ہاتھ جھاڑے، مزے سے کرسی پر پھیلتے ہوئے بولا،

۔"دیکھو باسط بھائی، جن کے پاس پیسے ہوتے ہیں، وہ باڈی گارڈ رکھتے ہیں، میں اپنے بینک اکاؤنٹ کو ورزش کروا رہا ہوں، آپ لوگ اپنا جسم تھکائیں۔"۔

باسط نے ایک وزنی ہنسی ہنس کر کہا،

"لیکن صحت بھی ضروری چیز ہے، یاقوت میاں۔"

دیان، جو دوسری طرف ایکسرسائز کر رہا تھا، باسط کو آنکھ مار کر بولا،

''آج یاقوت کو ورزش کا اصل مزہ چکھاتے ہیں۔''

یاقوت اکڑ کر کھڑا ہو گیا، چپس کا پیکٹ میز پر پٹخا، اور ہاتھ جھاڑ کر بولا،

۔''تو اس میں کیا بات ہے؟ یہ جو تم باسط بھائی کر رہے ہو، بس ایک کیبل کو اوپر نیچے کرنا ہے نا؟ کون سا پہاڑ توڑ رہے ہو''!۔

باسط نے معنی خیز نظروں سے دیان کی طرف دیکھا، جو اب اپنی ورزش چھوڑ کر پوری توجہ یاقوت کی طرف کیے کھڑا تھا۔

دیان مسکرا دیا، آنکھوں میں شرارت چمکنے لگی۔

۔''اچھا، آؤ پھر ''! باسط نے کہا، اور یاقوت کو مشین پر بیٹھایا۔

یاقوت پورے اعتماد سے بیٹھا، جیسے ابھی پانچ منٹ میں چھ پیک بنا لے گا۔

باسط نے بار اس کی گردن کے پیچھے رکھا، ہلکا سا سہارا دیا، اور بولا،

۔''بس یہ بار پکڑو اور کھینچو، کوئی بڑی بات نہیں''!۔

یاقوت نے زور سے بار پکڑی، سر جھٹک کر بولا،

"یہ تو بچوں والا کھیل ہے۔"

اور اگلے ہی لمحے، جیسے ہی باسط نے بار کو چھوڑا، تین سو کلو وزن والی مشین کیبل کے ساتھ اوپر اٹھی——۔

اور ساتھ ہی یاقوت بھی!۔

وہ ایک لمحے میں کرسی سے اڑ کر مشین سے لٹک گیا،

پاؤں ہوا میں جھولنے لگے، چہرے پر دہشت، اور منہ سے چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی۔

۔"یہ کیا کر دیا، باسط بھائی"! یاقوت نے نیچے جھانکا، جہاں باسط اور دیان زور زور سے قہقہے لگا رہے تھے۔

جم میں موجود دوسرے لوگ بھی ہنسنے لگے، کوئی پیٹ پکڑ کر، کوئی مشین پر جھک کر۔

یاقوت اب بھی کیبل سے لٹکا ہوا تھا، پوری طرح ہوا میں جھولتے ہوئے،

"باسط بھائی، یہ مشین ہے یا قاتل روبوٹ؟ میں نیچے کیسے آؤں؟"

دفعتا، عقب سے ایک جانی پہچانی آواز گونجی،

"اور کیا سین؟"

یاقوت کا دل ایک دم دھڑک کر الٹی سمت میں جا گرا۔

نمل اور کہف دروازے سے اندر آ چکی تھیں، اور نمل کی نظر جیسے ہی یاقوت پر پڑی، وہ ہنستے ہوئے آگے بڑھی۔ اور کہف آگے کچھ نہ بول سکی بس سین پر اس کا جملہ رک گیا یاقوت کو اوپر ہوا میں معلق دیکھ کر

۔"ہمارا واٹس ایپ لاسٹ سین کے علاوہ کوئی اور سین نہیں ہے "!یاقوت فوراً ہنستے ہوئے بولا، جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو، لیکن اندر سے وہ زمین میں گڑنے کو تھا۔

دیان کو فوراً اشارہ کیا کہ جلدی سے اسے نیچے اتارے۔۔۔۔

کہف کے سامنے یہ بے عزتی؟ ہرگز نہیں!۔

دیان نے شرارت بھری نظر سے یاقوت کو دیکھا لیکن فوراَ َ نیچے اتارنے کے بجائے مزید مزہ لینے کے موڈ میں تھا۔

کہف نے ابرو اچکا کر ایک ہلکی سی ہنسی دی،

“Oh my God, Yaqooot! What even is this?! تم literally لٹک رہے ہو”!۔

یاقوت جلدی سے بولا،

”کہف، آپ کو لے کر جیسے میری ۔

Imagination

اور

Expectations

چرس پی کر ہائی ہیں، آج ویسے ہی میں ہائی ہوں—آپ کو دیکھانے کے لیے میں نے یہ سب کیا ہے، تاکہ بتا سکوں میری امیجینیشن کتنی ہائی ہے آپ کو لے کر۔ میں آپ کو دیکھ کر ایسے ہی بادلوں میں تیرتا ہوں۔۔۔“۔

نمل نے ہنستے ہوئے ہاتھ اپنی پیشانی پر رکھا،

۔"اففف یاقوت، تم بھی نا"!۔

یاقوت نے آنکھیں بند کر کے ایک ھاتھ سینے پر رکھا اور دوسرے ھاتھ سے بار پکڑ رکھا۔وہ اس ادا سے بولا جیسے کوئی عاشق فراق میں مرنے والا ہو،

۔"چاند دیکھنے کی حسرت تو رہ گئی تھی، مگر اس گیم نے کمال کر دیا—دو چاند آسمان سے نہیں، سیدھا زمین پر اتار دیے ہیں، وہ بھی اتنے حسین کہ باقی سب منظر پھیکے لگنے لگے ہیں۔"۔

کہف نے آنکھیں گھما کر نمل کی طرف دیکھا،

"Okay, this guy is seriously something else… I mean, کوئی normal

انسان ایسی تعریف کرتا ہے ؟"۔

نمل نے ہنستے ہوئے سر جھکا لیا، اور دیان اب بھی مزے سے تماشا دیکھ رہا تھا۔

یاقوت نے دیان کو فوراً اشارہ کیا، اور اس بار دیان نے رحم کھاتے ہوئے اسے اپنے کندھوں پر اٹھا لیا تاکہ وہ اپنی عظمت دوبارہ بحال کر سکے۔

یاقوت اب دیان کے کندھوں پر بیٹھا تھا، لیکن پھر بھی اپنی ڈرامائی باتوں سے باز نہ آیا۔

۔"کہف باجی، فکر کی ضرورت نہیں ہے۔ میں بس سب کو بتا رہا تھا کہ اگر زیادہ وزن ڈال کر ہم اس کیبل سے ورزش کریں گے، تو یا تو بیک کی ہڈی فریکچر ہو سکتی ہے ...یا پھر ہم ایسے ہی اوپر لٹک سکتے ہیں، جیسے ابھی میں تھا"!۔

کہف نے جھنجھلا کر ہاتھ جھلا دیا،

"Oh God, Yaqooot! You are so cute, like literally...

تم نا بس ایک دن مجھے ہنسی سے مروا دو گے"!۔

یاقوت فوراً چمک اٹھا، جیسے کسی نے اس کی روح کو زندہ کر دیا ہو،

"And you... you are the cutest! اور باقی آپ کیوں مریں آپ کے دشمن مریں ابھی تو ہم دونوں"۔

وہ کچھ جھنجھلایا اور۔ دائیں بائیں۔ دیکھا"یعنی ہم سب نے مل کر بہت کچھ اچھا دیکھنا ہے"۔

دیان نے معنی خیز مسکراہٹ کے ساتھ یاقوت کو کندھے سے نیچے اتارا، اور یاقوت نے فوراً سیدھا کھڑے ہو کر، بال سنوار کر، خود کو سنجیدہ کرنے کی کوشش کی، جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔

“Anyway,

کہف، آپ کب آئیں؟ ویسے آپ آئیں اور پورا جم روشَن ہو گیا”!۔

کہف نے ایک اور ہنسی دی،

“Oh my God, someone stop this guy!”

نمل نے کندھے اچکائے،

۔”کوئی نہیں روک سکتا، یہ ایک چلتا پھرتا کامیڈی شو ہے”!۔

----☆☆☆

دیان سیاہ ٹینک ٹاپ اور ٹراؤزر پہنے، گلے میں ایک سرمائی تولیہ ڈالے، سویمنگ پول کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اردگرد پھیلی روشنی پانی کی سطح سے منعکس ہو کر دیواروں پر نقوش چھوڑ رہی تھی۔ سامنے کانچ کی دیوار کے پار نیلگوں سمندر تھا، جہاں مچھلیوں کا ایک جھنڈ پرسکون لہروں میں بہک رہا تھا۔ اطراف میں قطار در قطار لگے سبز گملے ماحول کو مزید دلکش بنا رہے تھے۔

دیان تیراکی کے لیے بالکل تیار تھا جب اس کی نظریں پانی میں پیر ڈالے، گہرے خیالوں میں گم کہف پر جا ٹھہریں۔ وہ خلا میں کسی ان دیکھے منظر کو گھور رہی تھی، جیسے کسی سوچ میں کھوئی ہو۔ دیان کے ماتھے پر ہلکی سی شکن ابھری، اس کے تاثرات مزید سخت ہو گئے۔

سرد لہجے میں وہ بولا،'' کیا تم یہاں سے جا سکتی ہو؟''۔

کہف نے چونک کر پیچھے دیکھا، اور جیسے ہی دیان کی جھلکتی ہوئی تراشیدہ باہیں اور کسرتی کندھے نظر آئے، اس کے دل میں ہلچل سی مچ گئی۔ پل بھر کو وہ ہلکی سی گڑبڑا گئی، نظریں چرائیں اور بے اختیار آنکھیں میچ کر دل ہی دل میں بولی،

"Oh my Allah… he looks like a Greek sculpture—straight out of a fiction world ! How is someone even this perfect?"

دیان کے ہونٹوں پر ایک ہلکی سی تلخ مسکراہٹ ابھری

"Stop building wild fantasies about me and leave—I need to swim."

کہف نے ہنکارا بھرا اور ہاتھ باندھ کر کھڑی ہوگئی۔

"Excuse me? تمہیں نظر آ رہا ہے کہ میں یہاں بیٹھی ہوں؟ And wow, the overconfidence! اتنی خوش فہمی اچھی نہیں ہوتی . , Wild imagination? Really? Please, my taste is way better than that."

دیان نے کندھے اچکائے۔

"Look, I don't care—I've got swimming to do. So, are you leaving, or do I have to make you?"

کہف نے چبھتی نظروں سے اسے گھورا۔

“Do whatever you want,.”

دیان نے ایک تیوری چڑھائی۔“ واقعی؟”۔

پھر وہ آہستہ آہستہ اس کے قریب آیا، جھک کر اس کی طرف دیکھا اور گہری آواز میں بولا،“ تمہارا دماغ ٹھیک ہے؟”۔

کہف کی سانس ایک پل کو رُک سی گئی۔ مگر وہ فوراً سنبھلی اور اپنی نظریں گھما کر بظاہر لاپرواہی سے بولی،“ میں تمہاری عزت کر رہی ہوں کیونکہ تم نے میری دو بار جان بچائی ہے۔ ایک بار اس دن جب میں غلطی سے

Restricted

ایریا میں چلی گئی تھی اور ایک بار گیم زون میں۔”۔

دیان نے سر اثبات میں ہلایا۔“cool ”،

تو پھر میری عزت میں تم یہاں سے جا سکتی ہو؟”۔

۔

کہف نے دانت پیسے۔" تم اتنے سخت مزاج کیوں ہو؟"۔

دیان نے بے نیازی سے کہا،" میری مرضی۔"۔

کہف نے آنکھیں تنگ کر کے اسے دیکھا۔

"You are an ill-mannered, bad-tempered, completely unbearable man… "

دیان نے ہلکا سا سر جھکایا اور بے حد سنجیدگی سے بولا،

جزاکَ اللہؒ"۔"

کہف نے تپ کر جانے کے لیے قدم بڑھایا، مگر گیلی فرش کی وجہ سے اس کا پیر پھسل گیا۔ ایڑی مڑی، اور وہ سنبھلنے کے لیے قریب کھڑے دیان کی ٹینک ٹاپ کو مضبوطی سے پکڑ گئی۔

دیان نے بجلی کی تیزی سے اسے تھام لیا، اپنی مضبوط باہوں میں جکڑ لیا، اس سے پہلے کہ وہ فرش پر گر جاتی۔ کہف اب اس کے بازوؤں میں تھی، اور دونوں کی سانسیں ایک دوسرے کی قربت میں الجھ چکی تھیں۔

کہف نے درد سے سسکی لی۔" اوو، میرا پیر ...موچ آ گئی ہے"!۔

دیان نے اب اس کے چہرے کو بغور دیکھا، اس کے تاثرات میں تشویش ابھری۔
"تم ٹھیک ہو؟"۔

کہف نے نفی میں سر ہلایا۔" نہیں ...بہت درد ہو رہا ہے۔"۔

دیان نے جبڑہ بھینچا، جیسے خود کو قابو میں رکھنے کی کوشش کر رہا ہو۔ پھر ایک گہری سانس لی اور آہستہ سے کہف کو اپنی باہوں میں اٹھا لیا۔

کہف ایک پل کے لیے بالکل ساکت ہو گئی۔ اس کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا، نظریں بے اختیار دیان کے چہرے پر جا رکیں۔ دیان کی مضبوط بانہوں کی گرفت، اس کے سینے کی گرمی، اس کی سانسوں کی ہلکی سی لرزش، سب کچھ جیسے کسی خواب کی مانند محسوس ہو رہا تھا۔ وہ بس اسے دیکھتی رہی، جیسے کسی جادو کے اثر میں ہو۔

دیان کی آنکھیں گہری تھیں، سرد مگر پراسرار، جیسے ان میں کوئی نہ کوئی راز چھپا ہو۔ اس کی گرفت مضبوط تھی، قدم پرسکون مگر باوقار۔

--

--☆☆☆----

دیان نے دروازہ کھولا اور کہف کو آہستگی سے بیڈ پر بٹھایا۔ اس کے چہرے پر سنجیدگی کی گہری چھاپ تھی، مگر لہجے میں وہی سردی جو ہمیشہ سے اس کی شناخت تھی۔

۔"واش روم میں کوئی ٹب ہے؟ "اس کی بھاری آواز گونجی۔

کہف نے اثبات میں سر ہلایا۔" ہاں، کپڑے دھونے والا ٹب رکھا ہے۔"۔

دیان نے خاموشی سے سر جھکایا اور اندر چلا گیا۔ کچھ ہی لمحوں میں وہ نیم گرم پانی سے بھرا ٹب اٹھائے واپس آیا۔ پانی کی سطح پر ہلکی سی بھاپ تیر رہی تھی۔ اس نے ٹب کو قالین پر رکھ کر ایک نظر کہف پر ڈالی۔

"نمک لاتا ہوں۔"

کہف نے فوراً جواب دیا،" وہیں ہے، سائیڈ ٹیبل پر ...نمل، ملٹے کھا رہی تھی تو وہیں رکھ دیا تھا۔"۔

دیان نے ایک گہری سانس لی، جیسے اس کی بے ترتیب وضاحت پر ہلکا سا ضبط کرنا پڑا ہو۔ وہ خاموشی سے آگے بڑھا، نمک اٹھایا اور پانی میں ڈال کر آہستہ آہستہ اپنی انگلیوں سے گھمانے لگا، یہاں تک کہ نمک پوری طرح تحلیل ہو گیا۔

پھر وہ کہف کے قریب بیٹھا—بالکل زمین پر، جیسے کوئی غیر محسوس کشش اسے اس کے قریب کھینچ رہی ہو۔ اس نے اپنی سخت انگلیاں کہف کے نازک تلووں کے نیچے رکھیں، لمس کی حدت دونوں نے محسوس کی۔ بڑی احتیاط سے اس کے پیر نیم گرم پانی میں ڈبو دیے، جیسے کسی قیمتی شے کو سنبھال رہا ہو۔

کہف نے ایک پل کو آنکھیں موند لیں۔ گرم پانی کی حدت اور دیان کی انگلیوں کا سخت مگر محتاط لمس، دونوں عجیب سی راحت دے رہے تھے۔ وہ آہستگی سے اس کے پیروں کو پانی میں ہلانے لگا، نمک کی تاثیر سے سکون محسوس ہونے لگا۔

کہف نے مسکرا کر اسے دیکھا، جس طرح وہ سنجیدگی سے اس کی خدمت کر رہا تھا، جیسے اس کی تکلیف کا ازالہ کرنا اس پر واجب ہو۔

"You're not as bad as you pretend to be," اس کی ہلکی سی سرگوشی کمرے میں گونجی۔

دیان کے ہاتھ ایک لمحے کو رکے، پھر اس نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں وہی بے تاثر سختی تھی۔

“I’m not any better either.”

وہ مختصر سا بولا اور دوبارہ اس کے پیروں کی ٹکور میں مصروف ہو گیا۔

کہف کی نظر اس کے ہاتھوں پر گئی—کھردرے، مضبوط، جیسے وقت اور آزمائشوں نے ان پر اپنے نشان ثبت کر دیے ہوں۔ یہ ہاتھ کسی بے رحم جنگجو کے لگتے تھے، جو جانے کتنی سختیوں سے گزرے ہوں۔ اس کے برعکس کہف کی جلد نرم تھی، کومل، جیسے ہوا کا کوئی جھونکا بھی چھو جائے تو نشان رہ جائے۔

دیان بھی اس فرق کو محسوس کر رہا تھا، مگر وہ کسی بھی جذباتی کمزوری کو ظاہر کرنے کا قائل نہیں تھا۔ مگر حقیقت یہی تھی کہ اس لمحے، وہ اس کے قدموں میں بیٹھا، اس کی تکلیف کم کرنے کی کوشش کر رہا تھا—وہی دیان جو عام طور پر کسی کے لیے رکنا پسند نہیں کرتا تھا۔

کہف نے آہستہ سے نظریں جھکا لیں، مگر دل میں ایک نئی الجھن پیدا ہو چکی تھی۔ ایک ایسا مرد، جو سخت مزاج، سرد دل اور بے مروت کہلاتا تھا، وہی آج نرمی اور سکون کا ذریعہ بن رہا تھا۔

اور شاید ...وہ ہمیشہ ایسا ہی تھا، بس کہف نے دیر سے دیکھا تھا۔ وہ، دیکھ رہی تھی کیسے،

دیان نے انتہائی نرمی سے اس کے پیر اپنے ہاتھوں میں تھامے رکھے، تھے جیسے کسی نازک شے کو سنبھال رہا ہو۔ نیم گرم پانی میں اس کے تلووٴں پر انگلیاں پھیرتے ہوئے، وہ لاپرواہی سے اس کی ٹکور کر رہا تھا۔ کہف بے اختیار مسکراتے ہوئے اسے دیکھ رہی تھی، جیسے اس کی قربت میں کچھ کھو گئی ہو۔

اتنے میں نمل اندر آئی۔ اس نے حیرت اور دلچسپی سے منظر دیکھا——دیان اس کے قدموں میں بیٹھا تھا، بڑے تحمل سے کہف کے پیر تھامے، جیسے یہی اس کا واحد مقصد ہو۔ نمل نے کہف کو دیکھ کر ایک شریر اشارہ کیا، جیسے کچھ بڑا راز پکڑ لیا ہو۔ کہف نے فوراً آنکھوں ہی آنکھوں میں اسے چپ رہنے کا اشارہ کیا، مگر نمل کی مسکراہٹ مزید گہری ہو گئی۔

دیان کی انگلیوں نے کہف کے پیر کو ایک ہلکا سا ٹویسٹ دیا، اور اچانک اس کے جسم میں ایک سنسناہٹ دوڑ گئی۔ وہ بے ساختہ ہلکی سی سسکی، اور آنکھیں بند کر

لیں۔ دیان نے ایک پل کے لیے اس کے چہرے کی طرف دیکھا، جیسے اس کی بے بسی کو محسوس کر رہا ہو، مگر فوراً نظریں جھکا لیں۔

وہ خاموشی سے اٹھا، نرمی سے کہف کے پیر بیڈ پر رکھے، اور انتہائی احتیاط سے کمفرٹر اس کے پیروں پر ڈال دیا، جیسے اسے کسی تکلیف سے بچانا چاہتا ہو۔ دونوں کے درمیان لمحے بھر کے لیے خاموشی رہی، مگر ان کی نظریں ایک دوسرے سے ٹکرائیں—کہف کی آنکھوں میں ایک نرم شکر گزاری تھی، اور دیان کی آنکھوں میں وہی گہری سنجیدگی، جیسے وہ خود نہیں سمجھ پایا کہ وہ اتنا نرم کیسے ہو گیا۔

دیان نے نظریں پھیر کر ٹب اٹھایا اور خاموشی سے واش روم میں چلا گیا۔ کہف کے دل کی دھڑکن بے ترتیب تھی۔ وہ پلکیں جھپکائے بغیر دروازے کی طرف دیکھتی رہی جب تک وہ واپس نہ آ گیا۔

دیان نے ہاتھ دھوئے، اور جیسے ہی باہر آیا، نمل، جو اب تک کہف کو چھیڑ رہی تھی، فوراً خاموش ہو کر سیدھی ہو بیٹھی۔ دیان نے اس پر نظر ڈالتے ہوئے کہا،

"میں نے ان کی ٹکور کر دی ہے، اگر دوبارہ درد ہو تو مجھے بتا دینا۔"

نمل نے تیزی سے سر ہلایا، اور دیان خاموشی سے وہاں سے نکل گیا۔

دروازہ بند ہوتے ہی نمل فوراً لپک کر اٹھی، جلدی سے کنڈی چڑھائی اور کہف کے برابر بیٹھ کر جوش سے بولی،

۔"افففف کہف، مجھے سب کچھ شروع سے بتاؤ! کتنا رومانوی تھا یہ سب! تمہیں پتہ بھی ہے تم کتنی لکی ہو؟ اللہ! جلدی بتاؤ"!۔

کہف نے ایک گہری سانس لی، جیسے ابھی بھی دیان کی قربت محسوس کر رہی ہو۔ اس کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ ابھری، اور وہ بولی،

"ہاں ہاں، بتاتی ہوں ...ویٹ۔"

نمل جوش سے کہف کے ہاتھ تھامے اسے جھنجھوڑنے لگی، اور کہف دل ہی دل میں وہ لمحہ پھر سے محسوس کرنے لگی—دیان کا اس کے قریب ہونا، اس کے لمس کا احساس، اور وہ بے نام سی کشش جو شاید وہ خود بھی سمجھنے سے قاصر تھی۔

کہف نے سب کچھ مزے لے لے کر نمل کو بتایا، اور آخر میں اپنی جیت والے انداز میں مسکراتے ہوئے بولی،

"If I don't make him fall for me first, and if he doesn't confess his love before I do, then I am not Kahaf!"

نمل نے جوش سے سر ہلایا اور بولی،

"بالکل" "Kahaf doesn't chase, she simply attracts!" !

کہف نے نمل کے ساتھ جوش میں تالی ماری،" یس"!۔

نمل نے آنکھیں گھما کر کہا،

"ہاں ٹھیک ہے، مگر تم کرو گی کیا اب؟"

کہف نے بڑی لاپرواہی سے کندھے اچکائے،"Ignore!"

نمل نے حیرت سے منہ بنایا،" ہاں؟"۔

کہف نے سنجیدگی سے اسے دیکھا اور دانشمندانہ انداز میں بولی،

۔"دیکھو، جب تم کسی کے پیچھے حد سے زیادہ بھاگتے ہو، تو وہ تم سے اتنا ہی دور جانے لگتا ہے۔ محبت میں بے جا پیچھے بھاگنے کے بجائے، تھوڑا سا ٹھہراؤ رکھو،

فاصلہ دو، تاکہ اگر جذبات سچے ہوں تو وہ خود تمہاری طرف کھنچا چلا آئے۔ پہلا دیا تو قدرت نے جلا دیا ہے، اب بس دیکھنا یہ ہے کہ یہ روشنی کتنی دور تک جاتی ہے۔"۔

نمل نے جوش میں آ کر اس کا ہاتھ پکڑا اور زور سے جھنجھوڑتے ہوئے بولی،

۔"اففف کہف، تم نا ...تم کسی یونیورسٹی میں

‘Love Strategies 101’

کا کورس پڑھاؤ !میں سب سے پہلے ان رول کروں گی"!۔

کہف نے قہقہہ لگا کر نمل کو گلے لگا لیا، اور نمل ہنستی رہی، جیسے اسے ابھی سے کہف کی چالاکی پر یقین آنے لگا ہو۔

----☆☆☆

نمل خاموشی سے سنگِ مرمر کے بینچ پر بیٹھی تھی۔ نیم روشن جگہ پر نیلی روشنی سمندر کے پانی سے منعکس ہو کر اندر آ رہی تھی، سامنے شیشے کے پار گہرائی میں تیرتی مچھلیاں نظر آ رہی تھیں۔ جیسے وقت تھم سا گیا ہو، ہر چیز اپنی جگہ جامد، بس اس کے خیالات متحرک تھے۔

باسط کب اس کے قریب آ کر بیٹھا، اسے پتہ ہی نہ چلا۔ وہ بس یوں ہی نگاہیں جھکائے اس کے چہرے کو دیکھتا رہا، جیسے کوئی پُراثر منظر ہو، جو پلکیں جھپکائے بغیر قید کر لینا چاہتا ہو۔

چٹکی بجنے کی آواز نمل کے کانوں سے ٹکرائی، وہ چونک کر ہوش میں آئی۔ نگاہیں باسط سے ٹکرائیں تو اس کے ہونٹوں پر فوراً ایک مصنوعی سی مسکراہٹ آ گئی، جیسے اپنی سوچوں کو چھپانے کی کوشش کر رہی ہو۔

۔"ارے، آپ؟ "اس نے حیرت سے کہا۔

باسط ہلکا سا مسکرایا،" اگر کوئی بات دل پر بوجھ بن جائے، تو کسی اپنے سے بانٹ لینے میں کوئی حرج نہیں۔ بوجھ ہلکا ہو جاتا ہے۔"۔

نمل نے ایک لمحے کے لیے اس کی آنکھوں میں جھانکا، پھر نگاہیں چرا کر دھیرے سے بولی،'' ایسا کچھ نہیں ...بس اپنی چھوٹی بہن کے بارے میں سوچ رہی تھی۔''۔

باسط نے نرمی سے کہا،'' وہ ٹھیک ہو جائے گی۔''۔

نمل نے چونک کر اسے دیکھا،'' کہف نے بتایا ہوگا؟''۔

باسط کے لبوں پر ہلکی مسکراہٹ ابھری،'' جیسے اس نے میرے بارے میں آپ کو بتایا تھا؟''۔

نمل نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔،

“I must admit

، اتنا کچھ ہونے کے باوجود بھی آپ کا مثبت رویہ متاثر کن ہے۔ اگر آپ کی جگہ کوئی اور ہوتا، تو شاید''...۔

باسط نے گردن جھکا لی، جیسے کچھ لمحے پرانی یادوں میں کھو گیا ہو۔ پھر مدھم آواز میں بولا،'' ہاں، شروع میں مجھے سب کچھ بے معنی لگتا تھا، لیکن وقت کے ساتھ

سمجھ آیا کہ جو بیت گیا، اس کی تلخی کو زندگی پر مسلط نہیں کرنا چاہیے۔ جو لوگ آج ہمارے پاس ہیں، ان کی محبتوں کو ماضی کی تکلیفوں کی نذر نہیں کرنا چاہیے۔"۔

نمل نے خاموشی سے اسے دیکھا، جیسے وہ اس کے الفاظ کو اپنے دل میں اتار رہی ہو۔

چند لمحے خاموشی میں گزرے، پھر نمل دھیرے سے مسکرائی،" شکریہ ...گیم زون میں آپ نے میری جان بچائی، میں شاید کبھی نہ بھول سکوں۔"۔

باسط نے نظر جھکائی، پھر گہری نگاہوں سے اسے دیکھا،" جن کے بارے میں آپ سوچتے ہیں، ان کے لیے کچھ بھی کرنے میں جھجک نہیں ہونی چاہیے۔ اور شکریہ کی ضرورت نہیں۔"۔

نمل کی سانس لمحے بھر کو رکی، کیا وہ اس کے بارے میں سوچتا تھا؟

وہ سوال اس کی آنکھوں میں تھا، اور جواب باسط کی نظروں میں۔

وہ بس یوں ہی اسے تکے جا رہا تھا، جیسے کچھ کہنا چاہتا ہو مگر الفاظ کم پڑ رہے ہوں۔ نمل نے گھبرا کر آنکھیں جھپکیں، پھر جھنجھلا کر بولی،'' ایسے کیوں دیکھ رہے ہیں؟''۔

باسط کی نظریں ایک پل کو اور گہری ہوئیں،'' کیسے دیکھ رہا ہوں؟''۔

نمل نے رخ پھیر کر کہا،'' ایسے ...ان نظروں سے۔''۔

باسط نے مدھم مسکراہٹ کے ساتھ سر جھکایا، جیسے اس کی بے چینی کو محسوس کر چکا ہو،'' کن نظروں سے، نمل؟''۔

نمل کے دل کی دھڑکن بےترتیب ہونے لگی، وہ نظریں چرا کر سامنے دیکھنے لگی، لیکن باسط ابھی بھی اسی خاموش شدت سے اسے دیکھ رہا تھا، جیسے کوئی نظر ہٹانا نہ چاہتا ہو۔

پھر اچانک وہ مدھم لہجے میں بولا،'' آپ کی آنکھیں ...بہت خوبصورت ہیں، جیسے سورج کی پہلی کرن اندھیروں کو چیر کر اجالا کر دے۔''۔

نمل نے ساکت ہو کر اسے دیکھا، دل میں کہیں کوئی لرزش سی ہوئی، جیسے اس کی نظر کے لمس نے کچھ ہلکا سا جلا دیا ہو اندر کہیں۔

وہ گڑبڑا کر بولی،" آپ ...آپ مجھے ایسے مت دیکھیں، میں بھول رہی ہوں کہ مجھے کیا کہنا ہے۔"۔

باسط کی مسکراہٹ گہری ہو گئی، وہ آہستہ سے جھک کر بولا،" اور میں آپ کو دیکھ کر سب کچھ بھول گیا ہوں۔"۔

نمل نے گھبرا کر نظریں چرائیں، مگر وہ جانتی تھی کہ اس کا چہرہ سرخ ہو چکا تھا ...اور باسط بھی یہ دیکھ رہا تھا

نمل نے گہرا سانس لیا۔ نظریں جو جھکائے بیٹھی تھی، آہستہ سے اٹھائیں۔ وہ جانتی تھی، یہ شخص اپنی باتوں سے اس کے دل میں اپنی جگہ بنا رہا تھا، ایک ایسی جگہ، جہاں کسی کو آنے کی اجازت نہ تھی۔

وہ بات بدلنے کے انداز میں بولی،" ایک بات پوچھوں؟"۔

باسط نے ویسے ہی، گہری نگاہوں سے اسے دیکھا اور دھیرے سے کہا،" جی، پوچھیے۔"۔

نمل کے لبوں پر لمحہ بھر کے لیے تذبذب ابھرا، پھر سنجیدگی سے بولی،'' یعنی ... آپ یہاں ہیں، اور آپ کا بھائی وہاں ...چنگیز اُسے نقصان نہ پہنچا دے۔''

باسط نے گہری سانس لی، جیسے اندر کسی بےقراری کو زبردستی قابو میں لا رہا ہو۔ اس کی آواز میں تھکن اور امید کی ملی جُلی پرچھائیاں تھیں،'' مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا، کیا کروں ...بس دعا ہی کر سکتا ہوں۔ وقت تیزی سے میرے ہاتھوں سے نکل رہا ہے۔ اگر بس اس گیم سے نکل جاؤں تو سب ٹھیک ہو جائے گا ...میرا بھائی مل جائے گا، سب کچھ واپس آ جائے گا۔مگر۔ مجھے کہف کی بھی فکر ہے اس کی حفاظت کو، بھی یقینی بنانا ہے''۔

نمل نے اس کے ہاتھ کی پشت پر آہستہ سے اپنا ہاتھ رکھا۔ وہ اس کے سخت ہاتھوں کی ابھری ہوئی نسوں کو واضح طور پر محسوس کر سکتی تھی۔ جیسے اس کے اندر کسی طوفان کی گونج تھی، جو ہر پل بڑھتی جا رہی تھی۔

باسط نے اس لمس کو محسوس کیا ...مگر یہ محض لمس نہیں تھا، یہ کوئی خاموش تسلی تھی، کوئی ایسا احساس جس میں الفاظ کی ضرورت نہیں تھی۔

وہ اس لمس میں کھو سا گیا، جیسے یہ پل کسی اور ہی دنیا سے آیا ہو۔

نمل نے دھیرے سے کہا،" سب ٹھیک ہو جائے گا، باسط ...اللہ سب سنبھال لے گا۔ آپ کے بھائی کو کچھ نہیں ہو گا۔"۔

باسط نے نظریں جھکا کر اس کی انگلیوں کو دیکھا، جو اس کے ہاتھ پر رکھی تھیں۔ ایک پل کے لیے وہ انہیں تھام لینا چاہتا تھا، جیسے کوئی تھکا مسافر کسی درخت کے سائے میں کچھ لمحے رک جائے، مگر وہ کچھ نہ کہہ سکا۔

نمل آہستگی سے کھڑی ہو گئی،" امم ...میں چلتی ہوں، اپنا خیال رکھیے گا۔"۔

یہ کہہ کر وہ مڑی، اور چل دی۔ باسط بس اسے دیکھتا رہ گیا۔

وہ قدم بہ قدم دور جا رہی تھی، مگر اس کی خوشبو ابھی تک ہوا میں تھی، جیسے کوئی نرم سا لمس جو جلد پر محسوس ہوتا ہے، مگر دکھائی نہیں دیتا۔

باسط نے پلکیں جھپکائیں، پھر نگاہیں نیچے کر لیں۔ اس کی انگلیاں بےساختہ اس ہاتھ کی پشت پر چلیں، جہاں چند لمحے پہلے نمل کی انگلیاں رکیں تھیں۔ وہ لمس ابھی تک وہیں تھا ...جیسے کسی نے اپنی موجودگی دل پر ثبت کر دی ہو۔

-

---☆☆☆---

دیان بیڈ پر نیم دراز تھا، ہیڈ بورڈ سے ٹیک لگائے، نظریں خلا میں کہیں الجھی ہوئی تھیں۔ اس کے پیروں کی انگلیاں بےساختہ حرکت کر رہی تھیں، جیسے اس کے ذہن میں چلنے والی بے چینی کا عکس ہوں۔

"یہ لڑکی جب بھی قریب آتی ہے، مجھے ہو کیا جاتا ہے؟"

اس نے پلکیں جھپکائے بغیر سامنے دیکھا، جیسے کوئی نادیدہ منظر وہاں ثبت ہو، جیسے کسی کی آنکھیں ابھی بھی اس کے ذہن میں جھلک رہی ہوں۔

"آخر اس میں ایسی کون سی کشش ہے جو مجھے اپنی طرف کھینچتی چلی جاتی ہے؟"

وہ کسی خیال میں کھویا، ہلکا سا مسکرایا۔ مگر اگلے ہی لمحے اس کے تاثرات سخت ہو گئے۔

"لیکن کیا میں اس کے قابل ہوں؟"

اس نے گہری سانس لی، جیسے کوئی وزنی بوجھ سینے میں دبا ہو۔

۔"وہ ...وہ زندگی سے بھرپور ہے، ہر لمحے میں روشنی کی ایک چمک رکھتی ہے، اور میں؟ میں تو ...وہ شخص ہوں جو اپنی زندگی کے سب رنگ کھو چکا ہے۔ باپ، بھائی، ایک ہنستا بستا گھر ...سب کچھ میری آنکھوں کے سامنے بکھرتا چلا گیا۔ میں نے صرف دکھ دیکھے ہیں، صرف محرومیاں سہی ہیں۔"۔

اس کی آنکھوں میں کسی انجانے خوف کی جھلک آئی، جیسے وہ خود سے کسی نامعلوم حقیقت کو تسلیم کرنے سے گھبرا رہا ہو۔

۔"اگر ...اگر واقعی مجھے اس سے محبت ہو گئی ہے، تو کیا میں اسے وہ خوشیاں دے سکتا ہوں، جس کی وہ مستحق ہے؟"۔

سوالات کسی بےرحم لہروں کی طرح ذہن میں ٹکرا رہے تھے۔ ایک ایسی کشمکش، جس کا کوئی سرا نہیں تھا۔

۔"اور یہ کیا ہے؟ یہ احساس، یہ تڑپ؟ مجھے ایسا کیوں لگتا ہے جیسے وہ میرے قریب نہ ہو تو کچھ کمی سی رہ جاتی ہے؟ کیوں اس کی آنکھیں میرے اندر تک جھانک کر سب کچھ پڑھ لینا چاہتی ہیں؟"۔

مزید سوال دل میں ابھرے

۔"کیوں میں اسے اپنے اندر جھانکنے دیتا ہوں؟

کیا واقعی وہ میری آنکھوں میں وہ سب پڑھ لیتی ہے، جو میں چھپانے کی کوشش کرتا ہوں؟

یا یہ میرا وہم ہے کہ وہ مجھے سمجھ رہی ہے؟

مگر ...اگر یہ وہم ہے تو پھر کیوں، جب وہ قریب ہوتی ہے، مجھے لگتا ہے جیسے میں کسی آئینے کے سامنے کھڑا ہوں؟

کیوں اس کی نظروں میں کچھ ایسا ہوتا ہے جو میرے دل کی گہرائیوں تک اتر جاتا ہے؟

کیا واقعی وہ جانتی ہے کہ میرے اندر کتنا اندھیرا ہے؟

یا یہ بس میرا دل ہے، جو چاہتا ہے کہ کوئی مجھے بغیر کہے سن لے، بغیر پوچھے سمجھ لے؟"۔

اس نے اپنی مٹھی بھینچی، خود پر قابو پانے کے لیے۔ مگر دل کی دھڑکن کی بے ترتیبی صاف بتا رہی تھی کہ کچھ تھا، جو اس کے اختیار سے باہر تھا۔

اتنے میں دروازہ کھلا، اور باسط اندر آیا۔

باسط نے ایک نگاہ دیان پر ڈالی، جو ویسے ہی خلا میں دیکھ رہا تھا۔ خود بھی اپنے بیڈ پر نیم دراز ہوتے ہوئے بولا،'' کیا ہوا، برو؟ کن سوچوں میں کھوئے ہوئے ہو؟''۔

دیان نے ایک لمحے کو اسے دیکھا، مگر کوئی جواب نہ دیا۔

باسط نے مسکراتے ہوئے کہا،

۔''کیا ماضی میں کچھ ایسا ہوا ہے جو ابھی تک دل میں بوجھ بن کر بیٹھا ہے؟

جانتے ہو، کہف کہتی ہے کہ اگر ہم اپنی آنکھیں بند رکھیں گے، تو روشنی کبھی ہماری زندگی میں داخل نہیں ہوگی۔

گزرا ہوا وقت اگر تھامے رکھو گے، تو آگے بڑھنا مشکل ہو جائے گا۔

شاید وقت نہیں بدلتا، ہمیں خود کو بدلنا پڑتا ہے۔''۔

دیان کی آنکھوں میں ایک چمک ابھری، جیسے وہ باسط کے الفاظ کو پرکھ رہا ہو۔

باسط نے بات جاری رکھی،'' مطلب یہ کہ ماضی کے دکھوں میں ایسے نہ الجھو کہ مستقبل کی روشنی دیکھ ہی نہ سکو۔''۔

دیان نے نظر ہٹاتے ہوئے مدھم آواز میں کہا،'' تمہیں کیسے پتہ چلا کہ یہ ماضی کے زخم ہیں؟''۔

باسط نے ایک ہلکی سی سانس لی، جیسے کوئی پرانی یاد گلے میں اٹک گئی ہو۔
''کیونکہ تمہاری حالت بھی وہی ہے جو کبھی میری تھی۔ میں بھی ایسے ہی رہتا تھا، جیسے تم آج رہتے ہو۔''۔

دیان نے تلخی سے کہا،'' مگر تمہارے پاس تو تمہاری بہن ہے۔''۔

باسط کی آنکھوں میں کچھ نرم پڑا، جیسے کوئی قیمتی احساس یاد آیا ہو۔'' کہف اور میں یتیم خانے میں ملے تھے ہاں مگر سہی کہا میرے پاس، میری بہن ہے وہ میری بہن ہی ہے'' ۔

دیان نے حیرت سے اسے دیکھا۔

باسط نے ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ کہا،'' وہ امریکہ سے ڈنکی مار کر پاکستان آئی تھی۔''۔

دیان کے ماتھے پر بل پڑے۔'' کیا مطلب؟''۔

باسط نے آہستہ سے کہا،'' اس کے ماں باپ کی علیحدگی ہو گئی تھی۔ وہ دونوں اپنی دنیا میں مصروف تھے، ان کے پاس کہف کے لیے وقت نہیں تھا۔ وہ روز ان کے جھگڑے سنتی، ان کی بےاعتنائی سہتی، اور آخر کار ایک دن سب کچھ چھوڑ کر پاکستان آ گئی۔''۔

دیان خاموشی سے سنتا رہا، جیسے کچھ سمجھنے کی کوشش کر رہا ہو۔

باسط مسکرایا، مگر وہ مسکراہٹ تلخ تھی۔'' بہت چالاک تھی وہ۔ پہلے کچھ عرصہ گونگی بن کر رہی، کہ کہیں کوئی اس سے کچھ نہ نکلوا لے۔ مگر پھر میں نے پکڑ لیا کہ یہ بول سکتی ہے۔''۔

باسط کی مسکراہٹ میں ایک فخر سا آیا۔'' پھر وہ مجھ سے باتیں کرنے لگی، اور ہم دونوں نے اپنا بچپن ساتھ گزارا۔''۔

دیان نے اثبات میں سر ہلایا، پھر دھیرے سے بولا،'' اوہ ...یعنی وہ تمہاری سگی بہن نہیں ہے''۔

باسط نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا، اور پھر دھیرے سے کہا،'' سگوں سے بڑھ کر ہے، دیان۔ ۔''۔

دیان نے گہری سانس لی، اور سر اثبات میں ہلایا۔ باسط نے ایک نگاہ اس پر ڈالی اور مسکرا دیا، جیسے کہہ رہا ہو''—تم بھی ایک دن یہ سب سمجھ جاؤ گے۔''۔



یہاں کا ماحول ایک بھیانک خواب جیسا تھا—نیم تاریکی، روشنی کے جھماکے، سرخ دھواں، اور خطرے کی سرگوشیاں جو دیواروں سے ٹکرا کر پلیئرز کے دلوں میں سرایت کر رہی تھیں۔ گیم زون میں موجود ہر شخص کی آنکھوں میں ایک ہی سوال تھا—یہاں سے زندہ کون بچے گا؟

دیان، جو اب ایک کونے میں کھڑا تھا، خاموشی سے کہف کی جانب دیکھ رہا تھا۔ کچھ تھا اس لڑکی میں، ایک عجیب سی کشش، جیسے وہ کسی ان دیکھے دھاگے سے بندھا ہو۔ اس نے گہری سانس لی، اپنی ناک پر انگوٹھا رگڑا، اور ہاتھ پینٹ کی جیبوں میں ڈال کر سنجیدگی سے اس کی طرف قدم بڑھانے لگا۔ مگر جیسے ہی وہ کچھ فاصلے پر پہنچا، نمل، جو کہف کے قریب کھڑی تھی، جھک کر آہستہ سے سرگوشی میں بولی،

"تمہاری جانب آرہا ہے وہ۔"

کہف نے ایک پل کے لیے سانس روکی، پھر جلدی سے کھنکار کر نمل کا ہاتھ تھاما اور تیزی سے وہاں سے چل دی۔

دیان، جو اس کے قریب پہنچ چکا تھا، یکدم رک گیا۔ وہ بس اس کی پشت کو جاتے دیکھتا رہ گیا، جیسے کسی نے اس کے اندر کچھ توڑ دیا ہو۔ ایک پل کو وہ ساکت کھڑا رہا، پھر جیسے خود کو سنبھالا اور بے اختیار اردگرد دیکھنے لگا، جیسے کسی اور چیز میں خود کو مصروف کرنا چاہتا ہو۔

باسط قریب آیا، اس کے چہرے کی بدلتی ہوئی رنگت دیکھ کر ہلکی سی مسکراہٹ دبائی۔

"کیا ہوا برو؟"

دیان نے نظریں چرائیں، ایک لمحے کے لیے خود کو سنوارا، پھر مدھم لہجے میں بولا،

"کچھ نہیں، بس یونہی۔"

ابھی وہ اپنی الجھن سے نکلنے کی کوشش کر رہا تھا کہ یاقوت کے قریب شیر خان آ دھمکا۔ اس کے چہرے پر شیطانی مسکراہٹ تھی۔

"آج تیری خیر نہیں مڑا، سیدھا قبرستان پہنچے گا تو"!

یاقوت نے بیزاری سے اسے گھورا، پھر بے نیازی سے بولا،

"تجھے جب تک نہیں مار۔ دیتا تب تک میں، بھی، نہیں مرتا پھٹے وے دودھ کی شکل والے ،"

شیر خان کو جیسے کسی نے سرعام رسوا کر دیا ہو، وہ دانت پیستا پیچھے ہٹ گیا، جبکہ یاقوت بے پروائی سے چل دیا۔

اتنے میں اچانک اسپیکرز پر اعلان ہوا، اور تمام پلئیرز گیم زون میں ایک جگہ جمع ہو گئے۔ ماحول میں عجیب سا دباؤ تھا، سانسیں رکی ہوئی، دل تیز دھڑک رہے تھے۔

شیخ اظہر نے بے چینی سے پوچھا،

"اورے بابو، اور کتو پلئیر باقی آچے؟"

دیان، جو ابھی تک خاموشی سے خلا میں دیکھ رہا تھا، مدھم لہجے میں بولا،

"تین ہزار میں سے صرف چار سو۔"

باسط نے گہری سانس لی، ہونٹ بھینچے اور سر نفی میں ہلایا۔

"تین ہزار نہیں ...دس لاکھ میں سے صرف چار سو"!

دیان نے ایک پل کو آنکھیں بند کیں، پھر دوبارہ سامنے دیکھنے لگا۔ کچھ تھا جو اس کے دل میں ہلچل مچا رہا تھا۔ مگر کیا؟

یکدم ایک اور اناؤنسمنٹ ہوئی

ANNOUNCEMENT! WARRIORS, PREPARE FOR YOUR NEXT CHALLENGE!

The battlefield has transformed into a ruthless test of precision, fate, and survival. Standing before you are four tables, each holding the power to determine your destiny. You will be divided into four groups, forming lines of 100 warriors in each column.

GAME RULES

One by one, you will step forward. Your task? Throw a ball toward the mystery gift boxes waiting in the distance. But beware… not all gifts are rewards.

Miss your shot? You will face immediate execution. There are no second chances.

If your ball lands near the wrong box? Your fate is sealed in an instant and merciless elimination.

Inside the gift boxes lie fate cards—some grant you passage to the next round, while others will ensure you never take another step.

Your survival depends on precision. One perfect shot could lead you forward. One mistake… and you're gone.

Aim carefully, warriors… because in this game, luck is just another illusion.

IF YOU SURVIVE… YOU WILL FACE THE NEXT NIGHTMARE!

Your next challenge is a classic Pakistani game—Pichuk. But forget the innocent childhood version. This is a game of life and death.

DEADLY RULES OF PICHUK

1)The battleground is drawn—a series of numbered boxes laid before you.

2) You must throw your stone (Pichuk) into the correct box. One wrong toss, and you die.

3) Hop through the boxes on one foot. Keep your balance. A single misstep means instant elimination.

4) Reach the end, pick up your stone, and return—without falling, without hesitation.

5)A slip. A stumble. A single second of imbalance… and you are finished.

This is not a game. This is your last chance at survival. One wrong move, and your journey ends here.

AND IF YOU SURVIVE THIS? THEN COMES THE FINAL ROUND... THE GAME WHERE ONLY THE STRONGEST WILL STAND.

Brace yourself, warriors... because the true nightmare is yet to begin.

اعلان۔]

جنگجوؤ، اگلے چیلنج کے لیے تیار ہو جاؤ!۔

میدانِ جنگ ایک بے رحم آزمائش میں ڈھل چکا ہے—یہ مہارت، مقدر اور بقا کی جنگ ہے۔ تمہارے سامنے چار میزیں رکھی ہیں، ہر ایک تمہاری قسمت کا فیصلہ کرنے کی طاقت رکھتی ہے۔ تمہیں چار گروہوں میں تقسیم کیا جائے گا، ہر ستون میں سو جنگجو کھڑے ہوں گے۔

قواعدِ کھیل

ہر جنگجو باری باری آگے بڑھے گا۔ تمہارا ہدف؟ ایک گیند کو فاصلے پر موجود پراسرار تحفے کے ڈبوں کی سمت اچھالنا۔ مگر خبردار ...ہر تحفہ تمہارے لیے نعمت نہیں ہو گا۔

اگر تم نشانہ خطا کر بیٹھے؟ فوراً سزائے موت۔ کوئی دوسرا موقع نہیں۔

اگر تمہاری گیند غلط ڈبے کے قریب جا رکی؟ تمہاری قسمت پر مہر لگ چکی، تمہاری موت یقینی ہے۔

تحفے کے ان ڈبوں میں قسمت کے کارڈ چھپے ہیں—کچھ تمہیں اگلے مرحلے میں لے جائیں گے، اور کچھ ایسے ہوں گے جو تمہارا آخری سانس لکھ چکے ہوں گے۔

یہ کھیل نشانے کی درستی کا امتحان ہے۔ ایک صحیح پھینکاؤ تمہیں آگے لے جائے گا، مگر ایک غلطی ... تمہیں ہمیشہ کے لیے ختم کر دے گی۔

سوچ سمجھ کر نشانہ باندھو، جنگجو ...کیونکہ اس کھیل میں خوش قسمتی محض ایک فریب ہے۔

اگر تم بچ گئے ...تو تمہارا اگلا چیلنج مزید ہولناک ہو گا!۔

یہ وہی کھیل ہے جسے تم بچپن میں معصومیت سے کھیلتے آئے ہو—پچک!۔

مگر یہ وہ معصوم کھیل نہیں جسے تم جانتے ہو۔ یہ زندگی اور موت کی بازی ہے۔

مہلک قواعدِ پچک

۱ (میدان سجا دیا گیا ہے—زمین پر خانے کھنچے جا چکے ہیں، ہر خانے پر ایک عدد درج ہے۔

۲ (تمہیں اپنی پچک) کنکری (درست خانے میں پھینکنی ہو گی۔ ایک غلط پھینکاؤ ... اور موت تمہارا مقدر۔

۳ (ایک پاؤں پر چھلانگ لگاتے ہوئے تمہیں خانے عبور کرنے ہوں گے۔ توازن برقرار رکھو، ورنہ ایک لمحے کی لڑکھڑاہٹ تمہاری زندگی ختم کر دے گی۔

۴ (آخری خانے تک پہنچو، اپنی کنکری اٹھاؤ، اور اسی طرح واپس لوٹو—بغیر گرے، بغیر رکے۔

۵ (ایک معمولی لغزش، ایک معمولی لڑکھڑاہٹ ...اور تمہاری کہانی تمام۔

یہ کھیل نہیں ہے، یہ تمہاری بقا کا آخری امتحان ہے۔ ایک غلط حرکت، اور تمہارا سفر یہیں تمام ہو جائے گا۔

اور اگر تم یہ بھی جیت گئے ...تب آتا ہے آخری معرکہ——۔

ایک ایسا کھیل، جہاں صرف سب سے مضبوط جنگجو کھڑے رہیں گے۔

تیار ہو جاؤ، جنگجو ...کیونکہ اصل بھیانک خواب ابھی شروع ہونا باقی ہے]!۔

پوری ہال میں سنسنی خیز خاموشی تھی، جیسے موت کسی کونے میں دبک کر کھڑی ہو، موقع کی تاک میں۔ قطار در قطار کھڑے کھلاڑیوں کی آنکھوں میں وہی خوف تھا جو موت کے دہانے پر کھڑے کسی بھی انسان کی آنکھوں میں ہوتا ہے—— گھمبیر، یخ بستہ، اور بے رحمانہ۔

سامنے، ہر ٹیبل پر گفٹ باکس موجود تھے اور ان کے درمیان گفٹس باکس، میں کچھ گفٹس باکس پر کسی نہ کسی انداز میں سبز رنگ موجود تھا——کسی پیکٹ پر ایک

سبز ربن، کسی کے اوپر ہلکا سا سبز ڈیزائن۔ مگر اس سبز رنگ کی حقیقت کیا تھی، یہ ابھی کوئی نہیں جانتا تھا۔

"Throw the ball, warriors."

اعلان ہوا۔

قطار کے پہلے چار کھلاڑیوں نے کپکپاتے ہاتھوں سے گیندیں تھامیں۔ ان کی پیشانی پر پسینے کے قطرے جھلک رہے تھے۔ گلا خشک، دل دھڑکنے کی رفتار سے بے قابو۔ آگے کنواں، پیچھے کھائی، دائیں بائیں صرف موت۔ اگر گیند غلط جگہ جا کر رکی تو بھی خاتمہ، اگر مس ہو گئی تب بھی قصہ تمام۔

انہوں نے دھڑکتے دلوں سے گیندیں ٹیبل پر سرکیں۔ گیندیں ٹیبل پر گھومتی رہیں، ایک اذیت ناک لمحہ تھا، جیسے وقت تھم گیا ہو۔ پھر ...تھپ !گیندیں گفٹ باکسز کے پاس جا کر رک گئیں۔

نقاب پوش محافظ آگے بڑھے، بے حسی کے ساتھ اپنے اپنے ٹیبل کے گفٹ کھولے۔ دل دھڑکنا بھول گئے، آنکھیں پتھرا گئیں۔

اناؤنسمنٹ ہوئی

“No one executed.”

فضا میں موت کی بجائے زندگی کی جیت کا اعلان گونجا۔ کھلاڑی حیرت سے چند لمحے ساکت رہے، پھر جیسے زندگی پلٹ آئی ہو، وہ خوشی سے اچھل پڑے، ایک دوسرے سے لپٹ کر ہنسنے لگے، آنکھوں میں شکر گزاری کے آنسو جھلکنے لگے۔

مگر خوشی لمحاتی تھی۔

اگلی قطار کی باری آئی۔

دیان، باسط، یاقوت، نمل، کہف، یوجن، شیخ اظہر—سبھی پچھلی قطار میں کھڑے بغور دیکھ رہے تھے۔

باسط نے سرگوشی کی،" یہ کھیل سمجھنا ہوگا، اس سے پہلے کہ ہم خود اس میں پھنسیں۔"۔

دیان نے نظریں سکیڑ کر میزوں کو دیکھا، پھر دھیمی آواز میں بولا،" مجھے اندازہ ہو رہا ہے کہ یہ کیسے کام کر رہا ہے"...۔

لیکن اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے اگلے چار کھلاڑیوں نے اپنی گیندیں پھینک دیں۔ گیندیں زوردار آواز سے گفٹ باکسز پر جا کر رک گئیں۔

اور پھر——۔

وہ ہی ہوا گفٹس کھولے گئے

"From first column: Death by acid."

پہلا کھلاڑی، جس کی سانس اٹک گئی تھی، اچانک ایک زوردار چیخ کے ساتھ تڑپنے لگا۔

"From second column: Death by electric shocks."

دوسرا کھلاڑی وہیں کا وہیں رہ گیا، آنکھیں دہشت سے باہر نکلنے کو تھیں۔

"From third column: Death by hydraulic machine."

پورے ہال میں سناٹا چھا گیا۔

"From fourth column: Player pass."

چوتھے کھلاڑی نے تیزی سے سانس لی، جیسے مرنے کے دہانے پر کھڑا ہو اور آخری لمحے موت نے اسے معاف کر دیا ہو۔ اس کے ہاتھ لرز رہے تھے، آنکھیں کسی اور دنیا میں دیکھ رہی تھیں۔ وہ ہانپتے ہوئے پیچھے ہٹا اور دیوار سے جا لگا۔

دیان نے اس کے گفٹ باکس پر نظریں گاڑ دیں۔ وہاں اس گفٹ باکس، پر سبز ربن تھا

۔" یہ سبز نشان...؟ "وہ زیرِلب بڑبڑایا،

دفعتاً پہلے کالم کے بدقسمت کھلاڑی کو دو نقاب پوش محافظوں نے دبوچ لیا۔ اس کی سانس دھونکنی کی طرح چل رہی تھی، آنکھوں میں جنون سمایا تھا، جیسے آخری لمحے پر یقین نہ آ رہا ہو۔ وہ پیر پٹختا رہا، مگر محافظوں کے ہاتھوں میں جکڑا بےبس تھا۔

سامنے ایک بڑا سا ٹب رکھا تھا—چمکدار، دھواں دیتا ہوا، جس میں ایک گہرے سبز رنگ کا مائع ہلکورے لے رہا تھا۔ مائع نہیں، موت تھی۔ ایسا زہر جو صرف لمس سے ہی گوشت کو گلانے کی طاقت رکھتا تھا۔

۔''نہیں ... نہیں، مجھے جانے دو، خدارا نہیں ''...وہ پھڑپھڑایا، چیخا، ہاتھ پاؤں مارے، مگر محافظوں کی حرکات پتھر کی طرح بے تاثر رہے۔

اگلے ہی لمحے، دو سیاہ چوغے پہنے محافظوں نے وحشیانہ بے رحمی کے ساتھ اسے اٹھایا اور سیدھا تیزاب کے ٹب میں پھینک دیا۔

''آآآآآآہہہہہہ۔۔۔۔''!

یہ چیخ ایک لمحے کی تھی، پھر اچانک اس کی آواز مدھم پڑ گئی، جیسے کسی نے اس کی سانسیں کھینچ لی ہوں۔

ٹب میں جھاگ اٹھنے لگی، ایک بدبودار دھواں نکلا، اور کچھ ہی دیر میں وہ جسم جو ابھی تک زندہ تھا، محض ہڈیوں کا ایک بوسیدہ ڈھانچہ بن چکا تھا۔ وہ بھی زیادہ دیر نہیں ٹکا—تیزاب نے اسے بھی پگھلا دیا۔ پانی میں تحلیل ہوتا وجود، جیسے وہ کبھی تھا ہی نہیں۔

موت نے پہلا شکار نگل لیا تھا۔

دوسرا بدقسمت کھلاڑی جس کی قسمت کا فیصلہ سنایا جا چکا تھا، روتا، گڑگڑاتا، مزاحمت کرتا رہا، مگر بے سود۔ محافظوں نے بے حسی سے اسے گھسیٹ کر ایک موٹی لوہے کی سلاخ سے جکڑ دیا۔

۔"خدا کے لیے، میں نے کچھ نہیں کیا ...میں ...میں "!...اس کی سسکیاں قہقہوں میں نہیں، بلکہ بے رحم خاموشی میں گم ہو گئیں۔

سامنے الیکٹرک تاریں لٹک رہی تھیں، جیسے کسی بھوکے درندے کی زبانیں، جو اپنے شکار پر جھپٹنے کے لیے تیار ہوں۔ محافظوں میں سے ایک نے تاروں کا گچھا اٹھایا اور بغیر کسی ہچکچاہٹ کے اس کے ننگے جسم پر پھینک دیا۔

"ززززززززز۔۔۔"

اچانک ایک جھٹکا لگا۔ پورا جسم ہوا میں معلق ہو گیا، جیسے کسی نادیدہ ہاتھ نے اسے جھنجھوڑ دیا ہو۔ پھر دوسرا جھٹکا، اور پھر تیسرا——۔

اس کی آنکھیں باہر کو ابل آئیں، پورا جسم بےاختیار کانپنے لگا، زبان سے ناقابلِ فہم چیخیں نکلنے لگیں۔ دھواں اٹھا، جلد جلنے کی بو پھیلی، اس کے ہونٹ جل کر سیاہ ہو گئے، دانت بھنچ گئے، انگلیاں اینٹھ کر پنجے کی شکل اختیار کر گئیں۔

چند ہی سیکنڈ بعد جسم ڈھیلا پڑ گیا۔ مگر محافظوں نے بجلی کی شدت کم نہ کی—— جب تک اس کی ہڈیوں سے گوشت جھڑ نہ گیا، تب تک جھٹکے جاری رہے۔

جب تاروں کو ہٹایا گیا، تو وہ ایک جلی ہوئی لاش کے سوا کچھ نہ تھا۔ اس کے چہرے پر اذیت جم چکی تھی، آنکھیں کھلی تھیں، مگر ان میں اب کچھ بھی باقی نہیں تھا—نہ روشنی، نہ امید۔

تیسرا کھلاڑی گھٹنوں کے بل گر چکا تھا، ہاتھ جوڑ چکا تھا، آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ وہ زمین پر جھک گیا، محافظوں کے قدموں کو پکڑنے کی کوشش کی، مگر جواب میں ایک لات اس کے سینے پر لگی۔

۔"اٹھو۔" ایک خشک، بےروح آواز گونجی۔

سامنے ایک لوہے کی پلیٹ رکھی تھی، جس کے اوپر ایک مضبوط گرفت کے لیے سلاخیں نصب تھیں۔ محافظوں نے اسے زبردستی گھسیٹا، اس کا سر اس پلیٹ پر رکھا، اور ہاتھ پیر رسیوں سے جکڑ دیے۔

۔"نہیں ... نہیں "!...اس کی چیخیں فضا میں گونجیں، اس کا جسم بے تحاشا لرزنے لگا۔

مگر کسی نے پرواہ نہ کی۔

اچانک اس کی آنکھوں کی پتلیاں پھیل گئیں، ہونٹ نیلے ہونے لگے، اور دھڑکن بے‌ترتیب ہو گئی۔ خوف اس کے دل پر اتنا بھاری پڑا کہ موت خود آگے بڑھ کر اسے دبوچنے لگی——۔

دل کا دورہ پڑا۔

اس کے جسم نے آخری بار ایک جھٹکا کھایا، اور پھر سب کچھ تھم گیا۔

مگر محافظوں نے پیچھے ہٹنے کی زحمت نہ کی۔

"He will still be executed by the hydraulic machine."

سرد اور بے رحم اعلان گونجا، جیسے کسی نے فیصلہ سنا دیا ہو کہ روح نکلنے کے بعد بھی یہ بدن ٹکڑوں میں بٹے گا۔

اوپر ہائیڈرالک مشین کی بھاری سل لٹک رہی تھی، جیسے کسی بے رحم دیو کا قدم، جو اپنی مرضی سے نیچے گرنے والا تھا۔ محافظ پیچھے ہٹے۔

"چھپ"!

اچانک مشین نیچے گری، ایک لمحے کی تاخیر بھی نہ ہوئی۔

۔"کرڑچ"!۔

چوڑی ہڈیوں کے چٹخنے کی آواز، بھیجا باہر نکلنے کی چپچپاہٹ، اور پھر وہی خوفناک دھواں——اس بار گوشت اور ہڈیوں کے چور چور ہونے کی بدبو کے ساتھ۔

جو کھلاڑی اب تک زندہ تھے، انہوں نے آنکھیں زور سے میچ لیں۔ کچھ کے ہاتھ خود بخود لرزنے لگے، کچھ نے گھبرا کر زمین پر نظریں گاڑ دیں۔

اور پھر...

"Throw the ball, warriors."

اعلان ایک بار پھر ہوا، اور اس بار موت کی نظریں نئے شکاروں کی جانب تھیں۔

کھیل کا خوفناک سلسلہ جاری تھا۔ ہر گزرتے لمحے کے ساتھ، میدانِ موت پر کھڑے کھلاڑیوں کے دل حلق میں اٹک رہے تھے۔ وہ جن کے گفٹ پیک میں سبز رنگ کی کوئی علامت نہ تھی، بے دردی سے موت کے گھاٹ اتارے جا رہے تھے۔

دیان کی نظریں تیزی سے حرکت کر رہی تھیں، دماغ پوری قوت سے کام کر رہا تھا—یہ محض قسمت کا کھیل نہیں تھا، یہاں ہر چیز میں کوئی نہ کوئی راز چھپا تھا۔ مگر اس وقت، ان رازوں کو سمجھنے کا موقع نہیں تھا۔ موت بے رحمی سے اپنی فصل کاٹ رہی تھی۔

اگلا کھلاڑی خوف سے کانپ رہا تھا، اس کے ہاتھ میں پکڑے کارڈ پر ایک سانپ کا نشان تھا۔ اگلے ہی لمحے، ایک خنجری سانپ کو لا کر اس کے قریب چھوڑ دیا گیا۔ وہ چیخا، پیچھے ہٹنے کی کوشش کی، مگر محافظوں نے اسے زبردستی زمین پر گرایا۔ زہریلا سانپ بجلی کی سی تیزی سے اس کے گرد لپٹا، اور اگلے ہی لمحے اس کے حلق میں دانت گاڑ دیے۔ وہ تڑپا، اس کی آنکھیں باہر کو ابھر آئیں، چہرہ نیلا پڑنے لگا۔ سانپ نے کئی بار ڈس کر زہر اس کی رگوں میں انڈیل دیا، اور کچھ ہی لمحوں میں وہ جھٹکے کھاتے ہوئے بے جان ہو گیا۔

دوسرے کھلاڑی کے لیے موت اور بھی ہولناک تھی۔ اس کا کارڈ کھولا گیا، اور اعلان ہوا“—سولی پر چڑھایا جائے گا.”!۔

اس کے منہ سے چیخ نکلی، مگر کوئی رحم نہیں کیا گیا۔ اسے ایک لکڑی کی تختی کے سامنے لے جایا گیا، گردن میں پھندا ڈالا گیا، اور جیسے ہی لیور کھینچا گیا، تختہ نیچے کھسک گیا۔ اس کے جسم نے ایک شدید جھٹکا کھایا، اس کی ٹانگیں مچلنے لگیں، ہاتھ بے بسی سے جھول گئے۔ چند لمحوں بعد اس کے حلق کی ہڈیاں چٹخنے کی آواز آئی، اور جسم بے جان ہو کر جھول گیا۔

مگر اگلی موت تو جیسے وحشت کی آخری حد تھی۔ کھلاڑی کا کارڈ کھولا گیا، اور اعلان گونجا—۔

”جسم کے ٹکڑے کر کے قتل کیا جائے“!

وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے چیخنے لگا، ہاتھ جوڑ کر رحم کی بھیک مانگنے لگا، مگر محافظوں کے چہرے ساکت تھے۔ اسے لوہے کی میز پر لٹایا گیا، اور ایک بڑی سرخ رنگ کی برقی آری اس کے سر پر جھکائی گئی۔ جیسے ہی آری گھومی، ایک دل چیر دینے والی چیخ سنائی دی۔ پہلا کٹ سینے کے پار اتارا گیا، دوسرا پیٹ کے بیچوں بیچ، اور پھر ٹانگیں الگ کر دی گئیں۔ خون ہر طرف بکھر گیا، کٹے ہوئے

اعضاء میز سے نیچے گرے، اور باقی کھلاڑیوں نے منہ پر ہاتھ رکھ لیے، کچھ خوف کے مارے پیچھے ہٹ گئے، کچھ کو الٹی آنے لگی۔

مگر جو آخری کھلاڑی بچا تھا، اس کے لیے موت کا منظر سب سے زیادہ سفاک تھا۔

۔"اسے رولرز میں باندھ کر چیر دیا جائے"!۔

محافظ آگے بڑھے، اور اس کے ہاتھ پیر سخت رسیوں سے باندھ کر دو بڑے لوہے کے رولرز میں جکڑ دیا۔ وہ بیچ میں لٹکا ہوا تھا، دونوں طرف خون سے رنگے رولرز بے رحمی سے اس کی موت کے منتظر تھے۔ جیسے ہی بٹن دبایا گیا، رولرز دھیرے دھیرے گھومنے لگے۔ اس کی چیخیں آسمان تک جا پہنچیں، مگر کسی کے چہرے پر رحم کا شائبہ تک نہ تھا۔

رولرز کے درمیان اس کا جسم دبتا گیا، پہلے اس کی پسلیاں چٹخیں، پھر پیٹ کی کھال چیری گئی۔ ایک لمحے بعد، اس کے اندرونی اعضاء باہر نکلنے لگے۔ اس کے سینے کے اندر دھڑکتا دل عیاں ہو چکا تھا، مگر تب تک اس کی آنکھیں پیچھے کو

الٹ چکی تھیں۔ خون کی نہر بہنے لگی، اور ایک حتمی جھٹکے میں اس کا جسم دو حصوں میں بٹ گیا۔ پھیپھڑے، آنتیں، سب کچھ باہر آ گیا۔

فرش سرخ ہو چکا تھا، خون سے سنے ٹکڑے الگ الگ بکھرے تھے۔ وہاں کھڑے لوگ سانس روکے کھڑے تھے، کچھ نے اپنی آنکھیں زور سے بند کر لی تھیں، کچھ نے اپنے چہروں سے رنگ اترتا محسوس کیا۔ کہف نے بے اختیار آنکھیں میچ لیں، جبکہ نمل وہیں ساکت کھڑی رہ گئی۔

مگر یہ سب ابھی ختم نہیں ہوا تھا۔ کھیل کی سفاکی ابھی باقی تھی...

۔ دیان نے آگے بڑھنے سے پہلے ایک لمحہ لیا، پھر باسط کی طرف جھکا اور دھیمی آواز میں کہا

۔"باسط، یاد رکھنا، جن گفٹ باکسز میں سبز رنگ کی کوئی بھی علامت ہے— چاہے ربن ہو، کوئی پرنٹ یا کارڈ—وہی زندگی کی ضمانت ہیں۔ میں اپنی گیند ان ہی میں سے ایک پر پھینکوں گا۔ اگر میں بچ گیا، تو کہف، نمل، یاقوت، سب کو بتا دینا۔ لیکن پہلے تم لوگ خود بچو، پھر دوسروں کو آگاہ کرنا۔"۔

باسط نے سنجیدگی سے سر ہلایا۔

دیان آگے بڑھا، اس کے قدموں کی چاپ سنسناتی زمین پر گونجی۔ مگر وہ اکیلا نہ تھا—شیر خان اور اس کے ساتھی اس پر نظریں گاڑے اس کے ساتھ بڑھ رہے تھے۔ شیر خان کی بھنویں ترچھی ہوئیں، آنکھوں میں شعلے لپکے۔ وہ جانتا تھا، دیان کچھ ایسا جان چکا تھا جو باقی سب سے چھپا ہوا تھا۔ اس کا دماغ خطرے کی گھنٹی بجا چکا تھا۔

اس نے اپنے دو ساتھیوں کی طرف نظریں دوڑائیں، پھر سرگوشی میں پشتو لہجے میں بولا

۔"یہ دیان کا نظر اُس باکس پہ اے، جِس پہ سبز رنگ کا کچھ نِشان جیسہ چیز لگا ہوا اے۔ جِس باکس پہ بھی سبز کا کوئی نشان ہو، وہی اُٹھاو، تم بھی"!۔

اس کے آدمیوں نے ایک دوسرے کو خفیہ نظروں سے دیکھا، پھر آہستہ آہستہ اشارے سے آگے پیغام پہنچانے لگے۔ یوں سبز رنگ والے باکسز کے بارے میں انہوں نے، اپنے تین اور ساتھیوں کو بتایا اور آگے بتانے سے منع کیا ۔۔۔

دیان نے ایک گہری سانس لی، نظریں سامنے موجود ان باکسز پر ٹکائیں جو باقی رہ گئے تھے۔ وہ بال پھینکنے کے لیے تیار تھا، مگر ساتھ ہی، اس نے محسوس کیا کہ

شیر خان کی نظریں اس پر جمی ہوئی تھیں—ایک تیز اور شکاری کی مانند گھورتی ہوئی، جیسے کوئی بھی چالاک حرکت اس کی آنکھ سے اوجھل نہ ہو سکتی ہو۔

دیان نے سانس اندر کھینچی، اور گیند اچھال دی۔

اسٹیج سے گرجدار آواز گونجی، جو میدان میں موجود ہر دل پر خوف کی ایک لہر بن کر اتری

"This game has reached its decisive moment! The fate of the players is about to be sealed. One mistake... and death will be inevitable! Those whose boxes conceal the darkness of destiny, prepare to take your final breath!"

گیند چاروں کے ہاتھوں سے نکل کر میز پر سرکنے لگی، دھیرے دھیرے گھومتی، جیسے اپنی تقدیر خود لکھ رہی ہو۔ ہر آنکھ اسی کے تعاقب میں تھی، ہر سانس جیسے تھم چکی تھی۔

وہ میز کی سطح پر گردش کرتی، غیر متوقع زاویوں میں لڑھکتی، ایک لمحے کو دائیں سمت جھکی، پھر بائیں مڑی، جیسے کسی غیر مرئی طاقت نے اس کا رخ بدل دیا ہو۔

شیر خان کی آنکھوں میں ایک تیز چمک ابھری، مگر اس کے لب خاموش رہے۔ اس کے آدمی پلک جھپکائے بغیر اپنی اپنی گیند کی جنبش کو تاک رہے تھے، ۔

کہف لبوں میں بےآواز دعا پڑھ رہی تھی، یاقوت، باسط، یوجن، نمل——سب کی نگاہیں دیان پر جمی تھیں۔ ایک بےنام اضطراب ان کے وجود میں سرایت کر چکا تھا۔

دیان نے ان کی آنکھوں میں وہ محبت دیکھی، جو شاید پہلے کبھی یوں عیاں نہ ہوئی تھی۔ پہلی بار، اسے لگا کہ جینے کی کوئی وجہ ہے۔

اس کی نظریں کہف سے ملیں——لمحہ بھر کے لیے وقت تھم گیا۔

کہف ہولے سے مسکرائی، جیسے خود کو یقین دلا رہی ہو کہ سب ٹھیک ہوگا۔ مگر اس مسکراہٹ کے پیچھے ایک ان کہی بے بسی لرز رہی تھی۔

۔ ایک لمحے کو سب شور، سب بے چینی پس منظر میں چلی گئی—بس کہف اور وہ رہ گئے۔

ہولے سے، دیان کے لبوں پر مسکراہٹ ابھری، گہری، پر سکون، جیسے وہ کہنا چاہ رہا ہو، سب ٹھیک ہو گا۔ اس نے آہستہ سے سر اثبات میں ہلایا، جیسے کہف کو تسلی دے رہا ہو، جیسے اس کی ہر بے قراری کا جواب دے رہا ہو۔

نہ جانے کیوں، آج پہلی بار اسے جینے کی خواہش ہوئی تھی۔ پہلی بار، وہ چاہ رہا تھا کہ وہ جیتے—صرف اس ایک لڑکی کے لیے جو اس لمحے اس کی سب سے بڑی طاقت بنی کھڑی تھی۔

دوسری طرف گیند کی رفتار مدھم ہونے لگی ...گھومتی، گھومتی، میز پر آگے بڑھتی رہی۔ لمحے کی کشیدگی حدوں کو چھونے لگی۔

پھر

دھپ!۔

ایک بے رحم ارتعاش کے ساتھ وہ چاروں گیندیں اپنے، ٹیبل پر موجود باکس سے جا ٹکرائی۔ ایک سکوت چھا گیا، ایسا سکوت جو طوفان کے آنے کی خبر دیتا ہے۔

"No player has been eliminated!"

اعلان سنتے ہی دیان کے لبوں پر مسکراہٹ ابھری، اس نے گہری سانس لی اور پیچھے مڑ کر دیکھا۔ باسط نے فوراً اثبات میں سر ہلایا اور پھر کہف، یاقوت، یوجن اور نمل کو راز بتا دیا——۔

۔"جیسے کہ میں نے تمہیں پہلے بتایا وہ ہی باکس چننا ہے جس پر سبز رنگ کی کوئی نہ کوئی نشانی ہو——چاہے ربن ہو، پرنٹ ہو، یا کوئی اور علامت"!۔

یاقوت نے بے اختیار سانس روکی، نمل کی آنکھوں میں ایک لمحے کے لیے چمک ابھری، جبکہ کہف نے ایک نگاہ دیان پر ڈالی، جیسے یہ دیکھنے کی کوشش کر رہی ہو کہ وہ واقعی کامیاب ہو گیا یا محض قسمت نے کہف کو ایک موقع دیا ہے۔

یوں ہی باسط، یاقوت، نمل، کہف، یوجن، شیخ اظہر نے ہوشیاری سے صحیح باکس کا انتخاب کر کے اپنی جان بچا لی۔ لیکن وقت کم تھا، اور اگلی قطار کے کھلاڑی بے چینی سے اپنی باری کا انتظار کر رہے تھے۔

دیان نے ایک گہری سانس لی، پھر یکدم بلند آواز میں سب کو خبردار کیا، اس کے لہجے میں کشش بھی تھی اور سختی بھی، جیسے ہر لفظ ایک حکم ہو، جیسے وہ موت اور زندگی کے بیچ کھڑے لوگوں کو ان کے مقدر کا راستہ دکھا رہا ہو

“Listen up! Choose the box that holds even the slightest trace of green or blue—whether it’s a ribbon, a mark, a pattern. These colors mean survival. Anything else... is a straight ticket to death. One wrong move, and you’re finished!”

اس کی آواز میں ایسا دبدبہ تھا کہ سب کے دل ایک پل کے لیے رک گئے، اس کی آنکھوں میں ایسی شدت تھی کہ ہر کھلاڑی بےاختیار اس کی بات پر یقین کرنے لگا۔ کھیل کا میدان ساکت تھا، صرف سانسوں کی آوازیں باقی تھیں ...اور قسمت کا ایک اور کھیل شروع ہونے والا تھا۔

جوں جوں سبز اور نیلے نشانات والے باکس ختم ہوتے گئے، بچ جانے والوں کی تعداد گھٹتی چلی گئی۔ باقی ماندہ چند کھلاڑی اپنی قسمت پر شکر ادا کر رہے تھے،

جبکہ جو اس آزمائش میں ناکام رہے، ان کی لاشیں بے دردی سے گھسیٹ کر باہر لے جائی جانے لگیں۔ میدان میں خون کے دھبے اور موت کی سیاہ پرچھائیاں باقی رہ گئیں، لیکن کھیل ختم نہیں ہوا تھا—یہ تو محض ایک راؤنڈ تھا۔

بچ جانے والے کنارے پر جا کھڑے ہوئے، ایک دوسرے سے سرگوشیوں میں باتیں کرنے لگے۔ کچھ دیان کا شکریہ ادا کر رہے تھے، کچھ حیران تھے کہ اس نے انہیں کیوں بچایا۔ اگر دیان چاہتا، تو باقی سب کو بھی مروا سکتا تھا، کیونکہ مرنے والوں کی رقم بچ جانے والوں میں تقسیم ہونی تھی۔ یہ موقع تھا—دولت کا، طاقت کا، سب کچھ اپنے حق میں کرنے کا۔ مگر دیان نے لالچ نہ کی۔

اگر وہ پہلے ہی سب کو سبز اور نیلے رنگ کے راز سے آگاہ کر دیتا، تو باسط، کہف، نمل، یاقوت اور باقی سب ختم ہو جاتے۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ وہ ان کے بغیر زندہ بچے۔ اس نے ایک ایسا توازن رکھا تھا جس میں سب کے لیے راستہ موجود تھا—بچنے والوں کے لیے بھی اور مرنے والوں کے لیے بھی۔

دوسری طرف، شیر خان ایک سائے کی طرح اس سب کو دیکھ رہا تھا، اس کے ماتھے پر شکنیں تھیں، اور جیسے ہی حقیقت اس پر واضح ہوئی، وہ غصے میں بڑبڑایا۔

۔"ہائے مڑا !ہم کتنا بڑا بے وقوف آدمی رہا !اگر ہم پہلے سب کو بتا دیتا کہ سبز باکس لینا، تو ہم ہیرو بھی بن جاتا اور وہ یاقوت، نمل، کہف سب مر بھی جاتا۔ ایہ عقل ہمارے دماغ میں پہلے کیوں نہ آیا؟"!۔

وہ اپنا سر تھپتھپاتے ہوئے جل بھن کر رہ گیا، دانت پیٹا، خود کو کوستا، جیسے قسمت نے اس کے ساتھ کوئی بہت بڑا مذاق کر دیا ہو۔ اس کی نظروں میں حسد کی چنگاریاں تھیں، اور دیان کی یہ جیت اس کے دل میں زخم کی طرح اتر رہی تھی۔ باسط نے یاقوت کا شانہ تھپتھپایا اور ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ بولا،

۔"مجھے تو اس کی فکر تھی !سوچ رہا تھا، یہ کلر بلائنڈ ہے، باکس پہچانے گا کیسے؟ کہیں غلط باکس نہ چن لے !پر شکر ہے، میرا دماغ بروقت چلا، اور میں نے فوراً اسے بتا دیا کہ پانچواں باکس لینا۔ ورنہ اس ساری ٹینشن میں تو بندہ خود کو بھی بھول جائے"!۔

یاقوت نے ہنستے ہوئے گردن ہلائی،" ہاں بھائی، پھر تو واقعی سسپنس اپنے عروج پر ہوتا"!۔

دوسری طرف، کہف خاموشی سے دیان کی طرف بڑھی۔ دیان، جو باسط یاقوت کے مکالمے پر مسکرا رہا تھا، اسے آتے دیکھ کر فوراً اپنی مسکراہٹ روک گیا۔ وہ اب بالکل نارمل تاثرات لیے کھڑا تھا، مگر اس کی نظریں کہف پر جمی رہیں۔

کہف اس کے قریب آ کر رک گئی، اس کی آنکھوں میں وہی نرمی تھی جو ایک لمحے پہلے سب کے چہروں پر چھائی تھی۔ پھر وہ آہستہ سے بولی،

۔''شکریہ ...ہم سب کی جان بچانے کے لیے''!۔

دیان نے ہلکی سانس لی، ایک لمحے کو اسے لگا کہ کہف واقعی مخلص ہو کر شکریہ ادا کر رہی ہے، مگر اس نے اپنے جذبات چھپاتے ہوئے کندھے اچکائے اور دھیمے لہجے میں بولا،

''شاید ...میں نے اپنی جان بچائی ہو۔''

یہ کہتے وہ رکا۔ اپنی بات پر غور کیا

وہ الجھن میں تھا——۔

اپنی جان بچائی تھی، کہف کو بچایا تھا، یا سب کو؟

ہاں، وہ مان چکا تھا کہ یہ سب اب اس کے اپنے تھے، ایک ایسی فیملی جسے کھونا اس کے لیے ممکن نہ تھا۔ اگر ان میں سے کوئی بھی نہ بچتا، تو شاید وہ خود کو کبھی معاف نہ کر پاتا۔

مگر کہف...؟

کیا وہ واقعی اس کی زندگی بن گئی تھی؟

یہ سوال اس کے ذہن میں کسی خاموش سرگوشی کی طرح گونج رہا تھا۔ ایک لمحے کو وہ رک کر سوچنے لگا—کیا جب اس نے کہف کو دیکھا تو دل کی دھڑکن بےاختیار تیز ہو گئی تھی؟ کیا جب وہ اس کے قریب آئی تو وہ خود کو بھول سا گیا تھا؟

دیان نے نرمی سے آنکھیں موند لیں، جیسے خود سے چھپانے کی کوشش کر رہا ہو، مگر حقیقت تو یہی تھی...

کہف صرف ایک نام نہیں رہا تھا، وہ اس کی سوچوں میں در آیا تھا،

اور شاید ...دل میں بھی۔

کہف نے اس کی آنکھوں میں جھانکا، جیسے کچھ سمجھنے کی کوشش کر رہی ہو۔ پھر ایک نرم سی مسکراہٹ اس کے لبوں پر آئی، مگر جیسے ہی اسے یاد آیا کہ اسے دیان کو ایٹیٹیوڈ دکھانا ہے، وہ فوراً سنجیدہ ہو گئی۔

اس نے گلا کھنکارا، گردن اکڑائی، بالوں کو ایک جھٹکے سے پیچھے کیا، اور ایک شانِ بے نیازی سے پلٹ کر چل دی، جیسے دیان کی بات کو زیادہ اہمیت نہ دی ہو۔

دیان الجھن میں پڑ گیا۔ ایک پل پہلے وہ اسے اتنی نرم نظروں سے دیکھ رہی تھی، اور اب یوں ایٹیٹیوڈ دکھا کر جا رہی تھی؟ وہ بس خاموشی سے اسے جاتے ہوئے دیکھتا رہا، جیسے سمجھنے کی کوشش کر رہا ہو کہ کہف کو اچانک ہوا کیا ہے۔

----☆☆☆----

ہال میں ہلکی سی سرگوشیاں گونج رہی تھیں۔ دس ستونوں میں ترتیب دیے گئے خانوں کے سامنے کھلاڑی سنجیدگی سے کھڑے تھے، اور ہر ایک کے سامنے ایک

پتھر رکھا تھا۔ دیواروں کے ساتھ منسلک کیمرے ان کے ہر انداز کو قید کر رہے تھے،

پراسرار گیلری میں چند مخصوص لوگ بیٹھے تھے، مگر سب سے نمایاں وہ شخص تھا جو سب سے آگے بیٹھا تھا۔ اس کے سامنے بڑی اسکرین پر گیم زون کا منظر چل رہا تھا۔ روشنیوں کی جھلملاہٹ میں، وہ اپنی کرسی پر سکون سے بیٹھا تھا، چہرہ خوفناک جانور کے ماسک میں چھپا، آنکھوں کے گرد سرخ لکیریں۔ اس کی نظریں سامنے ایل ای ڈی پر جمی تھیں، جہاں کھیل شروع ہونے والا تھا۔

اچانک، بلند آواز میں اعلان گونجا:۔

“Players, you have seven minutes to complete this game. Failure will result in immediate execution.”

یہ الفاظ سن کر کچھ کھلاڑیوں کی ٹانگیں کانپ گئیں۔ ان کے چہرے زرد پڑ گئے۔ مگر کہف نے جلدی سے ان کی طرف رخ کیا اور پراعتماد انداز میں کہا:۔

“Listen, Basit and I know how to play this game. We used to play it in the orphanage when we were kids. We’ll show you how to do it first, and then you all

can follow us. Just watch carefully and don't hesitate."

باسط نے ایک نظر باقی کھلاڑیوں پر ڈالی اور بولا:۔

"We need eight more people who know how to play pichuk, regardless of where they are from. If you know this game, step forward now."

دیان، نمل، یاقوت اور کچھ دیگر پاکستانی فوراً آگے بڑھے۔ اب دس کھلاڑی میدان میں موجود تھے، ہر ایک اپنے خانے کے سامنے کھڑا تھا۔ ہال میں خاموشی چھا گئی۔

گھڑی نے وقت کا الٹی گنتی شروع کر دی۔

کہف نے پہلا پتھر اٹھایا، اور بغیر کسی جھجک کے، پہلے خانے میں پھینک دیا۔ پتھر کھٹاک کی آواز کے ساتھ گرا، اور کہف نے فوراً ایک پیر پر توازن قائم کرتے ہوئے خانے کے اندر چھلانگ لگائی۔ وہ بالکل بےخوف اور ماہر دکھائی دی۔ باسط نے بھی اسی مہارت سے یہ عمل دہرایا۔

دیان نے قدرے حیرت سے اس گیم کو انجام دیتے دیکھا۔ وہ اپنی لمبی قامت کی وجہ سے کچھ عجیب محسوس کر رہا تھا، مگر وہ بھی بازی کھیلنے لگا۔ سب کھلاڑی ایک ایک کرکے اگلے خانوں میں کودتے جا رہے تھے، مگر جیسے ہی ساتویں ستون تک پہنچے، صورتحال بدل گئی۔

یہ ستون خطرناک تھا۔ اس میں سات خانے بنے تھے، اور اس میں قدم پھیلانا مشکل، تھا

کہف، باسط، اور دیان نے جلدی سے توازن قائم کرتے ہوئے اپنے پیروں کو کھینچا اور خانے کے کناروں پر خود کو سنبھال لیا۔ مگر یاقوت...۔

اس کے پیر کانپے، جسم بے قابو ہونے لگا۔ اس کا دل زور سے دھڑکا، اور وہ پیچھے ہٹنے کی کوشش کرنے لگا، مگر جگہ نہ ہونے کے سبب وہ بےاختیار آگے جھک گیا۔

ہال میں ہلکی ہلکی چیخیں سنائی دینے لگیں۔

دوسری طرف، وہ پراسرار شخص، جس کا چہرہ خوفناک جانور کے ماسک میں چھپا تھا، کرسی کے بازو پر اپنی انگلیاں چٹخانے لگا۔ اس کی نظروں میں غیر معمولی سنجیدگی تھی۔

اس نے اپنے منیجر کو اشارہ کیا اور سرد لہجے میں بولا:۔

۔"سنائپرز کو حکم دو، اگر یہ لڑکا نیچے گرتا ہے، تو اسے گولی مت مارنا۔ اگر کسی نے فائر کیا تو وہ میرے ہاتھوں مرے گا۔"۔

منیجر نے فوراً سر اثبات میں ہلایا اور دیوار پر نصب مائیکروفون کے ذریعے حکم جاری کر دیا۔

یاقوت کے جسم کا توازن مکمل طور پر بگڑ چکا تھا۔ اس کے ہاتھ ہوا میں بے سہارا لہرائے، آنکھیں خوف سے پھیل گئیں، وہ زمین کی طرف جھکنے لگا...۔

شیر خان کے لبوں پر مسکراہٹ آئی۔۔ مگر۔ افسوس

عین لمحے پر...۔

اس نے جھٹکے سے اپنا توازن بحال کیا، گھٹنوں کو مضبوطی سے روکا، اور آخری وقت میں خود کو گرنے سے بچا لیا۔

ہال میں ایک پل کو موت جیسی خاموشی چھا گئی۔

پھر، اس پراسرار نگران کی آنکھوں میں ہلکی سی مسکراہٹ ابھری۔ اس نے آہستہ سے اپنی انگلیاں ایک دوسرے پر ٹکائیں، جیسے کسی دلچسپ تماشے سے لطف اندوز ہو رہا ہو۔

کہف اور باسط نے گہری سانس لی، جیسے کسی بڑے بوجھ سے نجات پائی ہو۔ دیان نے بھی گہری سانس بھری۔۔

وہ اسی طرح ہر خانے میں پتھر پھینکتے، پیر باکس کے کناروں پر جماتے، اور توازن برقرار رکھتے ہوئے آگے بڑھتے رہے۔ واپسی کا مرحلہ زیادہ نازک تھا، ہر قدم نپی تلی احتیاط کا متقاضی۔ وقت تیزی سے ختم ہو رہا تھا، مگر وہ لمحہ بہ لمحہ آگے بڑھتے رہے۔ بالآخر، عین وقت پر، وہ تمام رکاوٹیں عبور کرکے اپنی جگہ پر۔ واپس، پہنچ گئے۔

اور فضا میں اعلان گونجا:۔

"No one executed."

تالیاں بجنے لگیں۔ ہال میں موجود لوگ خوشی سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ کہف نے پلٹ کر سب کی طرف دیکھا اور مسکراتے ہوئے کہا:۔

"This is how you play the game. Now, it's your turn."

پھر، گیم کے قواعد کے مطابق مزید دس کھلاڑی آگے آئے۔ ہر ایک نے ترتیب سے پتھر پھینکا، اپنی جگہ بنائی، اور سنبھل کر توازن برقرار رکھتے ہوئے آگے بڑھے۔ ہر بار جب کوئی کھلاڑی اگلے خانے میں قدم رکھتا، گیلری میں بیٹھے تماشائی دم سادھ لیتے، جیسے ان کی اپنی جانیں بھی اسی کھیل کا حصہ ہوں۔ لمحہ لمحہ بڑھتے تناؤ کے ساتھ، آخرکار یہ مرحلہ بھی مکمل ہوا—اور جیسے ہی آخری کھلاڑی نے کامیابی سے اپنی باری ختم کی، اسپیکرز پر ایک گونج دار اعلان ہوا

"کوئی بھی کھلاڑی ہلاک نہیں ہوا"!

فضا میں ایک لمحے کے لیے سناٹا چھایا، پھر تالیاں بجنے لگیں۔ جیتنے والے ایک دوسرے سے لپٹ گئے، کسی نے خدا کا شکر ادا کیا، کسی کے چہرے پر ابھی تک بے یقینی تھی۔ کہف نے سکون کا سانس لیا، باسط نے یاقوت کے کندھے پر ہاتھ مارا، ۔۔

مگر اب کی باری یوجن کی تھی۔

یوجن، جو ہمیشہ مسکراتی رہتی تھی، جو کبھی گھبراتی نہیں تھی، اس کے ہاتھ لرز رہے تھے۔ اس نے گہرا سانس لیا، مگر وہ گھبراہٹ کو قابو میں نہ لا سکی۔

کہف نے اسے حوصلہ دینے کے لیے انگوٹھا دکھایا،'' تم کر سکتی ہو، یوجن''!۔

یوجن نے زبردستی مسکرا کر سر ہلایا اور آگے بڑھی۔

ٹائمر آن ہو چکا تھا۔

پہلا پتھر، پھر دوسرا ...یوجن نے خود کو سنبھالتے ہوئے ایک ایک کر کے خانے پار کیے۔ ہر قدم کے ساتھ اس کا دل زور سے دھڑکتا، جیسے کسی بھی لمحے سب کچھ ختم ہوسکتا ہو۔ کہف، نمل، اور یاقوت کی نظریں بے اختیار اس پر جمی تھیں۔ وہ سب اسے سپورٹ کر رہے تھے، تالیاں بج رہی تھیں، مگر یوجن کے لیے وقت جیسے سست روی سے چل رہا تھا۔

پھر وہ لمحہ آیا—ساتواں باکس!۔

یہ وہی مرحلہ تھا جہاں سب کے قدم رک گئے تھے۔ سات خانے ...یوجن نے پتھر پھینکا، اس کی آنکھیں خوف سے پھیلی ہوئی تھیں۔ اس نے ایک پیر آگے بڑھایا، پھر دوسرا...۔

مگر توازن بگڑ گیا۔

فضا میں سناٹا چھا گیا۔

یوجن کی سانس رُک گئی، اس کی آنکھوں میں بے بسی کی نمی چمکی، اس کا جسم لرزا، اور اگلے ہی لمحے...۔

وہ نیچے گر گئی۔

سب کے منہ کھل گئے۔

کہف کے ہاتھ بے اختیار اس کے لبوں پر جا ٹکے، یاقوت کی آنکھوں میں جھٹکا تھا، دیان کا ہاتھ مٹھی میں بدل گیا، نمل نے ایک ہلکی چیخ دبانے کی کوشش کی۔

سنائپرز نے ہتھیار یوجن پر تان لیے۔

زمین پر بیٹھے یوجن کے لرزتے ہاتھ جُڑ گئے، اس کی آنکھوں میں بے بسی، دہشت، اور کچھ کہنے کی تڑپ تھی۔ وہ بولنا چاہتی تھی، مگر...۔

وہ بول نہیں سکتی تھی۔

وہ چیخنا چاہتی تھی، بتانا چاہتی تھی کہ اسے زندگی چاہیے، کہ وہ مرنا نہیں چاہتی، مگر الفاظ اس کی زبان سے ادا ہی نہ ہوسکے۔

اس کے لب کانپ رہے تھے، اس کا گلا بند تھا، مگر کوئی لفظ نہ نکل سکا۔

وہ بتانا چاہتی تھی اسے، جینا۔ ہے اس نے بولنا ہے اس، نے، وہ، سب کچھ کرنا ہے، جس، کا اس نے، خواب، دیکھا تھا۔۔

اس کی آنکھوں میں سوال تھے، فریاد تھی، مگر آواز نہ تھی۔

دیان نے ایک قدم بڑھایا، جیسے کچھ کہنے یا کرنے والا ہو، مگر تبھی کہف آگے بڑھی، جیسے کسی غیبی طاقت نے اسے دھکا دیا ہو۔

کہف نے دوڑ کر یوجن کو لپٹ لیا۔

یوجن پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی، اس کے کندھے ہلک ہلک کر کانپ رہے تھے، اس کے بے آواز ہونٹ بار بار ہل رہے تھے، جیسے کچھ کہنے کی کوشش کر رہے ہوں— مگر وہ کہہ نہیں سکتی تھی۔

دفعتاً یاقوت کو کچھ یاد آیا۔ جھماکے سے

فضا میں گونجتی ہوئی یاقوت کی آواز کسی دھماکے کی طرح سنائی دی۔

"رکو !یوجن کے پاس ابھی ایک موقع ہے"!

کہف کے چہرے پر ایک لمحے کو الجھن ابھری، دیان نے چونک کر یاقوت کی طرف دیکھا، اور نمل کی پلکیں پھڑپھڑائیں۔ گیلری میں بیٹھے چند لوگ ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے، جبکہ میدان میں کھڑے باقی کھلاڑیوں کی آنکھوں میں حیرت اور امید چمکنے لگی۔

"Disability Exemption Rule

کے مطابق یوجن کو دوسرا موقع مل سکتا ہے"!۔

یاقوت کی آواز اعتماد سے بھری ہوئی تھی۔

کہف کی آنکھوں میں روشنی سی لوٹ آئی۔" یس، یس "!وہ بےاختیار بولی، جیسے اچانک کوئی روشنی اسے راستہ دکھا گئی ہو۔

نمل نے خوشی سے تالیاں بجائیں، دیان کے ہونٹوں پر دھیمی سی مسکراہٹ ابھری، اور گیلری میں بیٹھے نگران ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔

یوجن نے گہری سانس لی، اس کے کانپتے ہاتھ مٹھیاں بن گئے۔ وہ اب بھی ساکت تھی، مگر امید کی ایک چمک اس کی آنکھوں میں جھلکنے لگی۔

یاقوت نے ایک اور انکشاف کیا،" اور یوجن اپنے بدلے کسی اور کو کھیلنے کے لیے نامزد کر سکتی ہے"!۔

یہ سنتے ہی کہف نے بغیر ایک لمحہ ضائع کیے اعلان کر دیا،" میں کھیلوں گی یہ گیم"!۔

ایک دم ماحول میں ارتعاش دوڑ گیا۔ کہف کی آواز میں ایک ایسی سختی تھی جو بحث کی گنجائش نہیں چھوڑتی تھی۔

تبھی، اسپیکرز سے اعلان ہوا——۔

"Under the Disability Exemption Rule, Youjin Sera has been granted a second and final chance. She has the authority to transfer her play to another player. She has chosen Kahaf to take her place. Now, Kahaf will compete in her stead. However, if Kahaf fails, both she and Youjin will face execution."

ہوا جیسے تھم گئی۔

یوجن کے لب لرزے، اس کی آنکھیں کہف کو دیکھ رہی تھیں، جیسے کہنا چاہتی ہو کہ وہ یہ رسک نہ لے، مگر کہف کی آنکھوں میں ایک عجیب سا یقین تھا۔

۔"میں یہ جیتوں گی!" اس نے ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ سرگوشی کی۔

کہف نے گہری سانس لی، اپنے بازو چٹخائے، اور آگے بڑھ گئی۔

ٹائمر آن ہو چکا تھا۔

کہف کا پہلا پتھر ہوا میں اچھلا، اور ایک خاص زاویے سے مطلوبہ خانے میں جا گرا۔ اس نے قدم بڑھایا، ۔

دوسرا پتھر، تیسرا، چوتھا...۔

اس کا ہر قدم اعتماد کی تصویر تھا۔ تماشائیوں کی سانسیں رکی ہوئیں تھیں۔ گیلری میں بیٹھے وہ پراسرار نگران، جن کے چہرے جانوروں کے خوفناک ماسک میں چھپے تھے، بھی اب اپنی جگہ تن کر بیٹھ گئے تھے۔

پانچواں خانہ ...چھٹا ...اور اب وہ لمحہ آ چکا تھا—ساتواں باکس!۔

یہ وہی لمحہ تھا جہاں یوجن کی قسمت نے ساتھ چھوڑ دیا تھا، جہاں اس کا جسم لرز گیا تھا، جہاں اس کے حواس بکھر گئے تھے۔

مگر کہف...۔

کہف نے ایک گہرا سانس لیا، اپنے ہاتھوں کو ایک بار جھٹکا، اور پتھر کو ہوا میں اچھالا۔

اور پھر—۔

وہ ایک جھٹکے سے آگے بڑھی، اس کے پیر جیسے ہوا میں معلق ہوئے، اور اگلے لمحے...

کہف ساتواں خانہ عبور کر چکی تھی!۔

سب کے منہ حیرت سے کھل گئے۔

کہف کی ہونٹوں پر ایک زہریلی مسکراہٹ ابھری۔ وہ کسی فاتح کی طرح سکون سے، بے فکری سے، واپس آئی، جیسے یہ کوئی بڑا کارنامہ نہ ہو۔

اور پھر——۔

جب وہ میدان سے باہر نکلی، اس نے ایک ادا سے اپنے بالوں کو جھٹکا دیا، جیسے وہ کوئی توپ چیز ہو، جیسے وہ جانتی ہو کہ وہی یہاں کی سب سے بڑی کھلاڑی ہے۔

۔"بہت آسان تھا "!اس نے کیمرے کی طرف دیکھ کر طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ سرگوشی کی۔

دیان نے مسکرا کر کہف کو دیکھا اور بس گردن جھکا کر اس نے ہلکا سا گردن کو جھٹک دیا۔۔

اسی لمحے، اسپیکرز سے اعلان گونجا——۔

“No player has been executed in this round. All participants have successfully completed the stage. Congratulations!”

فضا میں ایک لمحے کو مکمل سناٹا چھا گیا، پھر تالیاں بجنے لگیں۔ یوجن کی آنکھوں میں آنسو تھے، مگر اس بار یہ آنسو خوف کے نہیں، بلکہ شکرگزاری کے تھے۔

کہف نے ایک نگاہ یوجن پر ڈالی، اور ایک آنکھ دبا دی۔

‘‘میں نے کہا تھا نا؟ میں یہ جیتوں گی’’!

سب کے لبوں پر مسکراہٹ تھی، تالیاں بج رہی تھیں، خوشی کی ہلکی سی لہر میدان میں دوڑ گئی تھی۔ مگر یہ سکون محض چند لمحوں کا تھا—کیونکہ ابھی ایک اور مرحلہ باقی تھا۔ گیم کا آخری اور سب سے بھیانک راؤنڈ۔ وہ راؤنڈ، جو نہ صرف جان لیوا تھا بلکہ زہر کی طرح روح میں سرایت کر جانے والا بھی۔

----☆☆☆

گیم زون کی نئی جگہ اس سے پہلے کے تمام میدانوں سے زیادہ وسیع تھی۔ اونچی دیواریں خون کی طرح سرخ، چھت پر لٹکتے روشن قمقمے ایک بے رحم چمک بکھیر رہے تھے۔ ہوا میں ایک عجیب سی گھٹن تھی، جیسے موت پہلے ہی کسی کونے میں دبکی بیٹھی ہو۔

اچانک اعلان گونجا، آواز اتنی گمبھیر کہ ہر دل دہل کر رہ گیا

"Make groups of six! You have only one minute! If you fail to form a group, you will be executed!"

یکدم ٹائمر چلنے لگا، اور جیسے ہی اسکرین پر وقت کم ہوتا دکھائی دیا، میدان میں بھگدڑ مچ گئی۔ ہر کوئی اپنی جان بچانے کے لیے طاقتور ساتھی ڈھونڈنے میں لگ گیا تھا۔ کمزور اور بےضرر لوگ نظر انداز کیے جا رہے تھے۔ کوئی بھی اپنے گروپ میں ایسا بوجھ نہیں چاہتا تھا جو ان کی ہار کا سبب بنے۔ یہ لالچ نہیں، بلکہ بقا کی جنگ تھی۔

باسط نے جلدی سے اپنے ساتھیوں کو گنا،" ہم چھ تو ہو گئے، مگر ایک بندہ زیادہ ہے۔ ہمیں کسی اور گروپ میں کسی ایک کو ڈالنا ہوگا۔"۔

ابھی وہ الجھن میں ہی تھے کہ پانچ لوگوں کا ایک گروپ قریب آیا۔ ان میں سے ایک نے دیان کی طرف دیکھ کر کہا،" کیا تم ہمارے ساتھ آؤ گے؟"۔

دیان نے ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ شیخ اظہر کی طرف اشارہ کیا،" شیخ اظہر ایک زبردست کھلاڑی ہے، اسے لے لو۔"۔

پانچوں نے شیخ اظہر کو خوشی سے اپنے گروپ میں شامل کر لیا، اور وہ بھی مطمئن انداز میں ان کے ساتھ چل دیا۔

لیکن دوسری طرف، شیر خان خاموشی سے ایک گروپ کو دیکھ رہا تھا وہ بھی پانچ لوگ تھے، پریشان و فکر مند۔۔دوسروں طرف شیر خان جن پانچ لوگوں کے ساتھ تھا، وہ زیادہ خاص نہیں تھے۔ وہ تیز ضرور تھے، مگر مقابلے میں باسط کے گروپ کے بعد، اگر کوئی زیادہ ذہین اور مضبوط لوگ تھے، تو وہ وہی دوسرے گروپ والے، پانچ لوگ تھے۔

شیر خان نے ایک نظر اپنے موجودہ ساتھیوں پر ڈالی، پھر نگاہیں ان پانچ لوگوں کی طرف گھما دیں۔ وہ دل ہی دل میں بڑبڑایا،

۔" یہ پیبزے خو بےکار دے، نا عقل شے، نا طاقت، بس خالی خولی۔ ہمہ ایسا بندہ چاہیے جو دغا نہ کھائے، پہلا وار سہہ لے، او گیم جیتے، نہ کہ یہ کمزوری خورے"!۔

اس نے ایک زوردار قہقہہ لگایا اور کہا،" سہہ، تم لوگ ادھر رہو، میں ذرا کچھ دیکھ کے آتا ہے۔"۔

پھر وہ بھیڑ میں گم ہو گیا۔ رش میں سے نکل کر وہ انہی پانچ لوگوں کے پاس گیا

۔

۔"ہم تمہارے ساتھ ہے "!وہ خوداعتمادی سے بولا۔

سامنے والے کھلاڑیوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا، پھر ایک نے ہنکار بھری،" مصیبت میں گدھے کو بھی باپ بنانا پڑتا ہے، ہم نے تو اس کو ساتھی بنایا ہے۔"۔

شیر خان کے لبوں پر زبردستی کی مسکراہٹ تھی، مگر اندر ہی اندر وہ اپنے نئے گروپ کو بھی بےوقوف سمجھ رہا تھا۔ ان میں سے ایک نے انگلی اٹھا کر تنبیہ کی،" دھوکہ مت دینا، ورنہ انجام برا ہوگا"!۔

شیر خان نے فوراً سر ہلا کر یقین دلایا،'' ایسا کب کرے گا ہم؟ قسم سے، ہم تو بس بھائی لوگ کے ساتھ کھڑا ہونا چاہتا ہے''!۔

ٹائمر ختم ہو چکا تھا۔ اعلان ہوا

"All those who have formed a group, move to one side!"

سب لوگ جلدی سے اپنی اپنی جگہوں پر ہونے لگے، مگر شیر خان کے سابقہ گروپ کے افراد ادھر اُدھر دیکھنے لگے۔

۔''یہ شیر خان کہاں ہے؟ ''ان کے چہروں پر خوف اترنے لگا۔

ان کے ماتھے پر پسینہ آ چکا تھا۔ ان کے ارد گرد چوغا پہنے، جانوروں کے ماسک میں چھپے لوگ آگے بڑھے۔ بندوقیں ان پر تانی جا چکی تھیں۔

۔''ہمارا ایک ساتھی تھا !وہ کہاں ہے؟ ''!ان میں سے ایک گھگھیائی ہوئی آواز میں بولا۔

انہوں نے سامنے دیکھا، تو شیر خان کسی اور گروپ کے ساتھ کھڑا تھا—بالکل مطمئن، بالکل لاپرواہ، جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔

ان پانچوں کی آنکھیں حیرت اور خوف سے پھیل گئیں۔ ان میں سے ایک کی زبان کانپنے لگی،'' شیر خان ...تو نے واقعی دکھا دیا کہ تو کہاں سے ہے''!۔

شیر خان نے سرد مسکراہٹ کے ساتھ سر جھکایا،'' ہم نے تو پہلے ہی بولا تھا کہ ہم اپنے فیدے کے بارے میں سوچتا ہے۔ خوچہ، تم لوگ بس غلط جگہ اعتماد کر لیا''!۔

یکدم گن چلنے کی آواز گونجی۔

پانچوں زمین پر گر پڑے۔ خون ہر طرف بکھر گیا تھا۔

باقی لوگ سن ہو کر رہ گئے۔ سولہ گروپس بن چکے تھے۔ ہر گروپ میں چھ لوگ تھے—یعنی اب صرف چھیانوے

(96)

کھلاڑی باقی بچے تھے۔

یاقوت شیر خان کو گھورتا رہا، دانت پیستے ہوئے۔ اس کی آنکھوں میں چمک کے ساتھ نفرت بھی تھی، جیسے کسی زخم پر نمک چھڑک دیا گیا ہو۔

۔"زندگی میں بہت سے خبیث دیکھے، پر ایسا دو کوڑی کا دھوکے باز پہلی بار نظر آیا ہے، "وہ زہر خند لہجے میں بولا۔" میری برداشت کی بھی کوئی حد ہے، اور یہ بندہ اس حد کو کافی دیر پہلے پار کر چکا ہے۔"۔

اچانک، اس کے ذہن میں ایک پرانا منظر کوندا—وشنو ! جس نے اسے بدترین دھوکہ دیا تھا، اور آج شیر خان بھی بالکل ویسا ہی کر رہا تھا۔

نمل نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا، اس کا انداز پرسکون تھا، جیسے آگ کے شعلوں پر پانی ڈالنے کی کوشش کر رہی ہو۔

۔"اچھے برے لوگ ہر جگہ ہوتے ہیں، یاقوت۔ اور جو کچھ اس نے کیا ہے، اس کا خمیازہ بھی ضرور بھگتے گا۔ تم بس

Mentally peacefull

رہو اور۔ گیم پر۔ دھیان دو"۔

وہ دھیمے مگر مضبوط لہجے میں بولی۔

یاقوت نے طنزیہ ہنسی چھوڑی، جیسے یہ مشورہ اس کے لیے لطیفے سے کم نہ ہو۔

“mentally peacefull?

وہ میں تب ہوں گا

جب یہ شیر خان

Rest in peaceہو گا”

نمل نے بمشکل مسکراہٹ روکی، لیکن یاقوت کی آنکھوں میں وہی زہر اتر آیا تھا۔ وہ پھر دھیمے مگر زہریلے انداز میں بولا،

۔ “اس کو اپنا فیوچر بڑا برائٹ لگ رہا ہے، لیکن زیادہ برائٹنیس بھی آنکھوں کو چندھیا دیتی ہے، اور پھر بندہ یا تو راستہ بھولتا ہے، یا کسی کھڈے میں جا گرتا ہے۔ اب دیکھتے ہیں یہ منحوس کب کھڈے میں گرتا ہے”۔

نمل نے بےاختیار سر جھٹکا۔ یاقوت کے اندر جلنے والی آگ ابھی ٹھنڈی ہونے والی نہیں تھی۔

وہ نہ جانے جہاں بھی جاتا تھا ایٹو میٹیکلی اس کے دشمن بن جاتے تھے اور ان میں سے ایک شیر خان بھی تھا۔

یکدم اناؤنسمنٹ ہوئی۔۔

CongratulationsWarriors!

Your next last round of this game is a test of agility, intelligence, and teamwork. You will be facing a series of perilous obstacles where a single misstep can cost you your life. Here's what you need to do:

Phase 1: The Deadly Jumps

In front of you are three towering containers with significant gaps between them.

Your task is to jump from the first container to the second, then to the third.

However, between the first and second containers lies a deep aquarium filled with crocodiles. If you fall, they will devour you.

Between the second and third containers, there is a pit swarming with black mambas. One wrong move, and you won't survive.

Phase 2: The Puzzle of Light and Shadows

In front of you, a screen will display a riddle. Your task is to solve it, but be careful—your answer won't just be spoken; it must be created.

The answer to the riddle could be anything—a specific animal, an insect, a shape, or any distinct

form. Once you determine the correct answer, the real challenge begins.

All around you, there are statues of various animals, each holding a reflective plate with mirrors attached. You must carefully adjust these mirrors so that the light bouncing off them creates a cohesive reflection on the final wall in front of you.

The reflection must form the exact shape of the correct answer to the riddle.

If your alignment is perfect, a special card will appear, granting you access to the next stage.

If you fail to solve the riddle, your team loses immediately.

If you solve the riddle but misalign the reflections, failing to create the correct shape, you still lose, and your entire team is eliminated.

Precision and intelligence are your only allies here. Think carefully, move strategically, and ensure that the light reveals the truth—or face the consequences.

Phase 3: The Cage of Balance

After clearing the previous challenge, you will move forward to rescue your second teammate.

The second player is trapped inside a cage with a hungry lion lurking behind it.

In front of the cage, there is a weight block that must If the ،be set exactly to the trapped player's weight weight is incorrect, the door behind them will open,

and the lion will be released, eliminating them instantly.

How It Works:

1. The first player, who successfully crossed the containers, will use their special card to unlock the cage.
2. Once the second player safely exits, the first player must step inside the cage.
3. The second player must now input the first player's correct weight on the block.

If the weight is wrong, the first player will also be eliminated.

If it's correct, the cage door will securely close, and the second player can continue the mission to save all five contestants.

Phase 4: The Floating Cage & Acid Trap

Above the ground, a cage is hanging in mid-air with a pool of acid beneath it.

The second freed player must now navigate a laser maze to reach a punching wrist calculator.

The calculator will display a number, which they must match by punching with precise force.

If the correct force is applied, the hanging cage will descend safely.

If the force is too weak or too strong, the cage will drop into the acid, killing the trapped player inside.

Phase 5: The Haunted House & The Phantom's Riddle

With the second player now locked inside a floating cage, suspended high above the ground, the third freed player must take on the next challenge—entering the Haunted House.

Inside, darkness surrounds them. Shadows move, eerie whispers echo, and the air is thick with an unsettling presence. But there's no turning back.

The Challenge:

1. The third player must navigate through the haunted house by solving a series of mathematical puzzles.
2. These puzzles will unlock pathways and help them avoid deadly traps hidden in the dark.

3. If they answer correctly, they will reach the Phantom, who will hand them a special card—the key to rescuing the fourth player.

The Risk:

If they fail to solve the puzzles, the Phantom will eliminate them instantly.

Their failure will set off a chain reaction:

The second player, still in the floating cage, will be dropped into a pool of acid.

The first player will be devoured by a tiger.

The remaining three contestants, trapped in their own deadly situations, will face instant elimination as well.

This phase is about logic, focus, and courage. One mistake, and the entire team faces a gruesome end.

Phase 6: The Hydraulic Death Machine

The fourth player will be found trapped beneath a massive hydraulic plate with only 1 minute and 30 seconds on the clock.

The third player must rush back and scan the special card to deactivate the machine.

If time runs out, the hydraulic press will crush the fourth player to death.

And with that, all other players will also be executed—

Phase 7: The Noose of Fate

Now, the fifth player will be hanging by the neck with a noose around them.

The fourth player must solve a puzzle within 60 seconds to untie the noose and save them.

If they fail, all players will be eliminated.

If they succeed, the roles reverse—the fourth player will now wear the noose, and the fifth player must solve the next puzzle to save them.

Phase 8: The Weight Calculation & The Drowning Player

In front of you, there are gift boxes containing different weights.

The last player must accurately estimate the weight of the given objects and place them on designated tables according to the screen instructions.

With that , sixth player is trapped inside a dry aquarium.

If the weights are incorrect, the aquarium will begin to fill with water until the player inside drowns.

If the weights are correct, the final challenge is complete.

Time Limit & The Ultimate Rule

You have 8 minutes to complete the entire trial.

If time runs out, even if you're close to victory, all players will be eliminated.

The game begins now. Good luck... or maybe, goodbye.

اب آپ کے سامنے آخری راؤنڈ ہے—یہ آپ کی چستی، ذہانت، اور ٹیم ورک کا حتمی امتحان ہوگا۔ آپ کو مہلک رکاوٹوں کا سامنا کرنا پڑے گا، جہاں ایک

غلطی آپ کی جان لے سکتی ہے۔ یہاں وہ سب کچھ ہے جو آپ کو جاننے کی ضرورت ہے:

مرحلہ 1: مہلک چھلانگیں

آپ کے سامنے تین اونچے کنٹینرز ہیں، جن کے درمیان بڑا فاصلہ ہے۔

آپ کو پہلے کنٹینر سے دوسرے پر، اور پھر تیسرے پر چھلانگ لگانی ہوگی۔

خطرہ:۔

پہلے اور دوسرے کنٹینر کے درمیان ایک گہرا حوض ہے، جس میں خوفناک مگرمچھ موجود ہیں—اگر آپ گرے، تو وہ آپ کو چیر پھاڑ دیں گے۔

دوسرے اور تیسرے کنٹینر کے درمیان ایک گڑھا ہے، جس میں زہریلے بلیک مامبا سانپ رینگ رہے ہیں—ایک غلط قدم، اور آپ کی کہانی ختم۔

مرحلہ 2: روشنی اور سائے کی پہیلی

آپ کے سامنے ایک اسکرین پر ایک پہیلی دکھائی جائے گی، جس کا جواب آپ کو نہ صرف سمجھنا ہوگا بلکہ بنا کر بھی دکھانا ہوگا۔

چیلنج:۔

پہیلی کا جواب کسی بھی چیز کا نام ہو سکتا ہے—کوئی جانور، کیڑا، شکل، یا کوئی مخصوص چیز۔

آپ کے ارد گرد مختلف جانوروں کے مجسمے موجود ہوں گے، جن کے ہاتھ میں آئینے لگے ہوں گے۔

آپ کو روشنی کو درست زاویے پر منعکس کرنا ہوگا، تاکہ دیوار پر جو عکس بنے، وہ بالکل پہیلی کے جواب سے ملتا جلتا ہو۔

شرائط:۔

اگر آپ نے عکس بالکل درست بنایا، تو آپ کو ایک خصوصی کارڈ ملے گا، جو آپ کو اگلے مرحلے میں جانے دے گا۔

اگر آپ پہیلی کا غلط جواب دیتے ہیں، تو آپ کی ٹیم فوراً ہار جائے گی۔

اگر روشنی کے عکس کو صحیح ترتیب نہ دی، تو بھی آپ سب ختم ہو جائیں گے۔

مرحلہ 3: توازن کا پنجرہ

اگر آپ پچھلا چیلنج مکمل کر لیتے ہیں، تو آپ اپنے دوسرے ساتھی کو آزاد کروانے کے لیے آگے بڑھیں گے۔

چیلنج:۔

دوسرا کھلاڑی ایک پنجرے میں قید ہوگا، جبکہ اس کے پیچھے ایک بھوکا شیر کھڑا ہوگا۔

پنجرے کے سامنے ایک وزن کا بلاک ہوگا، جس پر قیدی کھلاڑی کا بالکل درست وزن درج کرنا ہوگا۔

اگر وزن غلط ہوا، تو پنجرے کے پیچھے کا دروازہ کھل جائے گا، اور شیر قیدی کو مار ڈالے گا۔

شرائط:۔

۔

1. پہلا کھلاڑی، جو کنٹینرز کو عبور کر چکا ہوگا، اپنے خصوصی کارڈ سے پنجرہ کھولے گا۔

2. دوسرا کھلاڑی آزاد ہونے کے بعد، پہلے کھلاڑی کو خود پنجرے میں جانا ہوگا۔

3. اب دوسرا کھلاڑی پہلے کھلاڑی کا درست وزن بلاک پر ڈالے گا۔

اگر وزن غلط ہوا، تو پہلا کھلاڑی بھی مارا جائے گا۔

اگر وزن صحیح ہوا، تو پنجرہ بند ہو جائے گا اور دوسرا کھلاڑی باقی ٹیم کو بچانے کے لیے آگے بڑھے گا۔

مرحلہ 4: معلق پنجرہ اور تیزاب کا خطرہ

اوپر فضا میں ایک پنجرہ لٹکا ہوا ہوگا، اور نیچے تیزاب سے بھرا ہوا تالاب ہوگا۔

چیلنج:۔

دوسرا کھلاڑی ایک لیزر بھول بھلیاں پار کرے گا، تاکہ ایک پاور کلکولیٹر تک پہنچ سکے۔

کلکولیٹر ایک مخصوص نمبر دکھائے گا، جسے مکے کی طاقت سے درست طریقے سے ضرب لگانا ہوگا۔

شرائط:۔

اگر مکے کی طاقت درست ہوئی، تو پنجرہ آہستہ سے نیچے اترے گا، اور قیدی محفوظ رہے گا۔

اگر مکے کی طاقت کمزور یا زیادہ ہوئی، تو پنجرہ سیدھا تیزاب میں جا گرے گا، اور قیدی تحلیل ہو جائے گا۔

مرحلہ :5 آسیب زدہ حویلی اور بھوت کی پہیلی

اب تیسرا آزاد شدہ کھلاڑی آسیب زدہ حویلی میں داخل ہوگا، جہاں ہر طرف اندھیرا، سرگوشیاں، اور پراسرار سائے موجود ہوں گے۔

چیلنج:۔

کھلاڑی کو ریاضی کے سوالات حل کر کے حویلی میں محفوظ راستہ تلاش کرنا ہوگا۔

صحیح جوابات دینے پر، کھلاڑی بھوت تک پہنچے گا، جو اسے چوتھے کھلاڑی کو بچانے کے لیے ایک خصوصی کارڈ دے گا۔

خطرہ:۔

غلط جواب دینے پر، بھوت کھلاڑی کو وہیں مار دیں گے۔

ساتھ ہی، قیدی کھلاڑی تیزاب میں گر جائے گا، پہلا کھلاڑی شیر کا شکار ہو جائے گا، اور باقی تین کھلاڑی بھی فوراً ختم ہو جائیں گے۔

مرحلہ 6: ہائیڈرولک مشین – زندگی اور موت کا کھیل

چوتھا کھلاڑی ایک ہائیڈرولک پلیٹ کے نیچے پھنسا ہوگا۔

ٹائمر شروع ہو جائے گا، جس میں صرف 1 منٹ 30 سیکنڈ کا وقت ہوگا۔

تیسرا کھلاڑی خصوصی کارڈ اسکین کر کے مشین کو روکنے کی کوشش کرے گا۔

اگر وقت ختم ہو گیا، تو پلیٹ چوتھے کھلاڑی کو کچل دے گی، اور سب ختم ہو جائیں گے۔

مرحلہ 7: قسمت کا پھندا

اب پانچواں کھلاڑی ایک پھندے میں جھول رہا ہوگا، جس کی رسی اس کے گلے میں ہوگی۔

چوتھے کھلاڑی کے پاس 60 سیکنڈ ہوں گے، تاکہ وہ پہیلی حل کر کے رسی کھول سکے۔

اگر وہ کامیاب ہو گیا، تو پانچواں کھلاڑی بچ جائے گا۔

ناکامی پر، سب مارے جائیں گے۔

مرحلہ 8: وزن کی پہیلی اور ڈوبتا کھلاڑی

ایک خشک ایکویریم میں چھٹا کھلاڑی قید ہوگا۔

اس کے سامنے تحفے کے ڈبے ہوں گے، جن میں مختلف وزن رکھے گئے ہیں۔

پانچویں کھلاڑی کو بالکل درست وزن کا اندازہ لگا کر، انہیں مخصوص میزوں پر ترتیب دینا ہوگا۔

اگر وزن درست رکھا گیا، تو کھیل مکمل ہو جائے گا۔

اگر وزن غلط ہوا، تو ایکویریم پانی سے بھر جائے گا، اور قیدی کھلاڑی ڈوب کر مر جائے گا۔

وقت کی حد اور آخری اصول

آپ کے پاس پورے چیلنج کو مکمل کرنے کے لیے صرف 8 منٹ ہیں۔

اگر وقت ختم ہو گیا، تو چاہے آپ جیتنے کے کتنے ہی قریب ہوں، سب ہار جائیں گے۔

-------- -

اس کھیل کے آخری معرکے میں جن کی باری تھی وہ دیان لوگ تھے ۔ وہ درمیان میں خاموشی سے کھڑے تھے، جبکہ تمام کھلاڑیوں کی نظریں ان پر جمی تھیں۔

شیر خان کی آنکھوں میں سلگتی نفرت تھی، جیسے وہ کسی موقع کی تاک میں ہو۔

اس بیچ اناؤنسمنٹ ہوئی۔۔

Warriors! You have exactly 30 seconds to devise a strategy. Plan your moves wisely, for once time is up, the game will begin—no second chances. Your countdown starts now!

، خفیہ کمرے میں ——وہ پراسرار شخص ایل ای ڈی اسکرین پر نظریں گاڑے بیٹھا تھا۔

اس نے منیجر کو اشارہ کیا

منیجر، جو کسی سائے کی مانند کونے میں کھڑا تھا، فوراً آگے بڑھا، سر خم کیا، اور مودبانہ انداز میں بولا،'' جی سر؟''

پراسرار شخص نے نگاہیں اسکرین سے نہیں ہٹائیں، آواز میں ایک مدھم مگر قطعی حکم تھا،'' ان کی ٹیم کو کچھ نہیں ہونا چاہیے ...جب تک میرا شک ختم نہیں ہو جاتا۔ ان میں وہ ہے ...جو ہونا چاہیے ...ان کی ٹیم جیت جانی چاہیے۔''۔

منیجر نے سر اثبات میں ہلایا، مگر لب خاموش رہے۔ وہ جانتا تھا کہ سوال کرنا بے فائدہ ہے۔

چند لمحے گزرے، پھر وہ پراسرار شخص ایک اور سوال کی مانند گویا ہوا،'' رپورٹس کا کیا بنا؟''۔

منیجر بولا،'' سر، آپ کو خود شہر جانا ہوگا۔ کچھ اور معاملات بھی زیرِ التوا ہیں۔''۔

پراسرار شخص نے ذرا سا سر جھکایا جیسے سوچ رہا ہو، پھر ایک فیصلہ کن انداز میں بولا،'' ٹھیک ہے ...جوں ہی وی آئی پیز یہاں سے روانہ ہوں گے، میں بھی شہر چلا جاؤں گا۔ آخر، اس کے بعد اگلا کھیل آخری کھیل ہے ...سب کچھ اُس آخری کھیل کے بعد ختم ہو جائے گا، مگر یاقوت کا زندہ رہنا ضروری ہے۔''۔

منیجر کی آنکھوں میں لمحے بھر کے لیے ایک نامعلوم فکرمندی جھلکی، مگر وہ جلدی سے بولا،'' فکر مت کریں سر، سب درست ہوگا۔''۔

پراسرار شخص نے آہستہ سے سر ہلایا، جیسے اپنے ہی کسی گہرے خیال میں ڈوبا ہو۔ کمرے میں پھر سے خاموشی چھا گئی—وہی پراسرار، بے رحم خاموشی، جو اس گیم کی اصل حقیقت تھی۔

ہال میں سنسنی سی پھیل چکی تھی، وقت تیزی سے گزر رہا تھا اور ہر لمحہ ان کے فیصلے کی گھڑی کو قریب تر کر رہا تھا۔ دیان کی نظریں سختی سے اپنے ساتھیوں پر

جمی تھیں، جبکہ باقی کھلاڑی پسینے میں بھیگے کھڑے تھے، ایک دوسرے کی طرف اضطراب سے دیکھتے ہوئے۔

۔"ابھی فیصلہ کرنا ہوگا"! دیان کی آواز گونجی، اس کے ماتھے پر تیوریاں واضح تھیں۔

باسط نے جلدی سے کہا،" میں ریاضی والا چیلنج لوں گا، اس میں مہارت رکھتا ہوں"!۔

کہف نے سر اٹھایا، اس کی آنکھوں میں خود اعتمادی تھی،

"Give me the weight challenge, I can tell just by looking at someone کہ اس کا کتنا وزن ہوگا"!

یاقوت نے ایک دلچسپ مسکراہٹ کے ساتھ کہا،" سچ؟ تو بتاؤ، میرا وزن کتنا ہوگا؟"۔

کہف نے غور سے اس کا جائزہ لیا، پھر باسط کی طرف دیکھا،" باسط، ذرا اسے ایک ہاتھ سے اٹھاؤ"!۔

باسط نے لمحہ ضائع کیے بغیر یاقوت کو ایک ہاتھ سے اوپر اٹھا لیا۔ اس کی کلائی کی نسیں نمایاں ہو گئیں، اور پل بھر کے لیے یاقوت ہوا میں جھول گیا۔

۔"سکسٹی تھری کلو۔ "کہف نے پورے اعتماد سے کہا۔

باسط نے یاقوت کو نیچے رکھا، جو ہنستے ہوئے بولا،" کم از کم تمہاری وجہ سے مجھے اپنے وزن کا اندازہ تو ہوگیا !ویسے بھی، نہ مجھے اپنے بلڈ گروپ کا پتہ ہے، نہ وزن کا"!۔

نمل حیرت سے بولی،" واقعی؟"۔

یاقوت کے چہرے پر ہلکی سی تلخی ابھری،" ظاہر ہے، جسے اپنے ماں باپ کا پتہ نہ ہو، اسے اپنے وزن کا کیا علم ہوگا؟"۔

ہوا میں ایک لمحے کے لیے گہرا سکوت چھا گیا۔

دیان نے جلدی سے بات سنبھالی،'' اچھا باقی سب ، بتائیں آپ لوگ کس چیلنج میں بہتر ہو؟''۔

یوجن نے ہاتھ سے اشارہ کیا،'' پزل''!۔

کہف نے سر ہلایا،'' ٹھیک ہے، یوجن پزل، باسط میتھ، نمل ایکویریم، اور دیان ''...۔

وہ ہلکی سی جھجکی، نظریں چرائیں، پھر آہستہ سے بولی،'' وہ پنچنگ چیلنج لے گا، اس کی باڈی ...کافی مضبوط ہے''——۔

دیان نے ایک ابرو اچکائی، لبوں پر دبی دبی مسکراہٹ،'' تم میرا چیک آؤٹ کر رہی تھی؟''۔

وہ جلدی سے دوسری طرف دیکھنے لگی،'' نہیں !بس ...ایسے ہی''!۔

یاقوت ہنسا،'' جھوٹ بول رہی ہے، میں جانتا ہوں، کہف میرے علاوہ کسی کو نہیں دیکھتی ''!۔

کہف نے ناگواری سے آنکھیں گھمائیں، مگر باسط نے سب کو سنجیدہ کیا،'' یہ سب چھوڑو !سب سے اہم بات یہ ہے کہ پہلا چیلنج کون لے گا؟''۔

ایک پل کی خاموشی کے بعد یاقوت آگے بڑھا،'' میں''!۔

کہف فوراً بولی،'' نہیں !تم بہت چھوٹے ہو، میں اجازت نہیں دوں گی''!۔

یاقوت نے ایک پل کے لیے گہری سانس لی، کچھ شرمایا لیکن پھر آہستہ مگر مضبوط لہجے میں کہا، ۔''مجھے پتہ ہے، آپ کو میری فکر ہے، مگر میں یہ کروں گا''!۔

ٹائم تیزی سے ختم ہو رہا تھا، ہر سیکنڈ دباؤ بڑھا رہا تھا۔

۔''میں کر دیتا ہوں ''!باسط آگے بڑھا۔

۔''تم میتھمیٹکس میں اچھے،ہو باسط ''! دیان نے کہا۔

دونوں کی نظریں ٹکرائیں، لمحے بھر کے لیے تناؤ ہوا میں معلق رہا۔

۔''ایسا کرتے ہیں میں کردیتی ہوں ''کہف نے بے چینی سے کہا۔

یکدم ایک تیز گرج گونجیں ''چپ'' ۔

یاقوت انگلی دیکھاتے بولا۔

۔ ''ایک دم خاموش ہو جاؤ''!۔

سارا ہال ساکت ہوگیا۔ ہر نگاہ اس پر جمی تھی۔

پراسرار کمرے میں بیٹھا شخص، جو بڑی اسکرین پر یہ سب دیکھ رہا تھا، اس کی آنکھوں میں دلچسپی کی چمک ابھری۔

یاقوت نے سب کے چہروں کو تیزی سے پڑھا، پھر ایک دھماکے کی طرح کہا،

۔''میں یہ کروں گا !میں انڈیا میں چور تھا''!۔

سب کے چہرے سن ہو گئے۔

۔''میں نے چوریاں کی ہیں، بینک لوٹے ہیں، میوزیم سے سونا چرایا ہے، بلند و بالا عمارتوں پر چڑھا ہوں !یہ کنٹینر میرے لیے کچھ نہیں''!۔

ہوا جیسے رک گئی ہو۔ دیان، باسط، کہف، نمل، سب کی آنکھیں پھیل گئیں، جیسے زمین ان کے قدموں تلے سے نکل گئی ہو۔

۔"تم ...تم کیا کہہ رہے ہو؟ "کہف کا لہجہ لرز گیا تھا۔

یاقوت نے تلخ مسکراہٹ کے ساتھ کہا،" میں اسی لیے تم سب کو نہیں بتا رہا تھا، کیونکہ تم لوگ مجھ سے دوستی ختم کر لیتے۔ مگر اب، جب زندگی اور موت کا سوال ہے، میں کچھ نہیں چھپا سکتا"!۔

اسی لمحے، ٹائمر ختم ہوا۔

ایک گونجدار اعلان ہوا،

"Warriors, assume your positions!"

ہال میں تناؤ کی شدت آخری حدوں کو چھو رہی تھی، مگر دیان سمیت کہف اور نمل باسط کے چہروں پر ایک نرم مسکراہٹ ابھر آئی تھی۔

یاقوت نے زیرلب شکر ادا کیا،" شکر ہے، ان کو یہ نہیں معلوم کہ میں انڈیا میں کس زبان میں بات کرتا تھا' ...تیرے کو، میرے کو 'جیسی ٹپوری زبان ...وہ زبان وشنو کے ساتھ اس دنیا سے جا چکی ہے"!۔

وہ ہلکا سا مسکرایا، مگر اس کی آنکھوں میں کئی ان کہی کہانیاں پوشیدہ تھیں۔

----☆☆☆

یاقوت ایک بلند جگہ پر کھڑا تھا، سامنے تین کنٹینر، دیان ایک پنجرے میں قید، اور اس کے پیچھے دوسرے پنجرے میں ایک خونخوار شیر دھاڑ رہا تھا۔ دونوں پنجروں کے درمیان ایک دروازہ حائل تھا۔

دیان نے سرعت سے اپنا ھاتھ باکس

کی جانب بڑھایا جو مخصوص نمبروں سے مزین تھا، اور اس کے آگے مختلف سُراخ ترتیب دیے گئے تھے۔ ایک باریک پن ساتھ لٹک رہی تھی، جسے وزن کے مطابق درست سُراخ میں ڈالنا تھا۔

اس نے گہری سانس لی، اپنے جسم کے وزن کو جانچتے ہوئے مطلوبہ نمبر کی نشاندہی کی، اور پن کو احتیاط سے اسی مقام پر داخل کر دیا۔ جیسے ہی وزن

متوازن ہوا، اندر موجود پنجرے میں مخصوص جگہ پر کھڑا ہو گیا، جہاں ایک نظام اس کے وزن کو نیویگیٹ کر رہا تھا۔

چند لمحے بعد، جیسے ہی اس کا وزن درست حد میں آیا، دروازہ خودکار طریقے سے لاک ہو گیا۔

باسط اوپر ہوا میں پنجرے میں موجود۔ جھول رہا تھا، نیچے تیزاب کی ہلکورے لیتی سطح، جبکہ یوجن ہائیڈرالک پلیٹ پر بے حس و حرکت بیٹھی تھی۔ کہف کی گردن پر پھندا تھا، ، اور نمل ایکویریم میں قید، ۔۔۔

ٹائمر شروع ہو چکا تھا—ٹھیک آٹھ منٹ۔

شیر خان کی قہقہوں سے ہال گونج اٹھا۔ وہ یاقوت کو تنگ کرنا چاہتا تھا، اس کے دماغ میں وسوسے بھرنا چاہتا تھا، اس کا دھیان بٹانا چاہتا تھا۔

۔"ہاں ہاں، چور ہے نا تُو، چور کو کودنا چاہیے، نیچے ہی گرے گا، اوے کود، نیچے تو آ "!وہ زہر گھول رہا تھا، آنکھوں میں خباثت کی چمک تھی۔

یاقوت نے ایک تلخ ہنسی ہونٹوں میں دبائی،" چور ہوں میں، قاتل نہیں سمجھا؟ " آواز میں بلا کا ٹھہراؤ تھا، مگر دماغ میں ایک منظر تازہ ہو گیا—گجنی کا آخری لمحہ،

اس کی آنکھوں میں موت کا عکس، وہی لمحہ جب اس نے خود کو فنا کے حوالے کر دیا تھا۔

یاقوت کے لب سرگوشی میں ہلے،'' مگر گجنی کے پاس موقع تھا، بھاگ سکتا تھا، مگر اس نے موت کو چن لیا ...اور برائی کا انجام ہمیشہ برا ہی ہوتا ہے''!۔

شیر خان کی نظریں ٹائمر پر گئیں—یہ کیا؟ وقت جیسے رک سا گیا تھا !آٹھ منٹ وہیں کے وہیں ٹھہرے تھے۔ اس کے ماتھے پر شکنیں ابھریں، دل میں ہلکی سی بے چینی نے جنم لیا۔

پراسرار کمرے میں بیٹھے شخص نے ٹی وی اسکرین پر نظریں گاڑ دیں، پھر ہلکی سی مسکراہٹ لبوں پر بکھر گئی۔ اس نے ایک اشارہ کیا، اور مینیجر اس کے قریب آیا۔

۔''موقع کا فائدہ اٹھاؤ ...اور اس شیر خان کو ٹارچر روم میں لے جاؤ''!۔

کہف گھبرا کر چلائی،

''یاقوت !اس افغانی نان کی باتوں میں مت آؤ !یہ جان بوجھ کر تمہیں الجھا رہا ہے !جلدی کرو''!

یاقوت نے ایک گہری سانس لی، جیسے خود کو سنبھالنے کی کوشش کر رہا ہو۔ پھر، اچانک، وہ آگے لپکا—اس کی رفتار بجلی کی مانند تیز تھی۔ ایک لمحے میں وہ ہوا میں معلق تھا، نیچے سینکڑوں دانتوں والے مگرمچھ اپنے جبڑے کھولے اوپر کی سمت اچھلنے لگے، جیسے کسی لمحے اسے دبوچ لیں گے۔

پراسرار کمرے میں بیٹھا شخص بے چینی سے اپنی کرسی کی ہتھی پر انگلیاں پٹخنے لگا۔ اس کی نظریں اس بڑی اسکرین پر جمی تھیں جہاں یاقوت کی ہر حرکت دکھائی دے رہی تھی۔

یاقوت کا جسم لمحے بھر کے لیے بےوزن ہوا، پھر وہ پوری قوت سے دوسرے کنٹینر کی طرف بڑھا۔ مگر جیسے ہی اس کا پاؤں باکس پر آیا، اس کا توازن بگڑ گیا۔ اس کے قدم لڑکھڑائے، جسم ایک جانب جھکنے لگا۔ نیچے جھانک کر دیکھا تو سینکڑوں زہریلے بلیک ممبا سانپ کنڈلی مارے، زبانیں نکالے، کسی بھی وقت اس پر جھپٹنے کو تیار تھے۔

یاقوت کا دل زور سے دھڑکا۔ آنکھیں خوف سے پھیل گئیں پھر اس کے لبوں پر۔ مسکراہٹ آئی اور۔ وہ، بولا"پہلے میری زندگی ایک انڈین کالا ناگ نہ لے سکا تو تم کیا۔ چیز ہو میں اتنی جلدی نہیں، مرتا"۔

وہ پھر پیچھے ہٹا—مگر پیچھے مگرمچھ تھے !ان کے جبڑے کھل چکے تھے، تیز نوکیلے دانت چمک رہے تھے، پانی میں ہلکی ہلچل تھی، جیسے وہ کسی بھی لمحے اوپر چھلانگ لگانے والے ہوں۔

شیر خان لبوں پر ایک طنزیہ مسکراہٹ سجائے کھڑا تھا۔

پراسرار شخص نے اسکرین پر نظریں جمائیں۔ اس کے ماتھے پر شکنیں ابھر آئیں۔ اچانک وہ بے چینی سے آگے کو جھکا اور تحکمانہ لہجے میں بولا،

"فوراً یاقوت کو سیفٹی دو"!

منیجر فوراً وائرلیس پر جھکا، مگر ٹھیک اسی لمحے یاقوت نے قدم جما لیا۔ اس نے خود کو گرتے گرتے سنبھال لیا تھا !لمحے بھر کی خاموشی کے بعد پوری ہال میں شور گونج اٹھا—دیان، باسط، کہف، نمل، سب خوشی سے چلا اٹھے۔ تالیاں بجنے لگیں، سیٹیاں گونجنے لگیں۔

یاقوت نے تیسرے باکس کی جانب ایک بلند جست لگائی۔ خطرناک مرحلہ عبور کر چکا تھا، مگر ابھی کھیل ختم نہیں ہوا تھا۔ اس کے سامنے ایک اسکرین روشن ہوئی۔

اور پہیلی سکرین پر آئی

یہ کھیل ہے، جس کے نام پر میں جانا جاؤں،

پانی کی گہرائی میں چھپ کر، ابھر کر آ جاؤں۔

میری چھلانگ سطحِ سمندر کو لرزا دے،

لاکھوں کو نگلنے کی طاقت رکھوں، پہچانو مجھے؟

یاقوت نے دل میں کہا،'' بلیو وہیل ''!۔

اس کا ذہن الجھنے لگا، وہ بے چینی سے اردگرد دیکھنے لگا، جیسے کوئی سرا تلاش کر رہا ہو۔

سامنے مختلف جانوروں کی کانسی کی مورتیاں رکھی تھیں، جن کے ہاتھوں میں چمکدار تانبے کی پلیٹیں تھیں، اور ان پر کانچ چڑھا ہوا تھا۔ یاقوت ایک قدم آگے بڑھا اور ایک پلیٹ کو اٹھا کر روشنی کی تیز کرن کے سامنے کیا۔ روشنی پلیٹ سے منعکس ہو کر ایک طرف پڑی، مگر کوئی واضح شکل نہ بنی۔ وہ رکا نہیں۔ اس نے جلدی سے دوسری پلیٹ اٹھائی اور پہلی پر اس کا زاویہ سیٹ کیا۔ روشنی کی کرن ایک اور سمت جھک گئی، مگر ابھی بھی کچھ واضح نہ تھا۔

یاقوت کی پیشانی پر پسینہ آگیا، مگر وہ ہار ماننے والا نہیں تھا۔ اس نے مسلسل پلیٹوں کو مختلف زاویوں پر گھمانا شروع کیا، جیسے کسی نامعلوم پہیلی کا جواب چھانٹ رہا ہو۔ تیز روشنی کبھی ٹکڑوں میں بکھرتی، کبھی عجیب و غریب اشکال بناتی، مگر کچھ دیر بعد ایک لمحہ ایسا آیا جب روشنی کی کرن سیدھی جا کر سامنے دیوار پر پڑی—اور وہاں بلیو وہیل کا عکس ابھر آیا۔

سب کے سانس تھم گئے۔ دیان، کہف، باسط، یوجن، نمل—سب کی نظریں اس روشنی پر جم گئیں، جو اب واضح طور پر ایک بلیو وہیل کی شکل اختیار کر چکی تھی۔

چند لمحے خاموشی رہی، پھر سکرین کے برابر باکس سے ایک کارڈ ابھرا۔ یاقوت نے جھپٹ کر اسے اٹھایا اور تیزی سے نیچے کودا۔ وہ سیدھا دیان کے پنجرے کی طرف بھاگا، کارڈ کو دروازے کے اسکنر پر رکھا، اور اگلے ہی لمحے دروازہ کھل گیا۔

دیان باہر نکلا، مگر اس کے نکلتے ہی پیچھے پنجرے کا دوسرا دروازہ دھیرے دھیرے کھلنے لگا——جہاں ایک خوفناک شیر بند تھا۔ جیسے ہی شیر کی گرج دار آواز گونجی، سب کی آنکھیں خوف سے بند ہو گئیں۔

یاقوت کی آواز تیزی سے گونجی،'' دیان بھائی !کیا کر رہے ہیں،''! ۔

دیان ٹھٹھک گیا، اس نے چونک کر پیچھے دیکھا——پھر اسے یاد آیا اس کے نیچے ویٹ نیویگیٹر تھا، جیسے ہی دیان کا وزن ہٹتا، پیچھے کا دروازہ کھولنے لگتا۔

یاقوت فوراً جھکا، اس باکس سے پن نکالی اور اپنے وزن کے سوراخ میں ڈالنے سے پہلے ہی رک گیا۔ اس نے کہف کو دیکھا اور تیزی سے بولا،'' کہف باجی ! میرا وزن کتنا تھا؟''۔

کہف نے الجھ کر اسے دیکھا،'' واقعی؟ تمہیں نہیں پتہ؟ اُفف !سکسٹی ٹو''!۔

یاقوت نے فوراً ویٹ باکس پر 62 کا نمبر سیٹ کیا

دیان جلدی سے باہر نکلا،

اور پھر یاقوت ویٹ نیویگیٹر پر کھڑا ہوا، ۔

جلدی سے دیان یاقوت کے بالوں کو ہلکا سا بکھیر کر بولا،" شاباش، میرے شیر"!۔

دیان بھاگا دوسرے خطرے کی جانب پیچھے دروازہ بند ہوگیا۔۔

دیان تیزی سے آگے بڑھا، مگر جیسے ہی اس نے قدم آگے رکھا، اچانک دو دیواروں کے درمیان سرخ شعاعیں بھڑک اٹھیں—لیزرز!۔

سب کے چہروں پر ایک پل کے لیے سناٹا چھا گیا۔ لمحہ بھر کو سانسیں رکی تھیں۔ اگر وہ ایک قدم بھی آگے بڑھاتا تو وہ لیزر اس کے جسم کو چیر سکتی تھی۔

"Warrior, you have to find a way to get out. The ticket for crossing these lasers is near you."

مصنوعی آواز فضا میں گونجی۔ دیان نے فوراً اطراف میں نظریں دوڑائیں، دائیں، بائیں، اوپر، نیچے—۔ کہیں کوئی سرا نظر آتا؟

پھر اچانک—سبز رنگ کا ایک باکس، دیوار کے ساتھ نیم پوشیدہ۔

دیان لپکا اور جھٹکے سے باکس کھولا۔ اندر ایک ڈرون رکھا تھا، جس کے سامنے ایک کارڈ چمک رہا تھا۔ وہی کارڈ جسے اس نے سکینر پر رکھنا تھا تاکہ لیزرز غیر فعال ہو سکیں۔

۔"یہی ہے حل "!اس نے خود سے کہا اور ڈرون کا ریموٹ اٹھایا۔

ڈرون کا پروپیلر گھوما، ایک لمحے میں وہ ہوا میں بلند ہوا۔

مگر یہ آسان نہیں تھا۔ لیزرز غیر متوقع وقفوں میں حرکت کر رہی تھیں، کسی بھی لمحے ڈرون کی راہ روک سکتی تھیں۔ اگر وہ ان شعاعوں سے ٹکرا گیا تو پل بھر میں تباہ ہو جائے گا—اور دیان کے پاس دوسرا موقع نہیں تھا!۔

اس نے سانس روکی، ڈرون کو دھیرے سے آگے بڑھایا۔

"آہستہ ...آہستہ"...

سب کی نظریں اس پر جمی تھیں۔ دیان نے انگلیاں مضبوطی سے ریموٹ پر جمائیں، ڈرون کو انتہائی نرمی سے آگے بڑھایا۔ لیزرز کا زاویہ بدلنے لگا۔ ایک دم دائیں طرف روشنی چمکی—وہ جلدی سے ڈرون کو پیچھے کھینچ لایا!۔

"بس ذرا سا اور"...

ڈرون لیزرز کے درمیان سے گزرنے ہی والا تھا کہ اچانک—۔

"بیپ !بیپ !بیپ"!

ایک سرخ روشنی ڈرون کے سینسر پر بھڑکی، وہ خطرناک حد تک ایک باریک لیزر کے قریب پہنچ چکا تھا!۔

۔"نہیں"!!۔

دیان نے جلدی سے اسٹک موو کی، مگر——۔

ڈرون پھنس گیا!۔

وہ ایک جال کے عین درمیان تھا، دونوں طرف سے لیزرز نے اسے قید کر لیا۔ آگے جاتا، تباہ ہوتا۔ پیچھے ہٹتا، برباد ہوتا۔

دیان کے ماتھے پر پسینہ آیا۔ ہاتھ کانپنے لگے۔

۔"کچھ تو کرنا ہوگا ...جلدی"!!۔

اس نے گہری سانس لی، ایک آخری داؤ کھیلنے کا فیصلہ کیا۔

ایک جھٹکے میں اس نے ریموٹ کی حساسیت کم کی، ڈرون کو ایک پل کے لیے معلق رکھا، اور جیسے ہی لیزرز کا زاویہ بدلا——۔

۔"اب"!!۔

ایک تیز حرکت کے ساتھ اس نے ڈرون کو گھمایا، اسے ایک کونے سے باہر دھکیل دیا۔

۔"یہ گیا

سکینر کے پاس" !۔

ڈرون تیزی سے سکینر کے قریب پہنچا، دیان نے مہارت سے اس کا زاویہ درست کیا، اور——۔

۔"بپ"!!۔

کارڈ سکین ہوتے ہی لیزرز یکدم بند ہو گئیں۔

پورے ہال میں ایک پل کو خاموشی چھا گئی، پھر——۔

۔"ہو گیا"!!!۔

دیان نے گہری سانس لی، سب نے خوشی میں تالیاں بجائیں۔ کہف اور نمل نے مسکراتے ہوئے ایک دوسرے کو دیکھا، اور باسط نے سیٹی بجائی۔

دیان نے گہری سانس لی، اس کے قدم پنچنگ کلکولیٹر کے قریب آہستہ آہستہ پڑ رہے تھے۔ سب کی نظریں مشین پر جمی تھیں جو چمک رہی تھی، اس کی ڈیجیٹل سکرین پر ایک عدد ابھرا——

"162"

یہی وہ ہندسہ تھا جو زندگی اور موت کے درمیان ایک نازک لکیر کھینچ رہا تھا۔

بس ایک غلطی، ایک ذرا سی شدت زیادہ یا کم، اور سب ختم ہو سکتا تھا۔

باسط کی آواز بلند ہوئی، جذبات میں لرزتی، مگر حوصلہ دیتی

"دیان، تم یہ کر سکتے ہو"!

دیان نے آنکھیں بند کیں، گردن دائیں بائیں خم دی، جیسے اپنے جسم کو متحرک کر رہا ہو۔ اس کے جبڑے بھینچ گئے، مٹھیاں سخت ہو گئیں۔ وہ جانتا تھا کہ اسے صرف طاقت سے نہیں، بلکہ مکمل درستگی سے ضرب لگانی تھی۔

سانسوں کو قابو میں رکھتے ہوئے اس نے ایک لمحے کے لیے اپنے جسم کو روکا، پورے توازن کے ساتھ کھڑا ہوا، اور پھر—

بھرپور قوت سے پنچنگ کلکولیٹر پر ضرب ماری!۔

۔"دھم"!!۔

مشین کے اندرونی پرزے چرچرائے، ڈیجیٹل اسکرین پر نمبر ابھرنے لگے۔

"157... 159... 160..."

سب کے دل دھک دھک کرنے لگے، جیسے وقت رک گیا ہو۔

۔"بس دو اور"!... کہف نے بے ساختہ سرگوشی کی۔

مگر اچانک—۔

نمبر 160 پر رُک گیا!۔

دیان کا دل ایک لمحے کے لیے دھڑکنا بھول گیا۔ سب کی آنکھیں پھیل گئیں۔

"نہیں"!...

یہ ختم ہو رہا تھا۔ یہ موت تھی!۔

مگر پھر——۔

۔"بیپ !بیپ"!۔

اسکرین ایک لمحے کے لیے چمکی، اور عدد 162 پر آ کر رک گیا!۔

"ہو گیا"!!۔

فضا میں تالیاں اور سیٹیوں کی آوازیں گونجیں،

باسط کا پنجرہ، جو ہوا میں معلق تھا، دھیرے دھیرے پیچھے سرکنے لگا۔ پھر آہستہ آہستہ نیچے آ کر زمین پر رک گیا۔ دروازہ کھلتے ہی باسط نے گہری سانس لی اور تیزی سے باہر آیا۔

اب دیان کی باری تھی۔ وہ خاموشی سے پنجرے میں داخل ہوا، اور جیسے ہی اندر گیا، پنجرہ دوبارہ اوپر اٹھنے لگا، اسے ہوا میں معلق کر دیا گیا۔

نیچے تیزاب اچھل رہا تھا۔۔ اور اوپر دیان

باسط نے ایک لمحے کے لیے آنکھیں بند کیں، پھر خود کو سنبھالتے ہوئے آگے بڑھا۔ اب سب کچھ اس کے ہاتھ میں تھا۔ اسے سب کو بچانا تھا۔

یوجن کی طرف سے ٹائمر فعال ہو چکا تھا 1 —منٹ 30 سیکنڈ۔

اور پچھلا ٹائمر پانچ منٹ پر آچکا تھا۔۔

باسط تیز قدموں سے بھوت بنگلے میں داخل ہوا۔ اندر ہر طرف گھپ اندھیرا تھا، جیسے روشنی کا وجود ہی نہ ہو۔ لیکن ایک چیز جو اندھیرے میں بھی نمایاں تھی، وہ پیچھے موجود ایک آنکھ تھی۔ وہ آنکھ سب کچھ دیکھ رہی تھی، جیسے ہر حرکت کا حساب رکھ رہی ہو۔ اس آنکھ کے عقب میں، سورج کی کرنیں اس طرح بکھر رہی تھیں جیسے روشنی کو قید سے آزاد کر رہی ہوں۔

دائیں اور بائیں طرف قدیم مورتیاں کھڑی تھیں، ان کی پتھریلی آنکھوں سے سرخ خون رس رہا تھا، جو زمین پر بکھرتے ہی سیاہ ہو جاتا۔ ان مورتوں کے چہروں پر کوئی جذبات نہ تھے، جیسے وہ کسی انجانی طاقت کی غلام ہوں۔

باسط نے گہری سانس لی، لیکن ایک عجیب سی بے چینی نے اسے گھیر لیا۔

یہ خوف نہیں تھا —کم از کم عام خوف نہیں۔ وہ جانتا تھا کہ بھوت بنگلے محض تفریح کے لیے بنائے جاتے ہیں، بچپن میں بھی وہ کئی بار ایسی جگہوں پر جا چکا تھا۔ لیکن آج ...آج کچھ الگ تھا۔

یہاں ہر چیز غیر حقیقی ہونے کے باوجود، بہت حقیقی لگ رہی تھی۔ جیسے یہ واقعی آسیب زدہ جگہ ہو۔

باسط نے قدم آگے بڑھائے، تو اچانک ایک خوفناک نقاب دیوار سے نکل کر اس کے چہرے کے عین سامنے آ گیا۔ وہ نقاب بے جان ہوتے ہوئے بھی جیسے اسے گھور رہا تھا، اس کی پیشانی پر الفاظ ابھرے

"Walk on ascending order... No mistakes!"

پھر وہ نقاب دھیرے دھیرے پیچھے ہٹ گیا، جیسے راستہ دے رہا ہو۔

باسط نے نیچے نظر ڈالی—۔

زمین پر نمبر درج تھے۔ مطلب واضح تھا :اسے چھوٹے سے بڑے نمبروں کی ترتیب میں چلنا تھا!

باسط نے پہلا قدم "1" پر رکھا —نمبر روشنی میں نہا گیا!۔

اس کا حوصلہ بڑھا، وہ "3" پر بڑھا —وہ بھی روشن ہو گیا۔

پھر ..."4" پھر..."6" ۔

ہر قدم پر نمبر روشن ہوتے جا رہے تھے، مگر ٹائمر کی ٹک ٹک اب خطرناک حد تک قریب محسوس ہو رہی تھی۔

لیکن جیسے ہی باسط نے غلطی سے ایک نمبر پر پیر رکھنے کی کوشش کی—۔

اچانک ایک جن!۔

وہ جن دیوار سے یوں برآمد ہوا جیسے دھواں کسی خلا سے نکل آیا ہو۔

اس کے ہاتھ میں ایک بڑی، زنگ آلود کلہاڑی تھی، جو چمک رہی تھی!۔

جن ایک دم باسط پر جھپٹا —رفتار اتنی تیز تھی کہ باسط کا دل لمحے بھر کو رک گیا!۔

وہ فوراً پیچھے ہٹا، مگر جن کی کلہاڑی سر پر جھولنے ہی والی تھی کہ—۔

باسط نے ایک جھٹکے میں اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کی کلائی مروڑ دی!!۔

جن کی گرفت کمزور پڑی، مگر ...وہ نہیں چیخا!۔

اس کے چہرے پر نہ درد تھا، نہ تکلیف —جیسے اسے کوئی محسوسات ہی نہ ہوں۔

باسط چند لمحے حیرانی سے دیکھتا رہا...۔

یہ کیا تھا؟

یہ انسان تھا؟ روبوٹ؟ یا واقعی کوئی آسیب؟!

ٹائمر کی ٹک ٹک اب کانوں میں گونجنے لگی تھی —وقت تیزی سے ختم ہو رہا تھا!۔

باسط دھیرے دھیرے قدم اٹھاتا اس مقام پر پہنچا جہاں ہر طرف دبیز دھواں پھیلا تھا، جیسے کسی نے گہری سرمئی چادر زمین پر بچھا دی ہو۔ ماحول پر ایک سرخ، نیم جان روشنی چھائی تھی جو دیواروں پر لرزتے سائے ڈال رہی تھی۔

اچانک، دیواروں سے ایک عجیب الخلقت مخلوق ابھری۔

چہرہ انسانی، مگر بگڑا ہوا —جیسے کسی نے اسے نوچ ڈالا ہو۔ آنکھیں بے جان، مگر یوں لگتا تھا کہ اندر کسی آگ کا الاؤ دہک رہا ہے۔ جسم عام انسانوں جیسا، مگر پیر مکڑی کے مانند —لمبے، پتلے اور نوکدار، جو دیوار پر دوڑتے جا رہے تھے۔

باسط کا دل لمحے بھر کو زور سے دھڑکا، مگر وہ ساکت کھڑا رہا۔

اسی لمحے، سامنے ایک ٹیبل پر اسکرین روشن ہوئی، جس پر تحریر ابھری

“Keep an eye on his movement. He will swipe the glass. First, check the numbers inside the glasses and remember them. Then, when he swipes them, recall which number was in which glass. Solve the equation using those numbers in +, -, /, ×

(Addition, subtraction, division, multiplication)

format.”

باسط کے ماتھے پر شکنیں گہری ہو گئیں۔

ٹیبل پر چار گلاس رکھے تھے۔

وہ آگے بڑھا اور جھک کر بغور جائزہ لیا——۔

پہلے گلاس میں 10 ، دوسرے میں 9 ، تیسرے میں 8 ، اور چوتھے میں 7 درج تھا۔

مگر پھر، باسط کی نظر گلاس کے کناروں پر پڑی——۔

ایک غیر معمولی سرخ نقطہ تھا، جو 10 نمبر والے گلاس کے کنارے پر موجود تھا۔

باقی گلاسوں پر بھی مختلف رنگ کے چھوٹے ڈاٹس تھے، شاید کوئی اشارہ، شاید کوئی الجھن!

تب ہی، وہ مخلوق اچانک آگے بڑھی——۔

اور ایک زہریلی مسکراہٹ کے ساتھ گلاسوں کو تیزی سے سوائپ کرنے لگی!۔

گلاس آگے پیچھے، دائیں بائیں، گھومتے رہے،

ایک کے بعد ایک، یوں تیزی سے ہل رہے تھے کہ جیسے کسی نے آنکھوں کے سامنے روشنی گھما دی ہو۔

باسط نے گہری سانس لی——۔

اب یاد رکھنا تھا!۔

لیکن!...۔

اس کا ذہن دھندلا گیا!۔

سب کچھ اتنی تیزی سے ہوا تھا کہ وہ بھول چکا تھا کہ کون سا نمبر کس گلاس میں تھا۔

آنکھیں الجھ کر رہ گئیں، پیشانی پسینے سے بھیگ گئی۔

اب گلاس ترتیب میں کھڑے تھے، مگر نمبر آگے پیچھے تھے!۔

باسط نے پلکیں جھپکیں، اور فوراً کناروں پر لگے ڈاٹس کو دیکھنے لگا۔

سرخ ڈاٹ ...وہی جو 10 والے گلاس پر تھا!۔

اگر یہ گلاس چوتھے نمبر پر ہے، تو!....

اس کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ آئی——۔

"یہی سرا ہے"!

اس نے پرسکون ہو کر گلاسوں کی ترتیب دیکھی،

ایک گلاس میں نیلا ڈوٹ جس میں پہلے سات نمبر تھا۔

اور فوراً حل لکھا:۔

9 + 7 – 8 ÷ 10 (?)

اب فیصلہ جن کے ہاتھ میں تھا۔

مخلوق نے خاموشی سے آگے بڑھ کر وہی سرخ ڈاٹ والا گلاس اٹھایا——۔

اس کے اندر وہی نمبر تھا پھر ایک ایک گلاس دیکھے وہ، ہی، نمبر ہر گلاس، میں، تھے جو باسط نے ترتیب دیے تھے!۔

ایک لمحے کو خاموشی چھا گئی——۔

پھر جن پیچھے ہٹا، اس کے قدم دیوار میں مدغم ہونے لگے،

اور فضا میں گونجتا ایک کریہہ قہقہہ...۔

“You survived... for now.”

اور باسط نے فوراً قلمبند جواب مکمل کر دیا——۔

بازی جیت چکا تھا، مگر ابھی سفر باقی تھا!۔

باسط ایک تاریک راہداری میں کھڑا تھا۔ سامنے ایک دروازہ تھا، مگر وہ یونہی کھلنے والا نہیں تھا۔ دروازے کے قریب، چمکتے حروف میں کچھ تحریر تھا——الفاظ جو عقل کو للکارتے تھے، اور فیصلے کی قوت کا امتحان لیتے تھے۔

’’سچائی تیرے قدموں کو آگے بڑھائے گی، اور دھوکہ تجھے اندھیرے میں دھکیل دے گا۔‘‘

باسط نے نظریں گھمائیں، سانس روکی۔ ہر قدم کسی نئے امتحان کی طرف جاتا تھا۔ پتھر کے فرش پر کندہ سوالات——کچھ واضح، کچھ پراسرار، کچھ سراسر فریب۔
سامنے ایک سوال چمک رہا تھا:۔

"؟"3 × 3 – 6 ÷ 2 =

دماغ خطرے کی گھنٹی بجانے لگا۔ عام نظر میں جواب 6 = 3 – 9 بنتا تھا، مگر یہاں جو آسان لگے، وہی مشکل تھا۔

وہ ایک لمحے کو رکا، نظر دوڑائی، اور ایک اور عبارت ابھرتی دیکھی:۔

"فریب وہی ہے جو دکھائی دے۔"

باسط چونکا۔ سانس بھاری ہوئی۔ نظر نیچے جھکائی تو ایک اور سوال جھلملایا

"؟"(10 ÷ 2) + (4 × 3) =

اس نے جلدی سے حساب لگایا17 = 12 + 5 :

سامنے تین پتھر تھے۔ ایک پر"6" ، دوسرے پر"17" ، تیسرے پر "9" کندہ تھا۔ اگر غلط جواب پر قدم رکھا، تو زمین کھل سکتی تھی، یا شاید اوپر سے تیر آئیں، شاید دائیں جانب سے خنجر لپکے—مگر غلطی کا نتیجہ یقینی موت تھا۔

اس نے سانس لی، اور آہستہ آہستہ "17" والے پتھر پر قدم رکھا—کوئی حرکت نہیں ہوئی۔ وہ بچ گیا تھا۔

مگر آگے مزید سوالات تھے۔ ہر ایک پہلے سے زیادہ پیچیدہ، ہر ایک کے ساتھ خطرہ بڑھتا جا رہا تھا۔

"اگر ایک شخص 6 کلومیٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے 3 گھنٹے تک چلے، تو وہ کتنے کلومیٹر طے کرے گا؟"

باسط نے فوراً جواب نکالا 18 :کلومیٹر۔ مگر کیا یہ واقعی صحیح تھا؟ اس نے پیچھے دیکھا، دیوار پر ابھرتا جملہ یاد آیا"—دھوکہ وہی ہے جو سیدھا لگے۔"۔

وہ پھر رکا، غور کیا۔ کیا کہیں اضافی موڑ تھے؟ کیا رفتار مستقل رہی تھی؟

فرش پر دو تختیاں ابھریں—ایک پر18 ، دوسری پر20 ۔

یہ کھیل تھا، مگر قاتل کھیل۔ ایک لمحے کی غلطی، اور شاید روشنی ہمیشہ کے لیے بجھ جاتی۔

باسط نے گہری سانس لی، اور قدم 18 پر رکھا۔

ایک لمحے کے لیے وقت تھم گیا۔

کوئی حرکت نہیں ہوئی۔

وہ صحیح تھا۔ مگر سرنگ ابھی ختم نہیں ہوئی تھی۔

یہ آزمائش ابھی باقی تھی۔

اندھیرا گہرا تھا، مگر سامنے ایک روشنی نمودار ہوئی۔ باسط نے جیسے ہی قدم آگے بڑھایا، ایک ہیبت ناک جن اس کے سامنے نمودار ہوا۔ سر تا پا سیاہ، آنکھیں انگاروں کی مانند دہک رہی تھیں، اور اس کی موجودگی ہوا کو بوجھل بنا رہی تھی۔ باسط کی نظریں فوراً اس بڑی اسکرین پر جا رکیں، جو جن کے پیچھے آویزاں تھی۔ اسکرین پر چمکتے الفاظ باسط کی عقل کو چیلنج کر رہے تھے.:۔

"وقت کم ہے۔ جواب درست دو۔ ایک غلطی، اور وجود تحلیل ہو جائے گا۔"

سوالات ابھرنے لگے:۔

1. سورج کس رفتار سے کہکشانی مدار میں اپنی گردش مکمل کرتا ہے؟

2. کہکشاں اینڈرو میڈا اور ملکی وے کے درمیان فاصلہ کتنے نوری سالوں پر محیط ہے؟

3. اینڈرو میڈا کہکشاں کتنے عرصے بعد ملکی وے سے ٹکرانے کی پیشگوئی کی گئی ہے؟

4. نظام شمسی میں سورج اور کرۂ ارض کے درمیان فاصلہ کتنے نوری-ثانیے پر مشتمل ہے؟

باسط کا دماغ تیزی سے حرکت میں آیا۔ یہ عام سوالات نہیں تھے، یہاں کسی بھی غلط جواب کا مطلب صرف ایک تھا——موت!۔

اس نے گہری سانس لی، اپنے ذہن کو مرتکز کیا اور سوالوں کے جواب سوچنے لگا:۔

1. سورج تقریباً 828,000 کلومیٹر فی گھنٹہ (514,000 میل فی گھنٹہ) کی رفتار سے ملکی وے کہکشاں کے گرد گھوم رہا ہے۔

.2اینڈرو میڈا کہکشاں ہم سے تقریباً 2.537 ملین نوری سال کے فاصلے پر ہے۔

.3اینڈرو میڈا اور ملکی وے کی ٹکراؤ کا وقت تقریباً 4.5 بلین سال بعد متوقع ہے۔

.4سورج زمین سے تقریباً

499نوری ثانیے

تقریباً 8 منٹ 19 سیکنڈ

کے فاصلے پر ہے۔

باسط نے جلدی سے جوابات درج کیے۔ جیسے ہی آخری جواب اسکرین پر ابھرا، فضا میں بھاری گونج سنائی دی۔ جن کی آنکھیں مزید دہکنے لگیں، جیسے وہ باسط کی ذہانت کو تول رہا ہو۔

لیکن امتحان ابھی ختم نہیں ہوا تھا۔ اسکرین پر ایک نیا جملہ نمودار ہوا:

"اب ان جوابات کو آپس میںBODMAS

قاعدے کے تحت حل کرو۔ ایک بھی غلطی، اور تمہاری ہڈیاں بھی باقی نہ رہیں گی۔"۔

باسط کی پیشانی پر ہلکی نمی نمودار ہوئی، مگر وہ گھبرایا نہیں۔ اس نے اعداد پر غور کیا اور فوراً BODMAS کے اصول کے مطابق ترتیب بنائی:۔

$$(828000 \div 499) + (2537000 - 4.5) \times 4.5$$

اس نے جلدی سے حساب لگایا، اور جیسے ہی اس نے جواب اسکرین پر درج کیا، لمحہ بھر کو سناٹا چھا گیا۔ جن کی نظریں گہری ہو گئیں، جیسے وہ باسط کے دماغ کی پرتیں کھول کر دیکھ رہا ہو۔ پھر اچانک، ایک زوردار آواز کے ساتھ دیوار میں نصب ایک خفیہ دراز کھل گیا۔ اندر ایک دھاتی کارڈ موجود تھا۔

باسط نے بے اختیار لمبی سانس لی۔ وہ جانتا تھا کہ یہ مرحلہ جیت چکا ہے، مگر خطرہ ابھی مکمل طور پر ٹلا نہیں تھا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر کارڈ اٹھایا، ۔ اور وہاں سے نکلا۔۔

باسط جیسے ہی باہر نکلا، سب کی نگاہیں بے چینی سے اس کی طرف اٹھ گئیں۔ کہف کی آواز ہال میں گونجی،" کہاں تھے تم؟ "مگر باسط نے کوئی جواب نہ دیا۔

اس کی نظریں یوجن پر جا ٹکیں، جو ہائیڈرالک پلیٹ پر بیڑیوں میں جکڑی بے بسی سے کانپ رہی تھی۔ اس کے ہاتھ اور پیر لوہے کی زنجیروں میں جکڑے تھے، آنکھوں میں خوف کا سایہ تھا، اور ماتھے پر پسینے کی بوندیں چمک رہی تھیں۔

ٹائمر کی سرخ روشنی ہر گزرتے لمحے کے ساتھ تیزی سے ٹمٹمانے لگی۔

۱۰

۹

۸

۷

۶

باسط کا دل جیسے کسی ہتھوڑے کی مانند دھڑکنے لگا۔ اچانک اوپر سے ہائیڈرالک مشین کے چلنے کی بھیانک گرج سنائی دی۔ دھات کے آپس میں رگڑ کھانے کی آوازیں ماحول میں سنسنی پھیلا رہی تھیں۔ باسط نے لمحہ ضائع کیے بغیر آگے بڑھنے کی کوشش کی، مگر ایک لمحے کے لیے اس کے قدم لرزے—اگر وہ ناکام ہوا، تو یوجن لمحوں میں چیر دی جائے گی!۔

۵

باسط نے اپنی سانس روکی، جسم کو جھٹکا دیا، اور پوری قوت سے بھاگا۔ زنجیروں کی کھڑکھڑاہٹ، مشین کے گرجنے کی آواز، اور وقت کے بےرحم قدم اسے اپنی جانب لپکنے کا احساس دے رہے تھے۔

۴

اس کے ہاتھ میں موجود کارڈ پسینے سے بھیگ چکا تھا، مگر گرفت مضبوط تھی۔ وہ تیزی سے سکینر کی طرف لپکا، جبکہ یوجن کا چہرہ زرد ہو چکا تھا، آنکھیں خوف سے پھیلی ہوئی تھیں۔

۳

اوپر نصب مشین کا پھندا ایک جھٹکے سے حرکت میں آیا، لوہے کے بلیڈ چمکے، اور زنجیریں یوجن کے گوشت میں مزید دھنس گئیں۔

۲

باسط پوری طاقت سے سکینر کی طرف لپکا، انگلیاں کپکپا رہی تھیں، سانس بے ترتیب ہو رہی تھی۔

ا——

عین لمحے پر، اس نے کارڈ سکینر پر رکھ دیا۔

ایک لمحے کے لیے سب کچھ جیسے تھم گیا۔ مشین کی حرکت رک گئی، زنجیریں کھلنے لگیں، اور یوجن بےجان سی ان سب سے آزاد ہوگئ ۔

ہال میں ایک گہرا سکوت چھا گیا، پھر اچانک، جیسے سب کو ہوش آیا ہو، ایک زوردار آواز میں تالیوں کی گونج بلند ہوئی۔ کسی نے سیٹی بجائی، کسی نے خوشی سے نعرہ لگایا، مگر باسط ابھی تک اپنی جگہ ساکت کھڑا تھا——اس کے کانوں میں اب بھی مشین کے چلنے کی خوفناک آوازیں گونج رہی تھیں، جیسے موت نے ایک لمحے کے لیے اس کے قریب سے گزر کر راستہ بدل لیا ہو۔

یوجن کی آنکھیں پتھرا چکی تھیں۔ وہ موت کی دہلیز سے واپس آئی تھی، مگر دماغ جیسے اب تک اسی وحشت میں جکڑا ہوا تھا۔ اس کے بدن میں ایک سنسنی سی دوڑ رہی تھی، جیسے زندگی اور موت کے بیچ کی لکیر پر چلنے کا احساس ابھی بھی اس کی رگوں میں سراہٹ پیدا کر رہا ہو۔

اچانک سامنے ٹائمر نمودار ہوا، سرخ ہندسوں میں وقت مسلسل گھٹ رہا تھا—— پزلز کا ٹائمر!۔

باسط نے جھنجھوڑا،" یوجن، گو !دا ٹائمر اِز سٹارٹ"!۔

یوجن جیسے نیند سے جاگی ہو، جھٹکے سے سر اٹھایا، اور اثبات میں سر ہلا کر فوراً بھاگی۔ اس کے قدموں میں ایک بے چینی تھی، جیسے وہ جانتی ہو کہ ایک لمحے کی تاخیر بھی سب کچھ تباہ کر سکتی ہے۔ اس نے پزل کی اسکرین کو دیکھا، آنکھوں میں ایک عزم چمکا——یہ اس کا میدان تھا، اور وہ اس میں مہارت رکھتی تھی!۔

اسکرین پر ایک سنری بکھری ہوئی تھی، ٹکڑے بے ترتیب پڑے تھے، مگر یوجن کے ہاتھ تیز تھے، نظریں ہر زاویے کو سمجھنے میں مصروف تھیں۔ اس نے پزل

کے ٹکڑے جوڑنے شروع کیے، ایک، دو، تین ...ہر حرکت حساب شدہ، ہر فیصلہ نپا تلا!۔

ٹائمر کی سرخ روشنی کم ہونے لگی——۔

پھر، آخری ٹکڑا اپنی جگہ پر آیا، اور اسکرین پر ایک ہلکی سی وائبریشن کے ساتھ "پاس "ابھرا۔

یوجن نے گہری سانس لی، مگر رکنے کا وقت نہیں تھا۔ وہ فوراً کہف کے پاس پہنچی، اس کا پھندہ کھولا، پھر ایک پل کو ٹھہر کر ...وہی پھندہ اپنے گلے میں ڈال لیا!۔

کہف کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں، مگر یوجن نے پلٹ کر ایک سرد مسکراہٹ دی، جیسے کہنا چاہتی ہو"——اب تمہاری باری ہے۔"

اسکرین پر اگلا چیلنج نمودار ہو چکا تھا، سفید متن میں سیاہ نمبرز جگمگا رہے تھے—— وزن کی ترتیب!۔

کہف نے ایک گہرا سانس لیا، گلے میں خشکی محسوس ہوئی، پھر اس نے ہلکا سا کھنکارا اور سامنے پڑے گفٹ باکسز پر نظریں گاڑ دیں۔

سکرین پر آیا کہ اس قطار میں اتنے وزن کو رکھنا ہے۔۔

1: 1.5kg

2: 3.5kg

3: 2.4kg

4: 5.0kg

5: 0.5kg

6: 1.0kg

اس نے ایک لمحے میں حساب لگایا، پھر تیزی سے ہاتھ بڑھایا، باکسز کا وزن کیا، اور ترتیب سے قطار میں رکھنا شروع کر دیا۔

وہ پیچھے ہٹی، دھڑکن جیسے سینے سے باہر نکلنے کو بےقرار تھی۔ ایک لمحے کے لیے سب کچھ ساکت ہو گیا، جیسے ہوا نے بھی سانسیں روک لی ہوں۔

پھر اسکرین پر الفاظ ابھرے——۔

"پاس"

اور اس کے ساتھ ہی ایک زوردار گھڑگھڑاہٹ سنائی دی۔

نمل کا ایکویریم کھل چکا تھا!۔

پھر ایک ایک کر کے سب جمع ہونے لگے——یاقوت ، یوجن ، دیان، باسط ...
سب ایک جگہ تھے۔

وہ پاس ہو چکے تھے!۔

ایک لمحے کے لیے خاموشی چھا گئی، جیسے کسی نے پورے ماحول کو ساکت کر دیا ہو۔ پھر کسی نے گہری سانس لی، کسی نے سر اٹھا کر دوسرے کو دیکھا، اور پھر سب کو احساس ہوا——۔

وہ اب بھی زندہ تھے!۔ ---۔

مدھم روشنی میں پسینے کی بُو اور وحشت کی مہک رچی بسی تھی۔ ایک لمحے کی لغزش موت کے دہانے پر دھکیل سکتی تھی۔ دوسرے گروپ کا پہلا شخص ناپختہ قدموں سے آگے بڑھا، مگر اچانک اس کا پیر پھسلا——اور جیسے ہی وہ توازن کھو

بیٹھا، نیچے پانی کی تہہ میں کچھ جنبش ہوئی۔ پانی کی سطح پر ابھرتے بھورے سائے، سرخ آنکھوں والے مگرمچھ، جن کے جبڑے کھل چکے تھے!۔

چَپ۔۔۔

ایک ثانیے میں وہ پانی میں غائب ہوا، اور پھر خون کی ایک لپٹ ابھری، مگرمچھوں کے جبڑوں میں پھنسے انسانی اعضا، ہڈیوں کے کچلنے کی آواز، اور پانی کی تیزابیت میں تحلیل ہوتی چیخیں۔ اس کے باقی ساتھی سن کر پیچھے ہٹے، مگر وہ وقت ہی کہاں تھا؟

اچانک ایک اور دروازہ کھلا—ایک شیر کی گونجتی ہوئی دہاڑ کے ساتھ !سرخ آنکھوں میں خونخوار چمک، پنجوں میں زنگ آلود زنجیروں کی جھنکار۔ وہ بجلی کی تیزی سے جھپٹا، ایک شخص نے بچنے کے لیے ہاتھ بڑھایا، مگر چَاک۔۔۔ ایک ہی جھٹکے میں وہ ہاتھ کُہنی سے غائب ہو گیا !چیخیں، خون کا فوارہ، مگر شیر نہیں رُکا۔ اس نے شکار کو زمین پر پٹخا، پنجے سینے میں گاڑ کر ایک ہی لمحے میں پسلیوں کو توڑ دیا، اور جبڑا کھول کر گردن نوچ لی۔

ادھر ایکویریم میں قید بدنصیب شخص کی سانسیں گھٹنے لگیں۔ پانی میں زہر گھُل چکا تھا۔ وہ اوپر کی طرف ہاتھ مارنے لگا، مگر پانی میں اب ننھے ننھے بلبلے تھے، جیسے آخری سانسوں کی گواہی دے رہے ہوں۔ اس کی آنکھیں باہر کو ابھر آئیں، جسم مچھلی کی طرح تڑپنے لگا، اور پھر یکایک وہ جامد ہوگیا۔

ہائیڈرالک مشین کا خوفناک شور گونجا۔ لوہے کے بھاری پرزے ایک دوسرے پر کڑکنے لگے۔ ایک شخص کا جسم نیچے آیا، اور مشین نے اُسے پکڑ لیا۔ چیخیں کمرے میں گونجنے لگیں، ہڈیاں چٹخنے لگیں، پھر خون کے چھینٹے ہر طرف بکھر گئے۔ جب وہ مشین اوپر اُٹھی، تو نیچے بس ایک سرخ لیس دار مائع تھا—جسم کا قیمہ بن چکا تھا!۔

ایک اور پنجرا تیزاب میں ڈوبا۔ اندر قید شخص نے آخری چیخ ماری، مگر جیسے ہی وہ پنجرا اوپر آیا، اس کے وجود کی جگہ بس پگھلی ہوئی ہڈیاں اور سیاہ دھواں تھا—وہ تحلیل ہو چکا تھا، مکمل فنا!۔

پھر شیخ اظہر کا گروپ آیا، کسی طرح وہ اس ہولناک چکر سے بچ نکلا۔ مگر اب اگلا گروپ آیا، اور اس میں ایک شخص جنات کی قید میں جا پھنسا۔ خوف نے اس کے لب سی دیے، ہاتھ لرزنے لگے، اور وہ رڈل کا جواب غلط دے بیٹھا۔

ہُووووووووو۔۔۔

کمرے میں ایک سرد گونج ابھری، اور اچانک جنات کے ہاتھ نظر آئے—سیاہ، نوکیلے ناخن، شفاف مگر خونی سرخی لیے۔ وہ شخص چلایا، مگر کوئی رحم نہیں تھا۔ ایک ہاتھ نے اس کے بال جکڑے، اور چکاک۔۔۔ ایک جھٹکے میں اس کی کھوپڑی کی جلد چھیل دی! خون کی بو نے فضا کو بھر دیا، اس کے چہرے پر خون کی دھاریں بہنے لگیں، اور اگلے ہی لمحے جنات نے اس کی کھوپڑی میں ہاتھ ڈال کر چِرررر۔۔۔ دماغ کو باہر کھینچ لیا!۔

خوف کا ایک اور جھونکا آیا۔ ایک اور گروپ کا شخص بھاگا، مگر بدقسمتی سے وہ کنٹینر پار کرنے میں کامیاب ہو گیا—مگر جواب غلط تھا!۔

جھٹکا۔۔۔

اس کے جسم میں کرنٹ دوڑ گیا، اعصاب جلنے لگے، چیخیں زوردار ہو گئیں، آنکھیں سفید ہو گئیں، اور پھر یکدم خاموشی چھا گئی۔ وہ زمین پر گرا، دھواں اٹھا، اور اس کی جلد جھلس کر سیاہ ہو چکی تھی۔

اس۔ گروپ کا۔ دوسرا۔ شخص شیر کا شکار بن گیا۔ پنجے سینے میں دھنسے، خون کے گلاب بکھرے، اور زمین گوشت کے لوتھڑوں سے اَٹ گئی۔

پھر ایک شخص کے گرد پھندہ سخت ہونے لگا۔ اس نے خود کو آزاد کرنے کی کوشش کی، مگر جتنی کوشش کرتا، پھندا اتنا ہی سخت ہوتا گیا۔ آکسیجن کی کمی سے اس کی آنکھیں باہر کو آنے لگیں، جسم نیلا پڑ گیا، ہاتھ ہوا میں بے‌بسی سے کانپنے لگے۔ وہ تڑپا، مڑا، جھٹکے کھانے لگا——پھر ایک لرزتا ہوا آخری جھٹکا، اور گردن ٹوٹ گئی۔

وقت کی ریت تیزی سے پھسل رہی تھی، اور موت کا سایہ مسلسل لمبا ہوتا جا رہا تھا۔ ایک کے بعد ایک گروپ فنا کے گھاٹ اتر چکا تھا، چیخیں ماند پڑ چکی تھیں، خون کی بو فضا میں گھل چکی تھی۔ میدان میں اب محض پانچ گروپس باقی تھے——بس تیس لوگ!۔

اگلا نمبر شیر خان کے گروپ کا تھا۔ وہ پُرسکون انداز میں کھڑا تھا، جیسے موت کا یہ تماشا اسے کوئی خاص حیرانی نہ دے رہا ہو۔ اس نے چبانے والے انداز میں لب ہلائے، ل،'' تم لوگ جاوے، کھیلون ...ہم ایسیریئم میں ہے، خبر دار، کوسا چالاکی نہ کرے۔''۔

سامنے کھڑی لڑکی نے سرد لہجے میں جواب دیا،'' ایکویریم ہے، اور تم فکر نہ کرو، ہم تمہیں کچھ کرنے کا نہیں کہہ رہے۔ ہم نے مرنا نہیں ہے، پہلے ہی سوچ لیا تھا، تم اپنی فکر کرو اور سیدھا ایکویریم میں جاو''!۔

شیر خان نے ایک لمحے کے لیے اُسے گھورا، پھر خاموشی سے ایکویریم میں چلا گیا ۔ گیم کا آغاز ہوا۔ گروپ کی ایک لڑکی، جو رڈل حل کر رہی تھی، بے چین ہونے لگی، الفاظ اس کی زبان پر اٹک رہے تھے۔ سامنے سکریب پر رڈل جگمگا رہا تھا، وقت ختم ہونے کے قریب تھا۔

یاقوت، جو ایک طرف کھڑا دیکھ رہا تھا، زہرخند انداز میں بولا،'' یہ لوگ بچ جائیں، مگر شیر خان ...بعد میں کتے کی موت مرے گا''!۔

لڑکی کی انگلیاں کانپنے لگیں، ماتھے پر پسینہ جھلکنے لگا۔ پھر عین لمحے پر، اس نے سانس روک کر جواب دیا، "شارک"!۔

اگلا مرحلہ پزل کا تھا—شیپ شارک کی بناوٹ۔ لڑکی نے جلدی جلدی پلیٹوں کو درست ڈائریکشن میں کیا ، جیسے اسے پہلے سے معلوم ہو کہ کہاں کیا رکھنا ہے۔

یکدم دیوار پر شارک بنی آئی کارڈ ابھرا لڑکی نے پکڑا

دوسرے ٹیم میمبر کے پاس گئی

پنجرے کی سلاخوں پر جما خون خشک ہو چکا تھا، مگر اس کی بو اب بھی فضا میں گھل رہی تھی— ایک تیز، لوہے جیسی، گلی سڑی بدبو، جو اندر تک گھن پیدا کر دیتی۔ زمین پر پرانے کھلاڑیوں کی باقیات بکھری پڑی تھیں—کٹے ہوئے کان، مڑے تڑے انگلیاں، پچکے ہوئے پھیپھڑے، اور کچھ بے شناخت، گوشت کے لوتھڑے، جو بس اب تعفن زدہ دھبے معلوم ہوتے تھے۔

پیچھے شیر اپنے پنجوں میں پھنسی ہڈی سے چپکی گوشت کی جھلی کو کھینچ کر چبا رہا تھا، زبان سے خون چاٹتے ہوئے اس کی زرد آنکھوں میں وہی وحشی چمک تھی،

جو شکار کے بعد بھی مدھم نہ پڑی ہو۔ اس کے سامنے انسانی پسلیوں کا ایک پنجر خون میں لت پت پڑا تھا—اندر کا کچھ بھی باقی نہ تھا، دل، گردے، جگر، سب چیتھڑے بن کر ادھر اُدھر بکھر چکے تھے۔

ہر گیم کے ساتھ ایک نیا امتحان، ایک نئ ہولناکی، مگر وہ چلتے رہے۔

آخری گیم وزن کے توازن پر تھا۔ لڑکے نے ایک لمحے کو سانس کھینچا، پھر تیزی سے گفٹ باکس اٹھانے لگا۔ ہر وزن کو درست ترتیب میں رکھا، ماتھے پر پسینے کی بوندیں ابھریں مگر ہاتھ نہیں لرزے۔

ٹائمر کا آخری لمحہ...1...2...3...4...5 ...۔

ایکویریم کا دروازہ کھل گیا۔

شیر خان اور اس کی ٹیم بچ گئی۔

باہر موجود سبھی جو بچ چکے تھے، خوشی سے جھوم اُٹھے، تالیاں بجنے لگیں، نعرے گونجنے لگے۔ ان کے اندر کی ہولناکی عارضی طور پر دب گئی تھی، وہ بس زندہ ہونے کی خوشی منا رہے تھے۔

16

گروپس سے محض 5 گروپس باقی رہ گئے تھے۔ صرف تیس لوگ۔۔۔ بس۔۔

ابھی ایک قیامت باقی تھی—آخری گیم، آخری مہرہ، آخری وار۔ جہاں ہار کا مطلب بس موت نہیں، اذیت تھی—لہو کی بولی، چیخوں کی خاموشی۔

----☆☆☆----

کہف راہداری میں اپنے کمرے کی طرف بڑھ رہی تھی کہ اچانک پیچھے سے ایک بھاری، کھردری آواز نے اس کے قدم جکڑ لیے۔

"تو ہم کو افغانی نان بولا تھا، ہاں؟"

شیر خان کا لہجہ گرجدار تھا، ۔ کہف نے بےاختیار پلٹ کر اسے دیکھا—، آنکھوں میں غرور، مگر ہونٹوں پر ایک زہریلی مسکراہٹ۔

وہ حقارت سے آنکھیں گھما کر بولی

"سو واٹ، بولا تھا۔ اب کیا کرو گے؟ مجھے بھی باقیوں کی طرح آگ میں جھونک دو گے ہاں؟"

شیر خان نے کوئی جواب نہ دیا، بس خاموشی سے اپنا ہاتھ پیچھے کمر سے نکالا— اور اگلے ہی لمحے کہف کی سانسیں تھم گئیں۔ اس کے ہاتھ میں ایک چمکتا ہوا، خوفناک خنجر تھا۔

وہ آگے بڑھا۔ قدموں میں ایسی چالاکی جیسے بھیڑیا شکار پر جھپٹنے والا ہو۔ کہف کا دل ایک لمحے کے لیے دہلا، مگر وہ پیچھے نہ ہٹی، بس ایک قدم دائیں طرف کھسکی—اور ٹھیک اسی وقت، ایک طوفان سامنے سے آیا۔

دیان۔

وہ بجلی کی سی تیزی سے شیر خان پر لپکا، ایک لمحے میں اس کی کلائی مروڑ کر خنجر زمین پر پھینکا، اگلے ہی پل دیوار سے ٹکر ماری کہ دیوار لرز اٹھی۔

"تیری ہمت کیسے ہوئی کہف پر نظر رکھنے کی؟"

دیان کا لہجہ برف جیسا سرد تھا، مگر آنکھوں میں طوفان بھڑک رہا تھا۔ اس کا چوڑا سینہ، تنے ہوئے بازو، مضبوط جبڑا—ہر چیز اس کی ناقابلِ شکست طاقت کا اعلان کر رہی تھی۔

شیر خان نے غرّا کر خود کو چھڑانے کی کوشش کی، مگر دیان کی گرفت فولاد کی طرح سخت تھی۔ وہ پلٹا، شیر خان کو زمین پر گرایا، اور گھٹنہ اس کی پسلیوں پر جما کر جھک گیا۔

"تجھے لگتا ہے کہف کے قریب آ کر تُو زندہ بچے گا؟"

شیر خان کے چہرے پر خون پھیل رہا تھا، مگر وہ ہنسا، ایک ٹوٹی پھوٹی، زخمی مسکراہٹ کے ساتھ۔

"ہم، تو مرے گا نہیں، لیکن تُو"—

دیان نے بغیر کچھ سنے، زوردار مکا اس کے چہرے پر مارا، شیر خان کی گردن جھٹکے سے پیچھے ہوئی۔ اس کی ناک سے خون کا فوارہ نکلا، لب کٹ گئے۔

"خاموش ہو جا، ورنہ تیری زبان کھینچ دوں گا۔"

کہف پیچھے کھڑی، اس منظر کو دیکھ رہی تھی—دیان کا وحشیانہ انداز، اس کی سانسوں کی گہرائی، اس کے بازو کی رگیں جو غصے سے پھولی ہوئی تھیں۔

دیان نے جھک کر زمین پر پڑا خنجر اٹھایا اور شیر خان کے گال پر نوک رکھی۔

۔"یہ آخری وارننگ ہے، شیر خان۔ اگر کہف کے قریب آیا، یا یاقوت کے آس پاس بھی بھٹکا، تو تیری لاش بھی پہچانی نہ جا سکے گی۔"۔

دیان کی گرفت مزید سخت ہوئی، شیر خان کی جلد پر خنجر کا کنارہ ہلکا سا دبا، ایک لکیر سی خون کی نکل آئی۔

"سمجھا؟"

شیر خان نے بمشکل گردن ہلائی۔

دیان کھڑا ہوا اور پھر شیر خان کے پیٹ میں زور دار لات رسید کی۔

"نکل جا یہاں سے اسے پہلے میرا دماغ اور گرم ہو اور میں تیری جان لے لوں۔"

شیر خان ہانپتے ہوئے اٹھا، خون میں بھیگا چہرہ لیے دیان کی طرف گھورتا رہا، مگر اس کی نظروں میں اب وحشی پن کے بجائے خوف جھلک رہا تھا۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا وہاں سے نکل گیا۔

دیان نے ایک گہری سانس لی، پھر کہف کی طرف مڑا۔ اس کی نظریں جمی ہوئی تھیں، تاثرات سرد، مگر وہ ایک لمحے کو بھی ہارا نہیں لگ رہا تھا۔

کہف نے دھیرے سے کہا

"کافی جان لیوا ہو، مسٹر دیان۔"

دیان نے کوئی جواب نہ دیا، بس اپنی کلائی پر لگے خون کو انگلیوں سے پونچھا، اور سخت لہجے میں بولا

"جان لیوا؟ میں وہ ہوں جس کے سائے میں آ کر بھی لوگ مرنے لگتے ہیں۔"

کہف ، آہستہ آہستہ چلتی ہوئی دیان کے سامنے آ کھڑی ہوئی—بالکل اس کے مقابل، اتنی قریب کہ

دیان

کو اس کے علاوہ کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں چمک تھی، لبوں پر ہلکی سی، چڑانے والی مسکراہٹ۔

"Good boy..."

کہف نے نرمی سے سرگوشی کی، پھر سر جھکا کر ذرا قریب آئی،

“I know you’re dangerous, مگر میری جان لینا تمہارے بس کی بات نہیں ... but my enemies? Maybe that’s a different story.”

دیان کی آنکھیں لمحے بھر کو سکڑیں۔ اس کا جبڑا بھینچ گیا، مٹھیاں کس گئیں۔ وہ ایک پل کے لیے جھکا، سانسوں کی گرمی دونوں کے درمیان تیزی سے گھلنے لگی۔

“I don’t like repeating myself,”

اس کی آواز اتنی دھیمی تھی کہ صرف کہف ہی سن سکتی تھی، “What the hell were you doing here alone?”

کہف نے آنکھیں گھمائیں، لبوں پر گہری مسکراہٹ ابھری، وہ تھوڑا سا اور جھکی اور آہستہ سے بولی، “Hmm... possessive.”

دیان کے سینے میں کچھ کھنچ سا گیا۔ اس کے اندر ضبط کی ایک آخری حد باقی تھی، جو کہف کے لہجے میں کھیلتی ہوئی نرمی سے کچلچا رہی تھی۔ اس نے گہری سانس لی، خود کو قابو میں رکھنے کی کوشش کی، پھر برف جیسی آواز میں بولا

"Call it whatever you want, but don't test me."

کہف نے بس مسکرا کر دیکھا، پھر اپنے لبوں کو ہلکا سا سکیڑا، شانے بے نیازی سے جھٹکے اور سرگوشی کی، "Maybe I like testing you..."

دیان کی آنکھیں گہری ہو گئیں۔ اس کے اندر جیسے کچھ بھڑکنے لگا، مگر اس نے خود پر قابو رکھا۔

"You have no idea what you're playing with." اس کے لہجے میں خطرہ تھا، ایک دھمکی جو کسی بھی لمحے حقیقت میں بدل سکتی تھی۔

کہف نے نرمی سے سر جھکایا، جیسے اس کے لفظوں کو دل میں اتار رہی ہو، پھر آنکھیں اٹھا کر سرگوشی کی، "Maybe I do."

دیان نے لمحے بھر کے لیے اسے دیکھا—اس کی آنکھوں میں کوئی خوف نہیں تھا، کوئی ہچکچاہٹ نہیں، بس وہی چڑانے والی مسکراہٹ، جیسے وہ جانتی تھی کہ دیان اسے کچھ نہیں کہے گا۔

کہف دھیرے سے پلٹی اور چلنے لگی، جیسے واقعی اس کی پرواہ نہیں۔

دیان نے اسے جاتے دیکھا، نگاہیں لمحے بھر کے لیے سخت ہوئیں، پھر جیسے خود سے بولا، "This girl is impossible..."

مگر سچ تو یہ تھا کہ وہ کہف کو سمجھنے کی کوشش بھی نہیں کر رہا تھا ...وہ بس اسے چاہنے لگا تھا، اپنے طریقے سے، اپنے خطرناک انداز میں۔

----☆☆☆----

شیر خان غصے سے بے قابو، لڑکھڑاتا ہوا قدم آگے بڑھا۔ اس نے کہنی سے ناک سے بہتا خون پونچھا اور دانت پیستے ہوئے غرایا،" قسم خدا کی، ہم تم کو ایسا سبق سکھائے گا کہ تم یاد کرے گا!" اس کی آواز زہر میں بجھی ہوئی تھی، آنکھوں میں خون اترا ہوا تھا۔

مگر جیسے ہی اس نے سر اٹھایا، سامنے دو سائے ابھرتے دکھائی دیے۔ قد آور، خاموش، سرد نگاہوں والے محافظ۔ شیر خان کا سانس رُک گیا۔ وہ بےاختیار پیچھے ہٹا، مگر پشت سے ٹکرا گیا—وہاں بھی دو سائے تھے۔

قدموں کی چاپ زمین پر دھیرے دھیرے گونج رہی تھی، جیسے کسی شکار کی گھات میں بیٹھے درندے دبے پاؤں آگے بڑھ رہے ہوں۔ شیر خان کے چہرے پر پسینے کی باریک تہہ چمکنے لگی۔

۔"یہ کیا ماجرہ اے، ہاں؟ "وہ دھیمی مگر تیز آواز میں بڑبڑایا، ایک قدم پیچھے ہٹانے کی کوشش کی، مگر گرد کے ہالے میں لپٹے سائے اس کے اور قریب آ چکے تھے۔

پھر، جیسے کسی خاموش اشارے پر، وہ سب ایک ساتھ جھپٹے۔ فولادی ہاتھوں نے اس کی کلائی جکڑ لی، بدن جیسے کسی شکنجے میں کس دیا گیا ہو۔

۔"دے خدا کا واسطہ، ہم کو چھوڑ دو "!شیر خان کی بھاری آواز دم گھٹتی ہوئی چیخ میں بدلی، مگر ارد گرد بس سناٹا تھا۔ کوئی جواب نہیں، کوئی رحم نہیں۔

اور پھر، چند لمحوں میں ہی اس کی مزاحمت کمزور پڑنے لگی۔ اس کی گھٹی گھٹی آوازیں، اس کی مذمت، اس کی دھمکیاں—سب گرد میں دب کر مدھم ہوتی چلی گئیں ...یہاں تک کہ سناٹے نے مکمل طور پر اسے نگل لیا۔

--

----☆☆☆--

وہ لڑکی خاموشی سے سیکیورٹی روم کے نیم تاریک ماحول میں کھڑی تھی، چہرے سے ماسک ہٹا کر گہری نظروں سے ہر چیز کا مشاہدہ کر رہی تھی۔ سرخ روشنی میں جھلملاتے مانیٹرز پر چلتی فوٹیجز اس کی تیز آنکھوں میں عکس بن رہی تھیں۔

کمرے میں تین محافظ موجود تھے—مدہوش نیند میں، لاپرواہ، جیسے کسی خطرے کا تصور بھی نہ کر سکتے ہوں۔ وہ ایک نظر ان پر ڈال کر آگے بڑھی، انگلیاں مہارت سے کنسول پر پھسلیں، کیمروں کے زاویے بدلے، ایک ایک منظر پر نگاہ دوڑائی۔

اور پھر—۔

اچانک اس کی آنکھیں سکڑ گئیں، سانس لمحہ بھر کو رُک گئی۔ اسکرین پر نظر آتے عکس نے اس کے حواس بیدار کر دیے تھے۔

۔"یہ ...آرمی کا بندہ یہاں، رِسٹرکٹیڈ ایریا میں؟ "اس کے لب بےاختیار سرگوشی میں ہلے، ماتھے پر شکنیں گہری ہو گئیں۔

پلک جھپکتے ہی اس نے تیزی سے پیچھے مڑ کر کمرے کے دروازے کی جانب دیکھا، جیسے تصدیق کر رہی ہو کہ کوئی اسے دیکھ تو نہیں رہا۔ پھر اس کی انگلیاں دوبارہ کنسول پر چلنے لگیں—کچھ ہی لمحوں میں، کیمروں کی تمام فیڈ جام ہو گئی، اسکرین پر صرف بے‌حس و حرکت دھندلا منظر بچا، جیسے وہاں کوئی تھا ہی نہیں۔

ہر چیز روک چکی تھی، سارا ڈیٹا مفلوج۔

وہ ایک لمحہ خاموش کھڑی رہی، پھر گہری سانس لے کر اپنے نقاب کو دوبارہ درست کیا۔ نرم مگر تیز قدموں سے چلتی ہوئی دروازے تک پہنچی، ایک آخری نظر محافظوں پر ڈالی، جو اب بھی خوابِ غفلت میں گم تھے۔

آہستگی سے دروازہ کھولا، ایک نظر راہداری میں دوڑائی، اور پھر سیکیورٹی روم سے باہر نکل گئی—۔ اندھیرے میں گم ہو جانے کے لیے، جیسے وہ کبھی وہاں تھی ہی نہیں۔

وہ لڑکی تیز قدموں سے چلتی دروازے تک پہنچی، جھٹکے سے کسی کو اندر کھینچا، اور دروازہ پوری قوت سے بند کر دیا۔

سانسیں تیز تھیں، دل کی دھڑکنیں بے‌ترتیب۔

اس نے سامنے کھڑے وجود کو گھورا، آنکھوں میں خطرے کی جھلک تھی۔" دماغ ٹھیک ہے تمہارا؟ اس جگہ پر کیسے گھس آئے ہو؟ "اس کے لہجے میں سختی تھی، جیسے کوئی غلطی ناقابلِ معافی ہو۔

سامنے کھڑا شخص خاموش تھا، مگر اس کی آنکھوں میں ٹھہری ہوئی گہرائی کسی طوفان کا پتہ دے رہی تھی۔

۔"تم ...آرمی آفیسر ہو، ہے نا؟ "اس نے سانس بحال کرتے ہوئے کہا، جیسے اپنے اندازے کی تصدیق چاہتی ہو۔

وہ مرد ایک قدم قریب آیا، سایہ روشنی میں ڈھلنے لگا۔

۔"کمانڈو۔ "بس ایک لفظ، مگر ایسا کہ ہوا میں سرسراہٹ چھوڑ گیا۔

لڑکی کا دل جیسے ایک لمحے کو دھڑکنا بھول گیا۔

۔"جو بھی ہو، لیکن تم یہاں کر کیا رہے ہو؟ "اس نے جلدی سے خود کو سنبھالا، آواز دھیمی مگر تیز تھی۔" اگر میں سیکیورٹی روم میں نہ ہوتی تو اب تک تم پکڑے جا چکے ہوتے۔"۔

مرد نے نظریں اس پر مرکوز رکھیں، چہرے پر کوئی تاثر نہیں تھا۔" تم مجھے جانتی ہو؟ اور میری جان بچانے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟"۔

لڑکی کے لبوں پر ایک لمحے کو خاموشی طاری رہی، پھر اس نے گہری سانس لی۔ "میں نے تمہیں ایک بار اسپتال میں دیکھا تھا، ایک بزرگ کے آپریشن کے پیسے دیتے ہوئے۔ تب سے مجھے تم یاد ہو ...اور میں نے تمہاری مدد اس لیے کی تاکہ تم باقیوں کی مدد کر سکو۔"۔

وہ، کچھ سوچتے بولی"اور تمہارا نام دیان ہے"۔

دیان کی آنکھیں باریک ہوئیں، جیسے ہر لفظ کا وزن محسوس کر رہا ہو۔" ہاں میرا نام دیان ہے، مگر تمہاری پچھلی بات کا کیا مطلب ہے سب کی جان بچا سکوں ؟"۔

لڑکی نے ایک پل کو دروازے کی طرف دیکھا، جیسے کسی کے کان لگانے کا خطرہ ہو۔ پھر سرگوشی میں بولی،" یہ گیم ویسی نہیں ہے جیسی تم سمجھ رہے ہو۔"۔

دیان کا چہرہ سنگین ہوگیا۔

''کیا مطلب؟''

۔''تمہیں لگتا ہے کہ یہ گیم جیتنے والوں کو پیسے دے گی؟ چاہے ایک شخص ہی کیوں نہ بچے؟ لیکن حقیقت اس سے کہیں زیادہ بھیانک ہے۔ اس گیم کو چلانے والے کسی کو زندہ چھوڑنے کے ارادے میں نہیں ...آخری بچنے والے شخص کو بھی وہی انجام ملے گا جو باقیوں کا ہوگا۔ پیسوں کی لالچ صرف ایک دھوکہ ہے ... تاکہ لوگ سوال نہ کریں، زبان بند رکھیں، اور اپنے ہی انجام کی طرف بڑھتے جائیں۔''۔

دیان کا جبڑا سخت ہوگیا، مٹھیاں بےاختیار بھینچ گئیں۔

''تم جو کہہ رہی ہو ...وہ سچ ہے؟''

لڑکی نے سر ہلایا،'' جی۔''۔

کمرے کی دائیں سمت، ایک نیم تاریک گوشے میں، لوہے کی وینٹیلیشن ڈکٹ جال کی مانند موجود تھی۔ بظاہر خاموش، مگر اندر کوئی تھا—کوئی جو ہر لمحے کا مشاہدہ کر رہا تھا، ہر لفظ کو پرکھ رہا تھا۔

یاقوت!۔

اس کی آنکھیں اندھیرے میں چمکیں، ہونٹوں پر ایک فاتحانہ مسکراہٹ ابھری۔
وہ دھیرے سے سرگوشی میں بڑبڑایا،"یعنی ...دیان بھائی آرمی افسر ہیں؟"۔

پل بھر کو وہ خاموش رہا، جیسے اس نئی حقیقت کو محسوس کر رہا ہو، پھر اس کے لب مزید پھیلے۔

۔"واہ، بھائی!دیان بھائی تو چھپے رستم نکلے"۔

اس کی آواز مدھم مگر خطرناک تھی۔ اس کے چہرے پر ایک عجیب سا اطمینان چھا گیا، جیسے کھیل کا کوئی نیا راز اس کے ہاتھ لگ گیا ہو۔

دیان خاموشی سے کھڑا تھا، اس کی نظریں اُس لڑکی پر مرکوز تھیں جو اس وقت جیسے اپنی روح نچوڑ کر سچ بیان کر رہی تھی۔

۔"دیکھو "...زینب کی آواز میں تھکن تھی، مگر الفاظ میں مضبوطی۔" میں کسی کی جان نہیں لے سکتی۔ میں قاتل نہیں بن سکتی، مگر میں مجبور ہوں۔ جیسے سب یہاں مجبوری میں آئے ہیں، ویسے ہی میں بھی آئی ہوں۔ میری بیٹی ...آیت فاطمہ ...اسے برین ٹیومر ہے۔ اس کا علاج مہنگا ہے۔ میں ...میں کچھ بھی کر سکتی ہوں، مگر کسی کو مار نہیں سکتی"!۔

دیان کی آنکھوں میں ایک پل کو کچھ لرزا، مگر اس کے چہرے کی سختی برقرار رہی۔ وہ خاموش رہا، جیسے کچھ سوچ رہا ہو۔

زینب نے ایک جھرجھری لی، پھر جلدی سے ایک فریم اُٹھایا، اس کے پیچھے چھپی ایک تصویر نکالی اور دیان کے سامنے کر دی۔

"یہ میری بیٹی ہے، آیت۔"

دیان نے تصویر کو غور سے دیکھا، جیسے وہ کچھ محسوس کر رہا ہو، پھر اُس نے سر ہلایا، اثبات میں۔

زینب نے ایک تھکی ہوئی سانس لی،" بس ...ایک بار یہ سب ختم ہو جائے، تو میں خود کو پولیس کے حوالے کر دوں گی۔"۔

دیان نے فوراً نظریں اُٹھائیں، اس کے چہرے کی سختی مزید گہری ہو گئی۔

۔"پاگل ہو گئی ہو؟ "اس کی آواز برف جیسی ٹھنڈی تھی،" اگر تم نے ایسا کیا تو وہ لوگ تمہیں مار دیں گے"!۔

دیان نے تصویر جیب میں رکھی اور آگے بڑھا۔ میز پر رکھا ایک پین اُٹھایا اور ڈائری کا ایک صفحہ پھاڑ کر اس پر نمبر لکھا، پھر زینب کی طرف بڑھایا۔

"یہ انٹیلیجنس ایجنسی میں میرے ایک دوست کا نمبر ہے۔ انہیں کال کرو، لوکیشن بتاؤ۔"

زینب نے پرچہ لیا، مگر بے بسی سے سر جھٹکا،" مجھے لوکیشن کا کچھ نہیں پتہ۔ بس اتنا جانتی ہوں کہ یہ جگہ کسی بھی ملک سے دور ...سمندر کے عین وسط میں ہے۔ ایک ایسی جگہ، جہاں نہ زمین ہے، نہ کوئی واپسی کا راستہ۔"۔

دیان نے آہستہ سے آنکھیں بند کیں، جیسے کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا ہو، پھر اس نے سر ہلایا۔

"فکر مت کرو۔ انہیں اس جگہ کا سراغ مل چکا ہو گا۔ بس تم فون کرو، باقی کام ہمارا ہے۔"

زینب نے ایک پل کو خاموشی اختیار کی، پھر آہستہ سے سر جھکا دیا۔

وہ پلٹی، کاغذ کے ایک پرزے پر کچھ لکھا اور دیان کی طرف بڑھا دیا۔

"یہ اسپتال کی لوکیشن ہے ...جہاں میری بیٹی ہے۔ باقی سب تمہیں خود پتہ چل جائے گا۔"

دیان نے بغیر کچھ کہے پرچہ لیا، مگر زینب نے ایک آخری بات کہی"—میری بیٹی کو بتانا کہ میں اس سے بہت محبت کرتی ہوں، بہت زیادہ ...اور میں نے اسے بچانے کے لیے ہر ممکن کوشش کی ہے۔ مگر میں قاتل نہیں بن سکتی، میں کسی کی جان نہیں لے سکتی"!۔

دیان نے اس کے الفاظ سنے، پر کچھ نہ بولا۔ بس ایک لمحے کو خاموشی میں سب کچھ طے ہو گیا۔

اور اوپر، اندھیرے میں چھپے یاقوت کے لبوں پر ایک نئ مسکراہٹ پھیل چکی تھی۔

۔"یہ کہانی بہت دلچسپ ہو رہی ہے "...وہ خود سے بڑبڑایا،" مگر۔ ابھی اور بہت کچھ ہے جو مجھے پتہ لگانا ہے۔" ۔

----☆☆☆

گزشتہ منظر کی بازگشت

یاقوت غسل خانے میں کھڑا تھا، سنک کے نل سے پانی مسلسل بہہ رہا تھا، قطرے دھیرے دھیرے چمکدار سیرامک پر گر رہے تھے۔ اس نے ہاتھوں میں پانی لے کر چہرے پر مارا، جیسے تھکن اور سوچوں کے جال سے خود کو آزاد کرنے کی کوشش کر رہا ہو۔

پانی کی ٹھنڈک نے اس کی حسیات کو تیز کر دیا، اس نے گہری سانس لی اور نل بند کیا۔ ایک لمحے کو خود کو آئینے میں دیکھا—مگر نظریں فوراً دائیں جانب جا ٹھہریں۔

"یہ کیا؟"

واش روم کی دیوار پر ایک بھاری لوہے کا فریم لگا تھا، ایسا فریم جو اس جگہ کے حساب سے بے جوڑ لگ رہا تھا۔

یاقوت کی نظریں تنگ ہو گئیں، جیسے کوئی پہیلی حل کر رہا ہو۔

۔"یہاں فریم کیوں لگا ہے...؟ "وہ آہستہ سے بڑبڑایا، ایک عجیب سا احساس اس کے وجود میں سرایت کر گیا تھا۔

یہ صرف آرائش نہیں ہو سکتی تھی۔

اس نے آہستگی سے کموڈ کا ڈھکن گرایا اور اس پر قدم جما کر کھڑا ہو گیا۔

نگاہیں دیوار پر جمی تھیں جہاں ایک وزنی، دھات سے بنا فریم نصب تھا۔

یاقوت نے انگلیوں کی پوریں اس پر پھیریں—لوہا یخ بستہ تھا، سختی میں پتھر کی مانند، اور راڈوں کی گرفت میں مضبوطی سے جکڑا ہوا تھا، جیسے دیوار کا ہی کوئی لازمی حصہ ہو۔

"ہوں ...کچھ تو ہے یہاں۔"

وہ ایک لمحے کو ٹھہرا، پھر واش روم میں نظریں دوڑائیں، جیسے کسی اوزار کی تلاش کر رہا ہو۔

اس کی جیب میں ایک چھوٹی مگر تیز چھری موجود تھی، وہی چھری جسے وہ ہمیشہ ساتھ رکھتا تھا۔ اس نے نوک کو نٹ میں ڈالا اور آہستہ آہستہ گھمانے لگا۔

کلک !کلک!۔

نٹ گھومنے لگے۔

یاقوت کے چہرے پر ایک چالاک مسکراہٹ آئی، جیسے کسی راز سے پردہ اٹھنے والا ہو۔

ایک پل میں فریم دیوار سے الگ ہو چکا تھا۔

اس نے اسے نیچے رکھا اور سامنے جو کچھ دیکھا، وہ اس کے اندازے سے زیادہ دلچسپ تھا—۔

وینٹیلیشن ڈکٹ!۔

اس کے لبوں سے سرگوشی نکلی، آنکھوں میں ایک شریر چمک ابھری۔

"یہ تو مزے کی چیز ہے"!

وہ ڈکٹ کے اندر جانے کی کوشش کرنے لگا، مگر اس کے جسم پر زخموں کی ٹیس اٹھنے لگی۔ وہ مضبوط تھا، پھرتیلا تھا، مگر ابھی چوٹوں کے باعث اتنی تیزی سے حرکت کرنا آسان نہیں تھا۔

"اب ایک مددگار کی ضرورت ہے"...

یاقوت نے لمبی سانس لی، کمرے میں داخل ہوا

کمرے میں مدھم روشنی پھیلی ہوئی تھی، اور بیڈ پر باسط سکون سے سو رہا تھا—منہ کے بل، ایک بازو دائیں جانب پھیلایا ہوا اور دوسرا پہلو میں لٹکا ہوا۔

یاقوت چند لمحے رکا، اس کو دیکھا اور بولا

"یہ بندہ نیند میں بھی ماڈلنگ کر رہا ہے؟"

باسط کی پیٹھ برہنہ تھی، کندھوں کے پٹھے مضبوط، کمر کے خطوط تنے ہوئے، اور جسم کی تراش جیسے کسی مجسمہ ساز نے یونانی دیوتا کی شبیہ میں ڈھالی ہو۔ اس کے

جسم پر روشنی ہلکا سا عکس ڈال رہی تھی، جس سے اس کی چمکدار جلد نمایاں ہو رہی تھی۔

یاقوت نے آنکھیں گھمائیں،

۔"اوہو ! ننگے بابا، اٹھو"!۔

اس نے پاس ہی رکھی باسط کی ٹینک ٹاپ اٹھائی اور سیدھا اس کے اوپر پھینکی۔

۔"اٹھو باسط بھائی، یہ کوئی نیستی مارنے کا وقت نہیں ہے"!۔

باسط نے نیند میں کسمسایا، آنکھیں آدھی کھول کر یاقوت کو دیکھا، پھر ہلکی آواز میں بولا،" کیا ہے یاقوت؟"۔

۔"یہ ہے کہ تمہیں میرے ساتھ چلنا ہے، ابھی کے ابھی "! یاقوت نے مصنوعی معصومیت سے کہا۔

باسط نے آنکھیں موندیں، انگڑائی لی، اس کے کندھے کے پٹھے حرکت میں آئے، بازوؤں کی رگیں ابھریں، اور وہ سست روی سے بستر سے اٹھا۔

۔"کہاں جانا ہے؟ "وہ نیند میں ڈوبی ہوئی آواز میں بولا۔

یاقوت نے باسط کو دیکھا"شرٹ پہن کر میرے ساتھ آؤ بھائی"۔

یہ کہہ کر یاقوت وہاں سے چل دیا۔۔

باسط نے ہنستے ہوئے ٹینک ٹاپ پہنی اور اس کی پیچھے چل دیا۔۔۔

----☆☆☆

باسط نے کمر کے دونوں اطراف ہاتھ جما رکھے تھے اور اوپر وینٹیلیشن ڈکٹ کی طرف دیکھ رہا تھا۔ چند لمحوں بعد اس نے گردن موڑی اور یاقوت کو مخاطب کیا،

"تم ادھر رکو، میں جاؤں گا اندر۔"

یاقوت نے آنکھیں گھما کر ایک لمبی سانس کھینچی، پھر تیوری چڑھا کر بولا،

۔"او ہو، باسط بھائی !دماغ ٹھیک ہے؟ اپنی ہئیتِ مبارکہ پر کبھی غور کیا ہے؟ ورزش کر کر کے باڈی بلڈر سے سیدھا ہاتھی کے کزن بن چکے ہو، اور اب ائیر وینٹ میں گھسنے کی بات کر رہے ہیں؟ قسم سے، اگر آپ اندر گئے تو وینٹ کی چھت چیخیں مار مار کر کہے گی' اب بس بھی کرو بھائی، مجھ سے نہیں سہا جاتا '! اور جب آپ پھنس جائیں گے نا، تو لینے کے دینے پڑ جائیں گے۔"۔

باسط نے چہرے پر ناگواری کے آثار لیے اسے گھورا،

"کس لہجے میں بات کر رہے ہو؟"

یاقوت نے کندھے اچکائے، آنکھوں میں مصنوعی معصومیت سجاتے ہوئے بولا،

۔"شکر کریں، یہ والا لہجہ استعمال کر رہا ہوں۔ اگر اپنی ہندی ورژن پر آجاتا، تو آپ کو پتہ چل جاتا کہ اصل زبان درازی کس کو کہتے ہیں۔ خیر، بھائی حضور، اب مجھے اوپر چڑھائیں، یہ بحث چھوڑیے۔"۔

باسط نے آنکھیں بند کر کے ایک گہری سانس لی، اپنے اعصاب کو پرسکون کرنے کی کوشش کی۔ وہ جانتا تھا کہ یاقوت سے بحث کرنا ایسا ہی ہے جیسے دیوار سے اپنا سر پھوڑنا—نہ دیوار کو اثر ہوتا ہے، نہ یاقوت کو۔

۔"اُفف، ٹھیک ہے۔ "وہ بادلِ نخواستہ بولا اور یاقوت کے دونوں بازو تھام کر اسے کندھوں پر اٹھایا۔ باسط کا قد لمبا تھا، جس کی بدولت یاقوت آسانی سے وینٹ کے کنارے تک پہنچ گیا۔ اس کا پتلا جسم مزید فائدہ مند ثابت ہوا، اور وہ بغیر کسی مزاحمت کے اندر گھس گیا۔

باسط نے نیچے سے دیکھا اور سنجیدگی سے کہا،

''احتیاط سے، اوکے؟''

یاقوت وینٹ کے اندر رینگتے ہوئے تھوڑا آگے بڑھا، پھر گردن موڑ کر پیچھے باسط کو دیکھتے ہوئے بولا،

''ٹھیک ہے، بھائی !آپ بس یہیں رکیں، اوکے؟''

باسط نے خاموشی سے سر اثبات میں ہلایا۔

یاقوت نے آخری نظر باسط پر ڈالی اور پھر دوبارہ آگے بڑھنے لگا، وینٹ کی تنگ جگہ میں محتاط انداز میں کرال کرتے ہوئے اندھیرے کی طرف بڑھ گیا۔

باسط نے گہری سانس لی، خاموشی سے سامنے دیکھنے لگا، اور دل میں دعا کی کہ یہ چھوٹا شیطان کسی نئی مصیبت میں نہ پڑ جائے۔

----☆☆☆----

کمرے میں خاموشی تھی، ایک بوجھل سا سناٹا، جیسے ہوا میں کچھ چھپا ہو۔ دیان جب اندر آیا تو پورا کمرہ خالی تھا—کہیں کوئی نہیں تھا۔

واش روم کا دروازہ ہلکا سا کھلا تھا، روشنی اندر جل رہی تھی۔ دیان نے محتاط قدم بڑھائے، دروازے کو ہلکا سا دھکیلا۔

۔"کوئی ہے اندر؟ "اس کی آواز دبے دبے مگر سخت لہجے میں گونجی۔

باسط نے اندر سے جواب دیا،" ہاں، میں ہوں۔"۔

دیان اندر آیا، نظریں اوپر اٹھائیں—چھت کے قریب دیوار میں ایک چھوٹا سا وینٹیلیشن ڈکٹ، جس کا کور ہلکا سا ہٹا ہوا تھا۔

اس نے بھنویں سکیڑیں،" یہ کیا ہے؟"۔

باسط نے گہرا سانس لیا، جیسے کچھ سوچ کر جواب دیا،" یاقوت اندر گیا ہے، کافی دیر ہوگئی، ابھی تک واپس نہیں آیا۔"۔

دیان نے ایک لمحے کو آنکھیں بند کیں، پھر سر جھٹک کر گویا ہوا،" اففف !یہ شیطان !اس کو ہر وقت کسی نہ کسی مسئلے کی تلاش رہتی ہے۔ اب، نہ جانے کون سا معارکہ سرانجام دے گا"۔

باسط کے لبوں پر ایک ہلکی مسکراہٹ آئی، مگر دیان کے چہرے کی پریشانی برقرار رہی۔

اچانک وینٹیلیشن ڈکٹ کے اندر کوئی حرکت ہوئی، جیسے کوئی تیزی سے رینگ رہا ہو۔ دیان، جو اپنی سات فٹ کی قامت کی وجہ سے آسانی سے اندر دیکھ سکتا تھا، فوراً نظریں گاڑ دیں۔

یاقوت اندر سے نکلنے کی جدوجہد کر رہا تھا، اس کے چہرے کا رنگ اترا ہوا، آنکھوں میں کوئی خوفناک منظر کی پرچھائیاں لرز رہی تھیں۔

دیان نے فوراً ہاتھ بڑھا کر اسے سہارا دیا، آہستہ آہستہ نیچے اتارا۔ زمین پر قدم رکھتے ہی یاقوت نے گہری سانس لی، جیسے زندگی کی طرف واپس آیا ہو۔

۔"کہاں غائب تھے؟ "دیان نے سنجیدگی سے پوچھا۔

یاقوت نے اپنی سانسیں بحال کرتے ہوئے ایک نظر باسط پر ڈالی، پھر دیان کو دیکھتے ہوئے ہلکی مسکراہٹ سے کہا،" بتاتا ہوں، آرمی افسر صاحب۔"۔

دیان نے تیوری چڑھائی،" کیا مطلب؟"۔

باسط نے دیان کی طرف دیکھا، جیسے کسی وضاحت کا منتظر ہو۔

دیان نے کھنکارا،" یعنی میں کمانڈو ہوں۔"۔

باسط نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ دونوں بھنویں اٹھائیں۔

یاقوت نے ہاتھ جھٹک کر کہا،'' یہ تو کچھ بھی نہیں !جو چیزیں میں نے دیکھی ہیں، اگر آپ دونوں نے سن لیں تو کانپیں ٹانگ جائیں گی۔''۔

یہ کہہ کر اس نے اپنی شرٹ کے نیچے سے کچھ کاغذات نکالے—فائلیں، جو وقت کی گرد میں لت پت لگ رہی تھیں۔

دیان نے ایک نظر ڈالی، آنکھوں میں حیرت در آئی، باسط بھی قریب آیا۔ دونوں نے غور سے فائلیں دیکھیں، جیسے کسی بہت بڑی حقیقت سے پردہ اٹھنے والا ہو۔

دیان نے ایک گہری نظر یاقوت پر ڈالی، پھر آگے بڑھ کر وینٹیلیشن ڈکٹ کو بند کیا، کور دوبارہ جگہ پر لگایا، اور پھر فریم درست کیا۔

یاقوت نے اچانک سر اٹھایا اور طنزیہ انداز میں بولا،'' ویسے وہ شیخ اظہر کتے کا بچہ اندر تو نہیں ہے؟''۔

باسط نے تیز نظروں سے اسے گھورا،'' کیوں؟اور یہ کس طرح بات کر رہے ہو''۔

یاقوت نے لمبا سانس لیا، جیسے خود کو قابو میں رکھ رہا ہو،'' بھائی، میرے اندر کا ٹپوری ہندی ورژن جاگ رہا ہے، اور دل کر رہا ہے کہ اس شیخ اظہر کو اتنی گالیاں دوں کہ پورے سسٹم کی مرمت ہو جائے۔ مگر خیر، تم لوگ مہذب ہو،

تمیز سے بات کرنا پڑ رہی ہے۔ ورنہ جو میرا ہندی ورژن ہے، وہ بہت خطرناک ہے"!۔

دیان کے لبوں پر ایک معنی خیز مسکراہٹ آئی، پھر چلتے ہوئے یاقوت کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر بولا،" ایسا ہے نا، ایک بار کر کے دکھا دو، ہم بھی دیکھیں تمہارا وہ ہندی ورژن"!

یاقوت نے گہرا سانس لیا، پھر فوراً دروازے کی کنڈی چڑھا دی، جیسے کسی نادیدہ خطرے سے خود کو محفوظ کر رہا ہو۔

اس کے چہرے پر عجیب سی سنجیدگی آ گئی،" شیخ اظہر ...اس سوسائٹی کا ایک وی آئی پی بندہ ہے"!۔

دیان اور باسط چونک گئے، آنکھوں میں ایک ساتھ کئی سوال جاگ اٹھے۔

۔"کیا؟ "دیان کی آواز دبی ہوئی مگر سنجیدہ تھی۔

یاقوت نے نگاہیں جھکائیں، پھر سر اٹھا کر جیسے بم پھوڑا،" اور ...اور شیر خان ... ان لوگوں نے اسے قتل کر دیا ہے"!۔

کمرے میں ایک پل کے لیے وقت جیسے رک سا گیا۔

دیان کی نظریں خلا میں جم گئیں، جیسے اس خبر نے اس کے اندر کچھ منجمد کر دیا ہو۔ باسط نے بے یقینی سے یاقوت کو دیکھا، جیسے کچھ سمجھنے کی کوشش کر رہا ہو۔

یاقوت نے ایک اور گہرا سانس لیا، آواز دبی ہوئی، مگر ہر لفظ کا وزن محسوس ہو رہا تھا،'' جو موت اسے دی گئی ہے، میری روح کانپ گئی ...چلو، جیسا بھی بندہ تھا، دشمن تھا، مگر ایسی موت کا حقدار نہیں تھا۔ کم از کم وہ جو تھا، سامنے تھا، کھلا دشمن تھا۔ مگر جو ہمارے ساتھ دوستوں کی صورت میں سانپ چھپے بیٹھے ہیں، ان کا پتہ کیسے لگائیں؟''۔

کمرے میں موجود ہوا تک بوجھل ہو گئی، جیسے کوئی ان دیکھے خطرے کی آہٹ چاروں طرف گونج رہی ہو۔



یہ جو منظر تھا، یہ خواب نہیں تھا، کوئی فلمی سین نہیں تھا —یہ حقیقت تھی، ایسی حقیقت جس نے یاقوت کے رگ و پے میں برف گھول دی تھی۔ وہ وینٹیلیشن ڈکٹ کے اندر کرال کرتا، آہستہ آہستہ رینگ رہا تھا، اس کی کہنیوں

اور گھٹنوں سے ٹکرانے والی دھات ٹھنڈی تھی، مگر اس کے اندر جو خوف کا الاؤ بھڑک رہا تھا، وہ اس ٹھنڈک کو نگل چکا تھا۔

اچانک، ایک عجیب سی سرگوشی اس کے کانوں سے ٹکرائی، جیسے کوئی بہت پرانی، بہت بھیانک زبان میں کچھ بڑبڑا رہا ہو —ایسا لہجہ جس میں انسانی حرارت نہیں تھی، بس ایک گونجتی ہوئی سرسراہٹ تھی جو سیدھی ہڈیوں میں اترتی جا رہی تھی۔ یاقوت نے خود کو سمیٹا، دبے قدموں آگے بڑھا، اور جیسے ہی اس نے وینٹیلیشن ڈکٹ کی جالی سے جھانکا، اس کا دل سینے میں دھک سے رہ گیا۔

سامنے ایک خفیہ ہال تھا، مگر یہ عام جگہ نہ تھی۔ دیواروں پر پرانی مشعلیں جل رہی تھیں، ان کی سرخی مائل روشنی جیسے کسی شیطانی عمل کا حصہ لگ رہی تھی۔ درمیان میں ایک بڑی آگ بھڑک رہی تھی، اس کے گرد سات حلقوں میں لپٹے لوگ مخصوص انداز میں دائرہ بنا کر چل رہے تھے۔ وہ سب سرخ چوغے پہنے تھے، اور ان کے ہاتھوں میں لالٹینیں تھیں جو مدھم روشنی پھیلا رہی تھیں، جیسے کوئی مافوق الفطرت توانائی اس میں بسی ہو۔

مگر یاقوت کی سانس تب رکی جب اس کی نظر اس شیطانی مخلوق پر پڑی جو ان کے عین مرکز میں کھڑی تھی۔—Baphomet

ایک بکری کے سر والا دیو جس کا جسم انسان جیسا تھا، مگر چھاتیوں کا ابھار زنانہ تھا، جیسے نر و مادہ کی تمیز سے آزاد ہو۔ اس کی آنکھیں، خالی اور بے روح، مگر اتنی گہری کہ یاقوت کو یوں لگا جیسے وہ اسے ہی دیکھ رہی ہیں۔

اس کے قدم پیچھے ہٹنے لگے مگر تبھی، ایک طرف اس کی نظریں ٹھہر گئیں — وہاں ان لاشوں کا ڈھیر تھا جو اس خونی کھیل میں مارے جا چکے تھے۔ وہی لوگ، وہی چہرے جنہیں اس نے پہلے ہنستے، جیت کے نشے میں جھومتے دیکھا تھا، اب بے جان اور بگڑے ہوئے، جیسے ان کا وجود کبھی تھا ہی نہیں۔ مگر اس سے بھی زیادہ بھیانک وہ نظارہ تھا جو یاقوت کی روح کو ہلا گیا —کچھ نوجوان ان لاشوں کی بے حرمتی کر رہے تھے، اور کچھ ان کے ساتھ ایسے سلوک کر رہے تھے جیسے وہ ابھی بھی زندہ ہوں۔

پھر ایک اور لرزہ خیز منظر اس کی آنکھوں میں ترازو ہوگیا —ایک لمبا، لحیم شحیم شخص جو کالے لباس میں ملبوس تھا، وہ ان لاشوں کو ایک بڑے شعلوں سے بھرے گڑھے میں دھکیل رہا تھا۔ آگ بھڑک اٹھتی، لاشیں ایک ہلکی چیخ کی مانند خاک بن رہی تھیں، اور باقی سب گول گول گھومتے جا رہے تھے، جیسے کسی قدیم لعنت کو دہرا رہے ہوں۔

یاقوت کے پورے بدن میں سردی دوڑ گئی۔ اس نے لرزتی سانس لی، بدن پسینے میں بھیگ چکا تھا، دل اتنی زور سے دھڑک رہا تھا کہ اسے لگا وہ یہیں، ابھی رک جائے گا۔ مگر اس کے پاس وقت نہیں تھا —وہ جلدی سے آگے جانے لگا

،

اور راز۔ اس کے منتظر تھے اور سوالوں کے جوابات اس کو جاننے تھے ۔۔

-

---☆☆☆----

شیشے کے سامنے کھڑا وہ پراسرار شخص خاموشی سے اپنی عکاسی کو دیکھ رہا تھا۔ کمرا نیم تاریک تھا، بس چند مہنگے فانوسوں کی مدھم روشنی شیشے پر پڑ رہی تھی، جہاں وہ شخص اپنے غیر معمولی وجیہہ چہرے کے خدوخال کا جائزہ لے رہا تھا۔

سیاہ ڈریس شرٹ کے اوپری بٹن کھلے ہوئے تھے، اور اس کی صلابتی، تراشیدہ چھاتی کا کچھ حصہ جھلک رہا تھا، جس پر سیاہ سیاہی میں بنے ٹیٹوز ابھر رہے تھے —ان پیچیدہ علامتوں کا مطلب سمجھنا عام انسان کے بس کی بات نہیں تھی۔ اس نے سیاہ ڈریس پینٹ پہنی ہوئی تھی، جو بےحد نفاست سے اس کے

تنومند وجود پر فٹ تھی، اور شرٹ کو پینٹ میں درست انداز میں ٹک کیا گیا تھا، جیسے ہر چیز اس کی شخصیت کے سخت اور بے عیب ہونے کی گواہی دے رہی ہو۔

نیچے جھکا نوکر، چمکدار برش سے اس کے مہنگے جوتے چمکا رہا تھا، قدموں میں لوگوں کو جھکانا شاید اس کا پسندیدہ مشغلہ تھا یا پھر اس کے رعب کا تقاضا تھا۔ وہ شخص ایک خالص مردانہ مہک میں بسا تھا —اس نے مہنگا پرفیوم پہلے اپنی کسرتی چھاتی پر چھڑکا، پھر اپنی کلائیوں پر رگڑا۔ سامنے شیشے میں اپنا عکس دیکھا تو ایک بے نیاز سی، سخت مسکراہٹ اس کے لبوں پر رینگ گئی۔

اس کے بھورے بادامی بال نفاست سے ایک طرف جمائے گئے تھے، مگر ان میں بے ساختگی کا ایک انداز تھا، جیسے وہ کسی ترتیب کے محتاج نہ ہوں، بس جیسے چاہے ہوا میں بکھر جائیں۔ اس کی گھنی داڑھی، جو سنوار کر تراشی گئی تھی، ایک مکمل مردانہ جمال لیے ہوئے تھی، مگر قریب دیکھنے پر داڑھی میں چند سفید بال نمایاں تھے —جیسے کسی سرد جنگ کے زخموں نے وقت سے پہلے ہی اسے پختہ کردیا ہو۔

مگر سب سے غیر معمولی چیز اس کی آنکھیں تھیں۔ ایک گہری نیلی، جیسے سمندر کی گہرائی میں چھپی کوئی بھید بھری کہانی، اور دوسری چمکدار، جیسے خالص ہیرے

کی کوئی کرن —— دونوں آنکھوں میں ایسی سختی تھی کہ کوئی بھی شخص اس کی نظر میں ٹھہرنے کی ہمت نہ کر سکے۔

اس کی ناک ستواں اور تراشیدہ تھی، جبکہ لب ——قدرت نے انہیں ایک مردانہ سختی دی تھی، مگر وہ ہلکے گلابی تھے، ایسے کہ جیسے جلن اور تلخی میں بھی اپنی نرمی برقرار رکھے ہوئے ہوں۔ جبڑا تراشیدہ اور نمایاں تھا، ایسا کہ جیسے سنگ تراش نے کسی شاہکار کو تراشا ہو۔

اس کی کلائیوں پر نمایاں رگیں ابھری ہوئی تھیں، اور کہنیوں تک چڑھائی گئی آستینوں سے اس کے ہاتھوں کے پٹھے اور ٹیٹوز نمایاں ہو رہے تھے۔ وہ ہاتھ جو کسی کی زندگی لے بھی سکتے تھے اور کسی کے جسم کو گھائل بھی کر سکتے تھے، وہ ہاتھ جن پر نہ جانے کتنی کہانیاں نقش تھیں۔

نوکر نے جوتوں پر آخری برش پھیرا اور فوراً پیچھے ہٹ کر سر جھکا لیا۔ وہ پراسرار شخص کرسی پر بیٹھا، جیسے کسی تخت پر بیٹھنے کی عادت ہو۔ اس کی انگلیاں کرسی کی ہتھیوں پر رکھے، جیسے کسی قاتل کی چھری کے دستے پر گرفت ہو۔ ایک پیر دوسرے پر جمائے، وہ سامنے کھڑے شخص کو دیکھ رہا تھا، جو سر جھکائے، حکم کا منتظر تھا۔

"ڈیول، شیر خان کو ٹارچر روم لے جایا گیا ہے، آپ کے حکم کے مطابق۔"

اس کے ہونٹوں پر ہلکی سی، سرد مسکراہٹ ابھری۔ وہ خاموشی سے کھڑا ہوا، اپنے قوی وجود کو ایک غیر محسوس دباؤ کے ساتھ سنبھالتے ہوئے، پھر دھیمے مگر سخت لہجے میں بولا،" چلو، چلتے ہیں۔"۔

وہ چلنے لگا، ایک خاص بے نیازی، ایک خاص شاہانہ جلال کے ساتھ —جیسے زمین خود اس کے قدموں کی چاپ سے واقف ہو۔ اس کی چال میں ایک غیر معمولی وقار تھا، ایک ایسا انداز جو دشمنوں کے لیے دہشت اور حلیفوں کے لیے کشش رکھتا تھا۔

یہ شخص کوئی عام انسان نہ تھا —یہ ایک پراسرار کہانی تھا، ایک ایسا راز جسے جاننے کی ہر کسی میں ہمت نہ تھی۔

----☆☆☆----

کمرہ نیم تاریک تھا، بس سرخ روشنی کی ایک ہلکی سرسراہٹ تھی، جو ماحول کو کسی جہنم کی طرح دہکاتی محسوس ہو رہی تھی۔ دیواروں پر سائے تھر تھرا رہے تھے، جیسے وہ بھی اس جگہ ہونے والے ظلم کے گواہ ہوں۔

سیاہ وردی میں ملبوس محافظ، چہروں پر سیاہ ماسک چڑھائے، سخت سپاہیوں کی مانند دیوار کے ساتھ گہرا بنائے کھڑے تھے۔ ان کے وجود میں ہلکی سی بھی لرزش نہ تھی، جیسے وہ بھی اپنے مالک کی سنگدلی کا عکس ہوں۔

مرکز میں ایک کرسی تھی، جس پر ایک مرد جکڑا ہوا تھا —شیر خان۔ اس کی آنکھوں میں دہشت کا سایہ، چہرے پر موت کی پرچھائیں تھی۔ پسینہ اس کے ماتھے سے بہہ کر گردن میں جذب ہو رہا تھا۔ قریب ہی ایک اسٹیل کا ٹب رکھا تھا، جس میں ہلکا سا بلبلہ اٹھا، جیسے وہ بھی اپنے شکار کا انتظار کر رہا ہو۔ وہ تیزاب تھا —اتنا خالص، کہ جس چیز کو چھو لیتا، راکھ میں بدل دیتا۔

دفعتاً دروازہ کھلا —ڈیول۔

اس کی موجودگی کمرے کی سرد فضا کو اور منجمد کر گئی۔ ہر طرف ایک جمود طاری ہوگیا۔

وہ آہستہ قدموں سے آگے بڑھا، جیسے شکاری اپنے پھندے میں پھنسے شکار کا نظارہ کر رہا ہو۔ اس کی چال میں وہی بے نیازی تھی، جو اسے ایک شیطانی درندہ بناتی تھی۔

شیر خان کی نظریں اس کی طرف اٹھیں، اور فوراً ہی خوف سے جھک گئیں۔

"جانتا ہے یاقوت کون ہے؟"

ڈیول کی آواز میں سرد مہری کی ایسی شدت تھی کہ کمرے کا درجہ حرارت مزید نیچے چلا گیا۔ شیر خان کی آنکھیں پھٹ کر باہر آنے کو تھیں۔

۔"بیٹا ہے وہ میرا۔۔۔ میرا خون ہے"!۔

یہ سنتے ہی شیر خان کے بدن میں جھرجھری دوڑ گئی، جیسے کسی نے برف کی سل اس کی ریڑھ کی ہڈی میں اتار دی ہو۔

ڈیول نے آگے بڑھ کر جھک کر شیر خان کی شرٹ کے کالر کو ایک ہی جھٹکے میں دبوچا اور اسے اپنی طرف کھینچا ـــــ کرسی پیچھے سے اوپر اٹھ گئی، جیسے شیر خان کی ہڈیوں سے جان کھینچ لی گئی ہو۔

"کیا کہا تھا تو نے؟ چور ہے وہ؟"

شیر خان کانپ گیا، الفاظ جیسے اس کے حلق میں اٹک گئے ہوں۔

ڈیول نے اچانک اس کا چہرہ جھٹکے سے چھوڑا، اور پھر ایک زوردار پنجہ اس کے منہ پر مارا —شیر خان کے لب پھٹ گئے، خون کی ایک لکیر اس کے ٹھوڑی سے نیچے بہنے لگی۔

"میرے خون کو مارنے کی کوشش کی۔۔۔ اسے بھیڑ میں دھکیل کر مرنے کے لیے چھوڑا؟"

ڈیول کی آنکھیں موت جیسی سرد تھیں، اور اس بار اس نے پوری قوت سے شیر خان کے پیٹ میں لات ماری —کرسی دھڑام سے پیچھے گری، مگر محافظوں نے آگے بڑھ کر فوراً اسے سیدھا کر دیا۔

ڈیول نے ایک لمحے کی تاخیر کے بغیر ایک اشارہ کیا۔ ایک محافظ فوراً آگے بڑھا اور کینچی اس کے ہاتھ میں تھما دی۔

دوسری طرف۔۔۔

یاقوت، جو وینٹیلیشن ڈکٹ میں چھپ کر رینگ رہا تھا، اچانک رک گیا۔ نیچے سے آتی چیخیں اس کے دل میں کوئی انجانی دہشت پیدا کر رہی تھیں۔ وہ آہستہ سے جالی سے جھانکا، اور جو کچھ اس نے دیکھا، اس نے اس کی سانسیں روک دیں——۔

ڈیول کی پشت غیر واضح شخصیت۔

اس کا مہنگا لباس بھی اس کی سخت گیر مردانگی کو نہ چھپا سکا تھا۔کسرتی کمر کے تنے ہوئے مسلز، سیاہ قمیص میں بھی نمایاں تھے۔ اور جسامت ——جیسے خود تباہی کی علامت ہو۔

پھر یاقوت کی نظریں جھٹ سے کرسی پر گئیں۔

شیر خان۔۔۔

یاقوت کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا۔

۔"شیر خان"! وہ بےاختیار سرگوشی میں بولا۔

مگر نیچے تو جہنم کی آگ بھڑک رہی تھی۔

ڈیول نے کینچی کا پھل شیر خان کے چہرے کے قریب لے جا کر دھیرے سے مسکرایا۔ وہ کوئی جلدی میں نہ تھا۔

"تو نے میرے بیٹے کو مارنے کی کوشش کی۔۔۔"

کینچی کا پھل شیر خان کی ناک پر رکھا گیا، اور پھر۔۔۔

"چچچچچچچچچچچچک۔۔۔۔"

شیر خان کی چیخوں نے کمرے میں ہلچل مچا دی۔ محافظ بے حرکت کھڑے رہے۔ کسی کے چہرے پر رحم کا شائبہ تک نہ تھا۔

ڈیول کی قمیص پر خون کے قطرے پڑنے لگے، مگر اسے کوئی فرق نہ پڑا۔ اس نے شیر خان کی ناک مکمل طور پر چیر کر ایک طرف اچھال دی۔

یاقوت نے اپنی سانس روکی۔

اسے متلی محسوس ہونے لگی، اس کا دماغ چکرانے لگا۔ مگر وہ ایک بار پھر نیچے دیکھنے پر مجبور ہو گیا۔

ڈیول نے اب کی بار کینچی شیر خان کی پیشانی میں گاڑ دی، اور آہستہ آہستہ کھال چھیلنا شروع کی۔

چچچچچک۔۔۔

کھال کے نیچے گوشت نظر آنے لگا۔ خون کی دھاریں بہنے لگیں، اور جیسے ہی ڈیول نے اس کی پوری کھوپڑی سے کھال کھینچ کر پیچھے پھینکی، شیر خان کی چیخیں اب بس سسکیاں بن چکی تھیں۔

اب اس کا چہرہ ایک بھیانک نقشہ تھا —جہاں پہلے جلد تھی، وہاں اب سرخ، پچکے ہوئے مسلز تھے، خون کی دھاریں تھیں، اور ایک وہی بچی کھچی زندگی، جو ابھی تک نکلنے کا نام نہیں لے رہی تھی۔

ڈیول نے شیطانی مسکراہٹ کے ساتھ اس کے چہرے پر پنجہ مارا—۔

"کرڑ چچچچچک۔۔۔"

شیر خان کے دانت نیچے فرش پر گرے۔

یاقوت کا سانس تیز ہو گیا۔

پھر ایک لمحہ آیا—۔

یاقوت نے ڈیول کے ہاتھ کی پشت پر ایک ٹیٹو دیکھا —ایک آنکھ کا نشان۔

اچانک۔۔۔ یاقوت کی آنکھوں میں کوئی یاد چمک اٹھی۔

چند دھندلی تصویریں۔۔۔

ایک عورت چیخ رہی تھی۔۔۔

ایک آواز" —تمہیں کبھی تمہارا بیٹا نہیں ملے گا"!۔

پھر ایک سر، جو اس ٹیٹو والے شخص کے ہاتھوں پانی میں ڈوب رہا تھا۔۔۔

یاقوت نے چونک کر نیچے دیکھا۔

ڈیول۔۔۔ وہ۔۔۔؟

شیر خان غنودگی میں بولا"ہم۔۔ کو۔۔ چھوڑ۔۔ دو"۔ آواز دبی دبی سی نکلی جیسے بولنا مشکل ہو۔

ڈیول نے اب کی بار شیر خان کو گھسیٹا، اور اسے تیزاب کے ٹب کے کنارے لے گیا۔

"جا۔۔۔ میں نے چھوڑ دیا تجھے۔"

ڈیول نے ایک زوردار دھکا دیا—
ششششششششش۔۔۔۔

جیسے ہی شیر خان کا جسم تیزاب میں گرا، ہڈیوں کے گلنے کی آوازیں کمرے میں گونجنے لگیں۔ تیزاب میں اب بس جھاگ اور تحلیل ہوتی ہوئی ہڈیاں تھیں۔

یاقوت کو لگا، جیسے اس کا سر پھٹ جائے گا۔

اس کا دل کسی انجانے خوف سے لرزنے لگا۔

ڈیول سخت انداز میں بولا

"یہی انجام ہے۔۔۔ جو میرے بیٹے کو ہاتھ لگانے کی جرات کرے گا۔"

یاقوت نے بےیقینی سے نیچے دیکھا۔

یہ شخص۔۔۔ یہ قاتل۔۔۔؟

اس کا۔۔ بیٹا کون ہے۔۔۔؟

کمرے میں سناٹا پھیل چکا تھا۔ بس خون کی بساند تھی، جو دیواروں میں رچتی جا رہی تھی۔ تیزاب میں تحلیل ہوتی ہڈیوں کی آخری صدا بھی معدوم ہو چکی تھی۔

تبھی، خاموشی کے سمندر میں ایک آہٹ ہوئی۔ ایک شخص آگے بڑھا، اس کے ہاتھ میں سفید کپڑا تھا، جسے اس نے خاموشی سے ڈیول کے سامنے کیا۔ ڈیول نے کوئی تاثر ظاہر کیے بغیر وہ کپڑا تھاما اور اپنے خونی ہاتھوں کو آہستگی سے پونچھنے لگا، جیسے ابھی کسی مجسمے پر لگی گرد جھاڑ رہا ہو۔ دو محافظ گھٹنوں کے بل جھکے اور اس کے جوتوں سے خون کے چھینٹے کپڑوں سے رگڑ کر صاف کرنے لگے، جیسے کسی مقدس چیز کو چھونے کی سعادت حاصل کر رہے ہوں۔

ڈیول کی پشت اب بھی یاقوت کی سمت تھی، مگر یاقوت کے دل کی دھڑکن جیسے تھم سی گئی ہو۔ اس نے جو چہرہ دیکھا، وہ اس کے حواس پر بجلی بن کر گرا۔ کپڑا دینے والا شخص کوئی اور نہیں، شیخ اظہر تھا!۔

یاقوت کی آنکھوں میں ایک لمحے کے لیے ہوش اڑاتی وحشت در آئی۔ جیسے کسی پرانے زخم کو اچانک چیر دیا جائے، جیسے کسی بھولے راز کی قبر یکدم کھل جائے۔

اس کا سانس پھولنے لگا، دل جیسے کسی انجانے خوف کے شکنجے میں جکڑ گیا ہو۔ اس نے بےاختیار اپنا چہرہ ہاتھوں میں چھپا لیا"—شیخ اظہر...؟"۔

لیکن اسے یہاں رکنا نہیں تھا۔ نہیں، یہ وقت تھا یہاں سے نکل جانے کا، جلد از جلد، بغیر کسی تاخیر کے۔ یاقوت نے ایک آخری نظر اس منظر پر ڈالی، پھر قدموں کو ضبط میں رکھتے ہوئے تیزی سے وہاں سے کھسک گیا۔

اس کے جاتے ہی ڈیول کی آواز کمرے میں گونجی، ایک عجیب ٹھہراؤ لیے، جیسے موت کا کوئی فرمان سنایا جا رہا ہو۔

۔"میں فریش ہو کر شہر نکل رہا ہوں۔ ویسے بھی ...اب آخری گیم باقی ہے۔ ہسپتال جا کر رپورٹس دیکھنی ہیں، حالانکہ یقین تو مجھے پہلے ہی ہے ...مگر پھر بھی۔"۔

شیخ اظہر خاموش کھڑا رہا، پھر آہستہ سے بولا،

"میرے لیے کیا حکم ہے؟"

ڈیول نے اپنی آنکھوں کو ایک لمحے کے لیے سمیٹا، پھر ایک زہریلی مسکراہٹ اس کے لبوں پر ابھری، جو وحشت سے زیادہ سرد تھی۔

"تم میرے ساتھ چلو گے۔"

شیخ اظہر نے گہری سانس لی، جیسے وہ یہ سب پہلے ہی جانتا ہو۔

"اور گیم؟"

ڈیول کی انگلیاں اب بھی خونی کپڑے کو مروڑ رہی تھیں، جیسے اس میں کسی چھپے راز کو نچوڑنے کی کوشش کر رہا ہو۔ وہ ایک قدم آگے بڑھا، شیخ اظہر کے بالکل قریب آ کر، پھر انتہائی مدھم مگر سفاک لہجے میں بولا،

۔"گیم ختم ہونے والی ہے ... کچھ وقت کی بات ہے۔ اور ویسے بھی، پیچھے بچے گا کون کسی کو شک ہوتا ہے تو ہونے دو؟"۔

وہ لمحہ گویا وقت کا گلا گھونٹنے جیسا تھا۔ پھر ایک پل کو خاموشی چھا گئی، جیسے موت بھی اس مکالمے کے وزن تلے دب گئی ہو۔

ڈیول نے رخ موڑا اور دروازے کی سمت چل دیا، قدموں میں وہی ٹھہراؤ، وہی اعتماد، جیسے زمین اس کے راستے خود ہموار کر رہی ہو۔

شیخ اظہر پیچھے خاموشی سے سر جھکائے کھڑا تھا۔

''گیم کی مینیجمنٹ کو پیغام دے دو ...یاقوت کو ہاتھ نہ لگایا جائے، جب تک میں اجازت نہ دوں۔''

یہ آخری جملہ ڈیول نے کہتے ہی دروازہ کھولا، اور تاریکی میں تحلیل ہو گیا۔

----☆☆ ☆----

یاقوت کی نظریں بدستور خلا میں جمی تھیں، جیسے وہ کسی گہری الجھن میں گم ہو۔ دیان اور باسط بے چینی سے اس کا چہرہ تک رہے تھے، اور جب وہ دیر تک خاموش رہا تو باسط کی آواز ابھری، جس میں ہلکا سا استہزائیہ رنگ نمایاں تھا۔

۔''شیخ اظہر وی آئی پی کیسے ہو سکتا ہے؟ وہ تو اچھا انسان معلوم ہوتا تھا'' باسط نے کہا

یاقوت نے جھنجھلا کر سر پر ہاتھ مارا اور گہری سانس لی، جیسے خود کو قابو میں رکھنے کی کوشش کر رہا ہو۔

۔''باسط بھائی اس دنیا میں اچھا وہ ہی ہے جس کا نام اچھا ہے، خیر اس کو دفع کرو، اصل مسئلہ کچھ اور ہے ''!اس کا لہجہ چبایا ہوا تھا، جیسے کسی پیچیدہ راز کو زبان پر لانے میں ہچکچا رہا ہو۔

دیان نے بھنویں چڑھا کر اسے دیکھا، آنکھوں میں سنجیدگی تھی۔

"کیا مسئلہ؟"

یاقوت نے لمحے بھر کے لیے لب بھینچے، نظریں جھکا کر سوچنے لگا، پھر دھیرے سے کھنکار کر بولا،

"میں ان کے ایک مخصوص کمرے میں گیا تھا ...جہاں کمپیوٹرز رکھے تھے۔"

دیان اور باسط خاموش ہو گئے، ماحول پر ایک گہرا سکوت چھا گیا۔ یاقوت نے گردن جھکائی، جیسے الفاظ چننے میں احتیاط برت رہا ہو، پھر دھیمے مگر ٹھوس لہجے میں بولا،

"ان کمپیوٹرز میں تمام پلیئرز کا ڈیٹا محفوظ تھا۔"

دیان نے ہلکا سا سر جھکایا، ایک پل کو سوچا، پھر سیدھا ہوتے ہوئے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھا،

"تو؟"۔

یاقوت نے ہلکی سی نظر اٹھا کر اسے دیکھا، جیسے کسی گہری حقیقت کو عیاں کرنے سے پہلے خود کو آمادہ کر رہا ہو، پھر ایک گہری سانس لے کر نظریں چرائیں اور بولنے لگا...۔ ۔۔۔۔

۔۔۔۔۔

وینٹیلیشن ڈکٹ کے اندر یاقوت کی سانسیں دھیمی تھیں، ہر حرکت محتاط اور نپی تلی، جیسے ذرا سی آہٹ بھی خطرے کو دعوت دے سکتی ہو۔ وہ گھٹنوں کے بل سرکتا جا رہا تھا کہ دائیں جانب ایک جھری سی نظر آئی—نیچے کمپیوٹرز کی قطار تھی، سکرینوں کی مدھم روشنی اندھیرے میں چمک رہی تھی۔

یاقوت کی پیشانی شکن آلود ہوئی، مگر اصل حیرانی اسے تب ہوئی جب اس نے جالی کو غور سے دیکھا—یہ نٹس کمرے کی طرف سے کسنے کے بجائے، وینٹیلیشن ڈکٹ کی طرف سے مضبوط کیے گئے تھے۔

۔"عجیب ہے "...وہ زیرلب بڑبڑایا، آنکھوں میں شکوک مزید گہرے ہو گئے۔ اس جگہ کی ہر چیز کے پیچھے کوئی نہ کوئی مقصد تھا، کوئی نہ کوئی راز پوشیدہ تھا۔

یاقوت نے جیب میں ہاتھ ڈالا، چھری نکالی، اور مہارت سے نٹس کھولنے لگا۔ جالی کو آہستہ سے ایک طرف سرکایا اور قریب رکھی الماری پر پھرتی سے چڑھ گیا۔ قدموں کی چاپ کو ہلکا رکھنے کے لیے اس نے آہستگی سے قدم جمائے اور پھر ٹیبل پر کود کر نیچے آ گیا۔

سامنے قطار میں کمپیوٹر سجے تھے، سرورز کی ہلکی گونج خاموشی میں سرسراتی سنائی دے رہی تھی۔ یاقوت نے ایک کمپیوٹر کا ماؤس ہلایا، سکرین جگمگائی——۔

"Enter Password"

سکرین پر نمودار ہوتے الفاظ دیکھ کر یاقوت کے لب بھینچ گئے، اب اس کے ذہن کی تیز رفتاری کا امتحان تھا۔

۔"یہ لوگ شیطان کی پرستش کرتے ہیں "...اس کے لبوں سے سرگوشی نکلی، جیسے کوئی الجھی گتھی سلجھ رہی ہو۔

وہ کرسی پر بیٹھا، انگلیاں کی بورڈ پر دھیرے سے رکھیں، اور مختلف الفاظ ذہن میں دوہرانے لگا:

"Lucifer the Morning Star"

"Fallen Angel"

"Hell"

"666"

"Wednesday"

آنکھیں سکرین پر جمی تھیں، دماغ تیزی سے کام کر رہا تھا۔ پھر یکدم، کسی بجلی کی مانند ایک خیال اس کے ذہن میں لپکا——۔

"H316FA"

اس نے تیز انگلیوں سے کی بورڈ پر وہی حروف ٹائپ کیے، ایک لمحے کے توقف کے بعد...۔

Access Granted

یاقوت کے ہونٹوں پر دھیمی سی مسکراہٹ ابھری، مگر وہ جلدی سے سنجیدہ ہوا اور ہشیاری سے کمپیوٹر میں گھسنے لگا۔

سکرین پر ایک ویب سائٹ کھلی:۔

“Welcome Whale”

“The Players’ Personal Information Chart”

نیچے ایک سرچ بار تھا—۔

“Type Name or Player No.”

یاقوت نے ہلکا سا سانس خارج کیا، اپنی انگلیاں چٹخائیں اور فوراً اپنا نام ٹائپ کیا۔

چند ہی لمحوں میں، اس کے سامنے ایک مکمل تفصیلات سے بھرا ہوا پروفائل کھل چکا تھ:

Name: Yakoot

Country:Illegal immigrant

یاقوت نے یہ پڑھ کر غضب سے منہ بنایا۔ پھر کام پر لگا۔

Current Status: Diamond Part

Father’s Name: Nil

Mother’s Name: Nil

Profession: Cone Artist

یاقوت نے لب کاٹ لیے، آنکھیں چند لمحوں کے لیے سکرین پر جمی رہیں۔

۔"یہ لوگ سب کچھ جانتے ہیں "...وہ زیرلب بڑبڑایا، حلق خشک ہونے لگا۔

کچھ دیر سوچنے کے بعد اس نے تیزی سے سرچ بار میں ایک اور نام ڈالا——

“Kahf”

سکرین پر لوڈنگ آئیکن گھوما، پھر...۔

یاقوت کے ہونٹوں پر دھیمی، معنی خیز مسکراہٹ پھیل گئی۔

یاقوت کی انگلیاں کی بورڈ پر تیزی سے حرکت کر رہی تھیں، اس کی آنکھوں میں اضطراب تھا، سانسیں بےترتیب۔ کہف کی پروفائل دیکھنے کے بعد اس نے کچھ سوچتے ہوئے اگلا نام ٹائپ کیا——

“Basit”

سکرین پر ایک لمحے کے لیے لوڈنگ آئیکن گھوما، پھر ایک نئی ونڈو کھلی :۔

Name: Muhammad Basit

Country: Pakistan

Current Status: Diamond Part

Father’s Name: Badshah Sultan

Mother’s Name: Noor Fatima

Profession: Banker

یاقوت نے گہری سانس لی، مگر ابھی وہ تجزیہ مکمل کر بھی نہ پایا تھا کہ اچانک ایک خیال بجلی کی مانند اس کے ذہن میں لپکا۔ اس نے فوراً اگلا نام ٹائپ کیا——

“Abdul Deyan”

لوڈنگ....۔

پھر سکرین پر نئی انفارمیشن جگمگائی:۔

Name: Abdul Deyan

Country: Pakistan

Current Status: Diamond Part

Father's Name: Badshah Sultan

Mother's Name: Noor Fatima

Profession: Auditor in Star Shine Company

یاقوت کا دل زور سے دھڑکا۔ ایک لمحے کے لیے اس کی انگلیاں کی بورڈ پر جمی رہ گئیں، آنکھیں حیرت سے سکرین پر ٹک گئیں۔

"یہ کیا...؟"

اس کے اندر کچھ ٹوٹتا محسوس ہوا، جیسے کوئی الجھی گتھی کسی خوفناک حقیقت کی طرف کھینچ رہی ہو۔

"Impossible

وہ سرگوشی میں بولا، مگر سکرین کے الفاظ وہی تھے——ناقابلِ تردید، ناقابلِ انکار

یاقوت کا ذہن تیزی سے دوڑنے لگا۔

۔"یہ کیسے ممکن ہے کہ باسط بھائی اور دیان بھائی دونوں کے والدین کے نام ایک جیسے ہوں؟ یہ کوئی عام اتفاق نہیں ہو سکتا"!۔

ایک ہلکی سی سنسناہٹ اس کی ریڑھ کی ہڈی میں دوڑ گئی۔

۔"اگر باپ کا نام بادشاہ سلطان ہوتا، مگر آگے کچھ مختلف ہوتا، یا ماں کے نام میں ذرا سا بھی فرق ہوتا تو الگ بات تھی ...مگر یہ؟ یہ ایک اتفاق نہیں ہو سکتا"!۔

یاقوت نے جھٹکے سے اپنی کرسی پیچھے کی، ماتھے پر پسینہ نمودار ہونے لگا۔

"کہیں دیان بھائی باسط بھائی کے...؟"

دل ایک لمحے کو تھم سا گیا۔

"کہیں دیان بھائی وہی بھائی تو نہیں، جسے باسط بھائی سالوں سے تلاش کر رہے ہیں؟"

اس کا حلق خشک ہونے لگا، کانوں میں خون کی سنسناہٹ تیز ہو گئی۔

"اگر یہ سچ ہے تو...؟"

اس نے سکرین پر نظریں جمائیں، جیسے کوئی پوشیدہ حقیقت اس میں دفن ہو، جیسے یہ صرف ایک راز نہیں بلکہ ایک ایسا بھید ہو جو سب کچھ بدل سکتا ہو۔

کمپیوٹر کی روشنی میں اس کا چہرہ سپاٹ مگر آنکھوں میں ہلچل تھی—ایک راز جو پردے کے پیچھے تھا، مگر اب، بہت قریب تھا، بے نقاب ہونے کے دہانے پر۔

۔ یاقوت نے گھبراہٹ میں کمپیوٹر بند کیا، جیسے کوئی ممنوعہ راز بے دھڑک کھول بیٹھا ہو۔ اس کے ہاتھ اب بھی کی بورڈ پر تھے، مگر دماغ تیزی سے کسی اور سمت دوڑ رہا تھا۔ وہ کرسی سے اٹھا ہی تھا کہ ایک نظر قریب رکھی الماری پر پڑی۔

ایک فائل...۔

چمڑے کے سرورق پر مہر لگی تھی، اور درمیان میں قفس میں قید ایک خوفناک شارک بنی ہوئی تھی۔ یاقوت کے ماتھے پر شکنیں ابھریں۔

"یہ کیا ہے...؟"

اس نے بےساختہ فائل کھولی، مگر جیسے ہی اس کی نظر اندر لکھی تحریر پر پڑی، وہ ٹھٹھک گیا۔

یہ کوئی عام زبان نہ تھی...

لکیر در لکیر، عجیب و غریب الفاظ —ایسے نشانات جو انسانی تحریر کم اور کوئی خفیہ کوڈ زیادہ لگ رہے تھے۔ کہیں کوئی مہر تھی، کہیں ایسی علامتیں جن کا مفہوم سمجھنا یاقوت کے لیے ناممکن تھا۔

"یہ ...کیا ہے؟"

دل کی دھڑکن بےترتیب ہوئی۔ انگلیاں خودبخود فائل کے صفحات پلٹنے لگیں، مگر کچھ سمجھ نہ آیا۔ بس ایک بات واضح تھی—یہ کسی عام معاہدے یا ڈیٹا کی فائل نہیں تھی۔ یہ کسی بڑے، کسی بہت بڑے راز کی دستاویز تھی۔

یاقوت نے فوراً فائل تہہ کر کے اپنی شرٹ کے اندر چھپا لی۔ پسینے کی ہلکی سی تہہ اس کی پیشانی پر نمودار ہوئی۔

اور پھر...۔

باہر سے قدموں کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ بھاری جوتے، جیسے کوئی قریب آ رہا ہو۔

اس کا دماغ تیزی سے کام کرنے لگا۔ وہ گھوم کر دوبارہ وینٹیلیشن ڈکٹ کی طرف بڑھا، اپنی جگہ پر چڑھا، اور جلدی سے جالی دوبارہ لگا کر نٹ کسے۔ ہر حرکت خاموشی سے کی، جیسے سانس بھی لیے بغیر چھپنے کی کوشش کر رہا ہو۔

نیچے سائے نمودار ہوئے۔ آوازیں قریب آتی گئیں۔

یاقوت وینٹیلیشن کے تنگ راستے میں سرکتا باہر کی طرف جانے لگا، لیکن جیسے ہی وہ ایک موڑ پر پہنچا، نیچے سے ایک آواز آئی——۔

دیان کی۔

زینب دیان سے کچھ کہہ رہی تھی۔

یاقوت رک گیا۔ دل بےساختہ زور سے دھڑکا۔

اب آگے۔۔۔۔۔۔

----☆☆☆

یاقوت نے ایک گہری سانس لی۔

سامنے باسط اور دیان بیٹھے تھے، دونوں کی آنکھوں میں حیرت، الجھن، اور ایک بےنام بے چینی تھی۔ یاقوت نے دونوں کو دیکھا، پھر بولنے سے پہلے لمحہ بھر توقف کیا، جیسے ہر لفظ کو صحیح انداز میں کہنے کے لیے ترتیب دے رہا ہو۔

"آپ دونوں بھائی ہو۔"

دیان اور باسط نے بیک وقت ایک دوسرے کو دیکھا، جیسے ایک لمحے کے لیے وقت تھم گیا ہو۔

۔"نمل باجی نے بتایا تھا مجھے کہ باسط بھائی اپنا کھویا ہوا بھائی ڈھونڈ رہے ہیں۔ مگر شاید کسی نے غور نہیں کیا ...آپ دونوں کی شکلیں بھی کچھ حد تک ملتی ہیں، آواز میں بھی کچھ مماثلت ہے ...اور اندازِ گفتگو بھی"...۔

یاقوت نے بیڈ پر چڑھ کر باسط کی ٹینک ٹاپ کی پشت پر نظر ڈالی۔ گردن کی پشت پر ایک ہلکا سا نشان تھا—برتھ مارک۔

اس نے فوراً دیان کی گردن کی پشت پر نظر دوڑائی ...اور وہاں بھی وہی نشان۔

یاقوت کی آنکھوں میں جیسے روشنی سی لوٹ آئی۔ اس نے ہاتھ جھاڑتے ہوئے سر اثبات میں ہلایا

اور پھر نیچے اتر کر ان دونوں کے سامنے کھڑا ہوا اور سنجیدگی سے بولا

۔"دیان،بھائی جب آپ سویمنگ کر رہے تھے، تب میں نے آپ کی گردن پر یہ برتھ مارک دیکھا تھا۔ اور ابھی، جب باسط بھائی نے مجھے اوپر چڑھنے میں مدد دی، تب میں نے وہی نشان ان کی گردن پر دیکھا ...تب میرا ذہن اس طرف نہیں گیا، مگر اب ...اب سب واضح ہو رہا ہے۔"۔

باسط کا رنگ فق ہوگیا، دیان کا سانس بےترتیب ہونے لگا۔

باسط نے لرزتی آواز میں کہا" :میرا جڑواں بھائی تھا ...میرے بابا اسے جوے میں ہار گئے تھے "... ۔

کمرے میں سناٹا چھا گیا۔

۔"میرے بابا نے اسے اس شخص کو دے دیا۔ تھا جو جوا۔ جیتا تھا، مگر امی کو اس کا علم نہیں تھا۔ جب میں آٹھ سال کا ہوا، تب امی کو پتہ چلا ...اسی لیے وہ بابا سے لڑی تھیں۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا ...بابا نے امی کو تھپڑ مارا تھا ...وہ گر پڑیں، ان کا سر ٹیبل کے نوکدار کنارے سے ٹکرا گیا ...اور وہ ہمیشہ کے لیے چلی گئیں۔"۔

دیان کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں جکڑ لیا ہو۔ آنکھوں میں ایک دم چبھن سی محسوس ہوئی، وہ کچھ بول نہ سکا، بس خاموشی سے آنسو نگل گیا۔

یاقوت نے گہری نظر دیان پر ڈالی۔

"اور آپ کو کیسے یقین ہے کہ بادشاہ سلطان اور نور فاطمہ آپ کے والدین ہیں؟"

دیان نے سر جھکایا، آنسو حلق میں اٹک گئے تھے۔ پھر وہ آہستہ سے بولا

۔''*میرے فوسٹر ڈیڈ ...وہ آئی ایس آئی کے ایجنٹ تھے۔ ایک بار وہ ایک گینگسٹر کے گھر گئے، اسے پکڑنے کے لیے ...مگر وہاں وہ شخص، جس نے مجھے جوے میں جیتا تھا، مجھے اس گینگسٹر کو بیچنے والا تھا۔ میرے فوسٹر ڈیڈ نے اس گینگسٹر کو وہیں ختم کر دیا، اور اس کے آدمیوں کو گرفتار کر لیا۔ وہ جواری شخص بھی ان کے ہاتھ لگا ...اور اس نے میری اصلی شناخت بتائی—میرے اصل والدین کے نام ...بادشاہ سلطان اور نور فاطمہ۔''۔

باسط نے دیان کو بےیقینی سے دیکھا، جیسے کوئی خواب حقیقت بنتا محسوس ہو۔

یاقوت نے دیان کی طرف رخ کیا اور پوچھا

''آپ آرمی میں تھے، پھر آپ نے باسط بھائی کو کیوں نہیں ڈھونڈا؟''

دیان نے لمبی سانس لی، جیسے برسوں کی تھکن ایک ہی پل میں اسے آ دبوچنے لگی ہو۔

۔''میں نے ڈھونڈا ...میرے فوسٹر ڈیڈ مجھے لے کر بھی گئے تھے اس پتے پر ... مگر وہاں میرے والدین نہیں تھے۔'' ۔

باسط نے نم آنکھوں سے سر اثبات میں ہلایا، جیسے وہ یہ سب پہلے ہی جانتا ہو، مگر پھر بھی سن کر دل میں ایک زخم سا لگا ہو۔

۔"امی کو تمہاری کلکاری کی آوازیں سنائی دیتی تھیں ...وہ ہر وقت اداس رہتی تھیں، اسی لیے وہ اس گھر سے چلی گئیں۔ وہ تمہیں مردہ سمجھ کر زندہ رہنے کی کوشش کر رہی تھیں۔"۔

باسط نے دیان کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھیں جیسے سوال کر رہی تھیں"——یہ سب حقیقت ہے؟ کیا میں واقعی اپنے بھائی کے سامنے ہوں؟"۔

دیان کے ہونٹ کانپے۔ اگلے ہی لمحے وہ تیزی سے باسط کی طرف بڑھا اور اسے زور سے گلے لگا لیا۔

دونوں بھائی، برسوں کی جدائی کے بعد ایک دوسرے سے لپٹ کر رو رہے تھے۔

یاقوت ایک لمحے کے لیے پیچھے ہٹا اور دونوں کو دیکھتا رہا

یہ گیم ...کسی کے لیے عذاب تھی، کسی کے لیے نعمت۔ جیسے باسط اور دیان کے لیے، جیسے کہف اور نمل کے لیے...

باسط نے سر اٹھایا، آنسوؤں کو بےدھڑک صاف کیا اور ایک تھکی ہوئی ہنسی کے ساتھ بولا

۔"میں نے تمہیں کتنا ڈھونڈا تھا، دیان ...اس گیم میں اس لیے آیا تاکہ چنگیز کو اس کے پیسے دے سکوں ...وہ کہہ رہا تھا کہ اگر میں نے اس کے پیسے نہ دیے، تو وہ تمہیں مار دے گا۔"۔

دیان کے چہرے پر ایک سرد مسکراہٹ ابھری، اس کی آنکھوں میں چنگاریاں جلنے لگیں۔

"اگر میں اس گیم سے ایک بار باہر نکل آیا ...تو اس چنگیز کو زندہ نہیں چھوڑوں گا، میرے بھائی۔"

دیان نے دانت کچکچائے۔

یاقوت خاموش کھڑا دونوں کو دیکھ رہا تھا، مگر اس کے ذہن میں طوفان مچ چکا تھا۔

"یہ سب اپنی جگہ ...مگر میری کہانی کیا ہے؟ وہ آوازیں، وہ فلیش بیک ...میرا ماضی کیا ہے؟"

اس کا دل زور سے دھڑکا، جیسے کوئی پوشیدہ حقیقت اندر ہی اندر دستک دے رہی ہو...۔

دیان اور باسط ایک دوسرے سے گلے لگ کر پیچھے ہوئے، پھر دیان ایک گہرا سانس لے کر گویا ہوا، ۔"میں نے اس گیم کے لیے اپنی دوسری پروفائل استعمال کی تھی ...وہی جس میں امی ابو کا نام لکھا تھا اور ایک کمپنی کا ذکر بھی تھا جہاں میں نے ایک مشن کے دوران ملازمت کی تھی۔تو اب کی بار مجھے اس مشن کے لیے اسی پرانی پروفائل کا دوبارہ استعمال کرنا پڑا"۔

دیان کی آواز میں ٹھہراؤ تھا، مگر آنکھوں میں کسی گزرے لمحے کی پرچھائیاں لرز رہی تھیں۔ گلے کی گلٹی ایک لمحے کو ابھری، پھر معدوم ہوگئی، جیسے وہ خود کو سنبھالنے کی کوشش کر رہا ہو۔

یاقوت نے معنی خیز نظروں سے دیان کو گھورا، پھر ہنکارا بھرتے ہوئے بولا، "بڑی عجیب بات ہے!۔ یہ گیم ہر کسی کا کچا چٹھا کھول کر رکھ دیتی ہے، مگر آپ کے بارے میں کچھ نہ جان پائی؟ "وہ ہلکے سے مسکرایا،" بھئی، کمال ہے ! آپ تو جیسے کوئی جادوگر ہیں"!۔

دیان نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ گہری نظروں سے یاقوت کو دیکھا، پھر سکون بھری مگر مضبوط آواز میں بولا،'' کمانڈو ہوں، بے وقوف نہیں۔ ہر قدم سوچ سمجھ کر رکھا، ہر سراغ خود اپنے ہاتھوں سے مٹایا۔ اسی لیے یہ لوگ میرے بارے میں کچھ نہ جان پائے۔ ان کے لیے میں بس ایک عام انسان ہوں، جو اس گیم کا ایک اور مہرہ ہے۔۔۔ مگر حقیقت میں، میں اس کھیل کو بنانے والوں سے زیادہ چالاک ہوں۔''۔

اس نے ایک لمحے کے توقف کے بعد کندھے سیدھے کیے اور ہلکے مگر گمبھیر لہجے میں کہا،'' اسی لیے، اس گیم کی نظروں میں میرا اصل چہرہ کبھی نہ آسکا۔

اسی چلا کی کی وجہ سے میرا کوڈ نیم

The wolf fox

ہے''۔

یاقوت نے آنکھیں سکیڑ کر مصنوعی سنجیدگی سے سر ہلایا،'' اوہ، تو جناب صرف شیر کی کھال میں بھیڑیا نہیں، بلکہ لومڑی کی چالاکی بھی رکھتے ہیں؟ ''پھر مسکراتے ہوئے بولا،'' مان گئے، استاد !اتنی ہوشیاری تو جیمز بانڈ میں بھی نہیں تھی''!۔

یاقوت نے دیان کو سر سے پیر تک گھورتے ہوئے ایک لمبا سانس لیا، پھر ہلکی سی طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ بولا،

۔"میں جب پہلی بار آپ سے ملا تھا نہ، تب ہی دل نے کہا تھا کہ یہ بندہ عام نہیں ہے۔ کچھ تو ہے جو نظر نہیں آ رہا۔ دل میں کچھ اور، دماغ میں کچھ اور، آنکھوں میں کچھ اور، زبان پر کچھ اور چہرے کے تاثرات کچھ اور ، اور کر کیا رہا ہوتا ہے؟ کچھ اور ہی"!۔

وہ ہلکے سے قہقہہ لگا کر بولا،" بھئی واہ، دیان بھائی !مان گئے، آپ تو چالاکی میں لومڑی اور ذہانت میں بھیڑیا لگتے ہیں !بندہ ایک بار کو آپ کی باتوں میں آ جائے، مگر جو آپ کے اشارے، نظروں اور حرکات کو سمجھ لے، وہی جان سکتا ہے کہ کھیل کس لیول کا ہے"!۔

یاقوت نے مصنوعی سنجیدگی سے سر ہلایا،

.۔"اب سمجھ آیا کہ آپ کا سیکرٹ نام'

The Wolf'fox

کیوں ہے۔ مطلب، لومڑی کی چالاکی اور بھیڑیے کی تیزی ——زبردست کمبو ہے، بھائی”!۔

پھر یاقوت نے ایک لمبی سانس کھینچی، پھر سرسراتے انداز میں بولا،“ چلو، کم از کم ایک بات تو طے ہوگئی کہ کہف کی شادی اب آپ سے نہیں ہوگی۔ ”وہ ایک لمحے کو رکا، جیسے کچھ یاد آیا ہو، پھر فوراً ہی اپنی مخصوص چمکدار مسکراہٹ کے ساتھ بولا،“ اوہ، ہاں !لیکن اصل میں تو وہ آپ کی سگی بہن نہیں ہے،”۔

اس نے افسوس سے بچوں کی طرح لب سکیڑ لیے

باسط جو خاموشی سے سب سن رہا تھا، یکدم چونکا،“ شادی؟”۔

یاقوت نے کندھے اچکائے،“ ہاں بھئی، دیان اور کہف کی ...یہ دونوں ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں۔”۔

دیان نے فوراً سنبھل کر وضاحت کی،“ یعنی ہاں، میں کرتا ہوں۔ اس کا مجھے نہیں پتہ”!۔

باسط نے ایک معنی خیز نظر دیان پر ڈالی، پھر شریر مسکراہٹ کے ساتھ پوچھا، “تو پھر اسے بتانے کا ارادہ ہے یا میں بتاؤں؟”۔

دیان نے فوراً ہاتھ اٹھا دیا، ‘‘نہیں باسط، میں خود بتاؤں گا’’!۔

باسط مسکرا کر کھڑا ہوگیا، ‘‘تو میں ابھی جا کر کہف کو یہ خبر سنانے والا ہوں کہ جس بھائی کو میں اتنے دنوں سے ڈھونڈ رہا تھا، وہ میرے سامنے کھڑا ہے’’!۔

دیان کی آنکھوں میں ایک نرمی سی در آئی۔ اس نے ہلکے سے سر ہلایا اور ایک کمزور سی مسکراہٹ دی، جیسے یہ حقیقت اب بھی اس کے لیے مکمل طور پر ہضم کرنا آسان نہ ہو۔

باسط دروازے کی طرف بڑھا، تو یاقوت نے میز پر رکھی فائل اٹھالی۔ اس پر ایک مخصوص لوگو تھا —۔ ایک شارک، پنجروں میں قید!۔

یاقوت کے ذہن میں خطرے کی ایک گھنٹی بجی۔ اس نے فائل کے سرورق کو گھورا، پھر زیرلب بڑبڑایا، ‘‘کہیں بلیو وہیل گیم کے بعد یہ لوگ کوئی نیا کھیل تو نہیں بنا رہے؟ جس کا نام شارک کیج ہو؟’’۔

دیان نے یاقوت کو گہری نظر سے دیکھا، جیسے وہ بھی اسی خیال کی طرف مائل ہورہا ہو۔ یاقوت کی پیشانی پر سنجیدگی کے آثار گہرے ہونے لگے، اب کی بار وہ

جو سوچ رہا تھا اونچا بول گیا‘‘اور سب سے اہم سوال ...یہ ڈیول کون ہے جو یہ سب چلا رہا ہے؟‘‘۔

دیان نے بھی سوچتے ہوئے سر ہلایا،‘‘ پتہ لگوا لیں گے۔‘‘۔

یاقوت نے دانتوں تلے ہونٹ دبا کر سرسراتے لہجے میں کہا،‘‘ کہیں ایسا تو نہیں کہ شیطان نے واقعی انسانی شکل اختیار کرلی ہو؟اور اس گیم کو چلا رہا ہو اور جس نے شیر خان کو مارا وہ اصل میں شیطان ہی ہو‘‘۔

دیان نے ایک طویل، جانچتی ہوئی نظر یاقوت پر ڈالی، جیسے سوچ رہا ہو کہ یہ مذاق کر رہا ہے یا واقعی سنجیدہ ہے۔ یاقوت نے شانے اچکائے،‘‘ مطلب، ہوسکتا ہے‘‘!۔

دیان نے آہستہ سے سر جھٹکا،‘‘ جا، سو جا۔ نیند پوری کر لے۔‘‘۔

یاقوت نے منہ بنا کر بازو باندھ لیے،‘‘ لو جی !میری وجہ سے تم دونوں بھائی مل گئے، اور اب مجھے ہی تڑیاں دیکھا رہے ہو؟‘‘۔

دیان کے چہرے پر ایک نرمی بھری مسکراہٹ آئی،'' اس گیم کے بعد دعوت میری طرف سے، شکریہ کے طور پر۔''۔

یاقوت نے ایک آنکھ دبا کر چمکتی آنکھوں سے کہا،'' دعوت میں پلیٹوں کے نیچے دس، دس لاکھ رکھ دینا، پھر مزہ آئے گا''!۔

دیان نے بےاختیار گردن جھٹکی، اور یاقوت جلدی سے بیڈ پر جا کر دبک گیا، جیسے اب کوئی اور چبھتی بات کرنے سے پہلے خود کو محفوظ کر لینا چاہتا ہو۔

دیان خاموشی سے فائل پر نظریں گاڑھے کھڑا رہا، جیسے کوئی الجھی ہوئی گتھی سلجھانے کی کوشش کر رہا ہو۔ یاقوت کروٹ بدل کر بظاہر سونے لگا، مگر اس کے ذہن میں وہی سوال گونج رہا تھا—یہ کھیل کون چلا رہا ہے؟ اور کیوں؟اور وہ فلیش بلیک وہ آواز کیا تھی وہ ٹیٹو اس کو وہ کیسے، پہچانتا تھا۔



یکدم وہ مخصوص، وہیل کی پہچان، وہ دل دہلا دینے والی آواز، جو نیند اور حقیقت کے درمیان کی آخری لکیر بھی مٹا دیتی تھی۔ یہ وہ صدا تھی جو خوابوں کو چیر کر، وہم و گمان کو جھنجھوڑ کر حقیقت میں کھینچ لاتی تھی۔

یہی ہوا۔ کمروں میں بکھری سست آنکھیں ہڑبڑا کر کھلیں۔ جسم نیند کی زنجیروں سے آزاد ہونے لگے۔ جیسے ہی شور کی بازگشت تھمی، اناؤنسمنٹ ابھری، آواز میں وہی سرد مہری، وہی اجنبی پن——۔

"Warriors, pack your bags and assemble in the dining room. You have exactly twenty minutes."

دیان کا ماتھا ٹھنکا۔ اس کے ذہن میں الارم بجا۔ نگاہیں کسی نامعلوم اندیشے میں سمٹ گئیں۔ اس نے قدرے الجھن میں، مدھم مگر سوالیہ لہجے میں کہا،

"یہ بیگ پیک کرنے کا کیا کہہ رہے ہیں؟"

باسط نے بےاختیار سر جھٹکا، پیشانی پر شکنیں ابھریں۔ دیان نے لمحہ ضائع کیے بغیر قدم بڑھائے، الماری کھولی، بیگ نکالے۔ ایک باسط کی طرف اچھالا، دوسرا یاقوت کے حوالے کیا، اور تیسرے میں وہ مخصوص فائل رکھ دی، وہی فائل جو یاقوت لایا تھا۔ فائل کے اوپر کپڑے تہہ کرکے رکھے ہی تھے کہ یاقوت کی کھنکتی آواز آئی۔ ،۔

۔''کیا یہ قاتلانہ فیشن شو ہے جس میں ماڈلنگ کرنی ہے؟ یا پھر کفن میں بھی استری کے نشان ہونے ضروری ہیں؟بھائی یہ، کپڑے کس، لیے''۔

دیان نے کندھے اچکائے۔ جواب دینا غیر ضروری تھا۔

باری باری سب فریش ہو کر آئے۔ دیان نے وہی کپڑے زیب تن کیے جو پہلے دن پہنے تھے

فرق صرف اتنا تھا کہ اس کے ہاتھوں میں کٹے ہوئے لیدر دستانے تھے، جن سے اس کی انگلیوں کی ابھری ہوئی نسیں نمایاں ہو رہی تھیں —مضبوط، سخت، جیسے گرفت میں آئی کسی بھی چیز کو توڑ ڈالیں۔

باسط نے بھی دیان جیسے سخت ملبوسات پہن رکھے تھے، جیسے دونوں کسی غیر مرئی جنگ کے محاذ پر جانے والے ہوں۔

یاقوت نے دونوں پر ایک نگاہ ڈالی اور ہنکارا بھرتے ہوئے کہا،

۔"مجھے تو لگ رہا ہے کہ ہم فیشن شو کے بجائے کسی متروک جنگی قلعے میں بھیجے جا رہے ہیں۔ اور ہاں، خدا کے واسطے، تم دونوں میں سے کسی کو یہ مت سوجھے کہ یہ یونیفارم پہن کر دشمن کے دل میں دہشت بٹھا لو گے۔"۔

باسط نے وقت ضائع کیے بغیر سرسری سا جواب دیا،" جلدی چلو، وقت کم ہے۔"۔

یاقوت نے اپنے کالے لباس پر ایک نظر ڈالی جہاں اس نے سیاہ ٹی شرٹ اور شلوار پہن رکھی تھی ، پھر شانے جھٹک کر سرسراتی آواز میں بولا،

۔" خیر، مجھے کون سا کوئی دیکھنے والا ہے؟ ویسے بھی ہم میگزین شوٹ کے لیے نہیں جا رہے، تو جو ہے سو ہے"!۔

یہ کہتے ہی اس نے بیگ کندھے پر ڈالا اور تینوں قدم بڑھا گئے۔

روشنی میں ڈوبی راہداری میں قدموں کی چاپ بکھری ہوئی تھی کہ اچانک ایک کرخت آواز گونجی،

"شیخ اظہر کہاں ہے؟"

یاقوت نے ایک دم کھنکارا، جیسے کوئی نیا تماشا شروع ہونے والا ہو۔ پھر آنکھیں پٹپٹائیں، ایک لمحے کو بکھلایا، پھر انتہائی سنجیدگی سے بولا،

۔""ہمیں کیا معلوم؟ ہمیں تو کوئی انعامی قرعہ اندازی میں نہیں ملا تھا کہ ہر وقت اس کی خبر رکھتے پھریں۔ اور ویسے بھی، وینٹیلیشن ڈکٹ سے جھانکنے کی عادت ہمیں نہیں۔""۔

وہ شخص الجھ کر رہ گیا، تیوری چڑھائی، کچھ کہنے کے لیے لب کھولے، مگر یاقوت نے ہاتھ اٹھا کر گویا تصدیق کی،

۔""دیکھو بھائی، ہر بات کا کوئی نہ کوئی مطلب ہونا ضروری نہیں۔ کبھی کبھی بے مطلب باتیں بھی مزہ دیتی ہیں۔ زندگی کے فلسفے کو اتنا سیریس نہ لیا کرو""! ۔

دیان نے جھٹ سے یاقوت کے منہ پر ہاتھ رکھا اور آگے دھکیل دیا۔ وہ شخص عجیب سا منہ بنائے انہیں جاتے دیکھتا رہا۔ باسط نے کندھے اچکائے اور مدھم آواز میں کہا،

۔""کل کی گیم کے بعد اس کا دماغ ذرا زیادہ ہی چلنے لگا ہے۔ تم لوگ دیکھو، شیخ اظہر یہیں کہیں ہوگا، ہمیں کچھ معلوم نہیں۔""۔

یہ کہہ کر باسط نے رخ پھیرا اور پیچھے چل دیا۔

سائرن کی بازگشت اب بھی راہداری میں گونج رہی تھی۔ کہیں نہ کہیں، کوئی بڑی گیم منتظر تھی۔

-

---★★★----

باسط، دیان لوگ مطلوبہ جگہ پہنچے تو

یوجن، کہف، نمل اور کئی دوسرے پہلے سے وہاں موجود تھے۔ ماحول میں ایک عجیب سی کشیدگی تھی، جیسے سب کسی انہونی کے انتظار میں ہوں۔ کہف نے دیان اور باسط پر نظر ڈالی، پھر ہلکا سا مسکراتے ہوئے بولی،

“Oh wow, both brothers together. What a rare sight.”

دیان نے گردن کے پیچھے ہاتھ پھیرا اور دھیمے لہجے میں بولا،

"یعنی قسمت دیکھو۔"

کہف نے بڑے مزے سے آنکھیں چھوٹی کر کے مزاحیہ انداز میں مسکرا کر کہا،

“Isn’t it funny how the one you search for in every corner ends up being right under your nose?”

یاقوت فوراً درمیان میں آیا، سینہ تان کر فخر سے بولا،

“یہ سب میری وجہ سے ممکن ہوا ہے۔”

کہف نے اس کے سر پر ہلکا سا ہاتھ پھیرا،“ بہادر آدمی”!۔

یاقوت نے شرما کر نیچے دیکھا، لیکن زیادہ دیر سنجیدہ نہ رہ سکا۔

تبھی اسپیکرز سے ایک گونجتی ہوئی اناؤنسمینٹ سنائی دی،

“Players, take essential things with you in a bag. We will leave this place in minutes.”

یاقوت فوراً بولا،“ میرے لیے ضروری چیز تو کھانا ہے۔”۔

اسی لمحے اطراف میں کسی کی گونجتی ہوئی آواز ابھری،

“شیر خان کہاں ہے؟”

نمل نے باسط کی طرف دیکھا، جیسے نظروں ہی نظروں میں سوال کر رہی ہو کہ اب ان سوالوں کا کیا جواب ہوگا۔ باسط نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اس کی طرف دیکھا، جیسے خاموشی سے اسے تسلی دے رہا ہو۔ نمل نے بھی مسکرا کر ہلکا سا سر جھکا دیا۔

دیان کہف کے پاس آیا، جیسے کچھ کہنا چاہتا ہو، لیکن کہف نے مکمل طور پر نظر انداز کرتے ہوئے رخ موڑ لیا اور سیدھی چل دی۔ دیان نے کچھ پل اس کی طرف دیکھا، آنکھوں میں عجیب سی سنجیدگی تھی، پھر چہرے پر بے ساختہ نہ سمجھی کا تاثر آیا۔

دوسری طرف، یاقوت کچن کے کیبنٹ کھول کر چاکلیٹ، بسکٹ، اور جو بھی کھانے کی چیز ہاتھ آئی، سب نکال کر بیگ میں ڈال رہا تھا۔ آس پاس کھڑے لوگ حیرت سے اسے دیکھ رہے تھے۔

یاقوت نے سب پر ایک نظر ڈالی،" ایسے کیا دیکھ رہے ہو؟ حد ہے"!۔

یہ کہہ کر اس نے دوبارہ اپنی مصروفیت جاری رکھی۔

دفعتاً، اندھیرے میں لپٹے سایے متحرک ہوئے۔ جانوروں کے وحشت ناک ماسک پہنے وجود خاموشی سے آگے بڑھے، جیسے اندھیرے کا حصہ ہوں، جیسے دھواں کسی نامعلوم سمت میں بہہ رہا ہو۔ ان کے سامنے موجود اٹھائیس پلئیرز جو ابھی تک حقیقت اور فریب کے درمیان معلق تھے، یکے بعد دیگرے قابو میں آتے گئے۔ ہر ایک کے چہرے پر بے رحم سیاہ ماسک چڑھا دیا گیا، ان کی شناخت، ان کی موجودگی، ان کے خوف سب کچھ چھپا دیا گیا۔

دیان کے بازو پر کسی کی گرفت سخت ہوئی۔ اس نے پلٹ کر دیکھا، لیکن ماسک کی دیوار نے اس کی نظر کو محدود کر دیا۔ مگر وہ لمس، وہ سختی، وہ احتیاط، وہ پہچاننے میں دیر نہ لگا۔ وہ زینب تھی۔

زینب کی سرگوشی اس کے کانوں سے ٹکرائی، اتنی مدھم جیسے سایوں کے درمیان کوئی راز پل رہا ہو۔

"یہ آخری گیم ہے، دیان۔"

دیان کے چہرے پر موجود سیاہ ماسک کے پیچھے اس کی آنکھوں میں ایک لمحے کے لیے جنبش ہوئی۔ وہ دھیمے مگر ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولا،

''ٹھیک ہے ...لیکن یہ ہمیں لے کر کہاں جا رہے ہیں؟''

زینب نے ادھر اُدھر تیزی سے نظریں دوڑائیں، جیسے اس کی آواز ہوا میں تحلیل ہونے سے پہلے ہی کسی کے کانوں تک نہ پہنچ جائے۔ اس کی سانسیں تھوڑی بھاری تھیں، اضطراب میں ڈوبی ہوئی۔ پھر وہ ایک ایسی سرگوشی میں بولی جو اندھیرے کو چیرنے والی محسوس ہوئی،

''مجھے نہیں معلوم ...لیکن میں انٹیلیجنس ایجنسی والوں کو کال کر دوں گی۔۔۔''

دیان کے لبوں پر ایک بے رنگ سا تبسم آیا۔

''گڈ۔''

اچانک، جیسے سب کچھ پہلے سے طے تھا، جیسے وقت اپنی ہی گردش میں قید تھا، وہ سب ٹنل کی طرف دھکیلے جانے لگے۔ وہی ٹنل، جہاں سے اس گیم کی دنیا میں قدم رکھا تھا، اب اسی راستے پر واپس لے جایا جا رہا تھا۔ مگر اس بار منظر مختلف تھا۔ ہر چیز مزید پراسرار، مزید گہری، مزید وحشت ناک لگ رہی تھی۔

ایک کے بعد ایک، سب کو مخصوص نشستوں پر بٹھایا گیا۔ بے آواز قدم، خاموش گارڈز، اور وہ بے حس چہرے جو ماسک کے پیچھے چھپے ہوئے تھے۔ کوئی نہیں جانتا تھا کہ اگلا لمحہ کیا لانے والا ہے۔

دروازے آہستہ آہستہ بند ہونے لگے۔ پہلے جہاز کا، پھر ٹنل کا۔ ایک گونج، ایک دھیرے سے بڑھتا ہوا شور، جیسے زمین کے نیچے چھپا ہوا کوئی دیو انگڑائی لے رہا ہو۔

اور پھر یکدم، جہاز نے حرکت شروع کر دی۔

سمندری جہاز۔

وہی جہاز جس میں وہ سب پہلی بار گیم میں لائے گئے تھے، مگر اس بار، نہ جانے یہ سفر انہیں کہاں لے جانے والا تھا۔

----☆☆ ☆----

ایک دن گزر چکا تھا، مگر کسی کو علم نہ تھا کہ ان پلیئرز کو کہاں لے جایا گیا تھا۔ وہ سب راتوں رات غائب ہو چکے تھے، جیسے ہوا میں تحلیل ہو گئے ہوں۔ نہ کوئی نشان، نہ کوئی سراغ، بس ایک اندھیرا جو ان کے وجود کو نگل چکا تھا۔

اب، ان کی تلاش میں دنیا کی سب سے طاقتور نیوی اور انٹیلیجنس ایجنسیاں متحرک ہو چکی تھیں۔ یہ کوئی عام مشن نہیں تھا، بلکہ ایک ایسا معاملہ تھا جس میں عالمی سطح پر دلچسپی لی جا رہی تھی۔

سمندر کے بیچوں بیچ، ایک عظیم جنگی بحری جہاز رواں دواں تھا۔ ہر طرف صرف نیلا پانی تھا، حد نگاہ تک کوئی خشکی نظر نہ آتی تھی نہ پرندہ، نہ کسی انسانی زندگی کا نشان۔ وہ جگہ کسی بھولے بسرے گوشے کی مانند تھی، جہاں وقت بھی جیسے رک سا گیا تھا۔

جہاز کے عرشے پر کھڑا ایک آدمی بے چینی سے سمندر کو تک رہا تھا۔ اس کے چہرے پر فکر کی گہری لکیریں تھیں، ہاتھ میں سیٹلائٹ فون تھا، اور وہ کسی سے رابطے میں تھا۔ اس کی آواز سخت مگر واضح تھی،

۔"جیسے ہی ہمیں اوپر سے اجازت ملی، ہم فوراً روانہ ہو گئے۔ اب ہم اس جگہ پہنچ چکے ہیں جہاں گیم شروع ہوئی تھی، مگر یہاں کچھ بھی نہیں ہے۔ صرف بے انتہا پانی، خاموش، گہرا اور پراسرار۔ مگر ہمیں یقین ہے، ہم انہیں جلد ڈھونڈ نکالیں گے۔"۔

مگر حقیقت یہ تھی کہ وہ جنہیں تلاش کر رہے تھے، وہ بہت پہلے ہی یہاں سے جا چکے تھے۔

اتنے میں ایک آدمی تیزی سے بھاگتا ہوا آیا، اس کے چہرے پر گھبراہٹ تھی،

۔"سر !ایک زینب نامی لڑکی نے محمود کو کال کی ہے !فون اس وقت سسٹم سے کنیکٹڈ ہے"!۔

وہ آدمی ایک لمحے کے لیے رکا، جیسے صورتحال کو سمجھنے کی کوشش کر رہا ہو۔ پھر بغیر کوئی وقت ضائع کیے، فون دراز میں ڈال کر تیزی سے اطلاع دینے والے کے پیچھے چل دیا۔

مشن روم نیم تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا، ہلکی روشنی کمپیوٹر اسکرینز سے منعکس ہو رہی تھی جہاں انٹیلیجنس ایجنسی کے ماہرین بے تابی سے ڈیٹا کھنگال رہے تھے۔ ہر لمحہ قیمتی تھا، ہر گزرتا سیکنڈ کسی انجان خطرے کو مزید قریب کر رہا تھا۔

دیان نے زینب کو جو نمبر دیا تھا، وہ پاکستان میں موجود ایجنٹ، محمود، کا تھا۔ اب محمود کا موبائل یہاں کے سسٹم سے منسلک ہو چکا تھا، اور جو بھی گفتگو ہو رہی تھی، وہ یہاں ریکارڈ کی جا رہی تھی۔

۔"دیکھیں، مجھے یہ موبائل بہت مشکل سے ملا ہے ...آپ لوگ فوراً پہنچیں !ہمیں یہاں سے نکالیں ...ہمیں نہیں معلوم کہ یہ جگہ کہاں ہے، کچھ سمجھ نہیں آ رہا، بس اتنا جانتی ہوں کہ ہم سمندر کے اندر کسی نامعلوم مقام پر ہیں"!۔

محمود کی آواز گونجی

"ٹھیک ہے، ہم آپ کی لوکیشن ٹریک کر رہے ہیں، جلد ہی پہنچیں گے۔"

زینب کی سانسیں بے ترتیب تھیں، آواز کپکپا رہی تھی،

۔"جی، پلیز !جلدی کیجیے، وہ لوگ کل تمام پلیئرز کو کسی اور جگہ منتقل کر چکے ہیں، لیکن مجھے نہیں معلوم کہ وہ کہاں ہیں۔ "۔

وہ شخص اندر آیا تو کال اپنے اختتام پر تھی۔

اسی لمحے محمود کی آواز گونجی،" اوکے، ہم آپ کو ٹریک کر رہے ہیں۔"۔

کال منقطع ہوتے ہی کچھ ٹیم میمبرز نے اس شخص کو فوراً ساری صورتحال بتا دی۔

وہ شخص چند لمحے سوچ میں پڑ گیا، پھر گہری سانس لے کر بولا،

۔"دیان کی لوکیشن ٹریک کرو۔ ہمیں ہر حال میں اس تک پہنچنا ہوگا۔ اور ادھر دیکھو، زینب کی لوکیشن کہاں دکھا رہا ہے؟"۔

اسکرین پر ڈیٹا تیزی سے تبدیل ہونے لگا، پیچیدہ کوڈز کے بیچ ایک ہلکی سی روشنی ابھری۔ اس شخص نے بغور اس کا جائزہ لیا اور ایک لمحے بعد اعلان کیا

"یہ ایک ...لائٹ ہاؤس ہے۔"

سب کے چہرے یکدم چونک اٹھے۔ اسکرین پر ایک دھند میں لپٹا ہوا لائٹ ہاؤس نمودار ہو رہا تھا، جیسے وقت کی گرد میں گم کوئی بھولا بسرہ نشان۔ اس کے اردگرد محض گہرا نیلگوں سمندر تھا، کوئی کشتی، کوئی نشانی، کچھ بھی نہیں۔

وہ شخص آہستہ سے مسکرایا، جیسے کوئی پوشیدہ راز اچانک بے نقاب ہو گیا ہو۔

۔"سمندری حدود میں داخل ہونے کا واحد راستہ یہی لائٹ ہاؤس ہے ...بلیو وہیل کے کھیل کا دروازہ"!۔

پھر وہ ایک دم مڑا اور ہال سے تیزی سے باہر نکلتے ہی سپاہیوں کو حکم دیا،

۔"سولجرز کو تیار کرو !ہم اس لائٹ ہاؤس پر جا رہے ہیں۔ اور ایک اور ٹیم فوراً دیان کی لوکیشن ٹریک کرے اور اسے ریسکیو کرے !ہمیں وقت ضائع نہیں کرنا"!۔

ہوا میں تناؤ محسوس ہو رہا تھا، جیسے کوئی نادیدہ خطرہ ہر گزرتے لمحے کے ساتھ ان کے قریب آ رہا ہو۔ اور وہ نہیں جانتے تھے کہ جو کچھ وہ دیکھ رہے ہیں، وہ صرف شروعات تھی۔

----☆☆☆-

وہ اٹھائیس لوگ ایک بلند و بالا چوٹی پر کھڑے تھے، جہاں سے نیچے نظر دوڑانے پر صرف بے کراں سمندر اور دور تک پھیلی ہوئی پتھریلی سڑکیں دکھائی دیتی تھیں۔ دائیں بائیں مٹی کی بلند ٹیلیں یوں کھڑی تھیں جیسے کسی بھی لمحے زمین ہلنے پر وہ ان پر آ گریں گی۔ سمندری ہوائیں وحشی انداز میں چل رہی تھیں، زمین کے سکوت میں ایک خطرناک خاموشی چھپی ہوئی تھی۔

اچانک، ایک پراسرار شخص آگے بڑھا—چہرے پر جانور کی شکل کا خوفناک ماسک، بدن پر سیاہ چوغہ، جیسے کوئی موت کا پیامبر ہو۔

اُس نے گہری، سرد آواز میں کہا

“Players, listen carefully. Before you, there are parachutes... Some will open, some will not. Your fate is unknown. You must leap into the abyss and open your parachute mid-air... If you’re lucky, you’ll survive. If not... well, you know what happens. Once you land, sports cars will be waiting for you. The one who wins the race... wins the game.”

ہوا میں ایک جھرجھری دوڑ گئی۔ سب کے چہروں پر سائے لہرائے، دل سینوں میں تھم گئے۔ سامنے میز پر پڑے پیراشوٹز کو سب شک کی نظروں سے دیکھنے لگے۔ کون سا کھلے گا، کون سا نہیں؟ کسی کو معلوم نہ تھا۔

نمل کے ہاتھ لرزنے لگے، سانس بے ترتیب ہو گئی۔ اس کی آنکھوں میں موت کا خوف چمک رہا تھا۔

باسط نے اس کی طرف دیکھا، اس کی حالت بھانپ کر جھک کر آہستہ سے پوچھا، ‘‘کیا ہوا؟’’۔

نمل نے کپکپاتی آواز میں کہا،‘‘ مجھے ...مجھے نہیں آتا یہ ...مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے، باسط’’!۔

باسط نے ایک لمحے کو اُسے دیکھا، پھر نرم لہجے میں مگر مضبوطی سے کہا،‘‘ جب تک میں تمہارے ساتھ ہوں، تمہیں ڈرنے کی ضرورت نہیں۔’’۔

نمل نے بے بسی سے اس کی طرف دیکھا، آنکھیں بھیگی ہوئی تھیں، ہونٹ کانپ رہے تھے۔‘‘ باسط، مجھے اونچائی سے بہت ڈر لگتا ہے ...میں مرنا نہیں چاہتی۔’’

باسط نے گہری سانس لی، اس کے کانپتے ہاتھوں کو تھاما اور اعتماد سے کہا،‘‘ میں تمہیں مرنے نہیں دوں گا، نمل۔ میں یہ گیم تمہارے بغیر جیتنا نہیں چاہتا۔’’۔

نمل کی آنکھوں میں خوف اور بھروسہ ایک ساتھ چمکا۔ باسط نے اس کا ہاتھ تھامے رکھا، جیسے یہ یقین دلانے کے لیے کہ اگر وہ گرے بھی، تو اسے تھام لے گا۔

دوسری طرف باقی کھلاڑیوں نے دھڑکتے دلوں کے ساتھ اپنے پیراشوٹ چننے شروع کر دیے۔ وقت تیزی سے کم ہو رہا تھا، اور سامنے صرف دو راستے تھے—یا تو کود جانا، یا پھر موت کا انتظار کرنا۔

دیان کہف کے قریب آیا، مگر کہف نے بے پروائی سے نظرانداز کر کے آگے قدم بڑھائے۔

دیان نے ایک چبھتا ہوا سوال اچھالا،" تمہیں پیراگلائیڈنگ آتی بھی ہے؟"۔

کہف کی بھنویں ذرا سی خم ہوئیں، مگر وہ بغیر جھجک بولی،" جی، کمانڈو صاحب، آتی ہے۔"۔

دیان نے دبا دبا سا مسکرا کر اسے دیکھا، جبکہ کہف نے ایک نظر اوپر سے نیچے اس پر ڈالی اور دل ہی دل میں خود سے بولی، "Omg, this man is so perfect!" مگر فوراً ہی سر جھٹک کر خود کو قابو میں رکھا اور آگے بڑھ گئی۔

دوسری طرف،

یاقوت اس چوغے والے پراسرار شخص کے پاس آیا اور طنزیہ انداز میں بولا،" اگر میں پیراشوٹ کھول کر چیک کر لوں تو؟"۔

چوغے والے کے ہونٹوں پر مدھم سا تبسم آیا، اسے معلوم تھا کہ یاقوت کے لیے مخصوص پیراشوٹ محفوظ ہے۔ پیچھے سے احکامات مل چکے تھے کہ یاقوت کو کسی بھی صورت نقصان نہیں پہنچانا تھا۔

مگر، دکھاوے کے لیے اس نے بندوق نکال کر یاقوت کے سامنے کی، جس پر یاقوت جلدی سے پیچھے ہٹا اور ہنسی دبا کر بولا،" ہاں ہاں، ٹھیک ہے!۔

اور پھر،

سب چٹان کے کنارے پر کھڑے ہو چکے تھے، خوف و بے یقینی کی ایک دھند فضا میں پھیلی تھی۔

چوغے والے نے قدم پیچھے کیے، بندوق کو ہوا میں بلند کیا اور حکم صادر کیا:

"On my gunshot, you will all dive into the sky."

نمل کے حلق میں خشکی دوڑ گئی، وہ بے اختیار باسط کی طرف مڑی، جیسے آخری بار یقین چاہتی ہو کہ وہ محفوظ رہے گی۔

کہف نے گہری سانس لی، جبکہ دیان اس کے ساتھ کھڑا تھا، یاقوت اس کے بائیں جانب۔

باسط نے نمل کا ہاتھ مضبوطی سے تھام لیا اور آہستہ سے اسے اپنے سامنے کر لیا،

اب نمل کے سامنے صرف باسط تھا، اس کے علاوہ سب کچھ مدھم تھا—جیسے یہ دنیا میں آخری چیز ہو جو اس کی حفاظت کر سکتی ہو۔

ایک لمحہ—صرف ایک لمحہ،

نمل نے باسط کی آنکھوں میں دیکھا اور کھو گئی۔

سرد ہوائیں، سمندری شور، اوپر سے نیچے دیکھنے پر گہری کھائی جیسا سمندر—سب کچھ نظروں سے اوجھل ہو گیا، بس ان دونوں کے درمیان وہ پل ٹھہر گیا۔

یاقوت نے لب بھینچ کر مسکرا دیا، جبکہ کہف نے دل میں سوچا،

“So romantic!”

دیان کے لبوں پر ایک گھنی، معنی خیز مسکراہٹ آئی۔

باسط نے نمل کے جھجکتے ہاتھوں کو نرمی سے اپنے گرد لپیٹ دیا، اور آہستہ سے بولا،

۔"جب تک میں تمہارے ساتھ ہوں، نمل، تمہیں ڈرنے کی ضرورت نہیں۔ میں تمہیں کچھ نہیں ہونے دوں گا۔میں ہر مشکل میں تمہارے ساتھ ہوں۔"۔

نمل نے اس کے بازوؤں میں خود کو محفوظ محسوس کیا، مگر دل ابھی بھی دھڑک رہا تھا۔

باسط نے نرمی سے اس کی ہتھیلیاں پکڑیں اور اپنی گردن کے گرد رکھ دیں،

"مجھے چھوڑنا مت، بس پکڑ کر رکھنا۔"

نمل کے لب کانپے، اس نے سر ہلا کر بمشکل کہا،" ہاں، میں نہیں چھوڑوں گی"...۔

ہوا سرد تھی، مگر باسط کی قربت کی گرمی نمل کے دل تک پھیل رہی تھی۔ وہ اس کے سخت، مضبوط سینے سے لگی، جیسے کسی پناہ گاہ میں چھپ گئی ہو۔

باسط نے آہستہ سے اس کے کمر کے کنارے پر ہاتھ رکھا، اور نمل کو قریب کر کے مطمئن کر دیا کہ وہ اس کے ساتھ ہے۔

پھر——۔

بندوق کی گرج فضا میں گونجی!۔

سب کے دلوں نے ایک لمحے کو دھڑکنا چھوڑ دیا،

اور اگلے ہی لمحے——۔

وہ سب ہوا میں تھے!۔

باسط بھی نمل کے ساتھ کود چکا تھا،

کہف، یاقوت، دیان——سب ہوا میں معلق ہو گئے۔

اور نمل...۔

نمل کی چیخ لبوں تک آ کر دم توڑ گئی، وہ گھبرا کر باسط کے گرد بانہیں مزید سختی سے لپیٹ چکی تھی، اس کی آنکھیں بند ہو چکی تھیں، دل زور سے دھڑک رہا تھا۔

ہوا کے تیز جھونکوں میں باسط کے وجود کا لمس،

نمل کے لیے سب سے محفوظ پناہ گاہ بن چکا تھا۔

وہ محسوس کر سکتی تھی کہ باسط کے سخت بازو اب بھی اس کی حفاظت کر رہے تھے، وہ نیچے نہیں گرنے دے گا۔

نیچے بے رحم سمندر تھا،

اوپر بے انتہا آسمان،

درمیان میں وہ دونوں—ہوا میں معلق، جیسے وقت رک گیا ہو، جیسے کوئی کہانی کسی نکتے پر ٹھہر گئی ہو، جہاں سے پلٹنا ممکن نہ ہو۔

باسط نے نمل کے کان کے قریب سرگوشی کی،

"میں نے کہا تھا نا ...جب تک میں تمہارے ساتھ ہوں، تمہیں ڈرنے کی ضرورت نہیں"...

اور نمل،

باسط کے سینے سے لگی،

ہوا میں تیرتی،

بس اس کی سانسیں سن رہی تھی،

اور وہ خود کو پہلی بار کسی کے ساتھ مکمل محسوس کر رہی تھی۔

یہ منظر جیسے کسی بھیانک خواب سے کم نہ تھا۔ زمین تیزی سے قریب آ رہی تھی، ہوا میں پرواز کرتے یہ بے بس کھلاڑی، ایک ایک کر کے اپنے پیراشوٹ کھولنے کے لیے ہاتھ بڑھانے لگے۔ مگر جیسے ہی انہوں نے رِپ کور کھینچی، ایک اذیت ناک لمحہ ان پر وارد ہوا—پیراشوٹ کھلنے سے انکاری تھا!۔

کچھ کھلاڑیوں کی آنکھیں خوف سے باہر آ گئیں، دلوں کی دھڑکنیں تھم گئیں، اور چیخیں فضاؤں میں گونج اٹھیں۔ وہ بے اختیار ہوا میں ہاتھ پاؤں مارنے لگے، مگر کچھ کر نہ سکے۔ ان کے جسم نیچے گرتے گئے، جیسے گویا کوئی نادیدہ قوت انہیں زمین کی طرف کھینچ رہی ہو۔

نیچے پتھریلی چوٹی تھی، بے رحم، سنگلاخ، جان لیوا۔ پہلی لاش جیسے ہی زمین سے ٹکرائی، ایک بھیانک آواز گونجی، جیسے کسی شے کے چکناچور ہونے کی، اور پھر وہ سرخ ہو گئی۔ ایک کے بعد ایک، کھلاڑی گرتے گئے، ان کے جسم ٹوٹتے گئے، اور زمین پر گویا خون کا دریا بہہ نکلا۔

دوسری طرف——۔

باسط نے نمل کی گرفت کو مضبوطی سے محسوس کیا، اس کی سانسوں کی تیز رفتاری، اس کے جسم کی کپکپاہٹ۔ وہ جانتا تھا کہ اگر اس نے ایک لمحے کے لیے بھی دھیان ہٹایا، تو نمل خطرے میں پڑ سکتی تھی۔

۔"نمل، مجھے پکڑ کر رکھنا "! باسط کی آواز میں ایک سختی تھی، مگر اس کے اندر ایک گہری نرمی بھی چھپی تھی، جیسے وہ اپنے الفاظ کے ذریعے نمل کو حوصلہ دے رہا ہو۔

نمل نے فوراً اس کے گرد اپنی گرفت مضبوط کر لی، جیسے اس کی جان باسط کی قربت میں محفوظ تھی۔ وہ اپنی بند ہوتی آنکھوں کے پیچھے صرف ایک ہی چیز محسوس کر سکتی تھی——باسط کی موجودگی، اس کے مضبوط بازو، اس کا محافظ جیسا لمس۔

باسط نے اپنے پیراشوٹ کا ہینڈل کھینچا۔ ایک لمحے کی خاموشی، اور پھر ایک جھٹکے سے پیراشوٹ کھل گیا !وہ دونوں یکدم جھٹکے سے اوپر اٹھے، جیسے موت نے ان کا دامن پکڑنے کی کوشش کی ہو مگر ناکام رہی ہو۔

نیچے وہی سرخ ہوتی زمین، چیختے ہوئے کھلاڑی، کچھ کے پیراشوٹ کھلے، کچھ کی آخری سانسوں کی گھٹی گھٹی چیخیں۔ فضا میں ہوا کا شدید شور تھا، باسط کے کانوں میں نمل کی تیز دھڑکنیں سنائی دے رہی تھیں۔

یاقوت بھی کچھ فاصلے پر تھا، اس کا پیراشوٹ یقیناً کام کر رہا تھا۔ یوجن بھی ہوا میں سنبھل چکی تھی۔ مگر باسط کی توجہ نمل پر تھی۔

نمل کی سانسیں ابھی تک بے ترتیب تھیں، اس کا چہرہ باسط کے سینے کے قریب تھا۔ باسط نے ایک پل کے لیے نیچے جھانکا، اور پھر نرمی سے نمل کے کان کے قریب سرگوشی کی،'' اب تم میری بانہوں میں ہو، ڈرنے کی کیا ضرورت ہے؟''۔

نمل نے کانپتے ہوئے سر اٹھایا، اس کی آنکھیں بند تھیں، مگر باسط کے الفاظ اس کے دل کو تسلی دے رہے تھے۔

"باسط ...بس مجھے زمین پر پہنچا دو، میں اور کچھ نہیں مانگتی۔"

باسط ہلکا سا مسکرایا،" زمین پر تو لے جاؤں گا، لیکن تب تک، بس مجھے تھامے رکھو۔"۔

نیچے زمین ابھی بھی خون سے سرخ ہو رہی تھی، مگر ان دونوں کے درمیان ہوا میں ایک عجیب سا لمحہ ٹھہر گیا تھا۔ موت کے سائے میں بھی، باسط کی قربت نمل کو جیسے زندگی کا احساس دلا رہی تھی۔

دوسری طرف یہ لمحہ جیسے وقت کی گرفت میں آ گیا تھا۔ کہف کے ہاتھ بے اختیار زِپ پر گئے، اس نے پوری قوت سے ہینڈل کھینچا، مگر کچھ نہ ہوا—— پیراشوٹ کھلنے سے انکاری تھا!۔

"یا اللہ"!

کہف کا دل زور سے دھڑکا، ہوا کی تیز رفتاری نے اس کے چہرے پر تمانچے مارے، اور نیچے زمین کی نوک دار چٹانیں قریب آتی جا رہی تھیں۔ سانس اکھڑ گئی، دنیا جیسے سُست ہو گئی، ایک بھیانک سچائی اس پر حاوی ہونے لگی——یہی اختتام تھا۔

۔''کہف ''باسط کی آواز گونجی، مگر وہ پہلے ہی موت کی گہرائی میں ڈوب چکی تھی۔

یاقوت کے ہاتھ بے اختیار مکے کی صورت میں بند ہو گئے، یوجن کی آنکھیں خوف سے پھیل گئیں، مگر کوئی کچھ نہیں کر سکتا تھا!۔

نیچے چٹان کا نوکیلا کنارہ قریب تر ہو گیا، کہف نے بے اختیار آنکھیں بند کر لیں، اس کے ذہن میں بس ایک ہی خیال آیا—یہ آخری لمحہ ہے!۔

اور پھر۔۔۔

یکدم وقت رک گیا!۔

ہوا میں جیسے روشنی بکھر گئی، کہف کو لگا جیسے وہ ہوا میں معلق ہو گئی ہو۔ اس کا وجود اب بھی فضا میں تھا، لیکن چٹان نہیں، موت نہیں، بس ہوا۔۔۔

اس نے سانس بھری، ہلکی لرزش کے ساتھ آنکھیں کھولیں، اور جیسے ہی گردن اٹھا کر دیکھا، دل کی دھڑکن جیسے رک سی گئی۔

دیان!۔

وہ دیان کی بانہوں میں تھی، ایک ہاتھ سے مضبوطی سے تھامے ہوئے، دوسرے ہاتھ سے پیراشوٹ کی گرفت کو سنبھالتے ہوئے، جیسے اس کے لیے یہ سب ایک عام سی بات ہو۔ چہرے پر سنجیدگی مگر آنکھوں میں وہی پراسرار مسکراہٹ، جو ہمیشہ کہف کے اندر کوئی نادیدہ چنگاری روشن کر دیتی تھی۔

کہف نے سانس پھولی ہوئی لی،" اوہ میرے اللہ! میں زندہ ہوں؟"۔

دیان نے ہلکی مسکراہٹ دبائی، مگر آنکھوں میں شرارت کی ایک چمک تھی،" تم ابھی بھی ہوا میں ہو، اگر مجھے مضبوطی سے نہ پکڑا تو شاید زیادہ دیر زندہ نہ رہو۔"۔

کہف نے پل بھر کے لیے اسے دیکھا، جیسے دماغ نے کام کرنا بند کر دیا ہو، پھر یکدم خود کو سنبھالا اور دیان کے سخت جسم کو جکڑ لیا، اپنے بازو اس کی گردن کے گرد لپیٹ لیے، جیسے یہ واحد راستہ تھا خود کو بچانے کا۔

دیان کے ہونٹوں پر ایک دھیمی، گہری مسکراہٹ ابھری، جیسے وہ اس بے بسی کے احساس سے لطف اندوز ہو رہا ہو۔

کہف کا دل پاگلوں کی طرح دھڑک رہا تھا، اتنا قریب، اتنا لمس، دیان کے دل کی ہلکی سی آواز، اس کی سخت گرفت، وہ مضبوط بانہیں جو اسے ہر خطرے سے بچانے کے لیے تیار تھیں۔

ہوا میں جھولتے جھولتے دیان نے ہلکی سرگوشی میں کہا،'' بس تھوڑا اور صبر کرو، میں تمہیں بحفاظت نیچے لے جاؤں گا۔''۔

کہف نے اس کے کندھے میں چہرہ چھپا لیا، وہ نہیں چاہتی تھی کہ دیان دیکھے کہ اس کی آنکھوں میں آنسو تھے—ڈر کے، بے بسی کے، یا شاید اس شخص کی قربت کے؟

زمین قریب آ رہی تھی—۔

نیچے نرم ریت کا ٹکڑا تھا، وہ دونوں آہستہ آہستہ نیچے اترے، دیان نے بڑی مہارت سے اپنا توازن برقرار رکھا، مگر کہف کی ٹانگیں کانپ رہی تھیں۔

جیسے ہی اس کے پاؤں زمین سے لگے، وہ سنبھل نہ سکی، لڑکھڑائی—۔

دیان نے فوراً اسے بازوؤں میں تھام لیا، ایک گہری، پراسرار مسکراہٹ کے ساتھ، ''اب بھی ڈر رہی ہو؟''۔

کہف نے گھبرا کر پیچھے ہٹنے کی کوشش کی، مگر دیان کی گرفت نرم مگر مضبوط تھی، جیسے وہ جانتا تھا کہ کہف کے قدم ابھی بھی ڈگمگا رہے ہیں۔

۔''مجھے لگا، میں مر جاؤں گی، ''کہف کی آواز کانپ رہی تھی، آنکھوں میں بے یقینی تھی۔

دیان نے نرمی سے اس کا چہرہ ہاتھوں میں لیا، آنکھوں میں کچھ ایسا تھا جو کہف کو سانس لینا بھلا سکتا تھا۔'' میرے ہوتے ہوئے ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔''۔

''موت کو تم تک پہنچنے کے لیے پہلے مجھے ہرانا ہوگا۔''

کہف کی آنکھیں بھیگ گئیں، دل میں کوئی انجانی سی تپش، کوئی اجنبی سا احساس۔ وہ کچھ لمحے تک کچھ بول نہ سکی، اور پھر جیسے ضبط ختم ہو گیا——۔

وہ دیان سے لپٹ گئی، زور سے، جیسے خود کو بچانے کے لیے بس اسی کے بازو محفوظ تھے۔

دیان نے پہلے ہلکا سا چونک کر دیکھا، پھر آہستہ سے مسکرا دیا، جیسے اسے کہف کی اس معصوم سی بے بسی سے عجیب سی تسکین ملی ہو۔

اطراف میں بس سمندر کا شور تھا——۔

دور باسط، نمل، یاقوت اور یوجن پہنچ چکے تھے۔

باسط کی آواز سنائی دی،'' کہف''!۔

کہف پیچھے ہٹی، مگر اب بھی کانپ رہی تھی، وہ سیدھا باسط سے جا لپٹی، جیسے اسے مزید کسی یقین دہانی کی ضرورت ہو۔

باسط نے گہری سانس لی، اور نرمی سے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔

نمل بھی آگے آئی، کہف سے لپٹ گئی، جیسے اپنی دوست کو دوبارہ پانے کی خوشی میں آنسو چھپا رہی ہو۔

اور یوں، گیم کا پہلا راؤنڈ مکمل ہوا——۔

----☆☆☆----

وہ چوغہ پہنے شخص دوبارہ نمودار ہوا——۔

ہوا میں جیسے ایک سنسنی پھیل گئی۔ اس کی آنکھوں میں ایسی چمک جیسے موت کا تماشا دیکھنے کو بے قرار ہو۔

اس نے گہری، پُراسرار آواز میں اعلان کیا:۔

"Now… you will take your cars."

"Make groups—two or three people per car. Not more than that. If you dare, one can drive alone."

"Sit in your sports car. The next announcement will happen during the race."

"Make sure to win… or regret it forever."

“Follow the track... if you can.”

ہوا میں تناؤ گھل گیا۔ آنکھوں میں سنسنی، رگوں میں خون اُبلنے لگا۔ سب نے تیزی سے اپنی گاڑیوں کا رخ کیا، دروازے دھڑاک سے بند ہوئے، سیٹ بیلٹس کس لی گئیں، اسٹیئرنگ پر انگلیاں جم گئیں—یہ ایک ریس نہیں تھی، یہ بقا کی جنگ تھی۔

“Ready?”

سامنے کھڑی دس سپورٹس کاریں دھیرے دھیرے حرکت میں آ رہی تھیں، ان کے انجن ایک وحشی درندے کی طرح گرج رہے تھے، جیسے موقع ملتے ہی پنجہ جھاڑ کر شکار پر جھپٹ پڑیں گے۔

پھر—۔

“BANG!”

گن چل چکی تھی!۔

انجن دھاڑے، گاڑیوں کے ٹائروں نے زمین چیر ڈالی، دھوئیں کے بادل بلند ہوئے، رفتار کی سرگوشیاں ہوا میں گونجنے لگیں۔

ہوا کا زور، اسٹیئرنگ پر جمی گرفت، آگے پیچھے بھاگتی کاریں، ایک دوسرے کو پچھاڑنے کی دیوانگی—یہ سب اب کھیل نہیں تھا، بلکہ موت کا میدان تھا۔

کہیں سے ٹائر گھسنے کی آواز ابھری، ، کسی نے وحشی انداز میں اسٹیرنگ موڑا اور گاڑی کو جھٹکے سے آگے دھکیل دیا۔

ہر ایک کا مقصد ایک تھا—جیتنا !یا پھر صفحۂ ہستی سے مٹ جانا۔

ہوا کی تیز لہریں گاڑیوں سے ٹکرا کر ایک خطرناک شور پیدا کر رہی تھیں، سڑک کی سطح پر رفتار کا جنون دکھائی دے رہا تھا، ہر ڈرائیور کی آنکھوں میں دیوانگی تھی—کچھ جیتنے کی، کچھ زندہ رہنے کی

اور پھر۔۔۔

اگلا اعلان ہونے والا تھا—مگر کیا یہ اعلان کسی کی قسمت بدلنے والا تھا؟ یا کسی کی زندگی ختم کرنے والا؟ تھا

----۔۔

----☆☆☆

ہوا میں بوجھل خاموشی تھی، جیسے کسی نادیدہ خطرے کی پرچھائیاں تعاقب میں ہوں۔ فوجی دھیمے قدموں سے لائٹ ہاؤس کی گونجتی سیڑھیوں پر بڑھ رہے تھے۔ ان کے بوٹوں کی مدھم چاپ ویران دیواروں سے ٹکرا کر ایک ہولناک سناٹے کو مزید گہرا کر رہی تھی۔ اندھیرا دبیز تھا، اور کہیں کہیں پڑنے والی زرد روشنی میں ان کے چہرے تناؤ اور ہوشیاری کا امتزاج لیے ہوئے تھے۔

وہ سب پیچھے پیچھے چل رہے تھے، بندوقیں تیار، نظریں ہر حرکت پر مرکوز۔ لائٹ ہاؤس کے اندرون میں گھستے ہی ان کی نظریں ایک خفیہ دروازے پر جا ٹھہریں—یہ دروازہ ان کی منزل تک پہنچنے کا اشارہ تھا۔

۔"یہاں سے نیچے راستہ ہے"! کسی نے سرگوشی کی۔

چند لمحے کی تذبذب کے بعد، ایک سپاہی نے دروازہ آہستگی سے دھکیلا، جو چرچراتے ہوئے کھل گیا۔ اندر ایک تاریک، گہری سرنگ تھی جو معلوم نہیں کہاں جا رہی تھی۔ دلوں کی دھڑکنیں لمحہ بہ لمحہ تیز ہو رہی تھیں۔

یہ راستہ کہاں لے کر جا رہا تھا؟

فوجیوں نے ایک ایک کر کے سرنگ میں قدم رکھا۔ تنگ راہداری میں صرف ان کے ہیلمٹ پر لگی لائٹ کی چمک تھی، جس میں ان کے چہرے چمک کر دوبارہ تاریکی میں غائب ہو جاتے۔ سرنگ کی دیواروں پر نمی کے قطرے لرز رہے تھے، جیسے سانس روک کر ان کی نقل و حرکت دیکھ رہے ہوں۔

کچھ قدم چلنے کے بعد، اچانک ان کے سامنے ایک اوپر جانے والی زینہ نظر آئی—یہ سرنگ انہیں گیم زون کی تہہ میں لے جا رہی تھی!۔

"ہم صحیح راستے پر ہیں"!

سپاہی نے آہستگی سے زینہ چڑھا، ہر قدم گونجتا، اندھیرے میں سرسراتی سرگوشیوں کی مانند محسوس ہو رہا تھا۔ جیسے ہی وہ آخری سیڑھی پر پہنچا، اس نے دھیرے سے دروازہ کھولا۔

سامنے ایک کشادہ راہداری تھی، جو گیم زون کے داخلی دروازے تک جاتی تھی۔ یہ دروازہ ظاہری طور پر کسی بوسیدہ گٹر کے ڈھکن کی مانند لگ رہا تھا، مگر حقیقت

میں یہ لائٹ ہاؤس سے گیم زون کی خفیہ راہگزر تھی—ایک ایسا راستہ جسے صرف مخصوص آنکھیں ہی دیکھ سکتی تھیں۔

ابھی وہ اس منظر کو سمجھنے کی کوشش کر ہی رہا تھا کہ اسے راہداری کے دوسرے سرے پر ایک ہیولا دکھائی دیا، کوئی شخص دھیرے دھیرے اس کی سمت بڑھ رہا تھا۔

وہ ہیولیٰ قریب، آیا تو وہ

زینب!۔ وہ زینب تھی۔۔

وہ گھبرائی ہوئی دوڑتی ہوئی ان کے سامنے آئی، سانس پھولی ہوئی، آنکھوں میں گھبراہٹ۔

۔"رُک جاؤ "!فوجیوں نے فوراً اپنی بندوقیں اس پر تان لیں۔

زینب نے کانپتے ہاتھ اٹھا دیے اور جلدی سے بولی، " دیان نے نمبر دیا تھا ! میں زینب ہوں"!۔

فوجی ایک لمحے کو جھجکے، پھر حکم ملتے ہی بندوقیں نیچے کر لیں۔ ایک ایک کر کے سب زینے پر چڑھنے لگے۔ امید کی کرن روشن ہو چکی تھی—وہ دشمن کے راز تک پہنچنے میں کامیاب ہو چکے تھے!۔

"ہم نے گیم زون تک رسائی حاصل کر لی ہے"!

یہ کامیابی کا لمحہ تھا، سب کے چہروں پر عزم کی جھلک تھی۔ اوپر پہنچتے ہی انہوں نے دروازہ کھولا—اور سامنے ایک وسیع، خفیہ گیم زون تھا!۔

یہ دیکھ کر جیسے سب نے ایک ساتھ سانس لی، "ہم نے کر دکھایا"!۔

لیکن... پھر—۔

ایک دھماکہ!۔

یکدم ایک ہولناک دھماکہ ہوا—زمین لرز اٹھی، ہوا میں خوف کی چیخیں بکھر گئیں، اور سمندر کا پانی قیامت خیز شور کے ساتھ اچھل پڑا!۔

لائٹ ہاؤس ہلنے لگا...

زیرِ سمندر گیم زون کی دیواریں تھرتھرا اٹھیں، جیسے سمندر کی اتھاہ گہرائیوں میں قید کوئی عفریت بیدار ہو گیا ہو۔ زمین نیچے سے لرز رہی تھی، پانی کی لہریں ایک غیر فطری انداز میں اوپر اٹھ رہی تھیں، اور اچانک——۔

ایک زوردار دھماکہ!۔

پورا سمندر جیسے کسی قہر کے زیرِ اثر تھا، نیلی سطح کی جگہ اب ابلتے، بل کھاتے پانی نے لے لی۔ ایک دیو ہیکل قوت نے گہرائیوں کو چیر کر سمندر کو آسمان کی طرف اچھال دیا، جیسے زمین کے اندر چھپا ہوا کوئی رازنہ صرف کھل چکا تھا بلکہ اپنے ساتھ سب کچھ نگلنے کے لیے بےتاب تھا۔

گہرے نیلے پانی کا رنگ لمحوں میں سرخ ہو گیا۔۔۔

اوپر جہاز میں موجود لوگوں کی چیخیں دب گئیں۔ وہ دیکھ رہے تھے کہ نیچے پانی کی سطح سے ایک طوفان اٹھ رہا ہے، جو اپنی لپیٹ میں سب کچھ لینے کے لیے بے قابو ہو چکا تھا۔

"یہ کیا ہو رہا ہے؟"!

بحری جہاز میں موجود لوگ دہشت کے مارے اپنی جگہ جم گئے۔ سمندر دیوانہ وار اوپر اٹھ رہا تھا، پانی کی سرکش موجیں بپھر کر آسمان کو چھونے کی کوشش کر رہی تھیں۔

اور پھر۔۔۔

لائٹ ہاؤس ڈولنے لگا۔

وہ جو سالوں سے سمندر کے کنارے کھڑا تھا، جو طوفانوں کے سامنے بھی قائم رہا تھا، اب اپنی بنیادوں سے ہل چکا تھا۔

ایک زوردار گڑگڑاہٹ—اور لائٹ ہاؤس جھکنے لگا۔

وہ آہستہ نہیں گرا، بلکہ یکدم پوری شدت کے ساتھ پانی میں دھنسنے لگا۔ جیسے ہی وہ سمندر میں جا گرا، ایک اور دھماکہ ہوا۔

پانی کا ایک دیو ہیکل بگولہ آسمان کی طرف اٹھا، جیسے کوئی قہرناک جن بوتل سے آزاد ہو چکا ہو۔

گیم زون۔۔۔ راز۔۔۔ سب کچھ ایک لمحے میں نگل لیا گیا تھا۔

اب وہاں کچھ نہیں تھا—۔

نہ کوئی راستہ، نہ کوئی امید، نہ کوئی ثبوت۔

جہاز میں بیٹھے لوگ ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے تھے، آنکھوں میں بے یقینی، دلوں میں خوف، اور دماغ میں ایک ہی خیال—۔

''ہم ہار گئے۔۔۔''

دشمن کی چال کامیاب ہو چکی تھی۔

سب کچھ تباہ ہو چکا تھا۔

وہ تاش کے پتے کھیل رہے، تھے اور ڈیول شطرنج کا کھیل۔۔۔۔۔۔

----☆☆☆----

گاڑی کے عقب میں، کشادہ چمڑے کی نشست پر نیم دراز وہ شخص، جسے لوگ ڈیول کہتے تھے، ساغر سے لبریز گلاس ہاتھ میں تھامے ہوئے تھا۔ گاڑی کی مدھم روشنی اس کے چہرے کے زاویوں کو نمایاں کر رہی تھی—تیز، سخت، مگر ناقابل

مزاحمت۔ ایک کان سے فون لگا رکھا تھا، اس کی بھاری مگر مخملی آواز میں ایک عجیب ٹھہراؤ تھا، جیسے طوفان کے آنے سے پہلے کی خاموشی ہو۔

وہ دھیرے سے مسکرایا، اس کی مسکراہٹ میں زہر کی آمیزش تھی، دائیں گال پر گڑھا ابھرا، اور ہلکی روشنی میں ایک پراسرار چمک پیدا ہوئی۔'' تو یوں ہوا؟ وہ سمجھ رہے تھے کہ وہ ہم سے آگے ہیں؟''۔ اس نے ایک خفیف سا قہقہہ لگایا، مگر وہ ہنسی نہیں تھی—یہ اعلانِ موت تھا۔'' ہاں، وہ آگے تھے، مگر دشمن جب آگے ہوتا ہے، تو اسے گمان ہوتا ہے کہ وہ جیت رہا ہے۔ ڈیول کبھی آگے نہیں بڑھتا، وہ ہمیشہ پیچھے رہتا ہے، تاکہ ہر زاویے سے اپنی نظر جمائے رکھے۔ دشمن کو یقین ہوتا ہے کہ وہ سب کچھ سمجھ چکا ہے، مگر تب تک بہت دیر ہو چکی ہوتی ہے۔''۔

اس کی انگلیاں گلاس کے کنارے پر رقص کر رہی تھیں، جیسے کوئی شکاری اپنے شکار پر آخری وار سے پہلے کھیل رہا ہو۔'' یہ کھیل اب ختم ہو رہا ہے۔ جنگل میں جب وہ اپنے سامنے آدم خوروں کو دیکھیں گے، تب ان کے چہرے پر جو وحشت ہوگی، وہ مجھے دیکھنے میں لطف دے گی۔ بس یاقوت محفوظ ہونا چاہیے، باقی سب ملبہ بن جائیں گے۔''۔

فون بند کر کے اس نے بے پرواہی سے برابر میں رکھ دیا، ایک گہری سانس لی، جیسے جیت کی سرشاری اس کے رگ و پے میں اتر رہی ہو۔ نشست سے ٹیک لگا کر اس نے آنکھیں موند لیں، اور لبوں پر ایک ایسی خبیث مسکراہٹ نمودار ہوئی، جو آگ میں جلتے ہوئے کسی مجرم کی آخری چیخ کی طرح دل دہلا دینے والی تھی۔

وہ قاتل تھا—انتہائی پُرکشش، جان لیوا اور ناقابلِ شکست۔

----★★★----

سورج کی کرنیں دہکتی سڑک پر پڑ رہی تھیں، گرمی اور خطرہ ایک ساتھ بڑھ رہے تھے۔ پہاڑ کے ساتھ ساتھ لپٹی ہوئی وہ پتلی، سنگلاخ سڑک کسی قاتل کے تیز چاقو کی مانند دکھائی دے رہی تھی—ایک غلطی، اور سیدھا کھائی میں موت۔ دائیں جانب، نیچے بے حد گہرا سمندر تھا، جس کی لہریں سنہری دھوپ میں چمک رہی تھیں، مگر یہ چمک ایک دھوکہ تھی۔ وہ گہرائیاں جو کچھ نگل لیں، واپس نہیں کرتیں۔

گاڑیوں کے انجن دھاڑ رہے تھے، جیسے شکار پر جھپٹنے کو بےقرار درندے۔ باسط اسٹیئرنگ پر گرفت جمائے ہوئے تھا، اس کی نظریں آگے کی پتھریلی سڑک پر جمی تھیں، جہاں کسی بھی لمحے موت تاک میں بیٹھی ہو سکتی تھی۔ اس کے ساتھ نمل فرنٹ سیٹ پر تھی، جبکہ یاقوت پیچھے بیٹھا ہوا تھا، چہرے پر تناؤ کی پرچھائیاں، انگلیاں سیٹ بیلٹ کو مروڑ رہی تھیں۔ دوسری گاڑی میں کہف، یوجن، اور دیان رفتار کے ساتھ کھیل رہے تھے، جیسے یہ ان کے لیے ایک عام دن ہو۔

اچانک پیچھے ایک زور دار دھماکہ ہوا—ایک گاڑی آگ میں لپٹ گئی، اس کے ٹکڑے ہوا میں بکھر گئے۔ دھماکے کی شدت سے زمین ہلی، اور ساتھ ہی ایک کرخت، مشینی آواز ہر گاڑی کے اسپیکرز میں گونجی، جیسے کسی ظالم جلاد کا فیصلہ سنایا جا رہا ہو۔

"Listen up, players!

This race is no longer about your breath—it's about the press of a button. Some of your cars have lost their brakes, while others are rigged with timed explosives. You have exactly three minutes to cross the finish line.

Fail to do so? Boom! Your car becomes a fireball.

And for those with failed brakes—you're not in control anymore. We are. Try to stop, hesitate for even a second... and your car will be thrown straight off the cliff.

Death is waiting ahead. Let's see how close you dare to get!"

باسط نے دانت بھینچ لیے، اس کی گرفت مزید سخت ہو گئی۔ سامنے گاڑی کے ڈیش بورڈ پر اچانک ایک ٹیبلیٹ ابھرا، اسکرین پر سرخ روشنی مسلسل ٹمٹما رہی تھی۔

"This is your final chance!

Follow the red beacon—up ahead lies a deadly jump, your only shot at survival. Hit the gas, full

speed. Launch your car into the air, rip the doors open mid-flight, and dive straight into the ocean...

Hesitate? Fail? Then brace yourself for the explosion."

۔"مجھے ...سمندر سے ڈر لگتا ہے "!یاقوت کا گلا خشک ہو چکا تھا۔

۔"اور مجھے اونچائی سے "!نمل نے بے اختیار کہا۔

۔"ابھی یہ ڈر کی باتیں چھوڑو، یا تو کودو گے، یا دھماکے سے بکھرو گے "!باسط نے اسپیڈ بڑھا دی، اس کی آنکھوں میں جنون تھا۔

دیان کی گاڑی بے قابو تھی، بریک ختم ہو چکے تھے، مگر وہ اسٹیئرنگ پر قابو رکھنے کی آخری کوشش کر رہا تھا۔ پیچھے سات گاڑیاں مزید تھیں، سبھی جان بچانے کے لیے ایک دوسرے کو روندتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے، جیسے جنگل میں بھاگتے ہوئے جانور، جہاں شکاری ان کی کھال کے پیچھے ہوں۔

سڑک آگے جا کر دو حصوں میں بٹ رہی تھی—بائیں طرف پتھریلی سرنگ، اور دائیں طرف کھلا، مگر خطرناک راستہ، جہاں زمین پر چھپےspikes

تھے، اگر گاڑی ان سے ٹکرائی، تو ٹائروں کے پرخچے اڑ جائیں گے۔

"باسط، بائیں طرف لے جاؤ "!نمل چلائی۔

۔ "نہیں، سرنگ میں کوئی جال ہو سکتا ہے، ہمیں کھلا راستہ لینا ہوگا "!باسط نے ہنر مندی سے دائیں طرف گاڑی موڑی، فوراً ہی سامنے زمین سےspikes

نکلے، مگر اس نے ایک جھٹکے سے گاڑی ڈرفٹ کر کے ان کے درمیان سے گزار لی۔ پیچھے کچھ گاڑیاں

بے قابو ہوئیں، ایک گاڑی پوری رفتار سےspikes

پر چڑھی، اگلے ہی لمحے اس کے ٹائر پھٹ گئے، اور وہ قلابازیاں کھاتی کھائی میں جا گری—نیچے جاتے ہی ایک زوردار دھماکہ ہوا!۔

اچانک، آگے ایک بے حد تنگ پل تھا، لکڑی کا پرانا پل، جو ہلکی سی لرزش پر بھی گر سکتا تھا۔ گاڑیاں ایک ایک کر کے وہاں سے گزر سکتی تھیں، مگر وقت نہیں تھا!۔

۔"یہ پل ہم سب کا بوجھ برداشت نہیں کر سکتا"! کہف نے کہا، مگر دیان پہلے ہی گاڑی کو رفتار دے چکا تھا۔

۔"اور کوئی راستہ نہیں"! باسط نے ہارن مارا، اور اپنی گاڑی بھی پوری رفتار سے پل پر ڈال دی۔ پل لرزنے لگا، جیسے کسی کمزور جسم کی آخری سانسیں ہوں۔

۔ دیان کی گاڑی سب سے آگے تھی، ہوا کو چیرتی، خطرے سے بے نیاز۔ اس کے پیچھے تین گاڑیاں بپھری ہوئی موجوں کی طرح سرپٹ دوڑ رہی تھیں، انجن دھاڑ رہے تھے، ٹائروں کی رگڑ سے دھول اڑ رہی تھی۔

باسط نے گہری نظریں سڑک پر گاڑ رکھی تھیں۔ اس کا ہاتھ اسٹیئرنگ پر مضبوطی سے جما ہوا تھا، جیسے کوئی شکاری شکار پر جھپٹنے کے لیے تیار ہو۔ اس کی گاڑی کی رفتار بڑھتی جا رہی تھی، مگر پیچھے سے ایک گاڑی وحشی درندے کی مانند سر پر آ پہنچی، اور تب...

پل نے دھوکہ دے دیا۔

ایک لمحہ، ایک ہلکی سی کپکپاہٹ ...اور اچانک، پل دھڑام سے نیچے جا گرا!۔

باسط کی گاڑی آخری تھی، سامنے روڈ کچھ فاصلے پر تھا، اور نیچے صرف موت۔ وقت نہیں تھا، راستہ ختم ہو رہا تھا۔

۔"میں یہ کر لوں گا "! باسط نے چیخ کر کہا اور ہینڈل کو جھٹکے سے موڑا۔ نمل نے خوف سے چہرہ چھپا لیا، مگر یاقوت——وہ آنکھیں پھاڑ کر نظارہ کر رہا تھا، جیسے ہر خطرہ بے معنی ہو۔

گاڑی فضا میں اچھلی۔

ایک لمحے کے لیے سب کچھ ساکت ہو گیا، جیسے وقت تھم گیا ہو۔ نیچے گہری کھائی، آگے سڑک، درمیان میں ہوا میں معلق ایک گاڑی ...پھر دھڑاک !ٹائروں نے زمین کو چھوا، گاڑی جھٹکے سے اچھلی مگر قابو میں رہی۔

پیچھے ایک اور گاڑی لینڈ ہوئی، مگر تیسری اور چوتھی گاڑیوں کے نصیب میں بچنا نہ تھا۔ وہ چیختے، پلٹتے، بے قابو ہو کر کھائی میں جا گریں۔ لمحوں میں گہرائی نے انہیں نگل لیا، ایک بھیانک دھماکے کے ساتھ دھواں اور آگ کے شعلے آسمان سے جا ٹکرائے۔

نمل نے کپکپاتے لبوں سے گہرا سانس لیا۔

دیان نے سائیڈ مرر میں باسط کی گاڑی کو دیکھا اور ایک لمحے کے لیے اس کی سانس بھی رکی، پھر کہف کے ساتھ اس نے بھی گہرا سانس لیا— مگر ریس ابھی ختم نہیں ہوئی تھی!۔

اب صرف چھ گاڑیاں بچی تھیں، باقی موت کے گھاٹ اتر چکی تھیں۔ باسط کی گاڑی سرپٹ بھاگ رہی تھی، رفتار کا جنون ہر حد پار کر چکا تھا۔ کہف، دیان اور یوجن باسط کی گاڑی کے برابر تھے، مگر فاصلہ گھٹتا جا رہا تھا۔ سڑک آگے تنگ ہو رہی تھی، ایک موڑ پر خطرناک پہاڑی دیوار سر پر جھکی کھڑی تھی۔

اور پھر ...قیامت ٹوٹ پڑی!۔

اچانک، پہاڑ کی چوٹی پر ایک زوردار گڑگڑاہٹ گونجی۔ بمب پھٹا زمین لرز گئی، جیسے اندر ہی اندر کوئی خوفناک بلا کروٹ لے رہی ہو۔ لینڈ سلائیڈنگ!۔

اوپر سے بڑے بڑے پتھر قہر بن کر برسنے لگے، جیسے موت اپنے ہاتھوں میں چٹانیں اٹھائے نیچے پھینک رہی ہو۔

۔"لعنت ہو"! دیان کے لبوں سے غصیلی سرگوشی نکلی، جب اس نے بھاری چٹانوں کو اپنی طرف آتے دیکھا۔

باسط کی آنکھوں میں بجلی چمکی، اس نے بریک پر پاؤں مارا، اسٹیئرنگ کو ایک جھٹکے سے گھمایا، اور گاڑی تیزی سے سائیڈ پر کر لی۔

دیگر گاڑیاں بھی کسی نہ کسی طرح بچنے کے لیے جدوجہد کر رہی تھیں، کوئی بریک لگا رہا تھا، کوئی رفتار بڑھا رہا تھا، تو کوئی ایک جھٹکے سے گاڑی دائیں یا بائیں موڑ رہا تھا۔

مگر سب خوش نصیب نہیں ہوتے۔

ایک گاڑی جو پیچھے سے پوری رفتار پر آ رہی تھی، اچانک اس کے ٹائروں نے کنٹرول کھو دیا۔ اگلے ہی لمحے، ایک زوردار دھماکہ ہوا، جب ایک دیوہیکل چٹان پوری قوت سے آ کر اس گاڑی پر گری۔ دھات کی چیخیں بلند ہوئیں، شیشے بکھر گئے، اور گاڑی کسی کاغذ کے پرزے کی طرح پہاڑی سے نیچے کھائی میں گر گئی۔

نیچے کچھ نہ تھا ...سوائے تباہی کے۔

باقی گاڑیاں تیزی سے نکل چکی تھیں۔ دھواں، گرد، اور ملبے کے بیچ، پیچھے ایک گاڑی ہمیشہ کے لیے ختم ہو چکی تھی۔

باسط نے نمل اور یاقوت کی طرف دیکھا۔ نمل کا چہرہ زرد تھا، اس کے ہاتھ ڈیش بورڈ پر سختی سے جمے ہوئے تھے، جبکہ یاقوت کی آنکھیں خوف کی بجائے شدت سے چمک رہی تھیں۔

کہف اور دیان نے پیچھے دیکھا، پھر آگے ریس کے میدان پر نظریں جما دیں۔

یہ موت کا کھیل تھا، اور اب مقابلہ صرف پانچ گاڑیوں کے درمیان تھا!۔

۔ اور وقت کے ہاتھ میں بس چند لمحے باقی تھے، اور زمین اپنی آغوش میں مزید بربادی سمیٹنے کو تیار تھی۔

بیس سیکنڈ...۔

نمل نے فرنٹ مرر سے اپنی نظریں یاقوت پر جمائیں، جو پیچھے بیٹھا سفید پڑ چکا تھا۔ اس کے لب کانپ رہے تھے، ماتھے پر پسینے کی ننھی بوندیں چمک رہی تھیں، اور اس کی نظریں آگے اس روڈ پر تھیں جو اچانک ہی اوپر کو اٹھ رہی تھی۔

پندرہ سیکنڈ...۔

دائیں بائیں پہاڑیوں پر بھڑکتی مشعلوں کی روشنی میں سڑک آگے خالی لگ رہی تھی، مگر اوپر کی طرف بلند ہو رہی تھی، جیسے آسمان کو چھونے والی کوئی موت کی سیڑھی ہو۔ اوپر کہیں روشنیوں کے درمیان ایک سرخ نشان جھلملایا—

چھلانگ !۔

باسط نے اسٹیئرنگ پر گرفت مضبوط کر لی، پیر ایک لمحے کے لیے بریک پر گیا مگر فوراً ہی اس نے ایک جھٹکے سے گاڑی کی اسپیڈ بڑھا دی۔ گاڑیاں ایک دوسرے سے سبقت لینے کی کوشش میں جنون کی حدیں پار کر چکی تھیں، انجن دھاڑ رہے تھے، ٹائروں کی چیخیں فضا میں سنائی دے رہی تھیں، اور ہر کوئی بس آخری لمحہ جیتنے کے لیے لڑ رہا تھا۔

دس سیکنڈ...۔

۔"مجھے سمندر سے ڈر لگتا ہے "!یاقوت کی آواز کپکپاہٹ میں ڈوبی ہوئی تھی، اس کے ہاتھ سیٹ پر سختی سے جمے ہوئے تھے۔

۔"یاقوت !دیکھو، تمہیں یہ کرنا ہوگا "!نمل کی آواز میں گھبراہٹ تھی مگر وہ مضبوط تھی، جیسے اسے معلوم تھا کہ خوف کی زنجیر توڑے بغیر آگے بڑھنا ممکن نہیں۔

دیان نے کہف کو دیکھا،" یاقوت کو سمندر سے ڈر لگتا ہے۔"۔

کہف نے ایک نظر دیان پر ڈالی، جو آگے سڑک پر نظریں جمائے گاڑی بھگائے جا رہا تھا، اور کہا، ۔"باسط اسے کنوینس کر لے گا۔"۔

پانچ سیکنڈ...۔

گاڑیاں آگے بڑھ رہی تھیں، لیکن وقت نہیں رُک رہا تھا۔ سامنے کا راستہ ختم ہو رہا تھا، اب صرف ہوا تھی، نیچے ہزاروں فٹ گہرا نیلا سمندر، اور اوپر ایک آخری موقع—جمپ!۔

باسط نے پوری قوت سے اسٹیئرنگ تھاما، پیر ایک لمحے کے لیے مکمل اسپیڈ پر جم گیا، اور جیسے ہی ٹائمر تین ...دو ...ایک پر پہنچا—۔

گاڑیاں ہوا میں اچھل گئیں!۔

فضا میں ہر طرف گاڑیاں معلق ہو گئیں، جیسے وقت تھم گیا ہو۔ ایک لمحہ ...بس ایک لمحہ، جب سب کچھ بے آواز ہو گیا، جیسے پوری دنیا خاموشی میں لپٹ چکی ہو۔

۔"یاقوت !جمپ کرو "!باسط کی دھاڑ ہوا میں گونجی، مگر یاقوت کا جسم جیسے شل ہو چکا تھا۔ اس کی آنکھیں نیچے پھیلے بے کراں پانی کو دیکھ رہی تھیں، جہاں کوئی کنارہ نہ تھا، صرف نیلا سمندر، موت کی طرح گہرا، پراسرار، اور بے رحم۔

یاقوت کا دل ایک لمحے کے لیے رُک گیا۔

اچانک، جیسے کوئی بجلی اس کے اندر کوندی، اس نے ہچکچاتے ہوئے دروازہ کھولا— لیکن بس اتنا ہی کر پایا۔

اس کے حواس جواب دے گئے، جسم کی گرفت ختم ہو گئی، اور اگلے ہی لمحے...

وہ بے ہوش ہو کر گاڑی سے باہر گر گیا!۔

اوپر جلتے سورج کی روشنی میں اس کا بے جان جسم آہستہ آہستہ نیچے گرنے لگا۔ چاروں طرف گاڑیاں گر رہی تھیں، لوگ چیخ رہے تھے، دھماکے ہو رہے تھے، اور نیچے، سمندر کے نیلے سینے پر موت کے سائے منڈلا رہے تھے۔

کہف، دیان، یوجن، باسط، نمل—سب نیچے گر رہے تھے، مگر یاقوت ...وہ بے ہوشی میں قلابازیاں کھاتے ہوئے نیچے جا رہا تھا، جیسے کوئی مردہ پنچھی فضا میں معلق ہو، جیسے ہوا میں تحلیل ہو جانے والا کوئی سایہ...۔

اور پھر—۔

سمندر نے اسے نگل لیا۔

نیلا سمندر خاموش تھا، بے کراں، بے رحم، جیسے کوئی پراسرار مخلوق جو اپنے شکار کو نگلنے کے لیے دہانے کھولے بیٹھی ہو۔

اوپر سورج پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا، مگر اس کی روشنی سمندر کی سطح پر آ کر ایک لکیر میں بکھر رہی تھی—ایک سنہری لکیر، جو سیدھی نیچے تک جا رہی تھی، جیسے کسی دوسرے جہان کا دروازہ کھلا ہو۔

اور اس روشنی میں...۔

یاقوت!۔

ہوا میں بے سدھ، ہاتھ پھیلا ہوا، جسم بے قابو، جیسے کوئی بوسیدہ پتنگ اپنی ڈور سے کٹ کر زمین کی کشش میں گرفتار ہو گئی ہو۔ اس کی پلکیں بوجھل تھیں، دھڑکن سست پڑ رہی تھی، اور شعور ... کہیں اور بھٹک رہا تھا۔

ہر چیز دھندلی ہو چکی تھی۔

سفیدی میں لپٹی ہوئی ایک بے رنگ دنیا، جیسے وقت نے اپنے خدوخال کھو دیے ہوں، جیسے زندگی کسی گہرے دھوئیں میں تحلیل ہو چکی ہو۔

پھر، ایک آواز اُبھری۔

۔"باسل، یہ اسپائیڈر مین تمہیں سنبھال کر رکھنا ہے"!۔

آواز کہیں دور سے آ رہی تھی، جیسے کسی بند کمرے کے اندر سے گونجتی ہوئی سرگوشی۔ یاقوت کی بند آنکھوں کے پیچھے منظر واضح ہونے لگا—ایک عورت، جس کے چہرے پر دھند چھائی ہوئی تھی، ہاتھ میں ایک نرم کھلونا تھا، جیسے کسی ننھے وجود کے لیے محبت سے خریدا گیا ہو۔

پھر اچانک...۔

"امی !مجھے آپ چاہیے"!

ننھی آواز، بے حد معصوم، بے حد ادھوری، جیسے کسی بچے کی پہلی فریاد۔ منظر ایک لمحے کے لیے لرزا، سفید روشنی میں وہی عورت دکھائی دی، گھٹنوں کے بل جھک کر ایک بچے کو سینے سے لگاتے ہوئے، جیسے اسے دنیا کی ہر برائی سے بچانے کی آخری کوشش کر رہی ہو۔

"میں تو آپ سے ...بابا سے ...بہت پیار کرتا ہوں"...

یاقوت کا بے جان جسم نیچے جا رہا تھا، مگر اس کے اندر کوئی احساس بیدار ہو رہا تھا، جیسے وہ لفظ اس کے جسم سے ٹکرا کر روح میں پیوست ہو گئے ہوں۔

اور پھر...۔

"تمہارے بابا اچھے انسان نہیں ہیں، باسل ...وہ بُرے بن چکے ہیں"!

آخری الفاظ کی بازگشت خوفناک تھی، جیسے کسی گہری کھائی میں گرتی چیخ، جیسے ہوا میں تحلیل ہوتی التجا ...۔

سفید دھند کے اندر، وہ عورت اور بچہ بھاگ رہے تھے۔

کسی کے قدموں کی چاپ ان کا پیچھا کر رہی تھی۔

بھاگو ...بھاگو !۔

اندھیرے میں کسی کی موجودگی تھی۔ ایک سایہ، جو ہر طرف سے لپک رہا تھا، جیسے کوئی درندہ اپنے شکار کو جکڑنے سے پہلے آخری لطف لے رہا ہو۔

یاقوت کا دل زور سے دھڑکا۔

اور پھر۔۔ اندھیرہ

سمندر کی سنہری لکیر نیچے تک جا رہی تھی، مگر اب وہ روشنی اس کے اندر معدوم ہو رہی تھی۔ نیچے ایک پاتال تھا، گہرا، پراسرار، اور وہ ...اس میں ڈوب رہا تھا۔

----☆☆☆----

سمندر کی سطح پر سولہ لوگ تیر رہے تھے، گہرے سانس لیتے، تھکن اور خوف کے احساس میں ڈوبے ہوئے۔

دور، دھند میں لپٹا ایک عظیم الجثہ بحری جہاز ان کے سامنے تھا، جیسے کسی بلا کی صورت کھڑا ہو۔ جہاز پر لگی روشنیوں کی جھلملاہٹ سمندر کے پانی میں ہلکی سی سنہری لکیر بکھیر رہی تھی، مگر اس لمحے اس روشنی میں کوئی امید نہیں تھی— بس ایک الٹی میٹم تھا!۔

اچانک، جہاز کے اسپیکر سے ایک کرخت، سرد آواز گونجی، جیسے کسی مشین کا بے رحم اعلان

"The third round of this game starts now. You have exactly seven minutes to reach this ship. If you fail—"

(ایک لمحے کے لیے آواز رکی، جیسے کوئی سسپنس بھرے وقفے سے لطف اندوز ہو رہا ہو)

"—you will be executed. The ship will leave in seven minutes... and you will be left behind in danger."

موت کی مہر لگا دی گئی تھی!۔

باسط اور دیان نے بے چینی سے ارد گرد دیکھا، آنکھیں اضطراب میں بھٹک رہی تھیں، چہرے پر پانی کے ساتھ ساتھ بے قراری کے قطرے بھی چمک رہے تھے۔

۔"یاقوت کہاں ہے؟ "باسط کی آواز تیز اور بے چین تھی۔

۔"یاقوت "!!دیان کی چیخ ہوا میں بکھری۔

۔"یاقوت"!!!۔

مگر جواب میں صرف سمندر کی سرد، بے رحم لہریں تھیں۔

پھر ...اچانک...

سمندر کے نیچے کوئی چیز حرکت میں آئی، پانی میں ایک ہلکی سی ارتعاش پھیلی، جیسے کسی خوفناک بلا نے کروٹ لی ہو۔

اور ...پھر ایک پلئیر چیخا!۔

پانی کی سطح پر ایک شخص جو تیزی سے آگے بڑھ رہا تھا، اچانک نیچے کھینچ لیا گیا۔ ایک لمحے کے لیے اس کا سر نظر آیا، اس کے ہاتھوں کی بے بسی نظر آئی، مگر اگلے لمحے وہ سمندر کی تاریکی میں غائب ہو چکا تھا!۔

خاموشی...۔

اور پھر...۔

پانی سرخ ہونے لگا!۔

ہر آنکھ دہشت میں پھیل گئی۔

"Oh my God!"

پانی کے نیچے کوئی خوفناک چیز حرکت کر رہی تھی۔

اور پھر—ایک خوفناک، نوکیلا، مہیب فن نمودار ہوا!۔

"SHARK!"نمل کے منہ سے بے اختیار نکلا۔

۔"یہ ...یہ خون کی بو پر حملہ کر رہی ہیں "!نمل نے سانس کھینچ کر کہا،

۔"یہ عام شارک نہیں، یہ غیر معمولی حد تک وحشی ہیں "!دیان نے بے یقینی سے کہا۔

باسط بولا

"ممکن ہے ان پر کوئی تجربہ کیا گیا ہو ...یہ قدرتی شارک جیسی نہیں لگ رہیں!۔ "

پانی میں ایک دھماکہ سا ہوا، جیسے کوئی زلزلہ آ گیا ہو!۔

اور پھر ...اچانک...

"OH-----"!

ایک دیو ہیکل، خوفناک بلیو وہیل پانی سے اچھلی!۔

اس کا منہ کھلا، اندھیرے کی طرح گہرا، اور دو پلئیر جو آگے جا رہے تھے، ایک لمحے میں اس کے جبڑوں میں سما گئے۔

ایک چیخ—اور پھر خاموشی۔

جیسے وہ کبھی یہاں موجود ہی نہ تھے!۔

سب کے دل حلق میں آ گئے!۔

اب تیرنا زندگی کی آخری جنگ بن چکا تھا۔ ہر کوئی اپنی جان بچانے کے لیے دیوانہ وار پانی چیر کر آگے بڑھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

۔"یاقوت تم کدھر ہے "! باسط کی آواز میں بے قراری تھی وہ لرز رہا تھا۔۔

۔"نیچے جانا ہوگا "!دیان نے جلدی سے کہا۔

۔"کیا؟ہاں جانا ہو گا یاقوت کو بچانا ہوگا "کہف چلائی، اس کے چہرے پر خالص خوف تھا۔

۔"ہم یاقوت کو ایسے نہیں چھوڑ سکتے "!باسط نے کہا۔

نمل نے تیز سانس لیا، لمحے بھر کے لیے سوچا، اور پھر بولی،" ٹھیک ہے، ہم لوگ جہاز کی طرف بڑھتے ہیں، تم دونوں یاقوت کو ڈھونڈو"!۔

دیان اور باسط نے ایک نظر ایک دوسرے کو دیکھا، سر ہلایا، اور پھر نیچے کی طرف غوطہ لگایا!۔

پانی میں — مکمل اندھیرا۔

نیچے ایک بھیانک سنّاٹا تھا۔ جیسے کسی قبر کے اندر داخل ہو گئے ہوں۔

پیچھے شارک کا ایک پورا جھنڈ تھا!۔

اور پھر...۔

ایک شارک تیزی سے دیان کی طرف بڑھی!

آخری لمحے میں دیان نے اپنی انگلیاں اس کی آنکھ میں گھسا دیں !شارک کی آنکھ سے خون پھوٹا اور وہ اپنی ہی بو سے پاگل ہو کر ادھر اُدھر مڑنے لگی، اپنے ہی گروہ کو نقصان پہنچانے لگی!۔

مگر نیچے کا اندھیرا مزید گہرا ہو رہا تھا ...اور یاقوت ...ابھی تک کہیں نظر نہیں آ رہا

تھا!۔

----☆☆☆----

اندھیرا، بے کراں نیلا اندھیرا...۔

گہرا سمندر ...جہاں روشنی کی ایک آخری لکیر کہیں اوپر آسمان کی طرف سے نیچے آرہی تھی...۔

دیان اور باسط پانی میں تیر رہے تھے، نیچے سمندر کا نہ ختم ہونے والا خلا، اوپر سطح پر تیرتی خون خوار مچھلیوں کی لمبی پرچھائیاں۔

ہر سانس مشکل تھی، ہر لمحہ بھاری۔

شارکیں سطح پر تیر رہی تھیں، ان کے فنز پانی میں ہلکی سی ارتعاش پیدا کر رہے تھے۔ لیکن اس وقت ان کی توجہ ان پر نہیں تھی ...ابھی نہیں...۔

یکدم دیان کے قریب سے کچھ تیرتا گزرا...۔

ایک کٹا ہوا ہاتھ!۔

دیان کا دل سینے میں دھڑک کر رہ گیا!۔

اس نے ہاتھ بڑھا کر اسے پکڑا——۔

پانی میں جھولتا، برف جیسا سرد ...بے جان ہاتھ!۔

پھر اس کی نظریں انگلی پر جا ٹھہریں——۔

انگوٹھی!۔

یہ ...یاقوت کی انگوٹھی تھی!۔

دیان کا دماغ جیسے بھک سے اُڑ گیا!۔

اس کے ہاتھ کانپنے لگے، پانی کے اندر ہی حلق خشک ہوگیا۔

باسط نے دیان کی نظروں کا تعاقب کیا، اس کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں دبا دیا ہو۔

وہ بےاختیار نیچے جھک کر سمندر کے گہرے اندھیرے میں جھانکنے لگا، مگر وہاں کچھ نہیں تھا...

بس ...پھیلتا ہوا خون!۔

دیان نے ایک جھٹکے میں ہاتھ چھوڑا!۔

وہ باسط کی کلائی پکڑ کر اوپر سطح کی طرف تیزی سے تیرنے لگا۔ دونوں نے پوری طاقت لگا دی، جسم بوجھل ہو رہے تھے، پھیپھڑے سانس کو ترس رہے تھے، مگر زندگی کی آخری امید وہ سطح پر تیرتی روشنی تھی!

پانی کا دباؤ کم ہونے لگا...۔

روشنی قریب آتی جا رہی تھی ...

اور پھر——۔

وہ دونوں سطح پر پہنچ گئے!۔

ہوا ...ہوا چاہیے تھی!۔

دیان اور باسط نے سطح پر پہنچتے ہی تیزی سے گہری سانس لی، جیسے زندگی لوٹ آئی ہو۔

''وہ کہہ رہا تھا کہ اسے سمندر سے خوف آتا ہے''...

باسط کی آواز بوجھل تھی، کانپ رہی تھی، جیسے لفظوں کا بوجھ اس کے سینے پر دھرا ہو۔

''ہمیں اس کا خیال رکھنا چاہیے تھا''...

دیان نے ایک گہری سانس لی، آنکھوں میں پانی اتر آیا۔'' میرے بھائی، اگر وہ گاڑی میں رہتا، تب بھی موت اس کی راہ دیکھ رہی تھی۔ ہم نے اسے بچانے کی ہر ممکن کوشش کی ...مگر شاید اس کی زندگی یہیں تک تھی۔''۔

خاموشی!۔

سمندر کے شور میں، اندر ہی اندر کچھ ٹوٹ رہا تھا۔

دیان کی آنکھیں گیلی تھیں۔

باسط نے اس کی طرف دیکھا ...وہ رو رہا تھا۔

دیان نے ایک جھٹکے سے چہرہ موڑ لیا، اپنے آنسو سمندر میں بہا دیے۔

''ہمیں نکلنا ہوگا، ابھی نہیں تو کبھی نہیں''!

دونوں نے ایک ساتھ پانی میں حرکت کی۔

تیزی سے ...جلدی سے ...پوری قوت سے!۔

کہف، نمل اور یوجن جہاز کے قریب پہنچ چکی تھیں، وہ سیڑھیاں پکڑ کر اوپر چڑھنے لگے۔ مگر باسط اور دیان ابھی بھی پیچھے تھے ——اور ان کے پیچھے خون خوار مچھلیوں کی ایک قطار!۔

سیاہ سائے پانی میں تیرتے ہوئے قریب آ رہے تھے۔

تیز رفتار، وحشی، خونخوار!۔

۔''بس کچھ ہی فاصلہ ہے''! باسط نے دیان کی طرف دیکھا، مگر اس کے لفظ جیسے پانی میں دب گئے۔

اسی لمحے——۔

ریلنگ پر چڑھتی ایک لڑکی کا پیر پھسلا!

۔"نہیں"!...۔

وہ چیخ مار کر نیچے گری!۔

ایک پل کے لیے سمندر نے اسے نگل لیا ...پھر خون خوار مچھلیوں کا جھنڈ جو باسط اور دیان کے پیچھے تھا انہوں نے مڑ کر حملہ کر دیا!۔

پانی میں خوفناک ارتعاش ...ایک جھٹکا ...اور——۔

پانی سرخ ہو گیا!۔

باسط اور دیان نے جھرجھری لی، لیکن وقت نہیں—— ۔

وہ پوری قوت سے آگے لپکے، سیڑھیوں کی طرف!۔

شارکیں ان کے پیچھے، فاصلہ کم ہوتا جا رہا تھا، بس ایک لمحہ ...ایک غلطی ...اور وہ بھی ختم ہو سکتے تھے!۔

دیان نے سیڑھی کی ریلنگ تھامی، پوری طاقت سے کھینچا، اور اوپر چڑھنے لگا۔ باسط اس کے پیچھے تھا۔

نیچے ...وہی سائے منڈلا رہے تھے!۔

ایک شارک نے پانی کو چیرتے ہوئے چھلانگ لگائی، بالکل باسط کے پیروں کے قریب!۔

باسط نے جلدی سے ٹانگیں اوپر کھینچیں، دل زور سے دھڑکا!۔

آخر کار——۔

وہ دونوں اوپر پہنچ گئے!۔

اوپر خاموشی چھا گئی۔

کہف، نمل اور باقی لوگ ان کی طرف دیکھ رہے تھے، سانسیں بے ترتیب، آنکھوں میں سوال۔

کہف کی آواز کپکپائی،

"یاقوت ...کدھر ہے؟"

باسط نے گردن جھکا لی ...

دیان نے لب بھینچے، پھر سرد لہجے میں بولا،

۔"بس ...اس کا ایک ہاتھ ملا ہے، کٹا ہوا ...باقی کچھ نہیں"!۔

کہف کے چہرے کا رنگ یکدم سفید پڑ گیا۔

نمل نے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ لیا، آنکھیں خوف اور غم سے بھیگ گئیں۔

پھر——۔

کہف دیان سے لپٹ کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی!۔

باسط نے آنکھیں بند کر لیں، جیسے سب کچھ اپنے اندر دبا لیا ہو۔

جہاز کی ریلنگ کے پاس، سائے میں کھڑے دو محافظ ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔

ایک نے دوسرے کے کان میں سرگوشی کی،

"ہم ...ڈیول کو کیا جواب دیں گے؟"

----☆☆☆----

وہ گہرے سمندر کی سیاہی میں ڈوب رہا تھا ....

سب کچھ دھندلا تھا...۔

اس کے دماغ میں سیاہ اور سفید خاکے ابھرنے لگے۔ حقیقت اور سراب کے درمیان ایک مدھم سا پردہ تھا، اور وہ اس پردے کے پیچھے دھکیل دیا گیا تھا۔

پھر ...اچانک...۔

ایک ہاتھ نمودار ہوا!۔

پانی میں—ابھرتا، مڑتا، کسی بھیانک سائے کی طرح، جیسے کسی منحوس خواب کی حقیقت بن گیا ہو۔

وہ ہاتھ کسی کا سر پانی میں ڈبو رہا تھا...۔

غڑپ !غڑپ !غڑپ!۔

پانی میں ہلچل تھی، مگر آوازیں کہیں بہت دور ...دھند میں لپٹی ہوئی۔

وہ ہاتھ غیر انسانی حد تک مضبوط تھا، اس کی پشت پر ایک آنکھ کا ٹیٹو بنا ہوا تھا—۔

وحشی، پراسرار، اور بھیانک!۔

ہاتھ کی پشت پر اُبھری ہوئی نیلی رگیں تھرتھرا رہی تھیں، جیسے ان میں خون کے بجائے کوئی زہر دوڑ رہا ہو....

جہاز کا ٹائمر ختم ہو چکا تھا، وہ دھیرے دھیرے پیچھے سرک رہا تھا، جیسے سمندر کی بے رحم گہرائیوں میں کسی کی قسمت چھوڑ کر جا رہا ہو۔ عین اسی لمحے، نیچے سمندر کی سیاہی میں، یاقوت کی آنکھیں یکدم کھلیں۔ سینے میں گھٹن تھی، پھیپھڑوں میں پانی گھس چکا تھا، مگر زندگی ابھی باقی تھی۔ اس کے منہ سے کچھ بلبلے نکلے، آنکھوں کے آگے دھندلی چادر پھیلی ہوئی تھی، دماغ سُن تھا۔ مگر جینے کی تڑپ ایک جھٹکے سے جاگ اٹھی۔

ہاتھ پیر مار کر اس نے اوپر کی طرف تیرنا شروع کیا، پانی کے دباؤ نے جسم کو نیچے کھینچنے کی کوشش کی، مگر وہ مسلسل اوپر کی طرف بڑھتا گیا۔ ہر گزرتے لمحے کے ساتھ اس کی سانسیں کمزور پڑ رہی تھیں، مگر امید کی ایک کرن —جہاز ! وہ دور ہوتا دکھائی دے رہا تھا۔ آخرکار، اس کا سر سطح سے باہر آیا۔ ایک گہری، کانپتی ہوئی سانس لی، حلق سے پانی باہر نکلا، الٹی کی اس کی آنکھوں سے پانی نکل رہا تھا۔اس نے اپنے کانوں سے پانی نکالا مگر آواز بند ہو چکی تھی۔ وہ چیخنا چاہتا تھا، مگر کوئی صدا نہ ابھری۔

دور جاتے جہاز کو دیکھ کر اس کے سینے میں ایک بھیانک خوف پھیل گیا۔ اگر وہ اسے چھوڑ کر چلا گیا تو؟ اگر وہ یہیں رہ گیا؟ نہیں، وہ مرنا نہیں چاہتا تھا !اس نے پوری قوت سے اپنے پھیپھڑوں پر زور دیا اور چیخ پڑا۔ ایک کانپتی ہوئی، خوفزدہ چیخ سمندر کے بے رحم شور میں تحلیل ہو گئی، مگر پھر بھی—— جہاز پر کھڑے باسط اور دیان نے پلٹ کر دیکھا۔ وہ دنگ رہ گئے۔ یاقوت زندہ تھا!۔

مگر نیچے، سمندر کے گھپ اندھیرے میں، کوئی اور بھی تھا۔ شارک کے بڑے بڑے سائے اس کی طرف بڑھنے لگے۔ یاقوت کے جسم میں جھرجھری دوڑ گئی۔ وہ پانی میں بےقراری سے ہاتھ پیر مارنے لگا۔ جہاز کے قریب ہی شارکیں اچھل رہی تھیں، پانی میں ارتعاش محسوس کرتے ہی وہ پلٹیں اور یاقوت کی جانب لپکنے لگیں۔

اوپر کھڑے باسط نے ایک پل میں فیصلہ کیا۔ اس نے ایک تیز چھری اٹھائی، اپنے ہاتھ کی ہتھیلی پر ایک گہرا زخم لگایا، اور خون سمندر میں ٹپکانے لگا۔ سرخ مائع پانی میں تحلیل ہونے لگا، لہریں دھیرے دھیرے اس خون کو پھیلانے لگیں۔ جیسے ہی خون خوار مچھلیوں کی ناک نے اس بو کو محسوس کیا، وہ الجھ گئیں۔ کچھ تو فوراً جہاز کی طرف پلٹیں، مگر کچھ اب بھی یاقوت کے تعاقب میں تھیں۔

اچانک، جہاز پر دو محافظوں نے اپنی مشین گنز اٹھائیں اور پانی میں خون خوار مچھلیوں پر گولیاں برسانے لگے۔ تڑتڑاہٹ کی آواز گونجی، کچھ شارکیں زخمی ہو کر ہچکچائیں، کچھ خون میں ڈوبنے لگیں، مگر خطرہ ابھی باقی تھا۔ دیان نے حیرت سے ان محافظوں کی طرف دیکھا۔ وہ ان کی مدد کیوں کر رہے تھے؟ ایک محافظ نے سنجیدگی سے کہا،'' مینیجمنٹ کا حکم ہے، اگر کوئی پلئیر پیچھے رہ جائے، تو اسے بچایا جائے۔''۔

دیان نے ایک لمحے کو غور کیا، پھر تیزی سے باسط کی طرف مڑا۔ محافظ نے اشارہ کیا،'' پیچھے ایک الیکٹرک بوٹ ہے، اسے استعمال کرو ''!باسط اور دیان فوراً اس بوٹ پر سوار ہو گئے، جو جہاز کے پیچھے لٹک رہی تھی۔ جیسے ہی وہ پانی میں اتری، ایک اور پریشانی کھڑی ہو گئی۔

سامنے سمندر کی تہہ میں کچھ ہلچل ہوئی۔ یاقوت ہانپتے ہوئے تیرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ سامنے ایک بڑی پرچھائیں محسوس ہوئی۔ ایک لمحے بعد، پانی میں ایک دیوہیکل مخلوق حرکت میں آئی —بلیو وہیل !اس کا جحم اتنا بڑا تھا کہ ایک ہی جنبش میں کشتی کو پلٹ سکتی تھی۔

بوٹ پوری رفتار سے یاقوت کی طرف جا رہی تھی، مگر وہیل نے ایک جھٹکے سے اپنی دم ماری، سمندر کی سطح پر زبردست ارتعاش پھیل گیا، پانی کے بڑے بڑے چھینٹے اچھلے، کشتی لرز کر ایک طرف جھک گئی۔ دیان اور باسط نے خود کو سنبھالا، مگر کشتی کی رفتار دھیمی پڑ گئی۔

یاقوت نے یہ سب دیکھا اور ایک بار پھر خوف میں مبتلا ہو گیا۔ وہ بچنے کے لیے زور سے تیرنے لگا، مگر اس کے جسم میں مزید طاقت نہیں بچی تھی۔ وہ وہیل کے قریب آتا جا رہا تھا، جیسے کوئی ننھی سی مچھلی کسی دیوہیکل بلا کے سامنے قید ہو چکی ہو۔

دیان نے فوراً ایک رسہ اٹھایا اور باسط کو دیا،" یہ پھینکو "!باسط نے پوری قوت سے وہ رسی یاقوت کی طرف اچھالی۔ یاقوت نے مشکل سے اسے پکڑا، مگر اس کا ہاتھ پھسل گیا۔ دیان نے جھنجھلا کر چیخا۔ ، ۔"پکڑو یاقوت، ورنہ مر جاؤ گے"!۔

اس بار یاقوت نے پوری قوت سے رسی تھامی، دیان اور باسط نے اسے کھینچنا شروع کیا، مگر وہیل نیچے حرکت میں آ گئی تھی۔ ایک جھٹکے سے وہ سطح پر آئی، اس کی بڑی سی آنکھ یاقوت پر جمی ہوئی تھی۔ جیسے ہی وہ قریب آئی، باسط نے کشتی پر رکھی ایک ہارپون گن اٹھائی اور نشانہ لے کر فائر کیا۔

نیلے سمندر میں دھاڑ گونجی، ہارپون وہیل کے پہلو میں جا لگی۔ وہ ایک زبردست جھٹکے سے پلٹی، پانی میں ہلچل مچ گئی، اور دیان یاقوت کو کھینچتے کھینچتے کشتی کی طرف لانے لگا ۔ اب کی بار، دیان اور باسط نے تیزی سے اسے اوپر کھینچ لیا۔

کشتی نے فوراً واپس جہاز کی طرف رخ کیا، پیچھے وہیل زخمی ہو چکی تھی، مگر اس کے جھٹکوں سے سمندر میں ہلچل مچ رہی تھی۔ کسی نہ کسی طرح وہ جہاز کے قریب پہنچے، اوپر سے محافظوں نے مزید رسی پھینکی، اور ایک ایک کر کے وہ سب جہاز پر چڑھنے لگے۔

جیسے ہی یاقوت نے جہاز پر قدم رکھا، سب کی نظریں اس پر جمی تھیں۔ کہف اور نمل نے اسے زندہ دیکھ کر بےاختیار چہروں پر ہاتھ رکھ لیے، جذبات کی شدت سے لرزتی آواز میں کہف نے کہا،'' شکر ہے تم زندہ ہو''۔

کہف یاقوت باسط دیان، نمل اور یو جن گلے لگے۔۔۔

جہاز اب مکمل طور پر آگے بڑھ چکا تھا، پیچھے سمندر کی سطح پر اب بھی وہیل کی زخمی پرچھائیں تیر رہی تھی۔ آگے کیا تھا؟ کوئی نہیں جانتا تھا، مگر ایک چیز طے تھی ـــــ یہ صرف شروعات تھی۔

----☆☆☆----

سمندری جہاز ایک سنسان جزیرے کے کنارے رُک چکا تھا۔ خاموش پانیوں میں اس کا عکس ہلکی لہروں کے ساتھ تھر تھرا رہا تھا۔ پلئیرز کے دلوں میں بے یقینی اور اضطراب کی تیز لہریں اٹھ رہی تھیں۔ اب صرف دس باقی رہ گئے تھے — کہف، دیان، باسط، یاقوت، یوجن، نمل اور چار مزید جن کے چہرے پر خوف، حیرت اور اندیشوں کے سائے تھے۔

سامنے دو نقاب پوش کھڑے تھے، اُن کے وجود سے خطرے کی پرچھائیاں پھوٹ رہی تھیں، جیسے موت کی دہلیز پر کھڑے یہ لوگ حتمی فیصلے کا اعلان کرنے آئے ہوں۔ ایک گہری، گونج دار آواز جزیرے کی خاموشی چیرتی چلی گئی۔

"Warriors... You have three days to make your way out of this island."

ان میں سے ایک نے ایک ایک کر کے سب کے ہاتھ میں ایک نقشہ تھمایا۔ خنکی سے لبریز آواز دوبارہ ابھری، جیسے کسی بے رحم مشین کا پیغام نشر ہو رہا ہو۔

"This map holds your only chance at survival. The red mark is your final destination. Three days from now, at exactly 2:30 PM, a helicopter will land there— the only way off this island. Fail to reach in time, and the entire island will be obliterated. There will be no second chances, no mercyہو

ہوا کے جھونکے میں ان کے الفاظ تحلیل ہو گئے، مگر ان کا خوف باقی رہ گیا۔

"This... is the final round. The last game. Survive... if you can."

وہ نقاب پوش خاموشی سے پیچھے ہٹے، اُن کے قدموں کی آواز ریت میں دب گئی۔ جہاز پر سوار ہوتے ہی موٹر کی گھمبیر گڑگڑاہٹ فضا میں گونجی، جیسے کسی عفریت نے اپنے شکار کو چھوڑ کر نجات کی راہ پکڑ لی ہو۔ پانی کا سینہ چیرتا ہوا وہ جہاز دور ہوتا گیا، یہاں تک کہ سمندر نے اسے اپنی بے کراں وسعت میں نگل لیا۔

پیچھے ...وہ دس کھلاڑی رہ گئے۔ بالکل تنہا۔

ہوا کے جھونکے درختوں کی شاخوں میں سرسرا رہے تھے، پرندے خاموش تھے، اور دور کسی نامعلوم جانور کی دھیمی غرّاہٹ سنائی دی۔ دیان نے ایک گہری سانس لی، مگر اس کا دل بوجھل تھا۔ وہ جانتا تھا، جان سے زیادہ قیمتی کوئی چیز نہیں۔ اور یہ لوگ، جو پچاس ہزار بلین ڈالر کا لالچ دے رہے تھے —وہ کبھی بھی کسی کو چھوڑنے والے نہیں تھے۔

۔"یہ جال ہے "...دیان نے زیرِ لب سرگوشی کی۔

کہف اور باسط نے بے یقینی سے ایک دوسرے کو دیکھا، یاقوت نے مٹھی بھینچی، نمل نے نقشے کو غور سے دیکھنے کی کوشش کی، مگر اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔

کیا وہ حقیقتاً بچ سکتے تھے؟

دیان کے ذہن میں ایک اور خیال بجلی کی طرح کوندا —گیم زون!۔

اگر وہ جزیرے پر چھوڑ دیے گئے ہیں، تو گیم زون میں کیا ہو رہا ہوگا؟ کیا وہاں وہ لوگ پہنچ چکے ہوں گے؟ کیا انٹیلیجنس ایجنسیاں اُن کی لوکیشن ٹریس کر چکی

ہوں گی؟ شاید وہ اس وقت گیم زون میں داخل ہو چکے ہوں، شاید وہ بس ایک اشارے کے منتظر ہوں...۔

مگر وہ نہیں جانتا تھا کہ حقیقت کہیں زیادہ بھیانک تھی۔

گیم زون ... صفحۂ ہستی سے مٹا دیا گیا تھا۔

ایک دھماکہ —— سمندر دہل گیا، ہوا لرز گئی، آسمان میں شعلے بھڑک اٹھے۔ چند لمحوں میں وہ جگہ، جو ایک وقت میں شور سے گونجتی تھی، جہاں مسابقت، حکمت، اور بقا کی جنگ جاری تھی —— وہ اب بری یاد کے سوا کچھ نہ تھی۔

یہ کھیل نہیں تھا۔ یہ بقا کی جنگ بھی نہیں تھی۔

یہ فیصلہ تھا۔

اور جزیرے پر کھڑے یہ دس لوگ ...ابھی تک اس حقیقت سے بے خبر تھے۔

وہ سب جزیرے کے اندر کی طرف بڑھنے لگے۔ سرسبز درختوں کی گھنی چھاؤں میں داخل ہوتے ہی ایک بوجھل سی نمی اور مٹی کی سوندھی مہک نے انہیں گھیر

لیا۔ ہوا میں ایک عجیب سی خاموشی تھی، جیسے یہ جنگل خود بھی ان اجنبی مسافروں کو پرکھ رہا ہو۔

یاقوت اب بھی خیالات میں گم تھا۔ اس کے قدم بوجھل ہو رہے تھے، جیسے کوئی غیر مرئی طاقت اسے پیچھے کھینچ رہی ہو۔ باسط نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا، نرم مسکراہٹ کے ساتھ بولا،'' میں تو ڈر ہی گیا تھا، یاقوت ...لگا تھا کہ ہم نے تمہیں کھو دیا۔ ہم سب کچھ کھونے کا حوصلہ رکھ سکتے ہیں، مگر اپنے چھوٹے کامیڈی سرکس کو نہیں''!۔

یاقوت کی خاموشی ٹوٹ گئی۔ اس نے ایک ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ باسط کی طرف دیکھا، مگر چہرے پر ابھی بھی نقاہت جھلک رہی تھی۔'' آپ سب نے میرا بہت خیال رکھا ہے۔ مجھے فیملی کا احساس آپ لوگوں کے ساتھ رہ کر ہوا ہے۔ آپ سب ...بہت اچھے ہو۔''۔

نمل نے محبت سے کہا،'' اور تم سب سے اچھے ہو، یاقوت۔''۔

دیان اور کہف جواباً مسکرا دیے۔۔۔ اور ان کی بات پر

یاقوت بھی مسکرا دیا، مگر اس کی آنکھوں کی چمک اب بھی مدھم تھی، جیسے تھکن ابھی تک اس کی ہڈیوں میں بسی ہو۔

دھوپ کی کرنیں درختوں کے پتوں سے چھن کر نیچے گر رہی تھیں، زمین پر روشنی اور سائے کا خوبصورت کھیل جاری تھا۔ کہیں دور سے کسی نامعلوم پرندے کی صدا گونجی، اور پھر خاموشی چھا گئی۔

ان سب نے اپنے ۔ لباس جہاز میں بدل دیے تھے —لیدر جیکٹس، فوجی پینٹ اور ایسے کپڑے جو جنگل کی سختیوں کا سامنا کر سکیں۔

ایک پلئیر نے انگریزی میں کہا،" یہی وجہ تھی کہ وہ لوگ بار بار کہہ رہے تھے کہ اپنا بیگ بھر لو"...۔

یاقوت نے گہری سانس لی، پھر سرہلاتے ہوئے اپنی پیٹھ پر لدا بیگ آگے کیا اور کھول دیا،" شکر ہے میں نے کھانے کا خیال رکھا تھا۔"۔

اس نے بیگ کے اندر ہاتھ ڈالا اور ایک ایک کر کے چاکلیٹ کے ٹکڑے سب کو تھما دیے۔

"یہ لو ...تین دن تک ہمیں اسی بیگ میں موجود چیزوں پر گزارا کرنا ہوگا۔"

دیان نے چاکلیٹ پکڑ کر غور سے جنگل کی طرف دیکھا، جیسے کسی انجانی شے کا احساس ہو رہا ہو۔ ہوا کا دباؤ بدلا، درختوں کے پتّے ہلکے سے سرسرانے لگے۔

وہ سب آگے بڑھنے لگے، مگر انہیں معلوم نہیں تھا کہ یہ جزیرہ محض ایک بے ضرر زمین کا ٹکڑا نہیں تھا۔

یہاں ...ان کے لیے کچھ پہلے سے طے شدہ تھا۔

گہرے جنگل میں، اندھیری جھاڑیوں کے پیچھے، کچھ تھا جو ان کا منتظر تھا۔

اور یہ کھیل ...ابھی ختم نہیں ہوا تھا۔



وہ سب ایک بڑے پتھر کے اطراف کھڑے تھے، جس پر نقشہ رکھا ہوا تھا۔

دیان نے چاقو نقشے پر رکھتے ہوئے گہری سنجیدگی سے کہا،'' ہم اس وقت یہاں ہیں، اور اگر اس نقشے کو دیکھا جائے تو ہمیں سیدھا آگے بڑھنا ہوگا۔ اگر وقت پر

نہ پہنچے، تو تین دن بعد یہاں سے نکلنا ناممکن ہوگا۔ ہمیں صرف ایک گھنٹہ آرام کی اجازت ہے، اس کے علاوہ بس چلنا ہے۔"۔

کہف نے اپنے بالوں کی ایک لٹ انگلی پر لپیٹی، آنکھیں گھمائیں، اور لاپرواہی سے بولی،" اوکے، تم لوگ باتیں کرو، میں آتی ہوں۔"

دیان نے فوراً سر اٹھایا، ابرو چڑھاتے ہوئے پوچھا،" کہاں جا رہی ہو؟"۔

کہف نے ایک جھٹکے سے پلٹ کر نظریں اس پر گاڑ دیں، ایک خم دار مسکراہٹ کے ساتھ انگلی اپنی ٹھوڑی پر رکھی، اور پوری" سَیوِج "انداز میں بولی، "None of your concern, darling."

پھر کندھے جھٹک کر پلٹ گئی، جبکہ دیان نے گردن جھٹکی، اور باسط ہلکی سی ہنسی دبانے لگا۔

کہف آگے بڑھی، چلتے ہوئے اپنی جیب سے ایک چھوٹا سا آئینہ نکالا اور اسٹائل سے ایک نظر اپنے چہرے پر ڈالی۔ وہ اپنی خوبصورتی کا جائزہ لے رہی تھی، جیسے کسی جنگل میں نہیں بلکہ کسی برانڈڈ میک اپ اسٹور میں کھڑی ہو۔ پھر اس نے

اپنی جیب سے ایک سرخ لپ اسٹک نکالی اور لاپرواہی سے اپنے ہونٹوں پر لگاتے ہوئے بولی،" جان جائے تو جائے، مگر فیشن نہ جائے"!۔

وہ بے فکری سے ہونٹوں پر لپ اسٹک پھیر کر انہیں مسلنے لگی، پھر بوسہ دینے والے انداز میں لبوں کو سکیڑ کر جنبش دی، جیسے کسی کیمرے کے سامنے پوز دے رہی ہو۔ اسے کچھ پرواہ نہیں تھی کہ وہ ابھی کچھ دیر پہلے موت کے منہ سے نکلی تھی، کہ وہ کہاں ہے، اور اس وقت ان کی زندگیاں ایک نازک دھاگے سے بندھی ہوئی ہیں۔ بس ایک چیز اس کے دماغ پر سوار تھی —فیشن!۔

وہ لپ اسٹک کا ڈھکن بند کر کے اسے دوبارہ جیب میں رکھنے ہی والی تھی کہ اچانک...۔

کچھ ٹھنڈا اور چپچپا سا اس کے چہرے پر گرا۔

کہف نے نرمی سے انگلی اپنے گال پر پھیری، پھر چونک کر اسے دیکھا۔

سرخ مائع۔

ابرو چڑھاتے ہوئے وہ بڑبڑائی، “Wait... I didn’t put on liquid lipstick, though?”

پھر، ایک اور قطرہ ...اور پھر ایک اور...

کہف نے اپنی ہتھیلی پھیلائی، اور اس پر وہی لال سیّال گرا، گاڑھا، نیم شفاف...۔

اس نے گردن آہستہ آہستہ اٹھائی، جیسے کسی انجانے خوف نے اس کی ریڑھ کی ہڈی میں سرد سی لہر دوڑا دی ہو۔

سانس حلق میں اٹک گئی۔

اوپر ...درختوں کی شاخوں پر...۔

اوندھا لٹکا ہوا

انسانی سر!...۔

ایک شاخ پر، ایک کٹا ہوا سر لٹک رہا تھا، اس کی خالی آنکھوں کے گڑھے گہرے اندھیرے میں بدل چکے تھے، اس کا منہ نیم وا تھا، جیسے چیخ اس کے گلے میں ہی دم توڑ گئی ہو۔

کہف کا پورا وجود لرزنے لگا، اس کی انگلیاں بےاختیار کانپنے لگیں، مگر وہ اپنی جگہ جیسے جم گئی تھی، حرکت کرنا بھول گئی تھی۔

عین اسی لمحے، پیچھے سے یاقوت کی مترنم آواز گونجی،

"ہائے رے ...بنا دھڑ کے سر!۔"

کہف کا دل ایک لمحے کو رک گیا، پھر وہ پلٹی، یاقوت کی طرف دیکھا، جو حیرت اور تجسس کے بیچ کہیں معلق تھا۔

یاقوت نے غیر ارادی طور پر گردن گھمائی، اور جو منظر اس کی آنکھوں کے سامنے تھا، اس نے اس کے اندر جیسے برف بھر دی۔

وہاں، ایک انسان ...یا شاید انسانی لاش ...زمین پر پڑی تھی۔ اس کا جسم بری طرح پھٹا ہوا تھا، سینہ چیرا جا چکا تھا، اور انتڑیاں باہر نکل کر کیچڑ میں لت پت ہو رہی تھیں۔ مگر یہ سب کچھ بھی یاقوت کے رونگٹے کھڑے کرنے کے لیے کافی نہ ہوتا، اگر وہ یہ نہ دیکھتا کہ ایک اور بدشکل، سڑی ہوئی، گوشت سے عاری مخلوق اس لاش کے اوپر جھکی تھی ——اور وہ اس کا کچا گوشت چبا رہی تھی!۔

یہ کوئی عام آدمی نہیں تھا۔

یہ زندہ تھا ...مگر مردہ جیسا۔

اس کی جلد نیلگوں ہو چکی تھی، جگہ جگہ پھٹی ہوئی، جیسے سڑک پر گھسیٹی گئی ہو۔ ناخن لمبے، کالے، اور خون میں لت پت تھے۔ اس کا جبڑا کسی وحشی درندے کی طرح کھلا تھا، جس میں زرد دانت، گوشت کے ریشے میں جکڑے ہوئے تھے۔ وہ بدنصیب انسان کی انتڑیوں کو اپنے کالے، گندے ہاتھوں میں دبوچ کر کھینچ رہا تھا، پھر اسے دانتوں سے کاٹ کر نوچتا، اور چبانے لگتا...۔

چپ ...چپ ...چپ...۔

یاقوت کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ دوڑ گئی۔

اس مخلوق نے اپنا خون میں سنا ہوا جبڑا اٹھایا، اور اس کی مردہ آنکھیں سیدھا یاقوت پر جم گئیں۔

یاقوت کا دل ایک لمحے کے لیے بند ہوا، پھر اس نے گہری، دہشت زدہ سانس لی، اور سرگوشی میں کہا،'' کہف ...بھاگ''!۔

کہف نے بھی اس منظر کی جھلک دیکھی، اور اس کی ٹانگیں کانپ گئیں۔ اس کا چہرہ برف جیسا سفید ہو چکا تھا، جیسے سارا خون کھینچ لیا گیا ہو۔

پھر، وہ چیز ایک جھٹکے سے سیدھی کھڑی ہوئی۔

اس کے منہ سے خون بہہ کر گردن پر ٹپک رہا تھا، ہاتھوں میں ابھی تک وہ کٹے ہوئے گوشت کے ٹکڑے تھے، جن سے گرم دھواں اٹھ رہا تھا۔

پھر وہ غرا کر آگے بڑھا——۔

ایک جھٹکے سے، ایک جھپاکے میں!۔

یاقوت نے فوراً کہف کا ہاتھ جھپٹا، اور اسے کھینچ کر پیچھے ہٹا لیا۔

"بھاگ"!۔

کہف نے سوچے سمجھے بغیر دوڑ لگا دی، اور یاقوت بھی اس کے ساتھ لپکا۔

پیچھے، وہ آدم خور اپنی مڑی ہوئی، بدشکل ٹانگوں پر دوڑنے لگا، جیسے کسی مردہ جانور میں بجلی بھر دی گئی ہو۔

یاقوت اور کہف کی سانسیں دھونکنی کی طرح چل رہی تھیں، اور جنگل کے پتوں کے بیچ سے ہوا چیختی ہوئی گزر رہی تھی۔

مگر اس پیچھا کرنے والی مخلوق کے قدموں کی چاپ قریب ہوتی جا رہی تھی۔

کہف اور یاقوت کی گھبراہٹ بھری چیخیں جنگل کی خاموشی چیرتی ہوئی گونجیں۔

دیان اور باقی سب نے فوراً سر اٹھایا، اور جیسے ہی انہوں نے سامنے دیکھا، ان کے دلوں کی دھڑکن لمحے بھر کو تھم گئی۔

یاقوت اور کہف درختوں میں سے نکلتے، پوری قوت سے دوڑتے آرہے تھے۔ ان کے چہرے ہولناک خوف سے بھرے تھے، اور سانسیں بے ترتیب تھیں۔

"ZOMBIE! ZOMBIE! RUNNN!"

یاقوت کی دہشت زدہ آواز ہوا میں لرزتی گونجی۔

دیان، باسط، نمل، یوجن —سب ساکت رہ گئے۔

باسط کے لبوں سے سرگوشی نکلی،" زومبی؟"۔

جیسے اس لفظ پر خود یقین نہ آرہا ہو

پھر، درختوں کے بیچ سے وہ مخلوق نمودار ہوئی۔

اس کا چلنا لڑکھڑاتا تھا، جیسے لاش کو زبردستی حرکت میں لایا گیا ہو۔ اس کی کھال جگہ جگہ سے ادھڑی ہوئی تھی، چہرے کا ایک حصہ کھوپڑی تک ننگا تھا، اور سیاہ، خون میں بھیگے دانت باہر جھانک رہے تھے۔

اس کی آنکھیں ...وہ خالی تھیں۔

وہ روشنی سے محروم دو گڑھے ...جو بھوک سے چمک رہے تھے!۔

سانسیں رک گئیں۔

سب کی ریڑھ کی ہڈی میں ایک ساتھ سنسناہٹ دوڑ گئی۔

۔"یہ۔۔۔ کیا۔۔۔ چیز ہے؟ "نمل کے لب کانپے۔

زومبی نے ایک کراہتی ہوئی، غیر انسانی چیخ ماری، اور ایک جھٹکے سے آگے بڑھا۔

دیان کی گرفت میں موجود خنجر سخت ہوگئی۔

وہ لمحہ ضائع کیے بغیر آگے بڑھا، ایک مہلک نشانے کے ساتھ۔

خنجر کا پھل چمکا، اور ایک برق رفتاری سے زومبی کی کھوپڑی میں پیوست ہوگیا!۔

چچچھک!۔

ایک گہری، گھٹن بھری آواز ابھری، جیسے کسی نے گوشت کو چیر کر ہڈی تک پہنچا دیا ہو۔

زومبی ایک لرزتی ہوئی جھٹکے کے ساتھ رکا، اور پھر دھڑام سے زمین پر گر گیا——۔

بے جان۔

مگر کیا واقعی؟

کسی کو یقین نہیں آیا۔

سب کی نظریں اس گرے ہوئے مردہ وجود پر جمی تھیں، اور دل ایک ہی سوال کر رہے تھے——۔

یہ کیا ہے؟ یہ کیا وحشت ہے؟

مگر جواب کا وقت نہیں تھا۔

کیونکہ درختوں کے پیچھے ...

مزید سایے ہلنے لگے تھے !۔

جیسے ہی سب کی نظریں سامنے اٹھیں، آنکھیں خوف سے پھیل گئیں ——زومبیز کا ایک پورا جھنڈ ان کی طرف بڑھ رہا تھا!۔

ان کے جسم گل سڑ چکے تھے، کچھ کے اعضاء لٹک رہے تھے، اور کچھ کے جبڑے مکمل کھلے ہوئے تھے، جیسے کسی انجانی بھوک میں قید ہوں۔ مگر سب سے خوفناک چیز ان کا انداز تھا——۔

یہ عام زومبیز نہیں تھے۔

یہ تیزی سے بھاگ رہے تھے، کچھ زمین پر چیتے کی مانند جھپٹ رہے تھے، کچھ درختوں پر بندروں کی طرح اچھلتے، ہوا میں قلابازیاں کھاتے ان کے سروں پر پہنچ رہے تھے!۔

یاقوت نے پیچھے مڑ کر ایک نظر ڈالی اور دہشت سے چلا اٹھا،" یہ کونسی زومبیز ہیں بھائی! فلموں میں تو یہ چل بھی نہیں سکتے، اور یہ تو سرکس کے بندر بنے ہوئے ہیں"!۔

دیان نے سانس بھرتے ہوئے، تیزی سے میپ کھولا اور سرگوشی میں بولا،" یہ زومبیز نہیں، تجربات کا نتیجہ ہیں ...گیم والوں نے ان پر ایکسپیریمنٹ کیا ہے۔ میں سمجھ گیا ہوں، یہ کون ہیں"!۔

لیکن سوچنے کا وقت نہیں تھا۔

"بھاگو"!

سب پوری قوت سے دوڑنے لگے، جنگل کے بے رحم راستوں میں، جڑوں اور کانٹوں سے الجھتے، آگے نکلنے کی کوشش کرتے۔ مگر زومبیز بھی کم نہیں تھے——۔

وہ جھپٹ رہے تھے، اچھل رہے تھے، کسی جانور کی مانند، کسی درندے کی طرح، ان کے پیچھے لپک رہے تھے!۔

پتے کچلے جا رہے تھے، ٹہنیاں ٹوٹ رہی تھیں، اور زمین دھم دھم لرز رہی تھی۔

دفعتاً، سامنے ایک چھوٹی غار نظر آئی!۔

۔"وہاں"! دیان چیخا، اور سب نے سمت بدلی۔

ایک ایک کر کے سب اس تنگ غار میں داخل ہونے لگے۔

یاقوت آخری تھا، وہ تقریباً کود کر اندر پہنچا، اور دیان نے پوری طاقت سے ایک بھاری پتھر کو غار کے دہانے پر دھکیل دیا۔

"دھپ"!

اندھیرا چھا گیا۔

بس باہر سے زومبیز کی غیر انسانی چیخوں اور دروازے پر پڑتے ان کے خوفناک واروں کی آوازیں اندر گونج رہی تھیں۔

ان سب کی سانسیں رک چکی تھیں، دل تیزی سے دھڑک رہے تھے، اور دماغ میں بس ایک ہی سوال تھا —۔

کیا یہ واقعی آخری راؤنڈ ہے؟ یا اصل وحشت ابھی باقی ہے؟



غار کے اندر خاموشی چھائی ہوئی تھی، سانسیں تھمی ہوئی، دلوں کی دھڑکنیں بے ترتیب۔ باہر سے ابھی تک زومبیز کے غرّانے، زمین پر گھسٹنے، اور ناخن رگڑنے کی سرسراہٹ آ رہی تھی۔ سب کے کان کھڑے تھے، دماغوں میں بس ایک ہی سوال گونج رہا تھا —کیا ہم بچ پائیں گے؟

کافی دیر تک وہ بس ان آہٹوں کو محسوس کرتے رہے، یہاں تک کہ ایک لمحہ ایسا آیا جب باہر مکمل خاموشی چھا گئی۔

دیان نے گہری سانس لی، آہستہ سے پتھر کو ہٹایا، اور باہر جھانکا...۔

سناٹا۔

وہ چند لمحے آنکھیں سکیڑ کر دیکھتا رہا، مگر حدِ نگاہ تک کچھ نہ تھا —نہ کوئی سایہ، نہ کوئی آہٹ، بس جنگل کی پرانی سسکتی ہوا۔

۔"راستہ صاف ہے "!دیان نے سرگوشی میں کہا، اور ایک ایک کر کے سب غار سے باہر نکلے۔

ان کے قدم ابھی سنبھلے ہی تھے کہ اچانک دیان پلٹا، اور سب کی طرف دیکھ کر بولا،" دوستوں، ہمیں گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ ہمیں ریسکیو کرنے کے لیے انٹیلیجنس ایجنسی والے آجائیں گے، وہ ہماری مدد کریں گے۔ بس ہمیں یہاں سروائیو کرنا ہے۔"۔

۔"ہا "!یاقوت نے تلخ ہنسی کے ساتھ ہاتھ جھاڑا،" کب کریں گے؟ جب ہم مر چکے ہوں گے؟ تب آئیں گے؟"۔

سب نے چونک کر یاقوت کو دیکھا، جو ایک طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ اپنی ، شرٹ کی دھول جھاڑ رہا تھا۔

۔"پھر ٹی وی پر ہماری تصویریں چل رہی ہوں گی، پیچھے کوئی پرانی آواز میں گنگنا رہا ہوگا "——وہ سر اوپر اٹھا کر جھوٹی سنجیدگی سے بولا،" اے راہِ حق کے شہیدو ...وفا کی تصویرو"!۔

کچھ لمحے خاموشی رہی، پھر وہ کندھے اچکا کر بولا،" ہاں بھئی، میں پوچھتا ہوں، کب کریں گے؟۔"۔

دیان نے گہری نظر سے اسے دیکھا، ایک پل کے لیے کچھ کہنے کو لب کھولے مگر پھر خاموش ہو گیا۔

نمل نے آہستہ سے یاقوت کے کندھے پر ہاتھ رکھا، نرم لہجے میں بولی،" یاقوت، فکر مت کرو، سب ٹھیک ہو جائے گا۔ اللہ پر یقین رکھو۔"۔

۔"اللہ پر یقین کی وجہ سے ہی تو ہمت ملی ہوئی ہے "!یاقوت نے جیب سے ایک ٹوٹا ہوا پتہ اٹھایا اور انگلیوں سے مسل کر نیچے پھینک دیا، جیسے امید کو خود پر سے جھاڑ رہا ہو۔

دیان نے ایک طویل سانس لی، پھر سیدھا کھڑا ہو کر بولا،" تو پھر ہمت رکھو۔ چلو میرے ساتھ"!۔

وہ سب اس کے ساتھ آگے بڑھنے لگے، مگر دیان کے دل میں ایک انجانا بوجھ تھا۔

وہ ان سب کو جھوٹی تسلی نہیں دینا چاہتا تھا، مگر حقیقت بتانے کی ہمت بھی نہیں کر سکتا تھا۔

کیونکہ وہ جانتا تھا کہ یہ گیم والے کسی کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔

یہ سب چاہے آخری راؤنڈ تک پہنچ جائیں، چاہے صرف ایک ہی بچا رہ جائے … ان کا انجام طے تھا۔

مگر اس کے باوجود، ایک امید تھی —کہ شاید، کہیں، کوئی، ان کو بچانے آ جائے…۔



رات گہری ہو چکی تھی۔ جنگل کی سیاہ وسعت میں، ایک طرف لکڑیوں کی ڈھیری میں سلگتی آگ مدھم روشنی بکھیر رہی تھی، دوسری طرف خوف اور تناؤ میں گھری چند زندہ روحیں، جنہیں اپنی بقا کے سوا کچھ یاد نہ تھا۔ آگ کی زرد جھلملاہٹ میں سائے تھرتھرا رہے تھے، اور خاموشی میں صرف جاپانی شخص کی مدھم آواز سنائی دے رہی تھی، جو اپنی کہانی سنانے میں محو تھا۔

۔"میں یہاں کیسے آیا، کیوں آیا ...یہ ایک طویل داستان ہے۔ "اس کا لہجہ بوجھل تھا، جیسے صدیوں کا کرب سمیٹے بیٹھا ہو۔

یاقوت نے ایک بھنویں چڑھائی، ہلکی سی مسکراہٹ لبوں پر کھیل گئی،" اوہ، جاپان میں بھی غربت ہوتی ہے؟"۔

یوجن نے فوراً اسے تیکھی نظروں سے دیکھا، پھر ہاتھ کے اشارے سے کچھ کہا۔

یاقوت نے کہف کی طرف گردن موڑی،" سب ٹائٹلز پلیز؟"۔

کہف نے آنکھیں گھمائیں،" وہ کہہ رہی ہے کہ تمہیں ساؤتھ کوریا کے بارے میں پتہ نہیں ، مگر جاپان کا پتہ ہے؟"۔

یاقوت نے کندھے اچکائے، بے نیازی سے بولا،" میرا دماغ، میری مرضی، جس کے بارے میں جاننا چاہوں جانوں، جس کے بارے میں نہ جانوں، نہ جانوں ... تمہیں کیا؟ جاؤ اپنا کام کرو، چوئی جی"!۔

باسط نے ہنسی روکنے کے لیے ہاتھ منہ پر رکھ لیا۔ مگر اس معمولی ہنسی میں بھی وہ گہرا خوف چھپا تھا جو ہر ایک کے اندر سرایت کر چکا تھا۔

تبھی، ایک افریقی شخص اٹھا۔

وہ خاموشی سے کنارے کی طرف بڑھا، جیسے کسی سوچ میں گم ہو۔ باسط نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا،" کہاں جا رہے ہو؟"۔

وہ لمحے بھر کو رکا، پھر سنجیدگی سے بولا،" بس ...فریش ہو کر آتا ہوں۔"۔

یاقوت نے جلتی آگ کی روشنی میں اس کا رخ تیکھی نظر سے دیکھا، پھر ہلکی آواز میں بولا،" یہیں نزدیک ہی ہلکا ہو لینا ...کہیں ایسا نہ ہو کہ پیچھے سے کوئی زومبی آئے اور روح جسم سے آزاد ہو کر جسم کو ہی ہلکا کردے"!۔

افریقی شخص مسکراتا ہوا چلا گیا۔

یاقوت آگ کی روشنی میں مٹی پر لکڑی سے لکیریں کھینچنے لگا۔ اس کے ہاتھ کی پشت پر ایک عجیب سی سنسناہٹ دوڑی۔ وہ خیال جو اس سمندری حدود میں قدم رکھنے کے بعد سے اسے بار بار آ رہے تھے ...وہ پرانی عورت کی سرگوشی ... کھڑے پانی کا خوف...۔

اس نے سر جھٹکا، زیرلب بڑبڑایا،" یہ سب کیا ہے؟ یہ خیالات ؟"۔

اس نے گہری سانس لی

پھر یکدم —ایک چیخ نے سکوت توڑ دیا۔

خون جما دینے والی، تڑپتی، آخری چیخ!۔

سب کے دل اچھل کر حلق میں آ گئے۔ ان کی گردنیں ایک ہی سمت مڑیں، آنکھوں میں لرزتی وحشت ابھری۔

"وہ افریقی کہاں گیا تھا؟"!

دیان، باسط، نمل، یاقوت، سب اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ مگر جیسے ہی انہوں نے نگاہ گھمائی، ان کے قدم منجمد ہو گئے۔

—سامنے، چار زومبیز جھکے ہوئے تھے، افریقی شخص کا جسم چیر رہے تھے۔

وہ اس کی کھال نوچ رہے تھے، انتڑیاں منہ میں بھر رہے تھے، گوشت دانتوں میں پیس رہے تھے!۔

افریقی شخص کے دھڑ کا نچلا حصہ بے جان پڑا تھا، مگر اس کے آنکھیں ابھی کھلی تھیں، جیسے وہ آخری سانسوں میں بھی اپنے گوشت کے چبائے جانے کا احساس کر رہا ہو۔

۔"لعنت ہے "! یاقوت نے فوراً پیچھے ہٹ کر قے کرنے کا انداز بنایا، مگر اس کے حلق میں الفاظ ہی اٹک گئے۔

پیچھے مزید زومبیز آ رہے تھے۔

۔"خدا کی قسم، ہمیں بھاگنا ہوگا "! باسط چلایا۔

۔"ارے وہ دیکھو "! نمل کی لرزتی آواز نکلی۔

سامنے تین مزید لوگ زمین پر گرے تھے، ان میں ایک جاپانی، ایک چینی، اور ایک نیدرلینڈ کا شہری تھا۔ زومبیز ان پر جھپٹے، ان کے سینے چیر ڈالے، دل نکالا، اور اپنے خون آلودہ منہ میں ڈال کر نگلنے لگے۔

یاقوت کا سر چکرا گیا، اس نے اپنے بیگ کو مضبوطی سے تھاما اور تیزی سے زپ کھولی۔۔۔۔

اندر کچھ چمک رہا تھا۔

دھات!...۔

اس نے وہ چیز کھینچ کر نکالی —ایک مشین گن!۔

۔"کہاں سے آئی؟ "!یاقوت خود بھی حیران رہ گیا۔

دیان نے فوراً اس کے ہاتھ سے چھین لی،" یہ مجھے دو"!۔

پھر اس نے ایک لمحہ ضائع کیے بغیر ٹرگر دبایا۔ ٹڑرررررر —گولیوں کی بارش ہوئی، زومبیز کے جسم ادھڑنے لگے، مگر وہ گر کر دوبارہ اٹھ رہے تھے۔

۔"یہ مرتے کیوں نہیں؟ "!نمل کی گھبرائی ہوئی آواز نکلی۔

یاقوت نے جلدی سے بیگ میں جھانکا —اور بھی گنز موجود تھیں!۔

"یہ سب یہاں کیوں ہیں؟ کس نے رکھوائی ہیں؟!۔"

مگر یہ سوال بعد کے لیے رہ گیا۔ اس نے ایک ایک گن سب کو تھما دی۔

"فائر کرو، جو سامنے آئے، ختم کر دو"!

باسط، نمل، کہف، سب نے ہتھیار تھام لیے، اور وہ زومبیز پر فائرنگ کرنے لگے۔

مگر جیسے ہی ایک گروہ گرا، دوسرا ان کی جگہ آ گیا" —یہ کہاں سے آ رہے ہیں؟ "!دیان جھنجھلا کر چلایا۔

۔""ہمیں یہاں سے نکلنا ہوگا "!باسط نے فوراً کہا۔

پھر وہ سب ایک ساتھ بیگ اٹھائے، جنگل کی تاریکی میں بھاگنے لگے۔

پیچھے ...زومبیز ان کے تعاقب میں تھے۔

کچھ زمین پر دوڑ رہے تھے، کچھ درختوں پر بندروں کی طرح اچھل رہے تھے، اور کچھ ایسے آ رہے تھے جیسے کوئی شکاری اپنے شکار کو لپکنے والا ہو——۔

اندھیرے میں، ان کی سرخ آنکھیں چمک رہی تھیں۔

شکار اور شکاری کی اس خوفناک دوڑ کا انجام کیا ہوگا؟

-



اندھیرا گھنا ہو چکا تھا۔ جنگل کی پر ہیبت وسعت میں وہ بھاگ رہے تھے، پیروں کے نیچے سوکھی شاخیں ٹوٹنے کی چیخیں بلند کر رہی تھیں، مگر پیچھے سے آنے والی آوازیں اس سے کہیں زیادہ بھیانک تھیں—۔

زومبیز!۔

ان کے خالی، وحشت زدہ چہرے، سڑے گلے جسم، اور خون آلود ہاتھ، ہر لمحہ قریب آ رہے تھے۔

۔"بھاگو "!دیان کی چیختی ہوئی آواز جنگل میں گونجی۔

وہ سیدھا دوڑے جا رہے تھے، مگر اچانک سامنے—۔

—درختوں کے پیچھے سے مزید زومبیز نمودار ہو گئے!۔

۔"لعنت ہے"! دیان نے بے اختیار گن اٹھائی اور فائر کھول دیا۔

گولیاں نکلیں، زومبیز کے چہرے، سینے، اور ٹانگیں چھلنی ہو گئیں۔ کچھ زمین پر گرے، مگر کچھ اب بھی رینگتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے۔

۔"یہ کہاں سے آ رہے ہیں؟"! باسط ہانپتے ہوئے بولا۔

نمل نے پیچھے مڑ کر دیکھا —مزید زومبیز تعاقب میں تھے!۔

۔"ہم پھنس چکے ہیں"! کہف کی آواز کانپ رہی تھی۔

زومبیز آگے سے بھی، پیچھے سے بھی آ رہے تھے۔ راستہ بند تھا!۔

۔"ہمیں الگ ہونا پڑے گا"! باسط چلایا۔

۔"کیا؟"! نمل نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔

۔"ہم ایک ساتھ رہے تو مارے جائیں گے! گروہوں میں تقسیم ہوتے ہیں، الگ الگ نکلنے کا چانس زیادہ ہے"!۔

ایک پل کے لیے سب ہچکچائے، پھر فیصلہ کر لیا گیا۔

باسط اور نمل نے دائیں طرف کا راستہ پکڑا۔

دیان اور کہف بائیں طرف لپکے۔

یاقوت نے یوجن کا ہاتھ مضبوطی سے تھاما، اس کی لرزتی انگلیاں اپنی گرفت میں محسوس کیں، اور اسے کھینچ کر کسی اور سمت دوڑ لگا دی۔

اب وہ سب بچھڑ چکے تھے!۔

ہر جوڑی اپنی اپنی بقا کی جنگ لڑنے کے لیے جنگل کی مختلف راہوں میں غائب ہو چکی تھی—

پیچھے سایے دھندلا رہے تھے۔

یا شاید ...تعاقب کر رہے تھے۔

-

---☆☆☆----

اندھیرا گھنا تھا، سانسیں بےترتیب، مگر دیان کا وجود جیسے پتھر کی سل ——سخت، بےرحم اور ناقابلِ شکست۔ وہ دونوں جنگل میں ایک ویران گوشے میں رُکے، کہف بری طرح ہانپ رہی تھی، اس کے چہرے پر تھکن اور اضطراب واضح تھا۔

۔"افف "!...وہ گھٹنوں پر ہاتھ رکھے جھک گئی، جیسے جسم میں اب مزید بھاگنے کی سکت نہیں رہی۔

دیان نے سرد نظروں سے اسے دیکھا، جبڑے سخت ہو گئے۔" میں نے کہا تھا میرے ساتھ رہو، تو پھر ضد کیوں کی؟ "اس کی آواز گہری تھی، جیسے اندھیرے میں گرجتی ہوئی گونج۔

کہف نے بپھرتے ہوئے سر اٹھایا، آنکھوں میں چمک تھی، ہونٹوں پر خفگی۔ "دیان، مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا !اندھیرے میں راستہ نہیں دکھ رہا تھا، میں بس ...میں بس خود کو بچا رہی تھی"!۔

دیان نے مایوسی سے سر جھٹکا، اس کے بازوؤں کی رگیں نمایاں تھیں، ٹی شرٹ سے جھانکتے مضبوط عضلات جیسے فولاد۔ وہ آگے بڑھا، اپنی سخت انگلیاں اس کے بازو کے گرد کس دیں۔" تو میری بات مانو، کہف۔ سوال مت کرو، مت سوچو،

بس وہی کرو جو میں کہتا ہوں۔ تمہارا دماغ چلانے کے لیے نہیں، ماننے کے لیے ہے۔"۔

کہف کی آنکھوں میں ہلکی سی گھبراہٹ آئی، مگر وہ نظر چرا گئی۔" تمہیں ہر چیز پر قابو پانے کی بیماری ہے، دیان"!۔

دیان کی نظریں اس کے چہرے پر جم گئیں، ہلکی سی مسکراہٹ، مگر آنکھوں میں بے رحمی تھی۔" اور تمہیں حد سے زیادہ بولنے کی۔ مگر ، تمہاری یہ ضد کتنی دیر چل سکتی ہے؟"۔

کہف نے کوئی جواب نہیں دیا، صرف رخ موڑ کر چلنے لگی۔

اور اگلے ہی لمحے ایک زومبی وحشیانہ انداز میں ان پر جھپٹا!۔

کہف کی آنکھیں خوف سے پھیل گئیں، مگر دیان حرکت میں آ چکا تھا۔ بجلی کی تیزی سے وہ آگے بڑھا، زومبی کی گردن کو مٹھی میں دبوچا، اس کی گرفت آہنی تھی، بے رحمانہ۔ ایک جھٹکے میں ہڈی چٹخنے کی آواز آئی، دیان نے سرد مہری سے گردن کھینچ کر الگ کر دی، جیسے کوئی بے جان چیز ہو۔

کہف کے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی، اس نے بے یقینی سے دیان کو دیکھا۔

وہ اب بھی وہیں کھڑا تھا، ہاتھوں پر خون کے دھبے، آنکھوں میں ویرانی، چہرے پر سکون، جیسے قتل کرنا اس کے لیے سانس لینے جیسا عام ہو۔ وہ ایک قدم آگے بڑھا، کہف کو ٹھوڑی سے پکڑ کر اپنا رخ اپنی طرف کیا۔

۔"تمہیں پتہ ہے میں ایسا کیوں ہوں، کہف؟ کیونکہ میں وہ مرد ہوں جس سے لوگ ڈرتے ہیں۔ جس پر بھروسہ نہ کیا جائے، مگر جس کے بغیر گزارا بھی نہ ہو۔ تم بھی جانتی ہو، تمہارا دل جانتا ہے۔۔"۔

کہف کا دل جیسے سینے میں ڈوبنے لگا، وہ نظریں نہیں ملا سکی، مگر دیان کی گرفت نے اسے بھاگنے نہ دیا۔

۔"تمہاری یہی ضد، یہی تلخیاں مجھے پسند ہیں ...مگر یہ زیادہ دیر نہیں چلیں گی۔ "دیان کی آواز سرگوشی میں بدل گئی، اتنی نرم مگر اتنی خطرناک کہ کہف کا جسم بےاختیار کانپ گیا۔

وہ جھک کر اس کے کان کے قریب بولا، آواز میں مدھم سی مسکراہٹ تھی، مگر لہجے میں وہی خطرناک کشش، وہی گرفت جو قابو پا لیتی تھی۔

۔"تم جانتی ہو، تمہیں مجھ سے ڈر لگنا چاہیے، کہف ... مگر تمہیں میری طرف کھنچاؤ بھی محسوس ہوتا ہے۔ ہے نا؟"۔

کہف نے نظریں نیچی کر لیں، لبوں پر ہلکی سی کپکپاہٹ تھی۔

دیان پیچھے ہوا، اس کے چہرے پر گہری مسکراہٹ تھی۔" یہی سوچنا کہف ... میں تمہیں وقت دوں گا، مگر زیادہ نہیں۔"۔

کہف نے سر اٹھایا، آنکھوں میں الجھن، دل میں بے چینی۔ اور دیان، وہ بس ایک نظر ڈال کر، اندھیرے میں آگے بڑھ گیا، جیسے اسے یقین ہو کہ وہ اس کے پیچھے آئے گی۔

رات کی سیاہی میں ہلکی ہلکی روشنی کا دھواں آگ کے شعلوں میں لپٹا، دیان خاموشی سے آگ کی لو کو تکتا رہا، جیسے اس میں کوئی ایسا راز چھپا ہو جو فقط وہی جانتا تھا۔ کہف نے دھیرے سے اس کی طرف دیکھا، اس کی نظریں جلتے انگاروں میں اتنی گہری تھیں جیسے کوئی قصہ وہاں دفن ہو۔ کچھ لمحے یونہی گزر گئے، پھر کہف نے دھیمے لہجے میں سوال کیا،

"تم ہمیشہ اتنے سخت مزاج کیوں رہتے ہو؟"

دیان نے ایک نظر اس پر ڈالی، پھر دوبارہ آگ میں دیکھنے لگا، جیسے سوچ رہا ہو کہ جواب دے یا نہیں۔ کچھ پل کی خاموشی کے بعد اس کی بھاری، گہری آواز ابھری،

"میرا بھائی ...میرا فوسٹر برادر، جو میری جان تھا ...وہ آئی ایس آئی کا ایجنٹ تھا۔"

کہف نے چونک کر اسے دیکھا، جبکہ دیان کی آنکھوں میں اندھیرا مزید گہرا ہو گیا۔

۔"اس نے سب سے پہلے اس گیم کے پیچھے چھپے بھیڑیوں کو بے نقاب کیا تھا۔ وہ تل ابیب میں تھا، جہاں اس نے ان لوگوں کی شناخت کرلی تھی جو اس خون کی ہولی کے پیچھے تھے۔ مگر وہ زیادہ دیر زندہ نہ رہ سکا ...ایک لڑکی تھی، جس نے اسے پکڑ لیا۔"۔

۔(دیان کا بھائی وہی تھا جسے وہ سنہری آنکھوں والی پراسرار لڑکی اپنی بے رحم چالاکی کا شکار بنا چکی تھی۔ وہی لڑکی جو ابتدا میں تل ابیب کے ایک پوش ہوٹل میں نمودار ہوئی تھی، جس کی موجودگی ایک گہرا راز تھی، اور جس کے قدموں تلے کئی کہانیاں دفن ہو چکی تھیں۔ وہی لڑکی، جس نے چمکتی لفٹ کے اندر اس

شخص کو نہایت بےدردی سے کچل کر رکھ دیا تھا ——وہ ہی لڑکی جس نے بیسنٹ میں دیان کے بھائی کو قتل کر دیا تھا ایک ایسی موت، جو نہ صرف اذیت ناک تھی بلکہ دیان کے انتقام کی بنیاد بھی بن گئی۔)۔

دیان کا جبڑا سخت ہوا، مٹھی بھینچ گئی، جیسے ضبط کی آخری حد پر ہو۔

۔"اس نے میرے بھائی کو ایک ایسی موت دی کہ اس کی روح تک کانپ گئی ہوگی ...آنکھوں میں انگلیاں ڈال کر انہیں نوچ لیا گیا، جسم کو اذیت دے دے کر توڑا گیا، اور پھر اسے وہیں مرنے کے لیے چھوڑ دیا گیا۔"۔

کہف نے خوف سے سانس روکی، دل کی دھڑکن جیسے رکنے لگی۔

دیان کی آنکھوں میں وحشت تھی، وہ آگ پر نظریں گاڑے بولا،" میں اسی لیے اس گیم میں آیا تھا، صرف ایک مقصد تھا ——اس لڑکی کو ڈھونڈ کر اپنے ہاتھوں سے مارنا۔ مگر سب بے سود ...وہ ابھی بھی زندہ ہے، کہیں چھپی ہوئی۔ لیکن ایک دن ...ایک دن وہ میرے ہاتھوں میں ہوگی۔"۔

کہف نے گہری سانس لی، آنکھوں میں دکھ تھا،" تمہیں ... تمہیں اپنے بھائی کی لاش ملی تھی؟"۔

دیان نے سر جھکایا، جیسے ایک پل کے لیے یادوں کا بوجھ اسے جھکانے لگا ہو۔
"ہاں، ان لوگوں نے میرے بھائی کی لاش کو ٹھکانے لگانے کی کوشش کی تھی۔ لیکن ہم نے، چند ایجنٹس کے ساتھ، اسے بازیاب کرلیا۔ مگر ہم ان درندوں سے کچھ پوچھنے کے قابل بھی نہ ہوئے، وہ سب خودکشی کر گئے ...ان کے دماغ میں چپ لگی تھی، جیسے ہی وہ قابو میں آئے، ایک سگنل ملا اور ان کے دماغ پھٹ گئے۔ ہم ان سے کچھ بھی پوچھ نہ سکے"...۔

کہف نے خاموشی سے اس کی جانب دیکھا، وہ آدمی جو ہمیشہ بے رحم اور سخت نظر آتا تھا، اس لمحے اس کی آنکھوں میں کچھ ایسا تھا جو کہف نے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا —ایک تھکا دینے والا دکھ، ایک زخم جو کبھی نہیں بھر سکتا تھا۔

۔"ہم ایجنٹس کی زندگی بہت بے رحم ہوتی ہے، کہف ... کبھی کبھار تو مرنے کے بعد بھی خاندان کو علم نہیں ہوتا کہ ہم زندہ بھی تھے یا نہیں۔ کچھ اتنے بدقسمت ہوتے ہیں کہ انہیں جنازہ بھی نصیب نہیں ہوتا۔"۔

کہف نے دھیرے سے کہا،" مجھے افسوس ہے، دیان"...۔

دیان نے اس کی جانب دیکھا، سرد مگر نرم پڑتی ہوئی آنکھیں،" صرف یہ نہیں، کہف۔ اور بھی بہت کچھ ہے جو تمہیں وقت آنے پر بتاؤں گا۔"۔

کہف نے کچھ پل اسے دیکھا، پھر آہستگی سے پوچھا،" تمہیں میری اتنی فکر کیوں ہے؟"۔

دیان نے اس کی طرف دیکھا، آنکھوں میں گہری سنجیدگی تھی۔ پھر اس نے دھیمے، مگر پُرسوز لہجے میں کہا،

۔"کیونکہ تم ...تم میری زندگی کا وہ سب سے حسین حصہ ہو، جس نے مجھے جینے کی خواہش دی ہے۔ تم وہ خواب ہو، جسے میں نے برسوں سے دفنا دیا تھا، مگر اب وہ سانس لے رہا ہے، میری حقیقت بن کر۔"۔

کہف کا دل بےاختیار دھڑکنے لگا، دیان نے آگ کی روشنی میں جھک کر اس کی آنکھوں میں جھانکا۔

"کہف ...کیا تم میرے بچوں کی ماں بنو گی؟"

کہف نے جھٹکے سے آنکھیں اٹھائیں، دھڑکن جیسے بےترتیب ہوگئی۔

دیان نے ایک پل کے لیے اس کے چہرے کو دیکھا، پھر مدھم آواز میں بولا، "میں چاہتا ہوں کہ میں اپنی زندگی کے ہر لمحے میں تمہارے ساتھ رہوں ...میں چاہتا ہوں کہ جب میں بوڑھا ہو جاؤں، تب میں ہمارے بچوں کے بچوں کو اپنی کہانی سنا رہا ہوں۔ کہف ...کیا تم میرے پوتوں اور نواسوں کی دادی اور نانی بنو گی؟"۔

کہف کا سانس جیسے رک گیا، وہ خاموش رہی، پھر دھیرے سے مسکرائی، نظریں جھکا لیں۔

"Indeed... You are an ill-mannered, bad-tempered, utterly insufferable man... and yet... I find myself wanting a future where our children carry your name."

دیان کی آنکھوں میں کچھ چمکا، ایک پل کے لیے وہ خاموش رہا، پھر ایک جھٹکے سے آگے بڑھا اور کہف کو اپنی بانہوں میں بھر لیا۔

کہف نے اس کی پشت پر ہاتھ پھیرا، نرمی سے، جیسے اس زخم کو سہلا رہی ہو جو برسوں سے ادھورا تھا۔ کہف نے آہستہ سے اسے خود سے الگ کیا، اس کے

چہرے کو اپنی انگلیوں میں قابو کیا، پھر دھیرے سے اس کی آنکھ پر انگلی پھیری، جہاں اس کے بھنوؤں سے نیچے آنکھ تک ایک گہرا کٹ کا نشان تھا۔

۔''تمہاری آنکھیں مجھے بے حد حسین لگتی ہیں، دیان ''...کہف نے سرگوشی کی۔

دیان نے مدھم مسکراہٹ کے ساتھ کہا،'' تم نے کہہ دیا، تو میں نے مان لیا کہ واقعی میری آنکھیں حسین ہیں۔''۔

کہف نے شرارت سے کہا،'' اگر کوئی اور کہتا تو؟''۔

دیان نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ سخت لہجے میں کہا،'' کسی اور کو کہنے کی اجازت کبھی نہیں دی۔''۔

کہف نے اس کی ناک کی چٹکی لی، پھر دھیمے لہجے میں کہا،'' مگر مجھ سے کبھی غصے میں بات مت کرنا، دیان۔ میں ساری زندگی دوسروں کا غضب سہتی آئی ہوں ... ماں باپ کا، دنیا کا ...مجھے دنیا سے ڈر لگتا ہے۔''۔

دیان نے سنجیدگی سے اس کی طرف دیکھا، پھر دھیرے سے کہا،'' تو مجھے اپنی دنیا بنا لو، کہف۔ پھر تمہیں کبھی ڈر نہیں لگے گا۔''۔

وہ آہستہ سے آگے بڑھا، اس کے چہرے کو اپنے ہاتھوں میں لیا، اس کے بالوں کی ایک لٹ کو کان کے پیچھے سرکایا، پھر مدھم سی مسکراہٹ کے ساتھ اسے دیکھا۔

مگر یہ محبت کا لمحہ بھی خاموشی سے گزر گیا ...کیونکہ دیان کی زندگی میں کچھ ایسے راز بھی تھے جو کتاب کے کسی اندھیرے باب میں بند تھے۔ جن کا کھلنا ابھی باقی تھا۔

----☆☆☆----

رات کی گہری سیاہی میں گھنا جنگل اور سرسراتے درخت، جیسے کوئی راز چھپائے کھڑے ہوں۔ آسمان پر بادل چھائے تھے، چاند کہیں اوجھل تھا، اور آگ کی مدھم روشنی میں نمل کا چہرہ کسی خواب کی مانند نظر آ رہا تھا—اداس، سہما ہوا، مگر بے حد حسین۔

وہ گھٹنوں کے گرد بازو لپیٹے، کانپتی سانسوں کے ساتھ زمین پر بیٹھی تھی۔ آنکھوں میں خوف تھا، لب کپکپا رہے تھے، اور آنسو کسی بے اختیار دریا کی طرح بہہ

رہے تھے۔ باسط نے اسے اس طرح روتے دیکھا تو دل جیسے کسی گرفت میں آ گیا۔ وہ بے قراری سے اس کے قریب بیٹھا، آہستہ سے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور دھیرے سے بولا،

"نمل، ایسے مت رو ...مجھے تمہارا یوں ٹوٹ جانا اچھا نہیں لگ رہا۔"

نمل نے نم آنکھوں سے اسے دیکھا، پھر سر جھکا لیا۔ اس کی آواز بھیگی ہوئی، لرزتی ہوئی نکلی،

"باسط ...مجھے ڈر لگ رہا ہے ...بہت زیادہ!...۔"

باسط کا دل ایک پل کو جیسے رک سا گیا۔ اس نے نمل کے ہاتھوں کو نرمی سے تھاما، جیسے وہ اس کے خوف کو اپنی گرفت میں لے لینا چاہتا ہو۔

۔"جب تک میں ہوں، تمہیں کچھ نہیں ہونے دوں گا، نمل۔ کبھی بھی نہیں ... قسم ہے مجھے اپنی ہر سانس کی، جب تک یہ چل رہی ہیں، تم پر کوئی آنچ نہیں آئے گی۔"۔

نمل نے سر اٹھایا، اس کے چہرے پر خوف اور یقین کے بیچ ایک کشمکش تھی۔ آنکھوں میں بے شمار جذبات تھے، جنہیں شاید وہ خود بھی لفظوں میں نہ ڈھال سکتی۔

۔" مجھے تم پر یقین ہے، باسط ...مگر قسمت پر نہیں "...اس نے ٹوٹتی ہوئی آواز میں کہا۔

۔"مجھے مرنا نہیں ہے، میں تمہارے ساتھ جینا چاہتی ہوں۔ اس دنیا میں، تمہاری بانہوں میں، تمہارے ساتھ ہر لمحہ گزارنا چاہتی ہوں۔"۔

باسط نے اس کی آنکھوں میں دیکھا، جیسے وہ ان میں کوئی ایسا وعدہ تلاش کر رہا ہو جو ہمیشہ نبھایا جائے گا۔

۔"نمل "...وہ سانس روک کر بولا،" تم نے ابھی جو کہا ...کیا تم جانتی ہو، تم نے مجھے زندہ کر دیا ہے میں نے تمہاری محبت کو ہمیشہ اپنی آنکھوں میں دیکھا، مگر کبھی زبان سے نہیں سنا تھا ...اور آج، ان لفظوں نے مجھے مکمل کر دیا ہے۔"۔

نمل کی پلکیں لرزیں، اس کے آنسو اور تیزی سے بہہ نکلے۔ وہ مزید کچھ کہہ نہیں پائی، بس باسط کو دیکھتی رہی۔

۔"میں تم سے محبت کرتا ہوں، نمل "...باسط نے مدھم مگر مضبوط لہجے میں کہا، "اور میں چاہتا ہوں کہ یہ رات، یہ لمحہ ہمیشہ کے لیے ٹھہر جائے۔"۔

نمل نے تھوڑا سا جھجکتے ہوئے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا، اس کی انگلیاں باسط کے سینے پر جا ٹکیں—ایک مضبوط، گرم، اور محافظ سینہ، جہاں وہ ہمیشہ کے لیے اپنی تمام تر بے یقینی کو دفن کر دینا چاہتی تھی۔ باسط نے اپنی سانسیں قابو میں رکھنے کی کوشش کی، مگر نمل کی یہ چھوٹی سی حرکت اس کے دل کی دھڑکن کو بے ترتیب کر چکی تھی۔

۔" باسط "... نمل نے دھیرے سے کہا،" یہ سینہ میرا سب سے بڑا سہارا ہے ... یہاں میں خود کو سب سے زیادہ محفوظ محسوس کرتی ہوں۔ جب تم مجھے یوں تھام لیتے ہو، تو لگتا ہے جیسے دنیا کا کوئی بھی خوف مجھے چھو نہیں سکتا۔"۔

باسط نے ایک لمحے کی تاخیر کیے بغیر، نمل کو نرمی سے اپنی بانہوں میں بھر لیا۔

۔"اور تم میرے دل کا سکون ہو، نمل "...وہ آہستہ سے اس کے بالوں میں انگلیاں چلاتے ہوئے بولا،" میرے ہاتھوں کی سب سے قیمتی امانت، میری زندگی کا سب سے خوبصورت خواب۔ "۔

نمل اس کے سینے سے لگی رہی، اس کے دل کی دھڑکن اپنی سماعت میں سمو کر، اس کی گرمی میں اپنے خوف کو پگھلاتے ہوئے۔

۔"ہم یہاں سے نکل جائیں گے نا، باسط؟ "وہ مدھم مگر امید بھری آواز میں بولی۔

باسط نے نمل کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں تھاما، اس کی آنکھوں میں جھانکا، اور ایک پرسکون مسکراہٹ کے ساتھ کہا،

۔"ہاں، نمل ...ہم نکلیں گے، ہم اپنی دنیا بسائیں گے، ہم ایک دوسرے کے ساتھ ہمیشہ رہیں گے ...یہ رات، یہ خوف، سب کچھ پیچھے رہ جائے گا، اور ہمارے آگے صرف خوشیاں ہوں گی۔ میں تمہیں ہمیشہ ہنستا ہوا دیکھنا چاہتا ہوں، ہمیشہ خوش، ہمیشہ میرے ساتھ"...۔

نمل نے ٹوٹتی سانسوں کے ساتھ سر ہلایا اور آنکھیں بند کر لیں، جیسے وہ ان لمحات کو اپنے اندر ہمیشہ کے لیے قید کر لینا چاہتی ہو۔ آگ کی روشنی میں ان کے وجود ایک دوسرے میں سمٹے ہوئے تھے، جیسے رات کے اندھیرے میں ایک دوسرے کے لیے چمکتے ستارے۔

----☆☆☆----

رات کا سیاہ آنچل مدھم پڑ چکا تھا، اور جنگل کی تاریکی میں کہیں مشرق سے ہلکی سی روشنی چھن کر آ رہی تھی۔ نمل کی پلکیں بوجھل تھیں، نیند کی گہرائی سے وہ آہستہ آہستہ باہر آ رہی تھی۔ صبح کی کرنیں جیسے نرمی سے اس کے چہرے پر پڑیں، تو اس نے تھوڑا سا کسمسا کر آنکھیں کھولیں۔

وہ باسط کے کندھے سے لگی سو رہی تھی۔

باسط، درخت کے تنے سے ٹیک لگائے، خواب کی گہرائی میں تھا۔ اس کی سانسیں متوازن، چہرہ پرسکون، جیسے دنیا کے ہر ہنگامے سے آزاد۔ ، اس کے لبوں پر نیند کی معصومیت سجی تھی۔ نمل کی نظریں اس کے چہرے پر ٹھہر گئیں۔

۔"تمہیں نہیں معلوم، باسط ...تم نیند میں کتنے خوبصورت لگتے ہو۔ جیسے ہر پریشانی سے بے نیاز، جیسے کوئی معصوم بچہ جو صرف سُکھ کے خواب دیکھتا ہو۔"۔

وہ دھیرے سے سیدھی ہوئی، اور جھک کر اس کے چہرے کے قریب آئی۔ اس کی سانسوں کی حدت محسوس کی، پھر نرمی سے اپنی انگلیاں اس کے چہرے کے گرد پھیریں۔ جیسے کوئی خواب کو چھونے کی جسارت کر رہا ہو۔

۔''مجھے ڈر تھا، باسط ''...وہ مدھم لہجے میں سرگوشی کرنے لگی،'' اگر میں نے اپنی محبت کا اعتراف کر لیا، اور مجھے کچھ ہو گیا، تو تم ٹوٹ جاؤ گے۔ تمہاری وہ حساس طبیعت ...میں جانتی ہوں، تم کبھی خود کو جوڑ نہیں پاؤ گے۔''

اس کی آواز نمی میں لپٹی ہوئی تھی، مگر اس کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکان تھی۔ وہ آگے بڑھی اور دھیرے سے اپنے انگوٹھے کو باسط کے لبوں پر پھیرا۔

۔''لیکن اب میں نے کہہ دیا ہے ...اب میں چاہتی ہوں کہ قسمت ہمارے ساتھ ہو۔ میں چاہتی ہوں کہ ہم ہمیشہ ایک دوسرے کے ساتھ رہیں۔ میں چاہتی ہوں کہ تم ہمیشہ میرے پاس رہو، اسی طرح، اسی محبت کے ساتھ۔''

نمل نے باسط کے سینے پر اپنا سر رکھا۔

وہ اس کی دل کی دھڑکن سن رہی تھی—گہری، مضبوط، مسلسل۔ جیسے اس کا نام پکار رہی ہو، جیسے اسے یقین دلا رہی ہو کہ وہ ہمیشہ کے لیے محفوظ ہے۔ اس نے دھیرے سے اپنے ہاتھ آگے بڑھائے اور باسط کے ہاتھ کی پشت پر اپنی انگلیاں پھیریں۔

وہ جگہ جہاں اس کی نیلی رگیں ابھری ہوئی تھیں ...جہاں زندگی کا ہر بہاؤ رواں تھا۔

نمل کے لبوں پر ایک مسکراہٹ آئی، ایک محبت بھری، گہری مسکراہٹ۔

۔"تمہارے دل کی ہر دھڑکن میں، تمہاری ہر سانس میں، میں اپنی محبت محسوس کر سکتی ہوں، باسط"...۔

وہ سر اٹھا کر اسے دیکھنے لگی، جیسے اسے جگانے کا دل نہ چاہ رہا ہو۔ جیسے یہ لمحہ ہمیشہ ٹھہر جائے، جیسے یہ صبح ہمیشہ ان کی ہو۔

دفعتاً نمل عقب سے آتی سرسراہٹ پر چونک گئی۔ اس نے گردن موڑ کر پیچھے دیکھا، مگر درختوں کے جھنڈ میں کچھ واضح نہ تھا۔ اس کے دل کی دھڑکن معمولی سی تیز ہوئی، انگلیاں لاشعوری طور پر گن کے ٹریگر پر سخت ہو گئیں۔ وہ دبے پاؤں آگے بڑھی، جھاڑیوں میں ہلکی سی ہلچل ہوئی، جیسے کوئی وہاں حرکت کر رہا ہو۔ ہوا میں عجیب سی بساندھ تھی، نمی اور گلی سڑی لکڑی کی ملی جلی بو جو اسے بے چین کرنے لگی۔

کافی وقت ہو گیا تھا، باسط نیند سے جاگا۔ اس نے پلکیں جھپکائیں، ارد گرد نظر دوڑائی، لیکن نمل اس کے پاس نہیں تھی۔ اس کی پیشانی شکن آلود ہوئی، اور وہ فوراً اٹھ کھڑا ہوا۔ دل میں بے چینی سی جاگ اٹھی، جیسے کچھ ٹھیک نہیں تھا۔ اس نے جنگل کی خاموشی میں اپنی آواز بلند کی،'' نمل؟''۔

جھاڑیوں میں اچانک حرکت ہوئی۔ باسط کی نظریں اسی سمت اٹھیں، اس نے جلدی سے اپنی گن لوڈ کی اور سیدھا نشانہ باندھ لیا۔ مگر اگلے ہی لمحے وہ ٹھٹھک گیا—نمل اس کے سامنے کھڑی تھی۔ وہ بھی حیرت زدہ رہ گئی، باسط کو اس حالت میں دیکھ کر ایک پل کو خاموشی چھا گئی۔

“Basit, what the hell? Why are you pointing the gun at me?”

باسط نے تیزی سے گن نیچے کی اور جھٹکے سے اپنی جیب میں ڈال لی۔ پھر لمبے لمبے قدم اٹھاتا اس کے قریب آیا، آنکھوں میں غصہ اور فکر کی ملی جلی کیفیت تھی۔'' نمل، تم ٹھیک ہو؟.''۔

نمل نے ایک بے نیازی بھری مسکراہٹ کے ساتھ گردن جھٹکی۔'' ہاں، کیوں؟ کیا ہوا؟''۔

باسط کا چہرہ تن گیا،'' عجیب سا خواب تھا، کوئی تمہیں اغوا کر رہا تھا۔''۔

نمل نے اسے گہری نظروں سے دیکھا، ایک لمحے کو اس کی مسکراہٹ پراسرار ہو گئی۔"Really, Basit? What kind of a dream was that?"

باسط نے ایک سرد سانس لی، مگر اس کے دل میں کوئی بے چینی تھی۔ نمل کا انداز کچھ بدلا بدلا سا تھا، جیسے وہ کچھ چھپا رہی ہو۔ وہ مڑی اور آگے بڑھنے لگی، مگر باسط نے یکدم اس کی کلائی پکڑ لی۔ نمل جھٹکے سے اس کے قریب کھنچ آئی، اس کی سانسوں کی گرمی باسط کے چہرے پر محسوس ہو رہی تھی۔

باسط کی آنکھیں گہری ہو گئیں، چہرے پر سختی اور بے یقینی کے آثار تھے۔'' تم ... نمل ہو؟''۔

نمل نے ایک پل کو ساکت ہو کر اس کی آنکھوں میں جھانکا، پھر سر ہلایا۔ "Of course, Basit. Who else do you think I am? A shapeshifter?"وہ مسکرائی، مگر اس کی مسکراہٹ میں کچھ عجیب تھا۔

اس نے اپنے ہاتھ باسط کے چہرے پر رکھے، انگلیاں اس کی پیشانی اور گالوں پر پھسلنے لگیں۔ "Look into my eyes, Basit. کیا میں تمہیں نمل نہیں لگتی؟"

باسط نے بغور اسے دیکھا، لیکن خاموش رہا۔ ایک پل کو نمل کی مسکراہٹ دھیمی پڑی، جیسے کسی ان دیکھے خوف نے اس کے وجود کو چھو لیا ہو۔ اس کے چہرے کی سرخی مدھم ہوئی، آنکھوں میں کوئی غیر مرئی پریشانی اتر آئی۔

نہیں" ۔

نمل کا رنگ فق ہو گیا، وہ سپید پڑتی رنگت کے ساتھ بس باسط کو دیکھ رہی تھی۔ اس کے گلے کی گلٹی ہلکی سی ابھری، پھر معدوم ہو گئی۔ باسط نے ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ اس کا چہرہ نرمی سے اپنے ہاتھوں میں لے لیا، اس کی انگلیاں نمل کی کانپتی کنپٹی پر ٹھہریں۔ وہ گہری نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے دھیرے سے بولا،

۔"میں یونہی نہیں کہتا رہوں گا، اور تم یونہی میری آنکھوں میں دیکھتی رہو گی ... کتنا رومانوی منظر ہے، ہے نا؟"۔

اس کی سرگوشی میں ایک شوخی تھی، مگر نمل کے دل کی دھڑکن کہیں اور جا ٹھہری تھی۔

وہ پیچھے ہٹی، اپنی شرٹ کی آستین ٹھیک کی اور پھر ایک سنجیدہ لہجے میں بولی، "یہ جگہ ٹھیک نہیں ہے، باسط۔ مجھے جنگل میں کچھ عجیب محسوس ہوا۔ میں تھوڑا اندر گئی تو وہاں دو خرگوش انسانی گوشت کھا رہے تھے۔"۔

باسط ایک جھٹکے سے سیدھا ہوا، اس کی آنکھوں میں بے یقینی چمکنے لگی۔" کیا؟"۔

نمل نے سر ہلایا۔"Yes."

مجھے لگتا ہے کہ انہوں نے یہ وائرس صرف انسانوں تک محدود نہیں رکھا، بلکہ ہر جاندار کو اس کا شکار بنایا ہے۔ تاکہ ہم میں سے کوئی بھی بچ نہ سکے۔"۔

باسط نے ایک گہری سانس لی، پھر کھنکار کر میپ نکالا۔" دیان نے اس جگہ کو پوائنٹ کیا تھا، اگر ہم الگ ہو جائیں تو یہیں آ کر ملیں گے۔ یہ زیادہ دور نہیں ہے، ہمیں فوراً وہاں پہنچنا ہوگا۔ "۔

نمل نے سر اثبات میں ہلایا۔ "Oh, right. اتنی ٹینشن ہے، ٹھیک سے سن بھی نہیں پائی، چلو۔"۔

باسط نے سر جھٹکا، گہری سوچوں میں ڈوبا آگے بڑھا، اور نمل اس کے پیچھے آ گئی۔ مگر اس کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی، ۔

----☆☆☆----

کہف درختوں کے درمیان سے گزرتے ہوئی خاموشی سے دیان کے ساتھ چل رہی تھی، مگر اس کے قدموں کی رفتار تیز تھی، جیسے جلد از جلد اس سفر کو ختم کرنا چاہتی ہو۔ اچانک وہ بے صبری سے بولی،" دیان، اور کتنا وقت لگے گا؟ جلدی کرو، کھانے کا سارا سامان یاقوت کے پاس ہے۔"

دیان نے ایک ہلکی سانس لی اور سرسری انداز میں جواب دیا،" بس تھوڑی دیر، ۔"

کہف نے ناراضگی سے رخ موڑا، مگر اگلے ہی لمحے، اس کے قدم رک گئے۔ ایک عجیب سی بے چینی اس کی رگ و پے میں سرایت کر گئی۔ جیسے کوئی پیچھے

تھا ...بہت قریب، لیکن نظر نہیں آ رہا تھا۔ اس نے آہستہ سے گردن موڑ کر پیچھے دیکھا—درختوں کی پرچھائیاں ساکت تھیں، ہوا میں سسکی سی گونج رہی تھی۔ مگر ...وہاں کوئی نہیں تھا۔

اس کے ماتھے پر نرمی سے شکن ابھری، اس نے دھیرے سے سر جھٹکا، شاید وہم تھا۔ مگر دل کی دھڑکن معمول سے ذرا تیز ہو گئی تھی۔

۔"دیان؟ "اس کی آواز بے اختیار پھسل کر نکلی۔

دیان نے پلٹ کر دیکھا،" ہاں جی ؟ بولو؟"۔

کہف ایک پل کو خاموش رہی، پھر سر جھکا لیا،" کچھ نہیں"...۔

دیان نے اس کے انداز کو محسوس کیا مگر کچھ نہ کہا، آگے اونچائی آ رہی تھی، اس نے پیچھے مڑ کر کہف کی جانب دیکھا اور نیچے اترا۔ پھر ہاتھ آگے بڑھایا، "آؤ، میں تمہیں اتار دوں۔"۔

کہف نے ایک نظر اس کے ہاتھ پر ڈالی، پھر دیان کی آنکھوں میں جھانکا، جہاں عجیب سی نرمی تھی۔ وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھی، دیان کی انگلیاں اس کی کلائی کے گرد سخت ہوئیں، اور ایک ہلکی سی کشش کے ساتھ کہف نیچے آ گئی۔

۔"تم ٹھیک ہو؟ "دیان نے اس کے چہرے کی سنجیدگی کو بھانپتے ہوئے پوچھا۔

کہف نے گہری سانس لی،" مجھے لگا جیسے پیچھے کوئی تھا"...۔

دیان کی آنکھیں فورا سخت ہو گئیں۔ اس نے جھٹ سے پیچھے مڑ کر دیکھا، مگر تاریکی میں کچھ بھی مشکوک نہ لگا۔ جنگل کی پرانی باس اور زمین پر بکھرے سوکھے پتوں کے علاوہ وہاں کچھ نہ تھا۔

۔"یہاں کوئی نہیں ہے، کہف، "وہ اطمینان سے بولا۔

کہف نے لمحے بھر کو گہری نظروں سے درختوں کو دیکھا، جیسے کسی چھپی ہوئی چیز کو تلاش کر رہی ہو۔ پھر ہلکے سے شانے اچکائے، جیسے خود کو قائل کر رہی ہو کہ یہ محض ایک وہم تھا۔ اس نے دیان کا ہاتھ تھاما اور اس کے ساتھ قدم بڑھانے لگی۔

جب وہ دونوں وہاں پہنچے تو باسط اور نمل پہلے ہی کھڑے تھے۔ باسط نے انہیں دیکھ کر ہلکی سی مسکراہٹ سجا لی اور دیان کو گلے لگا لیا، جبکہ کہف اور نمل ایک دوسرے سے ملیں۔

دیان نے سر اٹھایا،'' یاقوت کہاں ہے؟''۔

ابھی وہ انتظار کر ہی رہے تھے کہ سامنے سے دو سائے نمودار ہوئے۔ یاقوت اور یوجن تیز قدموں سے ان کی جانب آ رہے تھے۔ یاقوت کے چہرے پر ایک غیر معمولی سختی تھی، جب وہ قریب آیا تو اس کے ہونٹوں پر ناراضگی کی گہری لکیر تھی۔

۔''وہاں پیچھے، ایک گلہری دیکھی میں نے، ''اس نے رک کر گہری سانس لی، ''وہ انسانی گوشت کھا رہی تھی۔''۔

دیان کا چہرہ پل بھر کو ساکت ہو گیا۔

باسط بولا''نمل نے بھی ایک خرگوش دیکھا تھا جو انسانی گوشت کھا رہا تھا''۔

۔''اوکے، گائز، دھیان سے، ''دیان نے دھیرے سے کہا، آواز میں تناؤ تھا۔

پھر وہ سر جھکا کر جیسے کسی سوچ میں ڈوب گیا۔ چند لمحوں بعد سر اٹھایا اور آہستہ سے بولا،'' یہ جو زومبیز ہیں ...مجھے لگتا ہے میں انہیں جانتا ہوں۔''۔

یاقوت کی آنکھیں لمحے بھر کو سکڑیں،'' کیا مطلب؟ کہیں یہ تمہارے پرانے رشتہ دار تو نہیں؟''۔

دیان نے گہری سانس لی اور یاقوت کو گھور کر دیکھا،'' یاقوت، ہماری زندگیاں پہلے ہی مذاق بنی ہوئی ہیں، اور تمہیں مزید ہنسی سوجھ رہی ہے؟''۔

یاقوت نے کندھے اچکاتے ہوئے بے نیازی سے ہاتھ اٹھا دیے،'' یار، کیا کروں؟ مزاج ہی ایسا ہے۔''۔

دیان نے نظر انداز کرتے ہوئے اپنی بات جاری رکھی،'' وہ پہلا زومبی جسے ہم نے دیکھا تھا، اس کی مسنگ رپورٹ درج ہوئی تھی۔اس کی شکل مسخ شدہ تھی مگر میں اس کو پہچان گیا تھا کہ وہ مسنگ پرسن وہ ہی زومبی تھا۔۔خیر۔۔ جس دن وہ شخص غائب ہوا، ٹھیک اسی دن دنیا کے مختلف حصوں سے ایسے لوگ لاپتہ ہونے لگے—ریپسٹ، چرسی، یا وہ مجرم جنہیں سزائے موت یا عمر قید کی سزا ہو چکی تھی۔''۔

یہ سنتے ہی کہف کی آنکھیں پھیل گئیں،'' مطلب...؟''۔

دیان نے سر جھٹکا،'' مطلب یہ کہ یہ زومبیز وہی لوگ ہیں۔ انہیں جان بوجھ کر وائرس کا شکار بنایا گیا ہے۔ ان گیم بنانے والوں نے ایک مخصوص طبقے کو منتخب کر کے ان پر تجربات کیے، اور جو لوگ زندہ بچے، انہیں ان بھوکے درندوں کے سامنے ڈال دیا گیا، تاکہ ان کا پیٹ بھرتا رہے۔ ''۔

یہ وہی لوگ تھے جنہیں ابتدائی مرحلے میں ایک سمندری جہاز میں نہ معلوم جگہ پر لے جایا جا رہا تھا۔

سابقہ منظر کی بازگشت۔۔۔۔

۔''ہمیں کہاں لے جا رہے ہو؟ ہمیں یہاں سے نکالو''!۔

یہ آواز انگریزی میں تھی لیکن اس کی کپکپاہٹ نے ہر زبان میں اپنا مطلب واضح کر دیا۔

اطراف میں سیاہ وردی پہنے مسلح گارڈز کھڑے تھے۔ ان کے چہرے ماسک میں چھپے ہوئے تھے، اور آنکھوں کی جگہ خالی تاریکی تھی۔ ان کی بندوقیں ان بے بس قیدیوں پر تنی ہوئی تھیں، گویا کسی اشارے کی منتظر ہوں۔

اچانک امریکی شخص، جس کا وجود ایک پراسرار ہیبت لیے ہوئے تھا، ہال میں داخل ہوا۔ اس کے جوتوں کی دھمک خاموش ہجوم میں وحشت کی لہر دوڑا رہی تھی۔ اس کی سرد، بے رحم آنکھیں ہجوم کا جائزہ لے رہی تھیں۔

۔"تم یہاں سے جانا چاہتے ہو؟ "اس کی آواز کسی بے رحم جلاد کی مانند تھی، جو شکار سے پہلے اپنی طاقت کا احساس دلائے۔

یہاں تم آئے ہماری مرضی سے ہو جاؤ گے بھی ہماری مرضی سے"۔"

اس نے ریوالور اٹھایا، مہارت سے گولی چیمبر میں ڈال کر اسے گھمایا اور پھر انگریزی میں کہا

"One loaded, four chambers bare, aimed at the skull—empty stare."

اثیر شخص نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیری اور لرزتے ہوئے پوچھا،" یہ کیا کھیل ہے؟"۔

امریکی نے ہنستے ہوئے کہا،'' یہ لک کا کھیل ہے۔ اس ریوالور میں ایک گولی ہے اور چار چیمبر خالی۔ ہم دونوں اپنی اپنی کھوپڑی پر ریوالور رکھیں گے اور گولی چلائیں گے۔ جس کی قسمت چل گئی وہ جیت گیا، اور جس کی قسمت جم گئی، وہ ختم۔''۔

اور پھر وہ اسیر شخص قسمت کے ھاتھوں مارا گیا۔۔۔۔۔

امروز

کہف نے کراہ کر چہرہ ہاتھوں میں چھپا لیا،'' اللہ بچائے، یعنی اب میں کیا کہوں؟''۔

یاقوت نے لمبی سانس بھری اور افسردگی سے سر ہلایا،'' کرونا کم تھا جو زمبونا بھی آ گیا؟''۔

باسط نے یاقوت کی جانب دیکھا اور بے اختیار ہنس دیا۔ پھر ہنسی روک کر سنجیدگی سے بولا،'' یار، یاقوت، پلیز کچھ دیر کے لیے تو سیریس ہو جاؤ؟''۔

یاقوت نے آنکھیں گھمائیں،'' کیا کروں؟ میں آئی سی یو میں تو نہیں بیٹھا، جو ہر وقت سنجیدہ رہوں۔''۔

دیان نے جھنجھلا کر اپنے ماتھے پر ہاتھ مارا، جبکہ باقی سب نے ضبط سے لب بھینچ لیے۔

یاقوت نے جمائی لیتے ہوئے شکایت کی،'' ویسے بھی، میں رات بھر جاگا ہوں، نیند پوری نہیں ہوئی۔''۔

پھر وہ یوجن کی جانب اشارہ کر کے ناک سکیڑ کر بولا،'' اور یہ جو چوئی جی ہے۔۔پوری رات خراٹے مارتی رہی ہیں، جبکہ میں ان کی رکھوالی کر رہا تھا۔ اب میرا دماغ چل گیا ہے، تو کچھ بھی کہہ سکتا ہوں۔''۔

یوجن نے الجھن سے یاقوت کو دیکھا، مگر اس کے ماتھے کی تیوریوں کو دیکھتے ہوئے چپ ہی رہی۔ وہ اتنا تو سمجھ گئی تھی کہ وہ کسی چکر میں ہے اور اس پر غصہ نکال رہا ہے، لیکن اس وقت اس سے بحث کرنا بیکار تھا۔

کہف کو اچانک کچھ یاد آیا،'' بیگ کہاں ہے؟''۔

یاقوت نے لاپروائی سے بیگ آگے بڑھایا تو کہف نے جھپٹ کر پکڑ لیا اور فوراً اس میں سے پلین کیک نکال کر سب کو ایک ایک پیکٹ تھما دیا۔

سب کھانے میں مصروف ہو گئے، اور یاقوت مزے سے درخت سے ٹیک لگا کر بولا،'' شکر ادا کرو میرا۔ اگر میں یہ بیگ نہ لاتا تو تم سب بھوکے مر رہے ہوتے۔''۔

کہف نے ہنستے ہوئے سر جھکایا،'' واقعی، بہت شکریہ، جناب یاقوتِ اعظم۔''۔

یاقوت نے فخر سے سر جھٹکا،'' چلو، اتنا تو مانا کہ میں اہم ہوں۔''۔

سب اپنی تھکن بھلاتے ہوئے کیک کھانے میں مصروف تھے جب دیان نے نظریں اٹھائیں،'' چلو اب چلتے ہیں، وقت کم ہے۔ ہمیں کل تک وہاں پہنچنا ہے۔ اوکے؟''۔

کہف نے دیان کا ہاتھ تھاما اور آگے بڑھنے لگی، مگر یاقوت نے آنکھیں سکیڑ کر معنی خیز انداز میں کہا،'' او ہو، خیریت ہے؟''

کہف لمحہ بھر کے لیے ٹھٹکی، پھر ذرا سا شرما کر بولی،'' اصل میں ...ہم دونوں نے اپنے لو کا کنفیشن کر لیا ہے، اور جلد ہی شادی کرنے والے ہیں۔''۔

یاقوت نے ڈرامائی انداز میں سینے پر ہاتھ رکھا، جیسے کسی نے دل پر چوٹ مار دی ہو، اور بولا، ۔"کیا!!؟"۔ ۔۔ پھر آنکھیں میچ کر سر جھٹکا،" ساری دنیا کو بلر کر کے میں نے فوکس تم پر رکھا اور تم نے مجھے ہی کروپ کر دیا؟ یہ کیا ظلم ہے، کہف؟ یہ کیوں ہے؟"۔

کہف نے آنکھیں گھمائیں،" بس بس، زیادہ فلمی مت بنو۔"۔

یاقوت نے مصنوعی اداسی سے سر ہلایا، پھر فلسفیانہ انداز میں بولا،"

"Why would I just hand myself over to someone? I'm a rare gem—wasting me would be nothing short of a disaster!"

کہف نے ہنستے ہوئے کہا،" ہاں ہاں، بالکل۔."۔

نمل نے مسکرا کر جلے پر پیٹرول پھینکا، "Grapes are sour!"

باسط نے گلا صاف کیا،" خیر، مجھے بھی کچھ کہنا ہے۔"۔

دیان نے چونک کر پوچھا،" کیا؟۔"۔

باسط نے سنجیدہ انداز میں کہا،'' میں نے نمل سے محبت کا اعتراف کر لیا ہے، اور ہم بھی جلد شادی کر رہے ہیں۔''۔

کہف خوشی سے اچھل پڑی،'' واؤ !میں تم دونوں کے لیے بہت خوش ہوں ''!وہ فوراً نمل سے لپٹ گئی، نمل نے بھی مسکراتے ہوئے اسے گلے لگا لیا۔

دیان نے باسط کو گرمجوشی سے گلے لگایا، اور یاقوت نے معنی خیز نظروں سے دونوں جوڑوں کو دیکھا، پھر خود دیان اور باسط کو باری باری گلے لگاتے ہوئے بولا،'' چلو بھائی، یہ لمحہ جذبات سے لبریز ہے، میں برداشت کر لوں گا۔''۔

نمل اور کہف نے یوجن کو خوشخبری سنائی تو وہ بھی مسکرا کر خوشی سے جھوم اٹھی۔

کہف نے ایک نظر سب پر ڈالی اور آہستہ سے کہا،'' ہمارا آگے پیچھے تو کوئی نہیں ہے ...ہم ہی ہیں، بس ۔''۔

یاقوت نے مزاحیہ انداز میں ہاتھ جھاڑ کر کہا،'' کوئی نہیں، بھائیوں والے رسم میں میں خود ہی دھمال ڈال دوں گا۔ لیکن فی الحال، جذبات بعد میں بہاؤ، پہلے یہاں سے نکلو !وقت کم ہے، اور سفر لمبا''!۔

----☆☆☆

پل خستہ حال تھا، پرانا اور خطرناک۔ نیچے گہری کھائی، اور اس میں چھپی وہ مخلوقات جو کسی بھی وقت باہر آ سکتی تھیں۔ سرد ہوا میں پل کی رسیاں چرچرا رہی تھیں، جیسے کسی کی منحوس سرگوشی ہو۔

۔"یہ پل زیادہ بوجھ برداشت نہیں کرے گا، ایک ایک کر کے جانا"! دیان نے خبردار کیا، نظریں پل کی جھولتی رسیوں پر جمائے۔

سب سے پہلے باسط نے قدم رکھا، اس کے پیچھے کہف اور نمل تھیں۔ وہ دھیرے دھیرے، سانس روکے، لکڑی کی کمزور تختیاں عبور کر رہے تھے۔ نیچے نظر ڈالنے کی ہمت کسی میں نہ تھی، لیکن اچانک—۔

۔"یہ کیا تھا؟ "کہف نے خوفزدہ ہو کر سرگوشی کی۔

پل کے نیچے سے کھائی کے اندر کوئی چیز حرکت کر رہی تھی، بہت تیزی سے۔ سایہ دار، مکروہ، اور غیر انسانی۔

۔"زومبیز "! نمل نے چیخ کر کہا، اس کا چہرہ فق ہو گیا۔

نیچے جنگلی بندروں کی طرح لمبے ہاتھوں والے، تیز ناخنوں والے زومبیز درختوں سے اچھل کر پل کے قریب آ رہے تھے۔ ان کے جبڑے پھٹے ہوئے تھے، آنکھیں سفید، اور جسم جگہ جگہ سے گل چکا تھا، مگر ان کی رفتار خوفناک تھی۔

۔"دوڑو ! یہ پل پر چڑھنے والے ہیں "! دیان نے گن لوڈ کی اور فائر کیا۔ ایک زومبی چیختا ہوا نیچے جا گرا، مگر باقی مخلوقات پل کی رسیوں کو پکڑ کر چڑھ رہی تھیں، جیسے جنگلی جانور۔

باسط اور کہف سب سے پہلے پل پار کر گئے، نمل ان کے پیچھے تھی۔ دیان نے یوجن کو آگے دھکیلا، پھر پل کے وسط میں آ کر پیچھے مڑ کر دیکھا——۔

یاقوت ابھی تک پل کے دوسرے سرے پر کھڑا تھا!۔

۔"یاقوت، بھاگو، ابھی "! دیان نے غصے سے چیخا۔

یاقوت نے گھبرا کر آگے بڑھنا چاہا، مگر جیسے ہی اس نے قدم رکھا، پل جھولنے لگا۔ زومبیز اب پل پر چڑھ آئے تھے، وہ ان کی جانب لپک رہے تھے، ہاتھ بڑھا کر پکڑنے کی کوشش کر رہے تھے۔

۔"یاقوت جلدی کرو "باسط نے چلا کر کہا۔

یاقوت نے ایک گہری سانس لی اور اپنی تمام تر ہمت سمیٹ کر دوڑنے لگا۔ زومبیز اس کی طرف لپکے، ان کے سڑے گلے ناخن ہوا میں چمک رہے تھے، گلے سے گھٹی گھٹی، غیر انسانی آوازیں نکالتے ہوئے وہ اس کے پیچھے بھاگ رہے تھے۔ مگر یاقوت نے تیزی دکھائی، خود کو دائیں بائیں جھٹکتے ہوئے، ان کے درمیان سے نکل آیا۔ اس کے قدم لڑکھڑائے مگر اس نے توازن بحال رکھا۔ سامنے کہف، نمل، اور یوجن کے سائے دھندلکے میں دکھائی دے رہے تھے، جبکہ دیان اور باسط بے رحمی سے زومبیز پر فائرنگ کر رہے تھے۔

۔"تیز یاقوت !دوڑ "!دیان کی دھاڑ میں سنسنی تھی۔

یاقوت کے عقب میں موجود ایک زومبی اپنی بھیانک رفتار سے اس کی جانب جھپٹا، اس کا ہاتھ یاقوت کے کندھے کو چھونے ہی والا تھا کہ دیان کی بندوق

گرجی، اور ایک دھماکے کے ساتھ زومبی کی کھوپڑی پھٹ گئی۔ وہ گھٹنوں کے بل جھکا، پھر نیچے گہرائی میں جا گرا، جہاں تاریکی اس کا انتظار کر رہی تھی۔

یاقوت کی دھڑکنیں بے قابو تھیں۔ اس نے قدم تیز کیے، مگر——۔

"آہ!۔"

یکدم اس کی ٹانگ کو ایک بےحد مضبوط گرفت نے جکڑ لیا۔ وہ گھبرا کر نیچے دیکھنے پر مجبور ہوا——۔

زومبی!۔

وہ پل کے درمیان میں تھا، اور نیچے سے ایک وحشت ناک زومبی اس کے پیر سے لٹک رہا تھا۔ اس کے نوکیلے دانت خون آلود تھے، آنکھیں گہری سیاہ گڑھوں کی مانند، اور کھردرا ہاتھ یاقوت کی ٹانگ پر سختی سے جما ہوا تھا۔ یاقوت کا توازن بگڑ گیا، وہ پیچھے کو جھکا، پل کی رسیوں نے چرچراہٹ کی ایک اور دھاڑ ماری۔

۔"چھوڑ مجھے، خبیث "!یاقوت نے پیر جھٹکنے کی کوشش کی، مگر زومبی کی گرفت مضبوط تھی۔

باسط نے پل کے دوسرے کنارے سے نشانہ لیا، آنکھیں سکیڑیں، اور——۔

گولی چلی۔

زومبی کا ہاتھ کہنی سے کٹ گیا، وہ نیچے اندھیرے میں گرنے لگا، مگر اس کے چہرے پر ایک بھیانک مسکراہٹ تھی، جیسے مرتے ہوئے بھی کوئی نحوست چھوڑ گیا ہو۔ یاقوت نے جلدی سے خود کو سنبھالا اور آخری بار دوڑنے کے لیے تیار ہوا۔

وہ پل کے کنارے پر پہنچ چکا تھا، سامنے ہی کہف، باسط، اور نمل کھڑے تھے۔ دیان نے ہاتھ بڑھایا، سب کی آنکھوں میں امید تھی۔

یاقوت کے لبوں پر ایک مسکراہٹ ابھری، جیسے کہہ رہا ہو، دیکھا، میں بچ گیا!۔

مگر پھر۔

کڑاک!۔

پل کی ایک تختی اچانک ٹوٹ گئی۔

یاقوت کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں، مسکراہٹ منجمد ہوگئی، اور ایک بھیانک چیخ کے ساتھ وہ نیچے کھائی میں گرنے لگا۔

۔"یاقوت"! کہف کی چیخ گونجی۔

اندھیرا، گہرائی، موت——۔

یا شاید کچھ اور؟

یکدم کسی کی آواز گونجی"میں ہی کیوں ہمیشہ ایسی سیچویشن میں آگے آجاتا ہوں"۔

۔ کھائی کے ایک کنارے پر ایک درخت اگا تھا، جس کی جڑیں ہوا میں جھول رہی تھیں، اور یاقوت انہی جڑوں میں پھنسا ہوا تھا، ایک ہاتھ سے لٹکا، دوسرے ہاتھ سے بے بسی سے ہوا میں جھولتا ہوا۔

۔"یہ میرا انجام نہیں ہو سکتا، میں اتنا قیمتی ہوں کہ مرنے کے قابل بھی نہیں"! یاقوت نے چیخ کر کہا۔

انہوں نے نیچے دیکھا اور گہری سانس لی

۔" بکواس بند کر اور ہاتھ بڑھا"! دیان نے غصے سے کہا، پھر باسط اور دیان نے مل کر اسے کھینچنے کی کوشش کی۔

زومبیز پل پر پاگلوں کی طرح دوڑ رہے تھے، کچھ ان کی طرف اچھلنے کی تیاری میں تھے۔

۔"جلدی کرو، جلدی "!نمل چلائی، آنکھوں میں دہشت تھی۔

دیان اور باسط نے پوری طاقت سے یاقوت کو کھینچا اور آخری لمحے میں اسے اوپر کھینچ لیا۔

۔"ہم مرتے مرتے بچ گئے "!یاقوت نے گہری سانس لے کر کہا۔۔

سامنے زومبیز اچھل اچھل کر آرہے تھے، آنکھیں خون سے سرخ، دانت بھیڑیوں کی طرح چمکتے، اور ہاتھ ایسے بڑھا رہے تھے جیسے زندہ گوشت نوچنے کے لیے بےتاب ہوں۔ ان کی حرکات بےترتیب مگر خوفناک تھیں، جیسے کسی بھی پل شکار پر جھپٹ پڑیں گے

——ایک پل کا فاصلہ، جو زندگی اور موت کے درمیان آخری دیوار تھا۔

باسط نے پل کو جکڑنے والی موٹی، مضبوط رسیوں کو دیکھا، جو لوہے کے وزنی ہکس سے بندھی تھیں اور دوسرے کنارے پر موجود دیوار نما چٹانوں میں جمی

ہوئی تھیں۔ دیان نے آنکھوں میں جلال بھر کر ایک نظر باسط پر ڈالی، اور سر ہلایا۔

۔"یہ پل گرائے بغیر راستہ نہیں بنے گا۔ "باسط کی آواز میں فیصلہ تھا۔

دیان نے بائیں طرف کی رسیوں پر اپنی انگلیاں جمائیں، جبکہ باسط دائیں جانب لپکا۔ دونوں نے پوری قوت سے کھینچنا شروع کیا، ان کے بازوؤں کی سخت رگیں ابھر آئیں، چہروں پر تناؤ پھیل گیا۔ پل دھیرے دھیرے جھولنے لگا، مگر رسیوں نے ابھی ہار نہ مانی تھی۔

۔"ہاں بس !زور لگاؤ، بھائیو !جم میں برباد کیا ہوا وقت کام آنا چاہیے!اگر اس پل کو نہ گرا سکے تو لعنت ہے پھر تمہاری بوڈی پر" یاقوت ہاتھ باندھے تماشائی بنا کھڑا تھا، آنکھوں میں چمک، ہونٹوں پر وہی شوخ مسکراہٹ۔

کہف نے تیز نظروں سے اسے گھورا۔" حد ہے، یاقوت"!۔

یاقوت نے آنکھ ماری اور لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ لاتے ہوئے بولا،" ایسے ہی تپاؤ ان کو !کچھ لوگ خود سے نہیں ہلتے جب تک ان کی انا کو نہ چھیڑو ...ان کو، میں ایسے طعنے ماروں گا تو یہ کچھ کریں گے"۔

یاقوت سیٹی بجانے لگا۔۔ اور ان کو جوش دینے، لگا۔۔

باسط اور دیان کی سانسیں بے ترتیب ہو گئیں، ان کی کسرتی کمر پر چپکی ہوئی شرٹ پسینے میں بھیگ چکی تھی، اور ماتھے پر چمکدار پسینے کے قطرے بہنے لگے تھے۔ ان کے جبڑے سختی سے بند تھے، جیسے فولاد کے بنے ہوں۔

پل کی موٹی رسیوں میں لرزش دوڑ گئی۔

زومبیز اور تیزی سے بڑھنے لگے۔ ان کے کالے، گلے سڑے ہاتھ پل کی آخری لکڑیوں پر پڑ چکے تھے، اور اگلے ہی لمحے ایک نے نمل پر جھپٹنے کی کوشش کی۔

یاقوت نے لمحے کی تاخیر کیے بغیر قریب پڑا ایک پتھر اٹھایا، اور پورے زور سے زومبی کے بھیانک کھوپڑی پر دے مارا۔ ایک گہری، کریہہ آواز نکلی، اور وہ نیچے لرزتے تختے پر گرا۔

نمل نے یکدم گہرا سانس لیا اور یاقوت کو تشکریہ دیکھا۔۔

پل کی رسیوں میں اب دراڑیں پڑنے لگیں۔

باسط اور دیان نے آخری قوت اکٹھی کی، دانت بھینچ کر جھٹکا دیا۔۔۔۔

"کڑاک!۔"

رسی کے ہُکس ایک دھماکے سے نکل گئے، اور پل کا درمیانی حصہ زور دار جھٹکے سے نیچے کو گرنے لگا۔ زومبیز جو پل پر آ چکے تھے، وہ ایک لمحے کے لیے ہوا میں معلق ہوئے، پھر یکے بعد دیگرے کھائی میں گرنے لگے —کچھ چٹانوں سے ٹکرا کر بھیانک طریقے سے چیخے، کچھ کے جسم جھڑنے لگے، اور کچھ لمحوں میں تاریکی میں غائب ہو گئے۔

ہوا میں زومبیز کے گرتے جسموں کی خوفناک چیخیں گونج رہی تھیں۔

یاقوت نے یہ منظر دیکھا، اور اگلے ہی لمحے سرخوشی سے اچھل کر بولا،" یس! یس! یہی مزہ ہے"!۔

اس نے باسط اور دیان کے شانوں پر زور سے ہاتھ مارا، ہنستا ہوا بولا،" مان گئے بھائی، واقعی جم میں بیکار وقت ضائع نہیں کیا۔ ویل ڈن"!۔

دیان نے گہری سانس لی، پھر یاقوت کی طرف ایک خطرناک نظر ڈالی —اگلے ہی لمحے، بغیر کسی وارننگ کے، یاقوت کو کندھے پر اٹھایا۔

۔"اب اگر ایک لفظ بھی بولا، تو سیدھا نیچے پھینک دوں گا"! دیان کی آواز میں ایسا جلال تھا کہ یاقوت نے فوراً لب سی لیے، مگر اس کی آنکھوں میں وہی شوخ چمک باقی رہی۔

باسط نے گردن موڑ کر نیچے کھائی میں پھیلے اندھیرے کو دیکھا، جہاں کچھ دیر پہلے موت کی ایک جنگ لڑی جا رہی تھی۔

پھر وہ سیدھے چل دیے یاقوت یوں ہی دیان کی کندھے پر اوندھا لٹکا تھا۔۔

----☆☆☆----

ہوا میں سائیں سائیں کی آوازیں تھیں، درختوں کے پتوں میں سرسراہٹ تھی، اور گھاس میں نامعلوم سایے حرکت کر رہے تھے۔ ان کے قدموں کی چاپ راستے کے سکوت میں مدھم مگر واضح سنائی دے رہی تھی۔ وہ سب تیز قدموں سے چل رہے تھے—وقت کم تھا، بہت کم، اور ایک لمحے کی تاخیر بھی مہلک ثابت ہو سکتی تھی۔ جزیرہ کسی بھی وقت راکھ بن سکتا تھا، اور ان کے پاس 2:30

تک کا وقت تھا مطلوبہ جگہ پہنچنے کے لیے اس کے علاوہ کوئی راستہ نہیں تھا۔ ان کے اطراف میں سرسبز درختوں کا جنگل حائل تھا، اور آگے ایک راستہ جو نامعلوم اندھیروں میں گم ہو رہا تھا۔

اچانک، یوجن کی دہشت سے بھری چیخ گونجی—ایک زوردار، جھنجھوڑ دینے والی چیخ، جس نے سب کو سن کر دیا۔ یاقوت تیزی سے مڑا اور جیسے ہی نظر یوجن پر پڑی، دل دہل گیا—ایک زومبی وحشیانہ انداز میں اس پر جھپٹ رہا تھا! بدبو دار، گلے سڑے جسم والا وہ زومبی، جس کی آنکھیں خالی گڑھوں جیسی تھیں اور منہ سے خون آلود رال بہہ رہی تھی، یوجن کو قابو میں لینے کی کوشش کر رہا تھا۔ یاقوت کا جسم بجلی کی طرح حرکت میں آیا—ایک جست لگائی، زمین سے اچھلا، اور ہوا میں معلق ہوتے ہی پوری قوت سے زومبی پر لات رسید کی۔ زومبی دھڑام سے نیچے جا گرا، مگر یاقوت کی پرواز بے قابو ہو گئی—اس کے پاؤں زمین سے اکھڑ گئے، اور وہ لڑکھڑاتا ہوا کنارے کی طرف پھسلنے لگا۔

نیچے، زمین کہیں نظر نہیں آ رہی تھی، صرف تاریکی میں حرکت کرتے سائے تھے۔ وہ آخری لمحے میں ایک مضبوط درخت کی شاخ پکڑنے میں کامیاب ہوا، مگر اس کی گرفت کمزور تھی، اور اس کے پیر ہوا میں جھول رہے تھے۔ مگر وہی

لمحہ ہولناک ثابت ہوا—ایک اور زومبی، نیچے کھڑے مردہ مگر متحرک وجودوں میں سے ایک، اس کے پیر پر لپکا اور پنجے گاڑ دیے! اس کی گرفت یاقوت کی ٹانگ پر مضبوط ہو گئی، اور وہ اسے نیچے کھینچنے لگا۔

دیان اور باسط فوراً لپکے، یاقوت کی طرف ہاتھ بڑھایا، مگر نیچے زومبیوں کا ہجوم اور بھی بڑھ گیا تھا۔ وہ زمین کو ناخنوں سے کھود رہے تھے، زہریلی سانسیں نکال رہے تھے، اور اندھوں کی طرح ہاتھ مار رہے تھے۔ یاقوت نے پوری طاقت سے پیر جھٹکا، مگر زومبی کی گرفت کمزور نہ ہوئی۔ آخری امید کے طور پر، اس نے اپنے دوسرے پیر سے پوری شدت کے ساتھ زومبی کے چہرے پر ضرب لگائی۔ ایک گھناؤنی آواز کے ساتھ زومبی نیچے لڑھک گیا، باقی وحشیوں پر جا گرا، ۔

دیان اور باسط نے ایک زوردار جھٹکے سے یاقوت کو اوپر کھینچ لیا، اور وہ سب سانسیں پھولنے کے ساتھ پیچھے ہٹے۔ مگر یہ ایک لمحاتی راحت تھی—کیونکہ اسی وقت، نمل کی چیخ گونجی۔

سب نے پلٹ کر دیکھا، اور دہشت کی ایک لہر ان کے جسموں میں دوڑ گئی—ایک زومبی نمل پر حملہ کر چکا تھا، اس کے بازو میں اپنے بدبودار دانت گاڑ چکا تھا! باسط کی آنکھیں پھٹ گئیں، وہ بجلی کی طرح لپکا اور زومبی کی گردن دبوچ

لی۔ ایک زور دار جھٹکے سے اس کی ہڈی توڑ دی، اور وہ مردہ وجود دھڑام سے زمین پر گر پڑا۔ مگر دیر ہو چکی تھی۔

نمل کا چہرہ سفید پڑ چکا تھا۔ سب ساکت کھڑے اسے دیکھ رہے تھے، اور ان کے چہرے پر صرف ایک ہی سوال تھا—اب کیا ہوگا؟ خاموشی گہری ہو گئی، جیسے پورا جنگل اس خوفناک حقیقت کو تسلیم کر چکا ہو۔ نمل کے بازو پر واضح زخم تھا، اور وہ لرزتی ہوئی اس پر ہاتھ رکھے کھڑی تھی۔

باسط کی آنکھوں میں ناقابل یقین سی وحشت تھی۔ اس کا سانس تیز ہو گیا، ہاتھ بے اختیار نمل کے بازو کی طرف بڑھے، مگر الفاظ حلق میں پھنس گئے۔

باسط کی آنکھیں پھیل گئیں، سانس جیسے حلق میں اٹک گیا۔ وہ نمل کو دیکھ رہا تھا—اس کے ہونٹوں سے بہتا سرخ سیال، اس کی نیلی پڑتی ہوئی جلد، اس کی کانپتی ہوئی پلکیں، اور وہ آنکھیں ...جو شاید آخری بار اسے دیکھ رہی تھیں۔

"نمل..." اس کے لبوں سے سرگوشی نکلی، مگر آواز کہیں کھو گئی۔

نمل نے ساکت آنکھوں سے اسے دیکھا، جیسے اسے یاد رکھنا چاہتی ہو، جیسے آنکھوں کے اندر اس کی تصویر قید کر لینا چاہتی ہو۔ باسط ایک قدم آگے بڑھا، مگر نمل نے کانپتے ہاتھ سے اسے روک دیا۔

۔''نہیں باسط، مت آؤ میرے قریب ''...اس کی آواز میں ایک عجیب سی نرمی تھی، ایک آخری مہربانی کی التجا۔

۔''نمل، سب ٹھیک ہو جائے گا ...تم چل سکتی ہو، میں تمہیں لے جاؤں گا، ہم کوئی راستہ نکال لیں گے۔ پلیز، نمل، بس میرے ساتھ آ جاؤ۔''۔

باسط کی آواز لرز رہی تھی، آنکھوں میں بے بسی کی شدت تھی۔ اس نے ایک اور قدم بڑھایا، مگر نمل نے مدھم مسکراہٹ کے ساتھ سر جھکا لیا۔

''ہمارا یہاں تک ہی ساتھ تھا، باسط''...

یہ الفاظ باسط کے دل میں تیر کی طرح اتر گئے۔ اس نے بے یقینی سے نمل کو دیکھا، جیسے وہ ابھی بھی حقیقت کو ماننے کے لیے تیار نہ ہو۔

کہف نے نمل کا ہاتھ تھامنا چاہا، مگر اس کی رگیں ابھرنے لگی تھیں، جلد پر نیلاہٹ گہری ہو رہی تھی۔ اس کی سانس اکھڑ رہی تھی، جیسے وقت مٹھی سے پھسل رہا ہو۔

یاقوت پیچھے کھڑا تھا، اس کے لب بھینچے ہوئے تھے، ناک سے خون بہہ رہا تھا، مگر کوئی اسے نہیں دیکھ رہا تھا—سب کی نظریں نمل پر جمی تھیں۔

باسط نے ایک جھٹکے سے نمل کو اپنی بانہوں میں بھر لیا، جیسے وقت کو روکنا چاہتا ہو، جیسے اس پل کو ہمیشہ کے لیے قید کر لینا چاہتا ہو۔

۔"نمل ...میں تمہیں نہیں چھوڑ سکتا ...تم سمجھتی کیوں نہیں؟ میں تمہارے بغیر کچھ نہیں ہوں ...اگر تم نہیں رہو گی، تو میں بھی نہیں۔ میں تمہارے ساتھ زومبی بن جاؤں گا، مگر تمہیں تنہا نہیں چھوڑوں گا، ہرگز نہیں"!۔

باسط کی آواز ٹوٹ رہی تھی، آنکھوں میں وہ آنسو تھے جو برسنے کے بجائے اندر ہی اندر کھول رہے تھے۔

نمل نے لرزتے ہاتھوں سے اس کے چہرے کو چھوا، جیسے آخری بار اس کی موجودگی کو محسوس کر رہی ہو۔ اس کی آنکھوں میں اب آنسو نہیں تھے، صرف

خون تھا، جو آنکھوں کے کناروں سے بہہ کر اس کے رخساروں پر سرخ لکیر چھوڑ رہا تھا۔

۔"تمہیں میری محبت کی قسم، باسط "... نمل کی آواز بکھرتی جا رہی تھی،" اگر تم واقعی مجھ سے محبت کرتے ہو ...تو چلے جاؤ ...سب کو لے کر یہاں سے چلے جاؤ"...۔

باسط نے بے یقینی سے اسے دیکھا، اس کے ہاتھوں کی گرفت سخت ہو گئی، جیسے اسے کبھی چھوڑنا نہ چاہتا ہو۔

۔"میں نہیں جا سکتا، نمل ...میں تمہیں کیسے چھوڑ سکتا ہوں؟ یہ ناممکن ہے، تم میری زندگی ہو، میں کیسے"...۔

۔"بس کرو، باسط "! نمل کی آواز میں ایک دردناک چیخ شامل ہو گئی۔ اس نے اپنے ہاتھوں سے باسط کو دھکا دیا،" محبت کا مطلب قربانی ہوتا ہے، اور تمہیں آج میری خاطر قربانی دینی ہو گی۔"۔

وہ لڑکھڑائی، مگر سنبھل گئی۔ اس کی سانسیں بوجھل ہو رہی تھیں، ہونٹوں سے مزید خون ٹپکنے لگا تھا۔

باسط نے بے بسی سے اپنے ہاتھ بڑھائے، مگر نمل پیچھے ہٹ چکی تھی۔ اس کے ہونٹوں پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ تھی، مگر آنکھوں میں وہ درد تھا جو لفظوں میں بیان نہیں ہو سکتا۔

۔''مجھے جانے دو، باسط ''...اس کی سرگوشی میں آخری التجا تھی،'' یہ آخری محبت کا امتحان ہے ...اور تمہیں اس میں کامیاب ہونا ہو گا۔''۔

دیان نے آگے بڑھ کر باسط کا کندھا تھاما، مگر اس کا اپنا دل بھی بوجھل ہو چکا تھا۔

۔''ہمیں جانا ہو گا، باسط ''...اس کی آواز بھیگ چکی تھی۔

باسط نے ایک آخری بار نمل کو دیکھا، اور پھر ...جیسے سب کچھ ٹوٹ گیا ہو۔ جیسے وقت رک گیا ہو، جیسے دنیا اپنی جگہ چھوڑ چکی ہو۔

۔''نمل ...پلیز ''...باسط کے لبوں سے سرگوشی نکلی، جیسے ایک آخری امید کا سہارا لے رہا ہو۔

نمل نے کانپتے ہونٹوں سے ایک ہلکی سی مسکراہٹ دی، مگر وہ مسکراہٹ زخموں کی اذیت میں ڈھل گئی۔ گلے سے ایک ہلکی سی گھٹی ہوئی آواز نکلی، جیسے کوئی آخری جذبہ قید ہو کر باہر آ رہا ہو۔

۔''میں تمہارے ساتھ جینا چاہتی تھی، باسط ''...اس کے الفاظ جیسے زخموں سے رس رہے تھے، ۔''میں نے تمہارے ساتھ زندگی کے خواب دیکھے تھے، مگر ... مجھے کوئی دکھ نہیں ہے کہ میں جا رہی ہوں ''...اس کی پلکیں بوجھل ہوئیں، آنکھوں میں خون کی سرخی مزید ابھر آئی،'' مجھے خوشی اس بات کی ہے کہ میں اس شخص کی تصویر اپنی آنکھوں میں بسائے جا رہی ہوں، جس سے میں نے بے پناہ محبت کی''...۔

باسط کی آنکھیں جیسے خالی ہو رہی تھیں، اس نے نمل کا ہاتھ تھاما، مگر اس کی گرفت کمزور تھی۔

۔''نمل ...تم میری ستون تھیں، میں بکھر جاؤں گا، نمل ...میں مر جاؤں گا تمہارے بغیر ''...اس کی آواز کانپ رہی تھی، آنکھوں سے آنسو تیزی سے بہنے لگے۔

نمل نے کانپتے ہاتھوں سے اس کے چہرے کو چھوا، اس کی ہتھیلی لرز رہی تھی، مگر اس نے زبردستی اپنے آنسو روکے۔

"نہیں ...باسط، تمہیں جینا ہو گا ... تمہیں میری محبت کا مان رکھنا ہو گا"...

باسط کی گرفت سخت ہو گئی، جیسے اسے چھوڑنے کے خیال سے بھی جان نکل رہی ہو۔

"میں تمہارے بغیر جی نہیں سکتا، نمل"...

نمل کی سانس اکھڑنے لگی، ہونٹوں سے خون کی لکیر بہہ نکلی، مگر وہ خود پر قابو رکھتے ہوئے زبردستی مسکرائی۔

"تم جاؤ، باسط ...پلیز، چلے جاؤ"...

وہ چند لمحے ساکت کھڑی رہی، جیسے کچھ کہنا چاہتی ہو مگر الفاظ کہیں گم ہو گئے ہوں۔ اس کی آنکھوں میں ایک آخری التجا تھی، ایک بے صدا فریاد، ایک نامکمل خواہش۔ باسط نے ایک قدم آگے بڑھایا، مگر نمل نے نظریں جھکا لیں، جیسے اس کا چہرہ دیکھنے کی ہمت بھی باقی نہ رہی ہو۔

پھر، آہستہ آہستہ، وہ پیچھے ہٹنے لگی۔ ہر قدم کے ساتھ جیسے وہ حقیقت سے، زندگی سے، ان سب کی دنیا سے دور جا رہی تھی۔ کوئی کچھ کہہ نہ سکا، کوئی اسے روک نہ سکا۔ وہ ان سب کی نگاہوں میں مدھم ہوتی گئی، دھند میں تحلیل ہوتے کسی خواب کی مانند، جیسے کبھی تھی ہی نہیں، جیسے وہ حقیقت میں کبھی ان کی زندگی کا حصہ رہی ہی نہ ہو...۔

اور پھر——۔

گولی کی آواز فضا میں گونجی۔

وقت جیسے ایک لمحے کے لیے رک گیا۔

سب کے دل دہل گئے، اور آنکھیں وحشت سے نمل کی طرف پلٹیں۔

نمل اوپری زمین کے کنارے سے اوندھے منہ نیچے گری۔۔

باسط کے ذہن میں ایک دھماکہ سا ہوا، اس کی چیخ رگوں میں بجلی کی طرح دوڑ گئی——۔

"نننملللل!۔"

وہ بھاگا، لڑکھڑاتا ہوا، خود کو گھسیٹتا ہوا، جیسے کسی اندھے کنویں میں گر رہا ہو۔

کہف کی چیخ نکل گئی، اس نے سینے پر ہاتھ رکھ لیا، جیسے اس کا دل بھی چھلنی ہو گیا ہو۔ یوجن کے آنسو بے قابو ہو گئے، وہ زمین پر گر کر رونے لگی۔

باسط ہانپتا ہوا کنارے تک پہنچا، مگر جیسے ہی اس نے نیچے جھانکا، دنیا اس پر ٹوٹ پڑی——۔

نمل زومبی بن چکی تھی۔

اس کے گرد وحشی زومبیز کھڑے تھے، مگر وہ اس پر حملہ نہیں کر رہے تھے، کیونکہ وہ اب ان میں شامل ہو چکی تھی۔ اس کی آنکھیں بے حس ہو چکی تھیں، ہونٹوں پر جما خون خشک ہو رہا تھا، اور چہرے پر کوئی زندگی باقی نہیں رہی تھی۔

نمل خود کو ختم کر چکی تھی، اور اس کی گردن کی پشت سے بہتا خون خاموشی سے زمین پر پھیلتا جا رہا تھا، جیسے اس کی کہانی کا آخری حرف لکھا جا چکا ہو۔

باسط کی ٹانگوں سے جان نکل گئی، وہ زمین پر گر گیا، گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا، اور پھر جیسے پوری دنیا کو چیر کر رکھ دینے والی چیخ نکلی——۔

"ن۔ ن۔۔ملللل"!

اس کے آنسو زمین پر گرنے لگے، ایک ایک آنسو اس کی ٹوٹی ہوئی روح کی گواہی دے رہا تھا۔

دیان نے آگے بڑھ کر اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا، مگر باسط کی آنکھوں میں ویرانی تھی۔

۔"دیان ...میں اس کے بغیر کیسے جی سکتا ہوں؟ یار، یہ ممکن نہیں ہے ... نمل میری روح تھی، آج میرے جسم سے روح نکل گئی، اور باسط مر گیا ...میں مر گیا، دیان"...۔

دیان کا دل بھی بوجھل ہو چکا تھا، مگر اس کے پاس کوئی الفاظ نہیں تھے۔

۔"چل میرے بھائی ...ہمیں جانا ہو گا "...دیان نے اس کے کندھوں سے پکڑا، مگر باسط کی گرفت زمین پر سخت ہو گئی، جیسے وہ اس مٹی کو تھام لینا چاہتا ہو جہاں نمل نے آخری سانس لی تھی۔

کہف نے لرزتے ہاتھوں سے باسط کے کندھے پر ہاتھ رکھا، آہستہ سے دباتے ہوئے، جیسے اپنی موجودگی کا احساس دلانا چاہتی ہو۔

سب کے قدم بوجھل تھے، سب آگے بڑھنے لگے، مگر یاقوت...۔

یاقوت نے اپنی پشت کی طرف دیکھا، اس کے پیر سے خون رس رہا تھا۔

جہاں شاید زومبی نے اسے کاٹ لیا تھا۔

اس کے ہاتھ کی رگیں نیلی ہونے لگیں، جلد بدلنے لگی، اور اس کے اندر ...کچھ ایسا تھا جو اسے بھیانک انجام کی طرف کھینچ رہا تھا۔

مگر کسی نے یہ نہیں دیکھا۔

سب اپنے زخموں میں گم تھے۔

اور شاید ...یہ کہانی ابھی ختم نہیں ہوئی تھی۔

----☆☆☆----

قدم زمین پر پڑتے رہے، مگر ان کے وجود جیسے بے جان ہو چکے تھے۔ ہوا میں سسکیاں تحلیل ہو رہی تھیں، خاموشی بھی جیسے ان کے ساتھ ماتم کناں تھی۔ ہر قدم، ہر لمحہ ایک بوجھ تھا، ایک کرب۔

یاقوت پیچھے خاموشی سے چل رہا تھا، جیسے کوئی بھٹکتا ہوا سایہ۔ باسط کا چہرہ بے رنگ تھا، آنکھیں ویران، جیسے وہ کچھ دیکھ رہا ہو، مگر درحقیقت کچھ بھی نہ دیکھ رہا ہو۔

کہف نے لرزتے ہاتھوں سے اس کے بالوں پر ہاتھ پھیرا، آہستہ، نرمی سے، جیسے کوئی ٹوٹا ہوا خواب تھامنے کی آخری کوشش ہو۔" باسط ...میرے بھائی "...وہ مزید کچھ نہ کہہ سکی، الفاظ حلق میں گھٹ کر رہ گئے۔

دیان، جو باسط کا ہاتھ تھامے اسے اپنے ساتھ لیے جا رہا تھا، پلٹا تو یوجن کو اپنے آنسو پونچھتے پایا۔ وہ رو رہی تھی، مگر آنسو بھی جیسے اس دکھ کا بوجھ اٹھانے سے قاصر تھے۔ اس نے کہف کی طرف دیکھا، نگاہوں میں پچھتاوے کی ایک اندھی کھائی تھی۔ وہ کچھ کہنا چاہتی تھی مگر وہ بول کہاں سکتی تھی اس نے ھاتھ کے اشارے سے، کہا۔"یہ سب میری غلطی ہے ...میں اس کی ذمہ دار ہوں"...۔

کہف نے چونک کر اسے دیکھا، جیسے یہ الفاظ قبول کرنے سے انکاری ہو۔ وہ بے اختیار انگریزی میں بولی،" پاگل مت بنو، یوجن !تمہارا اس میں کوئی قصور نہیں"!۔

باسط نے دھندلی آنکھوں سے یوجن کی طرف دیکھا، جیسے کوئی اجنبی ہو۔ ہونٹوں پر ایک زہر آلود مسکراہٹ آئی، جو فوراً ہی مٹ گئی۔" الزام؟ تم خود کو الزام کیوں دے رہی ہو؟ "اس کی آواز میں کوئی زندگی نہ تھی، جیسے الفاظ بھی اب بوجھ بن چکے ہوں۔" خوشیاں میرے نصیب میں کب تھیں، یوجن؟ قسمت نے ہمیشہ مجھ سے سب چھین لیا۔ شاید میں ہی اس کا اہل نہیں تھا ...شاید خوش ہونا میرے مقدر میں لکھا ہی نہیں تھا"...۔

دیان نے اس کی طرف دیکھا، مگر کچھ کہہ نہ سکا۔ وہ جانتا تھا کہ اب کوئی بھی الفاظ باسط کو اس غم کی کھائی سے نہیں نکال سکتے۔

پھر اچانک یاقوت نے وہ سکوت توڑا، جو ان سب کو جکڑے ہوئے تھا۔ وہ مدھم آواز میں بولا،" آپ کو آپ کا بھائی مل گیا، وہی بھائی جسے آپ اتنے عرصے سے تلاش کر رہے تھے ...مگر نمل آپ کے نصیب میں نہیں تھی، باسط بھائی۔

یہ قسمت کی لکھی ہوئی کہانی تھی، ہم بس کردار تھے "...وہ رک کر سر جھکا گیا۔ "میں ...میں نہیں جانتا کہ کیا کہنا چاہیے، سمجھ نہیں آ رہا کہ یہ سب کیوں ہوا"...۔

باسط کے قدم ایک لمحے کو تھمے، پھر وہ سر جھکا کر چلتا رہا۔" کچھ مت کہو، یاقوت "...اس کی آواز خالی تھی، سرد، جیسے کوئی بے جان پتھر جو صدیوں سے ایک ہی جگہ پڑا ہو، وقت کی ضربیں سہتا ہوا۔" میں کچھ سننا نہیں چاہتا"...

اور وہ خاموشی میں چلتے رہے ...ایک کہانی کا باب بند ہو چکا تھا، مگر وہ سب اسی کہانی میں قید رہ گئے تھے، کہیں، کسی ایسے موڑ پر جہاں سے واپسی ممکن نہ تھی۔

دفعتاً یاقوت کے کانوں میں ایک اور ہی دنیا آباد ہو چکی تھی۔ وہ ایک لمحے کے لیے ساکت ہوا، پھر جیسے کسی غیبی قوت نے اس کے حواس بیدار کر دیے ہوں، اس کے کانوں میں ایک خاص قسم کی گونج اترنے لگی—دور، بہت دور، کوئی حرکت کر رہا تھا، کوئی بھاری مشینیں پانی کو چیرتی آ رہی تھیں۔ وہ یکدم ٹھٹھکا، آنکھیں میچیں اور جیسے ہی پلکوں کے پردے بند ہوئے، اس کے ذہن کی اسکرین پر نیلے رنگ کی ریڈیائی لہروں نے تصویریں بنانی شروع کر دیں—ایک، دو، تین ...درجنوں ہیلی کاپٹر، قطار در قطار سمندری جنگی جہاز، طاقتور، ناقابلِ شکست، اس موت کے جزیرے کو گھیرنے آ رہے تھے۔

۔" فوج والے آ گئے ہیں۔ "اس کی آواز سرگوشی کی مانند سب کے کانوں میں اتری، اور وہ جو تھکن سے نڈھال چل رہے تھے، یکدم رک گئے۔ دیان نے تیز نظروں سے اسے دیکھا، ماتھے پر شکن ابھری، "تمہیں کیسے پتہ؟"۔

یاقوت نے کوئی جواب نہیں دیا، بلکہ وہ فوراً ایک بلند درخت کی طرف لپکا، اس کے بدن میں وہ بے پناہ پھرتی آ چکی تھی جو زومبی کے کاٹنے کے بعد اس کے وجود کا حصہ بن چکی تھی۔ چور ہونے کی بنا پر وہ پہلے بھی غیر معمولی مہارت رکھتا تھا، مگر اب، جیسے اس کا ہر عضو، ہر نس، ہر خلیہ ایک مشین بن چکا تھا۔ اس کے ہاتھ اور پیر بجلی کی مانند حرکت کر رہے تھے، اور پلک جھپکتے میں وہ درخت کی چوٹی تک جا پہنچا۔ نیچے کھڑے سب افراد سانس روکے اسے دیکھ رہے تھے، ان کے چہروں پر خوف اور حیرت کی ملی جلی کیفیات تھیں۔

اوپر پہنچ کر یاقوت نے اپنی نظریں سمندر کی طرف دوڑائیں۔ پانی کے سینے پر لوہے کے دیو چل رہے تھے—بحری بیڑے، طاقتور جہاز، اور ان کے اوپر کئی جنگی ہیلی کاپٹرز، جن کے پروں کی گڑگڑاہٹ فضا کو چیر رہی تھی۔ اس نے گردن موڑی، نیچے دیکھا اور گہری سانس لے کر اعلان کیا، "وہ نزدیک آ رہے ہیں۔"۔

نیچے خاموشی چھا گئی۔ وہ سب جو پہلے امید کی کسی کرن کو ترس رہے تھے، اب ان کے سامنے مدد موجود تھی، مگر ... نمل نہ رہی تھی۔

ہیلی کاپٹر قریب آنے لگے، اور پھر ایک خاص چوپر نیچے جھکنے لگا، جیسے ان کی موجودگی کا اندازہ ہو چکا ہو۔ اس میں بیٹھے ایک فوجی نے یاقوت کو درخت پر دیکھ کر سرگوشی کی،" ہم کامیاب ہو گئے ...گیم کا ایک پلیئر سامنے آ گیا۔"۔

یاقوت نے نگاہ نیچے کی، جیسے سب کچھ بے معنی ہو چکا ہو، مگر حقیقت کا ادراک بھی تھا۔ اچانک ہیلی کاپٹر کی پروں کی گڑگڑاہٹ تیز ہوئی، وہ مزید نیچے آیا، جس سے درخت لرزنے لگے۔ نیچے کھڑے دیان نے گردن اٹھا کر اس دھندلے منظر کو دیکھنے کی کوشش کی، مگر کچھ صاف نظر نہ آیا۔ بس پرچھائیاں، دھواں، اور لرزتی شاخیں۔

ہیلی کاپٹر کے دروازے سے ایک فوجی نمودار ہوا، اس کی نظریں نیچے بسنے والے افراد پر تھیں۔" باقی سب کہاں ہیں؟ اور کتنے لوگ بچے ہیں؟ "اس کی آواز بلند تھی، فیصلہ کن۔

یاقوت نے سرد لہجے میں جواب دیا،'' چار لوگ بچے ہیں، باقی سب مارے جا چکے ہیں۔ نیچے آدم خور ہیں، وہ ہمیں ختم کرنے کے درپے ہیں۔ آپ لوگ سیدھا آگے بڑھیں، سامنے ایک خشک زمین ہے، وہاں پہنچیں، ہم بھی آ رہے ہیں۔ دو بج کر تیس منٹ کے بعد یہ جزیرہ ملبے میں بدل جائے گا۔''۔

فوجی نے فوراً گھڑی دیکھی، اس کی آنکھوں میں سختی در آئی،'' ابھی دو بج کر دس منٹ ہو رہے ہیں، تمہارے پاس بیس منٹ ہیں۔''۔

یاقوت نے اثبات میں سر ہلایا، پھر بغیر ایک لمحہ ضائع کیے نیچے کود گیا۔ جیسے ہی زمین پر اترا، اس کے ہونٹوں سے ایک زوردار جملہ نکلا،'' چلو، بھاگو !فوج والے پہنچ رہے ہیں، ہمارے پاس صرف بیس منٹ ہیں''!۔

دفعتاً فضا میں ایک بھیانک شور ابھرا، جیسے ہوا نے یکدم ماتم کرنا شروع کر دیا ہو۔ پتوں کی سرسراہٹ میں عجیب سی کھنک تھی، جیسے کوئی سایہ دار مخلوق جھاڑیوں میں دبے پاؤں بڑھ رہی ہو۔ وہ لمحہ جیسے تھم گیا تھا، ہوا میں ایک نامعلوم سنسنی بکھر گئی تھی، اور پھر——۔

اچانک جھاڑیوں کے پیچھے سے، درختوں کے جھنڈ میں سے، زمین کی درزوں سے جیسے وہ ابھر آئے ہوں——زومبیز !چیتے کی مانند اچھلتے، خونخوار آنکھوں سے

جھپٹتے، نوکیلے دانتوں میں انسانی گوشت کی ہوس لیے۔ ان کے گلتے سڑتے جسموں سے تعفن اٹھ رہا تھا، جیسے موت خود سانس لے رہی ہو۔

یاقوت کے بدن میں جیسے بجلی دوڑ گئی۔ اس نے فوراً دھاڑ کر کہا، "بھاگو"!۔

دیان نے ایک پل بھی ضائع کیے بغیر کہف کو کندھے پر ڈالا، اس کی سانسیں تیز ہو گئیں، مگر وہ ایک لمحہ بھی رکے بغیر دوڑ پڑا۔ یاقوت نے باسط کا ہاتھ جھپٹ لیا، وہ جانتا تھا کہ باسط بے حس ہو چکا تھا، اس کے اندر جینے کی خواہش بجھ چکی تھی، مگر یہ وقت رکنے کا نہیں تھا۔ باسط نے ایک بے جان جسم کی طرح اس کا ہاتھ تھاما، مگر یاقوت نے اسے اپنی پوری طاقت سے کھینچ لیا۔

پیچھے، زومبیز کا ریوڑ دھاڑتے ہوئے بڑھ رہا تھا، ان کی بھیانک چیخیں فضا میں سرایت کر رہی تھیں۔ زمین ان کے قدموں تلے جیسے کانپ رہی تھی، ان کے بدن کی ہڈیوں سے گوشت جھڑ رہا تھا، مگر ان کی رفتار غیر انسانی تھی——وہ درندوں کی مانند جست بھر رہے تھے۔

ان کے سامنے جنگل کا سلسلہ ختم ہو رہا تھا، روشنی ایک کھلی جگہ کی خبر دے رہی تھی، اور جیسے ہی وہ آخری درختوں سے نکلے، ایک وسیع میدان ان کے سامنے تھا!۔

مگر یہ کیا——۔

اوپر آسمان میں ہیلی کاپٹرز گرج رہے تھے !ان کے پروں کی دھمک زمین کو ہلا رہی تھی، جیسے فضا میں کسی عظیم جنگ کی آمد ہو۔ ایک ہیلی کاپٹر نیچے جھکنے لگا، اس کے طاقتور انجنوں کی آواز سب کچھ نگل رہی تھی۔ دیان نے ایک لمحے کے لیے اوپر دیکھا، اس کی آنکھوں میں خوشی کی ایک چمک ابھری، ایک مسکراہٹ اس کے لبوں پر لرز اٹھی، جیسے موت کے سامنے زندگی نے سر اٹھا لیا ہو۔

ہیلی کاپٹر کے دروازے کھل چکے تھے، فوجی اندر سے اترنے لگے، ان کے ہاتھوں میں بھاری مشین گنز تھیں، جیسے ہی پیچھے سے دوڑتے زومبیز ان کے قریب پہنچے——۔

"فائر"!

گولیوں کی بارش شروع ہو گئی، جیسے آسمان سے لوہے کے اولے برسنے لگے ہوں۔ ہر طرف آگ کے دہانے کھل گئے، زومبیز کے جسم چھلنی ہونے لگے، خون اور گوشت کے لوتھڑے اڑنے لگے، مگر وہ رک نہیں رہے تھے۔ دسیوں، بیسیوں، سینکڑوں کی تعداد میں وہ بڑھ رہے تھے، جیسے قیامت کے دیوانے موت کو بھی پچھاڑ دینا چاہتے ہوں۔

ایک فوجی نے چیخ کر کہا، "تیزی سے اندر آؤ ! ہمارے پاس وقت نہیں"!۔

کہف نے یوجن کو سب سے پہلے اوپر چڑھایا، یوجن نے کانپتے ہاتھوں سے ہیلی کاپٹر کے کنارے کو تھاما، اور اندر کھینچ لی گئی۔ پھر دیان لپکا، باسط کے چہرے پر جیسے ایک سائے کا جال تھا، مگر وہ بھی دیان کے ساتھ اوپر چڑھ گیا۔

--

--☆☆☆----

نیو یارک کی روشنیاں جیسے رات کے اندھیرے میں کسی طلسم کا گماں دے رہی تھیں، اونچی عمارتیں فلک کو چھوتی ہوئی، جیسے روشنی کے مینار آسمان کی وسعتوں میں اپنا وجود ثبت کر رہے ہوں۔ شیشے کے دریچوں میں جگمگاتی روشنی، نیچے

دوڑتی گاڑیاں، سب کچھ کسی بے نام سی ہلچل کا حصہ معلوم ہوتا تھا۔ مگر ایک اسپتال کے کمرے میں، جہاں سفید دیواروں پر سرمئی سائے لرز رہے تھے، وہاں وقت تھم چکا تھا۔

کمرا خاموش تھا، بس مانیٹر کی دھڑکن جیسی بیپ بیپ گونج رہی تھی، اور سامنے ایک ڈاکٹر، جس کے ہاتھوں میں رپورٹس تھیں، چہرے پر ایک محتاط سی مسکراہٹ۔ وہ جیسے کسی اہم ترین خبر کا امین تھا۔

ڈیول اپنی مخصوص بے نیازی سے کرسی پر براجمان تھا، آنکھوں میں وہی رعونت، ہونٹوں پر ہلکی سی بے رحمانہ مسکان، جیسے دنیا کی کوئی حقیقت اسے ہلا نہیں سکتی تھی۔ لمبے، متناسب ہاتھ انگلیوں میں ایک سونے کی انگوٹھی چمک رہی تھی، چمڑے کی سیاہ جیکٹ اس کی وجاہت کو اور بھی دبنگ بنا رہی تھی۔ اس کے عقب میں شیخ اظہر کھڑا تھا، ہاتھ باندھے، نیم مسکراہٹ کے ساتھ۔

ڈاکٹر نے رپورٹ کی جانب دیکھا، پھر ایک لمحے کے توقف کے بعد سنجیدگی سے کہا،" آپ کا شک درست تھا، ڈیول۔ یاقوت واقعی آپ کا ہی بیٹا ہے، ڈی این اے میچ ہو چکا ہے۔"۔

ڈیول کی مسکراہٹ گہری ہوئی، گال کے پہلو میں ہلکا سا گڑھا نمایاں ہوا، مگر وہ خاموش رہا۔ جیسے یہ خبر کوئی حیرانی نہ تھی، جیسے وہ ہمیشہ جانتا تھا، جیسے تقدیر کی بساط پر یہ چال اس کے وہم و گمان میں پہلے ہی تھی۔ اس کی نظریں رپورٹ پر مرکوز تھیں، مگر اس کے دماغ میں کچھ اور ہی چل رہا تھا—یاقوت، اس کا بیٹا، اس کا خون۔

مگر قسمت کے فیصلے ہمیشہ خوشگوار نہیں ہوتے۔

وہ نہیں جانتا تھا کہ جو گناہ وہ برسوں سے کرتا آیا ہے، ان کا حساب اب اس کے دہلیز پر کھڑا ہے۔ انسان ہمیشہ سمجھتا ہے کہ تکلیف صرف اسی وقت درد بنتی ہے جب وہ براہِ راست اسے چھوئے، مگر اصل حقیقت یہ ہے کہ دکھ کی شدت تب محسوس ہوتی ہے جب وہ اس انسان کو چھو لے جسے وہ اپنی زندگی سمجھتا ہے۔

اور اب، ڈیول کے لیے وہ لمحہ قریب تھا—جب تقدیر کی تلوار اس کے ہی گناہوں کی دھار سے اسے کاٹنے والی تھی۔

----☆☆☆----

باسط نے لرزتے ہاتھ آگے بڑھایا،'' یاقوت، آؤ، جلدی کرو''!۔

یاقوت نے گہری سانس لی، مگر اس کے چہرے پر ایک عجیب سی مسکراہٹ تھی، جیسے وہ پہلے ہی فیصلہ کر چکا تھا۔ پیچھے ایک فوجی نے ماتھے پر شکنیں ڈالیں، ''آپ نے تو چار لوگوں کا کہا تھا ...یہاں تو پانچ ہیں؟''۔

یاقوت نے سر جھکا کر مدھم آواز میں کہا،'' چار ہی ہیں جن کو بچانا تھا ...میں مر چکا ہوں۔''۔

یہ سنتے ہی جیسے سب کے جسم سے خون نچڑ گیا۔ دیان، باسط، کہف، اور یوجن—— سب کے چہرے زرد پڑ گئے۔ کہف نے ایک بے یقینی سے یاقوت کو دیکھا۔

دیان نے آگے بڑھ کر اسے جھنجھوڑا،'' کیا کہہ رہے ہو، یاقوت؟ تمہیں کچھ نہیں ہوگا، تم بچ جاؤ گے''!۔

یاقوت نے دھیرے سے اپنا ٹراؤزر اوپر کیا، جہاں گہرا زخم تھا، خون میں تر بتر۔ زومبی کے دانتوں کے نشان صاف نظر آ رہے تھے۔

ایک لمحے کے لیے سب نے جیسے سانس لینا بھول دیا، اور پھر سب نے ایک ساتھ اپنی نظریں پھیر لیں۔ جیسے یہ دیکھنا بھی کسی گناہ کے برابر تھا۔

یاقوت مسکرا دیا، مگر آنکھوں میں ایک درد چھپائے،" میں تم سب سے بہت پیار کرتا ہوں، مگر اپنی وجہ سے کسی کی جان خطرے میں نہیں ڈال سکتا۔"۔

باسط کی آواز جیسے حلق میں اٹک گئی، اس نے بے یقینی سے سر ہلایا،" یار ... یاقوت ... نہیں یار ...ایسا مت کر"...۔

دیان نے غصے سے اس کا گریبان پکڑا، آنکھوں میں آنسو امڈ آئے،" یاقوت یار ! انسان بن !اوپر آ، ابھی بھی وقت ہے"!۔

یاقوت کی مسکراہٹ گہری ہوئی، اس نے نرمی سے دیان کے ہاتھوں کو پکڑ کر ہٹایا،" اگر انسان ہوتا، تو بن جاتا ...مگر زبردستی خود کو انسان تو نہیں کہہ سکتا، نا؟"۔

کہف کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے، اس نے ہاتھ جوڑ دیے،" یاقوت، پلیز ... مت جاؤ...۔"۔

فوجی نے گھڑی پر نظر ڈالی،" ٹائم کم ہے !ہمیں جانا ہوگا"!۔

یاقوت نے ایک لمحے کے لیے سب کو دیکھا—دیان، باسط، کہف، یوجن—نمل کو دل میں یاد کیا۔ یہ وہی لوگ تھے جو اس کے دل کے سب سے قریب تھے، مگر اب وہ ان کے درمیان نہیں رہ سکتا تھا۔

اچانک، اس نے بجلی کی تیزی سے فوجی کی بندوق چھین لی اور ہوائی فائرنگ کرتے ہوئے پیچھے ہٹا،" جاؤ یہاں سے !فوراً!۔"

زومبی فائرنگ کی آواز سن کر وحشیانہ انداز میں اس کی طرف لپکے۔

باسط کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں جکڑ لیا ہو، اس نے بے اختیار چیخ کر پکارا، "یاقوت"!!!۔

مگر وہ بھاگ چکا تھا، جنگل کے اندھیرے میں گم ہو چکا تھا، اور زومبی اس کے پیچھے دیوانہ وار دوڑ رہے تھے۔

ہیلی کاپٹر کے دروازے زور سے بند ہوئے، اور چوپر تیزی سے فضا میں بلند ہونے لگے۔ نیچے زمین پر بھاگتے یاقوت کی آخری جھلک نظر آئی، پھر وہ گھنے درختوں میں کھو گیا۔

کہف، یوجن، دیان، باسط—سب باہر جھک کر دیکھ رہے تھے، مگر اب کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔

وہ خوش قسمت تھے، دس لاکھ لوگوں میں سے زندہ بچ جانے والے صرف چار افراد۔ مگر یہ گیم کسی کو جیتنے نہیں دیتی تھی، یہ سب کچھ چھین کر صرف خالی ہاتھ چھوڑتی تھی۔ اور یاقوت—وہ اب ماضی کا ایک حصہ تھا، جو ہمیشہ کے لیے جنگل میں دفن ہو چکا تھا۔

----☆☆☆----

چوپرز دھیرے دھیرے سمندری بحری جہازوں کے عرشوں پر اترنے لگے۔ پروں کی گرج دار آواز سمندر کی پرشور لہروں سے ٹکرا رہی تھی۔ سمندر میں کھڑے دیو ہیکل جنگی جہاز کسی فولادی دیو کی مانند معلوم ہو رہے تھے، جو اس ہولناک وقت میں انسانی زندگیوں کے آخری گواہ تھے۔ چوپرز کے دروازے کھلے، اور

دیان، کہف، باسط، اور یوجن باہر نکلے۔ ان کے قدموں میں جیسے کوئی جان نہ تھی، آنکھیں ابھی تک اس دہشت کے حصار میں تھیں جس سے وہ گزرے تھے۔

سامنے جزیرہ ایک گہری خاموشی میں لپٹا ہوا تھا۔ مگر یہ خاموشی طوفان سے پہلے کا سناٹا تھی—۔ قیامت سے ذرا پہلے کی بے حس ہوا۔

اچانک، ایک زوردار دھماکہ ہوا—ایسا کہ زمین اور آسمان لرز گئے۔ جیسے خود سمندر نے ایک دلخراش چیخ ماری ہو۔ جزیرے کے عین درمیان سے ایک شعلہ بھڑکا، اور پھر آسمان کی طرف ایک دہکتا ہوا دائرہ اٹھا۔ وہ دائرہ جیسے کسی بھیانک عفریت کی کھلی آنکھ ہو، جس میں لاوے کے سرخ شعلے ناچ رہے تھے۔

اگلے ہی لمحے، جزیرہ کانپنے لگا—زمین میں دراڑیں پڑنے لگیں، چٹانیں ٹوٹنے لگیں، درخت جڑ سے اکھڑنے لگے۔ اور پھر ...سب کچھ ایک ہولناک تباہی میں بدل گیا۔ ایک زوردار دھماکے نے ساری فضا ہلا دی، اور جزیرہ دیکھتے ہی دیکھتے بکھرنے لگا۔ وہ زمین جس پر ابھی تک زندگی کے آثار تھے، اب راکھ اور آگ کا ڈھیر بن رہی تھی۔

پانی میں آگ کے شعلے رقص کر رہے تھے، جیسے خود سمندر جل اٹھا ہو۔ دھوئیں کے بادل فضا میں بلند ہو رہے تھے، اور جلتے ہوئے ملبے کے ٹکڑے ہر سمت گر رہے تھے۔

کہف کے لبوں سے ایک گھٹی گھٹی چیخ نکلی، اس نے آنکھیں سختی سے بند کر لیں اور دیان سے لپٹ گئی۔ وہ کانپ رہی تھی، جیسے اس لمحے کے خوف کو برداشت نہ کر سکے۔ دیان کی سانسیں بےترتیب ہو چکی تھیں، اس کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔ اس کے وجود میں ایک ناقابلِ بیان خالی پن پھیلنے لگا۔

باسط خاموش کھڑا تھا، اس کی آنکھیں سرخ ہو چکی تھیں، اور بے آواز آنسو اس کے گالوں پر بہہ رہے تھے۔ اس کے چہرے پر ایک گہری اذیت تھی—جیسے وہ ابھی بھی اس حقیقت کو قبول نہ کر پا رہا ہو۔

یوجن کا چہرہ پتھر کی مانند جامد تھا، مگر اس کے آنکھوں کے کنارے بھی چمک رہے تھے۔ وہ سب کچھ دیکھ رہی تھی، مگر جیسے اندر سے مر چکی تھی۔

دور جلتے جزیرے کے ملبے کے درمیان ایک سایہ لپک رہا تھا، جیسے کوئی آخری بار بھاگ رہا ہو۔ مگر وہ صرف ایک سراب تھا۔ یاقوت اور نمل ...وہ ہمیشہ کے لیے کھو چکے تھے۔

—یکدم ہر طرف اندھیرا چھا گیا۔

بس جلتے ملبے کی ہلکی ہلکی روشنی رہ گئی تھی، اور ایک خاموشی تھی جو دلوں میں گونج رہی تھی۔

----☆☆☆----

ڈیول گاڑی کی نرم اور قیمتی نشست پر پُراعتماد انداز میں بیٹھا تھا، ایک ٹانگ دوسرے پر رکھی ہوئی، ہاتھ میں مہنگے سگار کا دھواں، جو اس کی مخروطی انگلیوں میں سلگ رہا تھا۔ اس کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی، مگر آنکھیں جیسے کسی گہری سوچ میں گم تھیں۔ شیخ اظہر اس کے برابر خاموش بیٹھا تھا، مگر ڈیول کا انداز ایسا تھا جیسے وہ خود کو اس لمحے کا مالک سمجھتا ہو۔

سگار کے دھویں کا ایک لمبا مرغولہ فضا میں چھوڑتے ہوئے، وہ ایک گہری سانس کے ساتھ دھیرے سے مسکرایا، جیسے اس کی مسکراہٹ میں صدیوں کا جبر قید ہو۔

۔"میں بہت بےتاب ہوں اپنے بیٹے سے ملنے کے لیے "...اس نے سرگوشی کی طرح کہا، مگر آواز میں ایک عجب سی گرفت تھی، جو بے چینی اور اختیار کے درمیان کہیں معلق تھی۔

۔"پورے سولہ سال انتظار کیا ہے میں نے "...وہ دھیرے سے مسکرایا، جیسے ہر لمحہ اس کے دل میں ایک الاؤ بن کر دہک رہا ہو۔

مگر پھر—اچانک موبائل کی گونجتی بیل نے اس لمحے کو توڑ دیا۔

شیخ اظہر نے فوراً فون ریسیو کیا، ایک پل کے لیے سنا، پھر چہرہ سخت پڑ گیا، اور اس نے فون ڈیول کی طرف بڑھا دیا۔

ڈیول نے بےنیازی سے فون لیا، کان سے لگایا، مگر اگلے ہی لمحے اس کی مسکراہٹ غائب ہوگئی۔ چہرہ یوں سخت ہوا جیسے فولاد۔

۔"کیا بکواس کر رہے ہو؟ "!وہ غرایا، آواز میں ایسا جلال تھا کہ گاڑی کے اندر کی فضا تک سمٹ گئی۔

۔"تمہیں میں نے کہا تھا کہ اس کا خیال رکھو"! اس کے دانت بھینچ گئے، جبڑے سخت ہو گئے۔

"اگر کسی کو شک ہوتا، تو ہونے دیتے ...مگر تم لوگوں کی غفلت نے!—۔"

اگلے ہی لمحے اس کی آنکھیں خون اتار لائیں، سانسیں بھاری ہو گئیں، جیسے سینے میں ایک طوفان بھڑک اٹھا ہو۔ اس کی مٹھی سختی سے بند ہوئی، انگلیاں لرزنے لگیں، اور پھر ایک دھماکے سے اس نے فون زمین پر دے مارا۔

۔" میرے بیٹے کو مار ڈالا تم نے"!! وہ دھاڑا، جیسے اس کے اندر کا عذاب باہر پھٹ پڑا ہو۔

اس کی سانسیں اکھڑنے لگیں، آنکھوں کی سرخی گہری ہو گئی، اور پھر ...اس کے چہرے پر بے بسی کی ایک کرچی چمکی، جیسے فولاد میں دراڑ آ گئی ہو۔

۔"میرے گناہ ...میرے گناہ اسے کھا گئے۔" اس کے لب لرزے، آنکھ سے ایک آنسو ٹپکا، مگر اگلے ہی لمحے وہ جیسے ضبط کے زہر میں بھیگ گیا۔

اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر دبوچ لیا، جیسے خود کو کچل دینا چاہتا ہو۔ اور پھر ...ایک خوفناک دھاڑ کے ساتھ وہ چیخ اٹھا''—باسل''!!!۔

گاڑی کے اندر اس کا غضب اور شکست، دونوں ایک ساتھ گونجنے لگے۔ وہ شخص، جس کے پاس سب کچھ تھا، آج اپنی سب سے قیمتی شے ہار چکا تھا۔ یہ مکافاتِ عمل تھا—وہ گناہ جو اس نے بوئے تھے، آج اس کا سب سے قیمتی خواب نگل گئے تھے۔



فضا میں ایک گھمبیر سناٹا تھا، جیسے ہوا بھی اپنی سرگوشیاں روک چکی ہو۔ نیلی چمکدار بجلی آسمان کو چیرتی، لمحے بھر کو جنگل کو روشن کر دیتی، اور پھر ہر چیز دوبارہ اندھیرے میں ڈوب جاتی۔ پتھریلی زمین پر پرانی اینٹیں شکستہ پڑی تھیں، جیسے وقت نے انہیں کچل کر مٹی میں دفن کر دیا ہو۔ اطراف میں مشعلیں جل رہی تھیں، ان سے اٹھنے والا دھواں ہوا میں بل کھاتا، فضا کو بوجھل بنا رہا تھا۔

لمبے، کٹے پھٹے ستون، شکستہ دیواریں، اور پتھروں پر کندہ نامعلوم زبان کی تحریریں—یہ کسی قدیم مندر کا کھنڈر تھا، جو جنگل کے بیچوں بیچ چھپا ہوا تھا۔ بیچ

میں، سونے کا ایک عظیم الشان مجسمہ کھڑا تھا،" بعل "کا مجسمہ، جس کی آنکھوں میں سیاہ پتھر جڑے تھے، جو مشعلوں کی مدھم روشنی میں مردہ آنکھوں کی مانند جھلملاتے تھے۔

گرد و پیش میں عجیب و غریب مخلوق نما لوگ کھڑے تھے، جنہوں نے جانوروں کے ماسک پہن رکھے تھے—کوئی بھیڑیا، کوئی چمگادڑ، کوئی سانپ، اور کسی کے چہرے پر کوئی بےچہرہ نقاب، جو اندھیرے میں مزید بھیانک لگ رہا تھا۔ ان کے ہاتھوں میں زنگ آلود خنجر اور لالٹینیں تھیں، جو ہوا کے جھونکوں سے ہلکی ہلکی جھلملا رہی تھیں۔

سانسیں تھم چکی تھیں، فضا پر ایک گہری خاموشی کا غلاف چڑھ چکا تھا—جب ... اچانک...۔

اندھیرے کے بطن سے، جیسے کسی پرچھائیں نے جنم لیا ہو، ایک پراسرار ہستی ابھری۔

لمبے سیاہ بال ، سفید ریشمی کپڑے اس کے جسم سے یوں چمٹے ہوئے تھے جیسے وہ دھوئیں سے بنی ہو۔ چلنے کے انداز میں ایسا دھیما غرور تھا کہ زمین بھی اس کے

نیچے لرزتی محسوس ہوتی۔ کمر کی ہلکی جنبش، قدموں کی مدھم چاپ—ہر حرکت میں جادو تھا، مگر وہ جادو جو موت کا پیامبر ہو۔

اس کے بال، لمبے اور گھرے، یوں کھلے تھے جیسے رات کی سیاہی نے انہیں اپنی گرفت میں لے رکھا ہو۔ ہوا میں وہ آہستہ آہستہ لہرا رہے تھے، مگر جیسے ہر زلف کے ساتھ کوئی منحوس سرگوشی جُڑی ہو۔ چہرہ ...حیرت انگیز طور پر حسین تھا، مگر وہ حسن جس میں زہر بھرا ہو، جو ایک لمحے میں مبہوت کر دے اور دوسرے لمحے میں مار ڈالے۔

ہوا میں سرسراتی ہوئی، وہ آگے بڑھی۔

اس کی مخروطی انگلیاں ایک بےجان انسانی سر کے گرد لپٹی تھیں، جس کی آنکھیں خوف میں کھلی ہوئی تھیں۔ وہ کوئی عام سر نہیں تھا، اس پر تازہ خون کی لکیریں موجود تھیں، جو اس کے سفید لباس پر سرخ دھاگوں کی طرح بکھر رہی تھیں۔

وہ بعل کے قدموں میں آ کر رکی، اپنے جسم کو ایک نفیس جنبش دی، اور پھر ... ایک ہلکی، گہری مسکراہٹ کے ساتھ وہ سر نیچے رکھا۔

"ہمارے کھیل کو اس کے انجام تک پہنچانے کے لیے ...ہم تمہارا شکر ادا کرتے ہیں۔"

اس کی آواز مدھم تھی، مگر اس میں ایسی سرگوشی تھی، جیسے رات کی آندھی کسی سوئے وجود کو جگانے کی کوشش کر رہی ہو۔

اس کی سنہری امبری آنکھیں—جو مشعلوں کی روشنی میں ایک چمکدار، مگر بےرحم آتش فشاں کی مانند لگ رہی تھیں—بعل کے مجسمے کی بےجان آنکھوں میں پیوست ہوئیں۔

وہ لمحہ تھا، جب وقت تھم گیا، جب زمین کی روح لرز اٹھی، اور جب سناٹے نے ایک بھیانک قہقہے کی شکل اختیار کر لی۔

وہی چمکدار سنہری آنکھوں والی سرکش رات،

جو خنجر کی دھار سے زیادہ تیز، زیادہ قاتل، زیادہ بےمہر تھی۔

جس کے ہونٹوں پر ہنسی نہیں، زہر کی ایک خاموش لکیر تھی،

جس کا ہر قدم موت کا اعلان، ہر جنبش عذاب کی تحریر تھی۔

وہ جو سایوں میں ہنستی، مگر روشنی میں زخم دیتی،

جو قریب آ کر دل میں خنجر اتارتی، پھر دور جا کر راکھ چکھتی،

وہ جو محبت کی چوکھٹ پر چراغ رکھ کر، خود طوفان بن جاتی،

جو آنکھوں میں وعدے سجاتی، مگر پلک جھپکتے ہی راہیں جلا دیتی۔

ہاں، وہی تھی ...وہی!۔

جسے محبت کے ہر عہد سے بغاوت تھی،

جسے دلوں کے ملبے پر اپنے تاج کی خواہش تھی،

جس کا لمس زخم، جس کا بوسہ تباہی تھی،

وہ ...جو زندگی کی نہیں، صرف فنا کی گواہ تھی۔

وہ جو زہر سے زیادہ زہریلی تھی۔۔ ۔۔

خطرے سے زیادہ، خطرناک تھی

وہ جو موت کا کھلا اعلان تھی۔۔

وہ نمل حیات تھی! ...۔

ہاں، وہی نمل....۔

جسے باسط نے چاہا تھا، جسے دل کی دھڑکن بنایا تھا،

مگر وہ—وہ محبت نہیں، ایک سراب تھی، ایک بازی تھی،

وہ دھوکہ تھی، جسے وفا کی لوری سنائی گئی،

وہ ایک خاموش خنجر تھی، جس نے سینے میں اتارے بغیر خون بہا دیا۔

وہ زندہ تھی!....۔

اور وہ ہمیشہ سے اس کھیل کا حصہ تھی،

یہ سب کچھ ...اس کے ہاتھوں کی بساط پر بچھایا گیا تھا،

یہ سب کچھ ... محض ایک کہانی نہیں،

یہ اس کے کھیل کا ایک اور باب تھا!۔

ہونٹوں پر وہی پُراسرار مسکراہٹ، جو کسی راز کی قبر پر کھلتی ہے۔ سرد لہجے میں بولی،'' کیا لگا؟ یہ کہانی ختم ہوگئی؟''۔

پھر ایک تیکھی ہنسی کے ساتھ گردن خم کی،'' نہیں ...ایسی کہانیاں کبھی ختم نہیں ہوتیں۔ یہ وہ کہانیاں ہیں جو موت کے بعد بھی زندہ رہتی ہیں، جو راکھ میں دب کر بھی سلگتی رہتی ہیں۔ یہ وہ کہانی ہے جو دوبارہ لکھی جائے گی ...نئے چہروں کے ساتھ، نئے مہروں کے ساتھ، ایک نئے کھیل کے ساتھ۔''۔

اس کی آواز میں زہر تھا، چال میں زلزلہ، آنکھوں میں ایک ایسی گہرائی جو بینا کو بھی اندھا کر دے۔ وہ لمحے بھر کو خاموش ہوئی، پھر ہلکا سا قہقہہ لگایا،'' سوال ابھی باقی ہیں ...کچھ سچ ابھی دفن ہیں، کچھ جواب ابھی چہرہ دکھانے کو بے تاب ہیں۔ مگر ...ہر راز کا وقت مقرر ہے، اور ابھی نہیں، ابھی تو صرف آگ کا الاؤ بھڑکایا گیا ہے۔''۔

وہ چمکتی آنکھوں سے خلا میں دیکھ کر سرگوشی میں بولی،'' علمِ اور جہل—— کتنی دلچسپ نعمتیں ہیں ناں؟ جو جانتا ہو، وہ تباہ ہوجاتا ہے، اور جو لاعلم ہو، وہ بس ایک تماشا دیکھتا ہے۔ وہ بھی لاعلم رہا ...بے خبر !اگر جان لیتا تو کیا ہوتا؟ اگر حقیقت کی دہلیز پر کھڑا ہوتا، تو اس کے قدم کانپتے، یا وہی زمین اس کے نیچے سے کھینچ لی جاتی؟''۔

اس نے ایک گہرا سانس لیا، پھر بے رحمی سے ہنسی،" وہ سمجھتا ہے نمل مر گئی ... کتنا معصوم ہے !افسوس، وہ جیتے جی مر چکا، اور میں مر کر بھی زندہ ہوں۔ مگر وہ ...وہ کیا جانے !کوئی نہیں جانتا !کسی کی پہنچ وہاں تک نہیں جہاں میں ہوں"!۔

وہ دو قدم پیچھے ہٹی، سر اٹھایا، جیسے رات کی سیاہی کو چیلنج کر رہی ہو، پھر آہستہ سے سرگوشی کی،" یہ کھیل ختم نہیں ہوا، ابھی تو بس بساط بچھائی گئی ہے۔ اب کی بار جنگ وہاں لڑی جائے گی جہاں کا گمان بھی ممکن نہیں ...ایسی زمین پر، جہاں کوئی سوچ بھی نہیں سکتا۔ اس میدان میں اترنے کا حق صرف ہمارا ہے ... اور تیسرے کا وجود ممکن ہی نہیں۔"۔

اس کے ہونٹوں پر سفاک مسکراہٹ ابھری، سرد، بے رحم، شعلے جیسی ...پھر یکدم، اس نے گردن جھٹکی، ہنسی، اور آواز ہوا میں گونجی جیسے کسی آسیب کا قہقہہ سنائی دے گیا ہو۔

۔"یہ کہانی ختم نہیں ہوئی ...بس ایک اور باب لکھا جا رہا ہے !اور اس بار ...انجام پہلے سے بھی زیادہ بھیانک ہوگا"!۔

تمت بالخیر